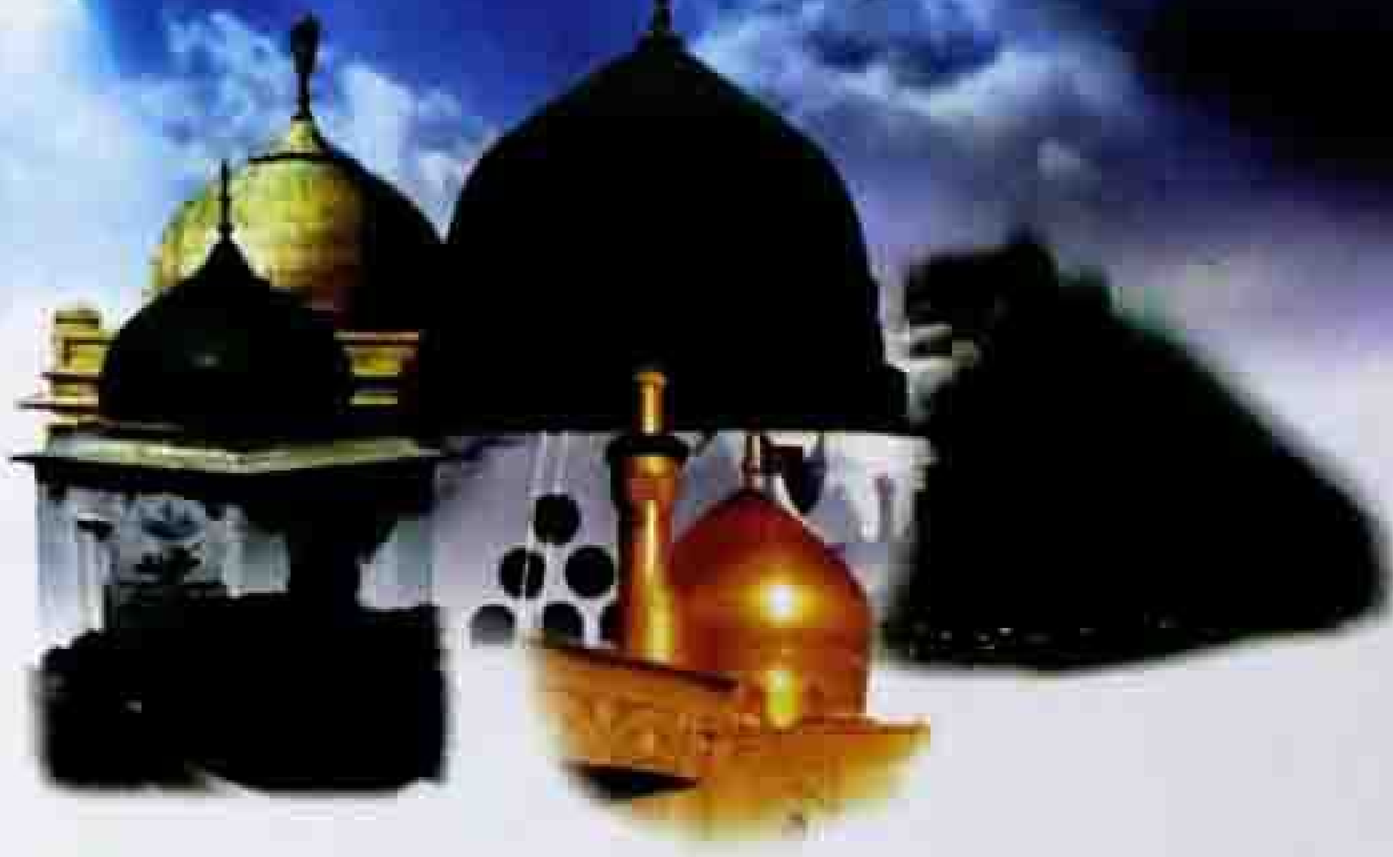
قرآن و حدیث، انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرام علیہم الرضوان، اہلِ بیت اطہار
بزرگانِ دین، اولیائے کرام اور مسلمان حکمرانوں کے ایمان افروز، باطل سوز،
وجد آفرین، اور انتہائی دلنشین ۲۰۰



دلپذیر واقعات

تصنیف لطیف

الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری
مفتی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

ناشر
اکبر بک سیلرز لاہور

قرآن و حدیث، انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرام علیہم الرضوان، اہل بیت اطہار
بزرگان دین، اولیائے کرام اور مسلمان حکمرانوں کے ایمان افروز، باطل سوز،
وجد آفریں، اور انتہائی دلنشین ۲۰۰

دلپذیر واقعات

تصنیف لطیف
الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری
مفتی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 37352022

نام کتاب	....	دل پذیر واقعات
مؤلف	....	الحافظ القاری مفتی غلام حسن قادری
		مفتی دار العلوم حزب الاحناف' لاہور
پروف ریڈنگ	....	پیر طریقت حضرت مولانا قاری محمد اصغر نورانی
خصوصی دعا	....	پیر سیّد طاہر حسین شاہ کاظمی' پاک پتن شریف
حسبِ فرمائش	....	پیر حافظ محمد عثمان نوشاہی قادری' رہنما سنی تحریک' لاہور
		الحافظ القاری محمد اختر سیالوی' گڑھی شاہو' لاہور
تحریک وتشویق	....	حضرت مولانا قاری خدا بخش بصری
		حضرت مولانا قاری ریاض احمد فاروقی
		حضرت مولانا محمد عبد الرشید قادری عطاری
صفحات	....	656
تعداد	....	600
کمپوزنگ	....	آصف حفیظ
اشاعت	....	مارچ 2014ء
ناشر	....	محمد اکبر قادری
قیمت	....	450 روپے

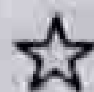
ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار
لاہور

الانتساب

کشتۂ عشقِ رسول، ماہر معقول ومنقول، حاویٔ فروع واصول،
امام اہلِ سنت مجدد دین وملت، شیخ الاسلام والمسلمین،
عمدۃ المحققین، تاج المدققین، ناب غوث العالمین

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ **امام احمد رضا خان** بریلوی
محمدی، حنفی، مصطفوی قادری علیہ رحمۃ اللہ القوی

گم رضائش در رضائے مصطفیٰ
زیں سبب شد نامِ او احمد رضا



صلی اللہ علیہ وسلم۔ رضی اللہ عنہ



الاهداء

برادرِ اعلیٰ حضرت، قوتِ بازوئے مجدد دین وملت،
مداح وجاں نثار شانِ رسالت، محبِ سنت، عدو بدعت،
تاج دارِ فکر وفن، شہنشاہِ سخن، استاذ زمن، فصیح بے مثال بلیغ نازک خیال

مولانا حسن رضا خان بریلوی

قادری، برکاتی، ابوالحسینی
روح اللہ روحہ ونور اللہ مرقدہ
زاد اللہ من رضاۂ الحسن

بند جب خواب اجل سے ہوں حسنؔ کی آنکھیں
اس کی نظروں میں تیرا جلوۂ زیبائی ہو



فہرست

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان | صفحہ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ○ الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ○ مُكَوِّرِ اللَّيْلِ عَلَى النَّهَارِ ○ تَذْكِرَةً لِّاُولِى الْقُلُوْبِ وَالْاَبْصَارِ ○ وَتَبْصِرَةً لِّذَوِى الْاَلْبَابِ وَالْاَعْتِبَارِ ○ اَلَّذِىْ اَيْقَظَ مِنْ خَلْقِهٖ مَنِ اصْطَفٰهُ فَزَهَّدَهُمْ فِىْ هٰذِهِ الدَّارِ ○ وَشَغَلَهُمْ بِمُرَاقَبَتِهٖ وَاِدَامَةِ الْاَفْكَارِ ○ وَمُلَازَمَةِ الْاِتِّعَاظِ وَالْاِدِّكَارِ ○ وَالْحَذَرِ مِمَّا يُسْخِطُهٗ وَيُوْجِبُ دَارَالْبَوَارِ ○ وَالْمُحَافَظَةِ عَلٰى ذٰلِكَ مَعَ تَغَايُرِ الْاَحْوَالِ وَالْاَطْوَارِ ○ اَحْمَدُهٗ اَبْلَغَ حَمْدٍ وَّاَزْكَاهُ ○ وَاَشْمَلَهٗ وَاَنْمَاهُ ○ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ الْبَرُّ الْكَرِيْمُ ○ اَلرَّءُوْفُ الرَّحِيْمُ ○ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدٍ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ○ وَحَبِيْبُهٗ وَخَلِيْلُهٗ ○ وَالْهَادِىْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ وَالدَّاعِىْ اِلٰى دِيْنٍ قَوِيْمٍ ○ صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ وَعَلٰى سَآئِرِ النَّبِيِّيْنَ ○ وَاٰلِ كُلٍّ وَّ سَآئِرِ النَّبِيِّيْنَ ○ وَاٰلِ كُلٍّ وَّسَآئِرِ الصَّالِحِيْنَ ○

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اِنَّ اللهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○

طغرہ

(۱)

قدیمی شہنشاہ عالی گھرانہ

ہمارے آقا و مولیٰ نبی اکرم، نورِ مجسم، شفیع معظم، تاجدارِ عرب و عجم، احمد مجتبیٰ، حضرت جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وبارک وسلم کا خاندان نہایت مبارک تھا اس کی تاریخ آج سے کم وبیش چار ہزار سال پہلے شروع ہوتی ہے۔ آپ کے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق کے ایک شہر ''اُور'' کے باشندے تھے۔

یہ شہر فرات کے مغربی ساحل پر کونے کے قریب واقع تھا اس کی کھدائی کے دوران جو کتبات برآمد ہوئے ہیں، ان کے باعث اس شہر کے بارے میں بہت سی تفصیلات منظرِ عام پر آئی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کی بعض تفاصیل اور باشندگانِ ملک کے دینی اور اجتماعی حالات سے بھی آگہی ہوئی ہے اس زمانے میں سلطنت بابل عروج پر تھی۔ سلطنت کی مالی حالت مستحکم اور فوجی طاقت زبردست تھی۔ دولت کی کثرت نے بادشاہ کے دماغ میں اس قدر غرور بھر دیا تھا کہ اس نے سلطنت کے بڑے معبد خانے میں بھی سونے کی مورتی رکھوا دی اور حکم دیا کہ سب لوگ میری مورتی کو سجدہ کریں اور منت، نذر و نیاز بھی میرے ہی نام کی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی ہدایت کے لیے ابراہیم علیہ السلام کو مبعوث کیا، ان کا سلسلۂ نسب نو واسطوں سے حضرت نوح علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔

بادشاہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوتِ توحید پسند نہ آئی کیونکہ اسے قبول کرنے کی صورت میں بادشاہ کو خدائی کے درجے سے اُتر کر بندہ بننا پڑتا تھا۔ حضرت

ابراہیم علیہ السلام کی مخالفت صرف بادشاہ ہی نے نہیں کی بلکہ خود ان کے گھر کے افراد نے بھی کی جب آپ نے قوم' بادشاہ اور اپنے خاندان کی مخالفت دیکھی تو اپنے وطن سے ہجرت کا فیصلہ کیا۔

ابوضیفان سیّدنا ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گزر اوقات کے لیے بھیڑ بکریاں پال رکھی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں برکت دی اور وہ بڑھ کر بہت بڑے بڑے ریوڑ بن گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام انتہائی مہمان نواز تھے' ان کی کنیت ابوضیفان (مہمانوں والا' مہمان نواز) تھی۔ ان کے والد کا نام قرآن مجید میں جو آزر آیا ہے درحقیقت وہ آپ کا چچا تھا کیونکہ علمائے نسب نے والد کا نام تارخ بیان کیا ہے۔ اور چچا تایا دادا پر ''اب'' کا لفظ بولا گیا ہے' جب اس کی عمر پچھتر سال کی ہوئی تو اس کے ہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ ان کے علاوہ ناحور اور ہاران بھی تارخ کے بیٹے تھے۔ ہاران کے بیٹے لوط علیہ السلام تھے۔ ہاران کی وفات اس کے باپ ہی کی زندگی میں اسی علاقے میں ہو گئی تھی جہاں وہ پیدا ہوئے۔ یہ کلدانیوں کا علاقہ یعنی بابل کی سرزمین تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شکل وصورت کے حوالے سے حدیث میں آتا ہے:

''میں نے عیسیٰ ابن مریم' موسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا' عیسیٰ علیہ السلام سرخ فام' گھنگریالے بالوں اور چوڑے سینے والے تھے اور موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ کے فربہ بدن تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اور ابراہیم علیہ السلام

ارشاد ہوا: ''اپنے ساتھی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھ لو۔''

مراد یہ کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل وصورت اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی سے انہیں عقلِ سلیم اور رُشد و ہدایت سے نواز دیا تھا' وہ بڑے ہوئے تو انہیں رسول بنا کر مبعوث فرمایا اور خلیل کا منصب عطا فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ قرآن پاک میں بہت سے مقامات پر مختلف

انداز میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اپنے چچا آزر کو جس عمدہ انداز میں انہوں نے توحید کی دعوت دی اسے سورۂ مریم آیت: ۴۱ سے ۴۸ میں پڑھیے یہاں اتنی بات لکھے دیتا ہوں کہ انہوں نے دعوتِ توحید کا آغاز اپنے گھر سے کیا اور اپنے مشرک چچا کو بڑے ادب سے تبلیغ کی مگر اسی چچا نے انتہائی نامناسب رویہ اختیار کرتے ہوئے ابراہیم علیہ السلام کو سخت دھمکی دی۔ قیامت والے دن ان کے باپ کے انجام کے بارے میں صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ وہ نجاست میں لتھڑا ہوا ایک بجو کی شکل میں نظر آئے گا جسے ٹانگوں سے پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے لوگ سال میں ایک باہر شہر سے نکل کر عید (قومی جشن) منانے جایا کرتے تھے' ان کے چچا نے ان کو بھی جشن میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ وہ کہنے لگے: "میں بیمار ہوں"۔

آپ نے کلام میں توریہ کیا تا کہ آپ بتوں کو پاش پاش کر کے ان کے مذہب کی غلطی ظاہر کر سکیں اور سچے دین کی حقانیت واضح کر سکیں جب لوگ عید منانے چلے گئے اور آپ شہر میں اکیلے رہ گئے تو آپ جلدی سے لوگوں کی نظروں سے بچ کر بتوں کے پاس پہنچ گئے۔ ان کو خوب سجا بنا کر ایک کمرے میں رکھا گیا تھا' ان کے سامنے طرح طرح کے کھانے رکھے ہوئے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام نے ان کی ذلت رسوائی کے لئے ازراہِ استہزاء پوچھا:

"تم کھاتے کیوں نہیں؟ تمہیں کیا ہوا ہے؟ تم بولتے کیوں نہیں؟"

پھر انہوں نے ایک بسولا (لوہے کا ایک بھاری ہتھیار جس سے بڑھی لکڑی کاٹتے ہیں) ہاتھ میں لیا سوائے بڑے بت کے (سب کو توڑ دیا) کہ شاید وہ اس کی طرف رجوع کریں۔ روایات میں ہے کہ بعد ازاں آپ علیہ السلام نے بسولا بڑے بت کے ہاتھ میں رکھ دیا تا کہ یہ تاثر ملے کہ اسے اپنے ساتھ چھوٹے بتوں کی عبادت ہوتے دیکھ کر غصہ آ گیا اس لیے اس نے انہیں توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔

جب لوگ جشن سے فارغ ہو کر آئے اور اپنے معبودوں کا یہ حشر دیکھا تو کہنے لگے:

''ہمارے معبودوں کو کس نے توڑا ہے؟ یہ کام کس نے کیا ہے؟''

کچھ لوگوں نے کہا:

''ہم نے ایک جوان کو ان کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہے' اسے ابراہیم کہتے ہیں' وہ ان کے عیب بیان کرتا ہے' ان کی تحقیر و تذلیل کرتا ہے اسی نے پیچھے رہ کر انہیں توڑا ہے۔''

لوگ کہنے لگے: ''اسے لوگوں کے سامنے لاؤ تا کہ وہ گواہ رہیں۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام یہی چاہتے تھے کہ سب لوگ جمع ہو جائیں تو تمام بت پرستوں کے سامنے ان کا عقیدہ غلط ہونے کی دلیل پیش کی جائے۔ چنانچہ سب لوگ جمع ہو گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اس مجمع عام کے سامنے آ گئے۔ لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا: ''اے ابراہیم! کیا ہمارے معبودوں کا یہ حشر تم نے کیا ہے؟''

انہوں نے کہا:

''یہ کام ان کے اس بڑے بت نے کیا ہوگا اگر یہ بولتے ہیں تو ان سے پوچھ لو۔''

اب قوم نے غور و فکر کیا' اپنے سر جھکا لیے پھر اپنے آپ کو خود ملامت کرنے لگے کہ تم نے خود ہی غلطی کی کہ ان کے پاس کوئی چوکیدار اور محافظ نہیں چھوڑا۔ وہ حیرت زدہ ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہنے لگے:

''تمہیں معلوم ہے یہ بت باتیں نہیں کرتے؟ پھر آپ ہمیں کیوں کہتے ہیں کہ ان سے پوچھ لو؟''

چنانچہ قرآنِ کریم کے الفاظ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں جو جواب دیا وہ اس طرح تھا:

''پھر تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو پوجتے ہو جو تمہیں نہ کچھ فائدہ دے سکیں اور نہ نقصان پہنچا سکیں' تف ہے تم پر اور جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو' ان پر

بھی، کیا تم عقل نہیں رکھتے؟'' (الانبیاء: ۲۱/ ۲۶، ۲۷)

آگ میں جاتا ہے اب اس کا خلیل

قوم نے لاجواب ہونے پر وہی رویہ اپنایا جو ہر سرکش اور متکبر شکست کھانے پر اختیار کرتا ہے لہٰذا مشرک قوم نے اکٹھے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نشانِ عبرت بنانے کا پروگرام بنایا۔ بت پرست کہنے لگے:

''ایک عمارت بناؤ اس میں آگ جلاؤ پھر اس کو آگ کے ڈھیر میں ڈال دو۔''

چنانچہ انہوں نے ہر ممکن جگہ سے ایندھن جمع کرنا شروع کیا اور ایک مدت تک اکٹھا کرتے رہے، نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اگر کوئی عورت بیمار ہو جاتی تو یہی نذر مانتی کہ اگر مجھے شفا ہو گئی تو ابراہیم کو نذرِ آتش کرنے کے لیے اتنا ایندھن دوں گی پھر عمارت کے اندر ایک وسیع ہموار جگہ میں تمام ایندھن رکھ کر اسے آگ لگا دی گئی۔ آگ روشن ہوئی، بھڑکی، اس کے شعلے بلند ہوئے اور اس سے اتنی چنگاریاں اُڑنے لگیں جو اس سے پہلے کبھی کسی نے نہ دیکھی تھیں۔ فارس کے بدوؤں میں سے ہیزن نامی کُردی شخص نے ایک منجنیق بنائی۔ یہ آلہ سب سے پہلے اسی شخص نے بنایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک دھنستا ہی چلا جائے گا۔ لوگوں نے آپ کو پکڑ کر باندھ دیا اور مشکیں کس دیں اس وقت آپ کی زبان پر ''حسبنا اللہ ونعم الوکیل'' کے الفاظ تھے یعنی ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا:

''اے آگ! سرد ہو جا اور ابراہیم پر سلامتی والی بن جا۔''

سلامتی والی سے مراد یہ کہ اتنی ٹھنڈی نہ ہو جانا کہ حضرت ابراہیم کو اس کی ٹھنڈک سے تکلیف محسوس ہو۔'' صحیح بخاری میں اُم شریک رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چھپکلی کو ہلاک کرنے کا حکم دیا کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی آگ تیز کرنے کے لیے پھونکیں مارتی تھیں۔''

حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

’’آگ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صرف وہ رسیاں جلائیں جن سے وہ باندھے گئے تھے۔ بہر حال کفار نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر فتح پانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ مغلوب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ انبیاء میں فرمایا ہے:

’’اوران لوگوں نے تو ابراہیم کا بُرا چاہا تھا مگر ہم نے انہی کو نقصان میں ڈال دیا۔‘‘

(الانبیاء ۲۱:۷۰)

بلاشبہ یہ ایک کڑی آزمائش تھی جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پورے اُترے اور کامیاب ہوئے۔‘‘

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمرود سے مناظرہ

قرآن پاک نے ابوالانبیاء کا ایک سرکش اور ظالم بادشاہ کے ساتھ مناظرے کا ذکر بھی کیا ہے‘ وہ بابل کا بادشاہ تھا اس کا نام نمرود بن کنعان تھا۔ یہ شخص پوری دنیا پر حکومت کرتا تھا۔ علماء کے قول کے مطابق پوری دنیا پر صرف چار بادشاہوں نے حکومت کی ہے ان میں سے دو مومن اور دو کافر تھے۔ مومن تو ذوالقرنین اور حضرت سلیمان علیہ السلام تھے اور کافر نمرود اور بختِ نصر ہیں۔ علماء کے مطابق نمرود مسلسل چار سو سال تک بادشاہ رہا۔ مؤرخین کے مطابق ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے درمیان مناظرہ اس روز ہوا جس دن وہ آگ سے نکلے۔ امام ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں:

’’نمرود نے اشیائے خوردنی کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے رکھا تھا۔ لوگ غلہ لینے اس کے پاس جاتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اس کے پاس غلہ لینے چلے گئے اس سے پہلے ان دونوں کی کبھی ملاقات نہیں ہوئی تھی اس وقت یہ مناظرہ ہو گیا۔ سورۂ بقرہ آیت: ۲۵۸ میں اس کا ذکر ہے۔ نمرود نے اپنے رب ہونے کا دعویٰ کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ’’میرا رب زندہ کرتا اور مارتا ہے۔‘‘

اس نے کہا: ’’میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں۔‘‘

اس کے سامنے دو آدمی پیش ہوئے جن کے لیے سزائے موت کا حکم ہو چکا تھا اس

نے ایک کو قتل کرنے کا حکم دیا اور دوسرے کو معاف کر دیا اس طرح اس نے یہ فریب دینے کی کوشش کی کہ اس نے ایک کو موت دے دی ہے اور دوسرے کو زندگی بخش دی ہے' یہ بے کار بات تھی اس کا موضوع مناظرہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے ایک اور دلیل دی:

''اللہ وہ ہے جو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے لہٰذا تو مغرب سے نکال کر دکھا۔''

خلیل اللہ پر اللہ کا انعام

یہ بات سن کر کافر ششدر رہ گیا۔ وہ لاجواب ہو گیا تو اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو غلہ دینے سے انکار کر دیا۔ آپ واپس گھر کے قریب پہنچے تو دونوں بورے مٹی سے بھر لیے۔ دل میں سوچا کہ جب میں گھر پہنچوں گا تو گھر والے مطمئن ہو جائیں گے' گھر پہنچ کر انہوں نے بورے اُتارے اور سو گئے۔ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ اُٹھ کر بوروں کے پاس گئیں تو دیکھا کہ وہ عمدہ غلے سے بھرے ہوئے ہیں' انہوں نے کھانا تیار کیا جب ابراہیم علیہ السلام بے دار ہوئے تو دیکھا کہ کھانا تیار ہے۔ انہوں نے پوچھا:

''یہ کھانا کہاں سے آیا ہے؟'' زوجہ محترمہ نے عرض کیا:

''آپ جو غلہ لائے تھے اسی سے تیار کیا ہے۔''

آپ سمجھ گئے کہ یہ رزق اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر عطا فرمایا ہے۔

عدو اللہ کا عبرتناک انجام

اللہ تعالیٰ نے اس ظالم کا خاتمہ اس طرح کیا کہ اس کی فوج پر اتنے مچھر بھیج دیئے کہ ان کی چھاؤں میں سورج چھپ گیا پھر ان مچھروں کا لشکر ان پر مسلط کر دیا۔ انہوں نے ان کا گوشت اس طرح نوچا کہ صرف ہڈیاں باقی رہ گئیں۔ ایک مچھر نمرود کی ناک میں گھس گیا' اللہ نے اس کے ذریعے اسے ایک مدت تک عذاب میں مبتلا رکھا اس کے سر پر ہتھوڑے سے ضربیں لگائی جاتی تھیں حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم سے ہلاک ہو گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی قوم کا ہٹ دھرمی' انکار اور کفر پر اصرار دیکھا تو ہجرت کا ارادہ فرمالیا۔ آپ نے شام کے علاقے کی طرف ہجرت فرمائی۔ یہ وہ مقدس سرزمین ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے جہان والوں کے لیے برکت رکھی ہے۔ کچھ مدت وہاں رہنے کے بعد انہوں نے مصر کا رُخ کیا۔

مصر میں اس وقت جو شخص حکمران تھا اس کا نام رقیون تھا' وہ دراصل بابل ہی کا باشندہ تھا۔ ممکن ہے مصر جاتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہم وطنی کے رشتے کو وجہ تعارف خیال کر لیا ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ کے ساتھ جب مصر پہنچے تو مصر کے اس بادشاہ کو بتایا گیا کہ یہاں ایک شخص آیا ہے جس کے ساتھ ایک حسین ترین خاتون ہے اس نے آپ علیہ السلام کو بُلا بھیجا اور پوچھا: ''یہ عورت کون ہے؟''

اس بادشاہ کا معاملہ یہ تھا کہ اگر وہ بھائی بہن کو ایک ساتھ پاتا تو بہن کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا تھا اس لیے آپ نے فرمایا: ''یہ میری بہن ہے۔''

آپ نے حضرت سارہ سے جا کر فرمایا: ''اس وقت روئے زمین پر میرے اور تیرے سوا کوئی مومن موجود نہیں اس نے مجھ سے تیرے بارے میں پوچھا تو میں نے اسے بتایا ہے کہ تو میری بہن ہے اب میری بات جھٹلا نہ دینا۔'' بادشاہ نے حضرت سارہ کو طلب کیا جب وہ اس سامنے پیش ہوئیں تو اس نے ہاتھ بڑھا کر آپ کو چھونا چاہا تو اسے پکڑ لیا گیا یعنی حرکت نہ کر سکا اس نے کہا:

''تم میرے لیے اللہ سے دعا کرو تو میں تمہیں تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔''

جب اسے معلوم ہوا کہ وہ اللہ کے برگزیدہ نبی کی بیوی ہے تو اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نہایت قدر و منزلت کی اور جب وہ وہاں سے وطن کو واپس ہوئے تو اس نے اپنی بیٹی ہاجرہ بھی ساتھ کر دی تاکہ اس نیک خاندان میں اس کی تربیت ہو اور وہ اپنے ہی ملک اور قدیم نسل کے باشندوں سے بیاہی جائے۔ اپنے مہمان نواز بادشاہ کی خوش آئند آرزو کو پورا کرنے کی غرض سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ

سے نکاح کر لیا۔ اللہ نے انہیں پہلا بیٹا اسی کے بطن سے عنایت کیا اس کا نام اسماعیل علیہ السلام رکھا گیا۔

سیّدہ ہاجرہ طیبہ طاہرہ

یہ جو اوپر والا واقعہ ہے یہ سلمان منصور پوری کی کتاب ''رحمۃ للعالمین ﷺ'' سے لیا ہے۔ ان کے مطابق بھی حضرت ہاجرہ ایک کنیز نہ تھیں بلکہ ایک شہزادی تھیں اور الرحیق المختوم کے مؤلف بھی اس طرف گئے ہیں کہ بادشاہ حادثے کی نوعیت سے سمجھ گیا کہ حضرت سارہ اللہ تعالیٰ کی ایک نہایت خاص اور مقرب بندی ہیں۔ وہ سیدہ سارہ کی اس خصوصیت سے اس قدر متاثر ہوا کہ اپنی بیٹی ہاجرہ کو ان کی خدمت میں دے دیا پھر سیدہ سارہ نے حضرت ہاجرہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجیت میں دے دیا۔ قاضی صاحب نے بہت سے دلائل و براہین سے ثابت کیا ہے کہ حضرت ہاجرہ لونڈی نہیں تھیں بلکہ شاہِ مصر کی بیٹی تھیں اور ان کی ایک اور خوبی بحوالہ تورات یہ بھی بیان کی ہے کہ اللہ کے ہاں بھی ان کا درجہ بالاتر تھا۔ اللہ کے فرشتے ہاجرہ کے سامنے خود آتے اور اللہ کا حکم پہنچایا کرتے تھے مگر سارہ بی بی کے سامنے کبھی کوئی فرشتہ نہیں آیا۔ (رحمۃ للعالمین ۱/۳۴، ۳۵)

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ کو ہمراہ لے کر فلسطین واپس آئے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہاجرہ علیہا السلام کے بطن سے ایک فرزندِ ارجمند اسماعیل علیہ السلام عطا فرمایا اس پر حضرت سارہ کو جو بے اولاد تھیں، بڑی غیرت آئی اسی دوران حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی طرف سے اشارہ پا کر دونوں ماں بیٹے کو ایک دوسری جگہ منتقل کر دیا۔

بعد میں اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ آپ اللہ کے حکم سے ان دونوں کو لے کر حجاز تشریف لے گئے وہاں ایک بے آب و گیاہ وادی میں بیت اللہ شریف کے قریب ٹھہرا دیا۔ (ملخصاً عن البدایہ والنہایہ: ۱/۱۴۹، ۱۶۴)

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد

حضرت سیدنا محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بن عبداللّٰہ بن عبدالمطلب (شیبہ) بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر (قریش) بن مالک بن النضربن کنانۃ بن خریمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اددبن اشحب بن صالح بن صالوح بن الھمیسع بن نبت بن حمل بن قیدار بن حضرت اسماعیل علیہ السلام بن حضرت ابراھیم علیہ السلام بن تارخ بن یاخور بن شاروخ بن ارغو بن بالغ بن عابر بن شالح بن ارفخشند بن سام بن حضرت نوح علیہ السلام بن انوشر بن متوشلح بن اخنوع بن یرد بن مھلائیل بن قینان بن انوش بن حضرت شیث علیہ السلام بن حضرت سیدنا آدم علیہ السلام۔

(ابن عساکر ج:۳ ص:۶۲،۶۴ فردوس الاخبار ج:۱ ص:۷۳ سیرۃ ابن ہشام ج:۱ ص:۲۵۱)

سرکار کی دادیوں کے نام

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دادیوں کے نام حسبِ ذیل ہیں:

۱) حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بن حضرت سیّدہ آمنہ بت وہب

۲) حضرت عبداللہ کی والدہ محترمہ فاطمہ بنت عمرو بن عایذ

۳) حضرت عبدالمطلب کی والدہ محترمہ سلمیٰ بنت عمرو بن زید

۴) حضرت ہاشم کی والدہ محترمہ عاتکہ بنت مرہ

۵) عبدمناف کی والدہ محترمہ حُبّی بنت حُلیل

۶) قصی کی والدہ محترمہ فاطمۃ بنت سعد بن سیل

۷) کلاب کی والدہ محترمہ ہند بنت سُریر

۸) مرۃ کی والدہ محترمہ مخشیۃ بنت شیبان

۹) کعب کی والدہ محترمہ ماویہ بنت کعب بن القین

۱۰) لوئی کی والدہ محترمہ عاتکۃ بنت یخلد

۱۱) غالب کی والدہ محترمہ لیلیٰ بنت الحارث

۱۲) فہر (قریش) کی والدہ محترمہ جندلۃ بنت عامر بن حارث

۱۳) مالک کی والدہ محترمہ عکرشۃ بنت عدوان

۱۴) النضر کی والدہ محترمہ برۃ بنت مر بن اد

۱۵) کنانۃ کی والدہ محترمہ عوانۃ ہند بنت سعد بن قیس

۱۶) خزیمۃ کی والدہ محترمہ سلمیٰ بنت اسلم

۱۷) مدرکۃ کی والدہ محترمہ لیلیٰ (خندف) بنت حلوان

۱۸) الیاس کی والدہ محترمہ الرباب بنت حید

۱۹) مضر کی والدہ محترمہ سودۃ بنت عک

۲۰) نزار کی والدہ محترمہ معانۃ بنت جوشم

۲۱) معد کی والدہ محترمہ مھد د بنت اللھم بن جلحب

حضور کی نانیوں کے نام

جب کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نانیوں کے اسماء مبارکہ اس طرح ہیں:

۱) حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا بنت وہب بن عبد مناف

۲) برۃ بنت عبد العزی

۳) اُم حبیب بنت اسد بن عبد العزی

۴) بَرہ بنت عوف بن عبید

۵) قلابۃ بنت الحارث

۶) اُمیمۃ بنت مالک بن غنم

۷) دُب بنت ثعلبہ بن الحارث

۸) عاتکۃ بنت غاضرہ

۹) لیلیٰ بنت عوف

۱۰) سلمیٰ بنت لوئی

۱۱) ماویۃ بنت کعب

۱۲) بنت قیس بن ربیعۃ

۱۳) النجعۃ بنت عبید بن الحارث

ازواج اور دیگر رشتہ داروں کے نام

اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ' اُم المومنین سودہ' اُم المومنین عائشہ' اُم المومنین حفصہ' اُم المومنین زینب بنت خزیمہ' اُم المومنین اُم سلمہ ہند بنت ابی اُمیہ' اُم المومنین زینب بنت جحش' اُم المومنین اُم حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان' اُم المومنین جویریہ بنت الحارث' اُم المومنین میمونہ بنت حارث' اُم المومنین صفیہ بنت حُیَی اخطب رضی اللہ عنہن اجمعین

آپ سے کسی نہ کسی انداز سے منسوب دیگر مستورات کے اسماء مبارکہ

ریحانہ بنت زید بن عمرو' الکلابیہ اسماء بنت النعمان' قتیلہ بنت قیس' ملیکہ بنت کعب اللیثی' اسماء السلمیہ' اُم شعیک ازدیہ' خولہ بنت ہذیل بن ہبیرہ' شراف بنت خلیفہ کلبیہ' لیلیٰ بنت حطیم' الغفاریہ' عمرہ بنت معاویہ الکندریہ' الجندعیہ بنت جندب' اُم ہانی بنت ابی طالب' ضباعہ بنت عامر بن قرط' حفیہ بنت کبشامہ بن نضلہ' امامہ بنت حمزہ بن عبدالمطلب' عزہ بنت ابی سفیان

آقا علیہ السلام کے چچے اور پھوپھیاں

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی ازواج کے نام اوران سے جنم لینے والی اولاد کے نام یعنی آپ کے چچاؤں اور پھوپھیوں کے نام:

۱) حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی زوجہ صفیہ بنت جندب سے (بیٹا) حارث

۲) حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی زوجہ فاطمہ بنت عمرو بن عائذ سے (بیٹے) حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ' زبیر' ابوطالب (عبدالکعبہ' عبدمناف) (بیٹیاں) اُم حکیم' عاتکہ' برۃ' اُمیمۃ' اروئ

۳) حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہالہ بنت وہیب بن عبدمناف سے (بیٹے) حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ' مقوم' حجل (مغیرہ) (بیٹی) حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا

۴) حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی زوجہ نتیلہ بنت جناب بن کلیب سے (بیٹے) حضرت سیدنا عباس رضی اللہ نہ' ضرار' قثم

۵) حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی زوجہ لبنیٰ بنت ہاجر بن عبدمناف سے (بیٹا) ابولہب (عبدالعزیٰ)

۶) حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی زوجہ ممنعہ بنت عزو بن مالک سے (بیٹا) غیداق (مصعب)

جس کا حامی ہو خدا.........

ہجرت کے سفر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ہاران کے بیٹے لوط اور آپ کی اہلیہ سارہ بھی ہمراہ تھیں۔ انہوں نے بابل یعنی کلدانیوں کی سرزمین سے ہجرت کرتے ہوئے کنعانیوں کی سرزمین کا رُخ کیا۔ یہ لوگ حران کے مقام پر رہائش پذیر ہوئے یہی بیت المقدس کا علاقہ ہے۔ حران کے باشندے بھی ستاروں اور بتوں کی پوجا

کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت سارہ اور حضرت لُوط علیہ السلام کے سوا اس وقت دنیا بھر کے لوگ کافر تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب سیدہ ہاجرہ اور ان کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو مکہ میں چھوڑ کر واپس جانے لگے تو میاں بیوی میں یہ باتیں ہوئیں:

ہاجرہ: ''ہمیں یہاں کس کے پاس چھوڑ چلے؟'' ابراہیم: ''اللہ کے پاس''

یہ جواب سن کر کہنے لگیں: ''تو پھر میں اپنے اللہ پر راضی ہوں۔''

اس وقت بیت اللہ شریف نہ تھا صرف ٹیلے کی طرح اُبھری ہوئی زمین تھی' سیلاب آتا تو دائیں بائیں کترا کر نکل جاتا تھا۔ وہیں بالائی حصے میں ایک بہت بڑا درخت بھی تھا۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں آج کل زم زم کا چشمہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی درخت کے پاس حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو چھوڑا تھا۔ اس وقت مکہ میں پانی تھا نہ کوئی آدم زاد۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک توشہ دان میں کھجوریں اور ایک مشکیزے میں پانی رکھ دیا اور خود واپس فلسطین چلے گئے۔ چند دن کے بعد کھجوریں اور پانی ختم ہو گیا اب حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے کو پیاس لگی۔ بچہ پیاس کی وجہ سے بے چین ہو گیا' وہ اسے تڑپتا نہ دیکھ سکیں' اُٹھ کر چل دیں' انہیں اپنے قریب کی زمین سے صفا پہاڑ سب سے قریب معلوم ہوا' وہ اس پر چڑھ گئیں۔ وادی کی طرف منہ کر کے دیکھا کہ کیا کوئی انسان نظر آتا ہے؟ ان کی نظر تھک کر لوٹ آئی۔ کوئی انسان نظر نہیں آیا وہ صفا سے اُتریں وادی کے نشیب میں پہنچیں تو قمیص کا دامن جو زمین تک پہنچتا تھا' اُٹھا کر یوں بھاگیں جس طرح کوئی پریشان یا مصیبت زدہ انسان دوڑتا ہے حتیٰ کہ وادی کو پار کر لیا۔ وہ مروہ تک پہنچیں تو اس پر چڑھ گئیں اور دیکھا کہ کیا کوئی نظر آتا ہے؟ مگر کوئی نظر نہ آیا۔ وہ عالمِ اضطراب میں صفا اور مروہ کے درمیان چکر لگاتی رہیں۔ انہوں نے سات دفعہ اسی طرح چکر کاٹے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگ اسی وجہ سے ان دونوں

پہاڑیوں (صفا اور مروہ) کے درمیان دوڑتے ہیں۔"

اللہ اپنے بندوں کو ضائع نہیں ہونے دیتا

جب وہ آخری چکر میں مروہ پر پہنچیں تو انہیں ایک آہٹ سی محسوس ہوئی۔ اچانک انہوں نے دیکھا کہ زم زم کے مقام پر ایک فرشتہ کھڑا ہے اس نے اپنی ایڑھی یا پر سے زمین کھودی تو پانی نکل آیا۔ حضرت ہاجرہ وہاں پہنچیں' پانی کو حوض کی شکل دینے لگیں چلو بھر بھر کے مشکیزے میں ڈالنے لگی۔ ان کے مشکیزہ بھرنے کے بعد پانی پھر نکل آیا۔ انہوں نے خود پیا' اپنے بچے کو پلایا' فرشتے نے ان سے کہا: آپ ہلاکت کا اندیشہ نہ کریں یہاں اللہ کے گھر کی تعمیر یہ بچہ اور اس کے والد مل کر کریں گے۔

اللہ اپنے بندوں کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پر رحمت فرمائے اگر وہ زم زم کو بہنے دیتیں یا فرمایا اگر وہ پانی سے چلو نہ بھرتیں (اور زمزم یعنی رُک جانہ کہتیں) تو وہ ایک بہتے ہوئے چشمے کی صورت اختیار کر لیتا۔ کچھ وقت گزرا تو کدا کی طرف سے بنو جرہم کا ایک قافلہ وہاں سے گزرا۔ قافلے نے مکہ کے نشیبی علاقے میں قیام کیا۔ قافلے والوں کو ایک پرندہ منڈلاتا نظر آیا۔ وہ کہنے لگے:

"یہ پرندہ تو پانی پر منڈلایا کرتا ہے یہاں تو پانی نہیں ملتا۔"

انہوں نے دو آدمیوں کو بھیجا کہ جا کر دیکھو حقیقت کیا ہے؟ انہوں نے پانی کا کنواں دیکھا تو آ کر اپنے قبیلے والوں کو اطلاع دی تو سارا قافلہ وہاں آ گیا۔

وہاں حضرت ہاجرہ تھیں۔ قافلے والے ان سے کہنے لگے:

"کیا آپ ہمیں یہاں خیمہ زن ہونے اور کنویں کا پانی استعمال کرنے دیں گی؟"

انہوں نے اجازت دے دی مگر ساتھ ہی فرمایا: "اس کنویں پر ان کا کوئی حق ملکیت نہ ہوگا۔"

انہوں نے کہا: ''ٹھیک ہے۔''

پھر انہوں نے اپنے اور عزیزوں کو بھی بُلوا لیا اس طرح وہاں کئی گھر بس گئے۔ یوں مکہ مکرمہ میں آبادی کا آغاز ہوا۔ بنوجرہم کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ قبیلہ پہلے مکہ کے گردو پیش کی وادیوں میں سکونت پذیر تھا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ یہ لوگ رہائش کی غرض سے مکہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی آمد کے بعد اور ان کے جوان ہونے سے پہلے وارد ہوئے تھے۔ تاہم اس وادی سے ان کا گزر پہلے بھی ہوا کرتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کتنی بار اپنی بیوی اور بیٹے سے ملنے کے لیے مکہ آئے؟ اس کی تفصیل کا صحیح علم نہیں ہو سکا تاہم کم از کم وہ چار مرتبہ یقیناً تشریف لائے۔

ابراہیم علیہ السلام کا خواب

ان چار سفروں میں سب سے پہلا سفر تو وہ ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ رب العزت کے حکم پر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا فقید المثال اہتمام کیا۔ انبیاء کا خواب وحی ہوتا ہے انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں، بیٹے سے ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ حکمِ الٰہی ہے۔ باپ بیٹا دونوں تیار ہو گئے دونوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لِٹا دیا اور پوری قوت سے گلے پر چھری چلا دی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی:

''اے ابراہیم! تم نے خواب کو سچا کر دِکھایا۔ ہم نیکو کاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں یقیناً یہ کھلی ہوئی آزمائش تھی۔''

اللہ نے انہیں فدیئے میں ایک عظیم ذبیحہ عطا فرمایا اس سنتِ ابراہیمی کی یاد آج تک منائی جاتی ہے۔ دنیا بھر کے مسلمان عیدالاضحیٰ کے روز جانور ذبح کرتے ہیں اور یہ عملِ خیر قیامت تک کرتے رہیں گے۔

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ جرہم قبیلہ مکہ میں آباد ہو گیا۔ حضرت اسماعیل جوان

ہوئے تو انہوں نے ان سے عربی زبان سیکھ لی اور انہی کے خاندان میں شادی کر لی ادھر حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین سے مکہ آئے۔ حضرت اسماعیل گھر پر نہ تھے' بہو موجود تھی اس سے حالات دریافت کیے اس نے تنگ دستی کی شکایت کی۔ فرمایا: "جب اسماعیل گھر آئے تو اسے میرا سلام کہنا اور کہنا کہ اپنے گھر کی چوکھٹ بدل دیں۔"

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر آئے تو بیوی نے سارا واقعہ بیان کیا کہ اس طرح ایک بزرگ آئے تھے اور یہ پیغام دے گئے ہیں۔ کہنے لگے:

"وہ میرے والدِ گرامی تھے' گھر کی چوکھٹ تم ہی ہو' تم کو تبدیل کرنے کا حکم دے گئے ہیں۔"

انہوں نے بیوی کو طلاق دے دی اب انہوں نے دوبارہ شادی کر لی۔ یہ شادی بنو جرہم کے سردار مضاض بن عمرو کی بیٹی سے ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک مرتبہ پھر مکہ آئے۔ اتفاق سے اس مرتبہ بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر پر نہ تھے۔ بہو سے ملاقات ہوئی' گھر کے حالات پوچھے' اس نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے بتایا کہ گھر میں خیر و برکت ہے' شکار کا گوشت کھاتے ہیں۔ آپ نے اسے کہا:

"تمہارا خاوند آئے تو اسے میرا سلام کہنا اور یہ بھی کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ برقرار رکھے۔"

چوتھی مرتبہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے تو حضرت اسماعیل زم زم کے پاس بیٹھے تیر گھڑ رہے تھے۔ والدِ گرامی کو دیکھا تو نہایت خوش ہوئے' والد کی بے حد عزت و تکریم کی' بڑی دیر کے بعد ملاقات ہوئی تھی اس سفر میں دونوں باپ بیٹے نے مل کر بیت اللہ شریف تعمیر کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ساری دنیا کے لوگوں کو حج کے لیے آنے کی دعوت دی۔ (البدایہ والنہایہ: ۱/۱۶۴'۱۶۶)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مضاض کی بیٹی سے بارہ بیٹے عطا فرمائے جن میں سے نابت اور قیدار زیادہ مشہور ہوئے۔ قیدار مکہ میں مقیم رہے یہی ہمارے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد تھے۔ (ایضاً:۱:۲۰۱-۲۰۲)

خاندانی شرافت و وجاہت

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مادری زبان قبطی تھی' پدری زبان عبرانی تھی اور ان کے سسرال عربی زبان والے تھے۔ انہی سے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عربی میں کمال پیدا کیا۔ انہوں نے ۱۳۷ سال عمر پائی۔ عدنان' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں اکیسویں پشت میں ہیں۔ یہ قیدار کی اولاد میں سے تھے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سلسلہ نسب بیان فرماتے تو عدنان پر پہنچ کر رُک جاتے' آگے نہ بڑھتے۔ فرماتے تھے کہ ماہرینِ انساب غلط کہتے ہیں تاہم علماء کی تحقیق کے مطابق عدنان اور حضرت ابراہیم کے درمیان چالیس پشتیں ہیں۔

(قلب جزیرۃ العرب' ص: ۲۳۰' ۲۳۷' المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم: ۲/۱۹۱-۱۹۴)

جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے خلق کی تخلیق فرمائی تو مجھے سب سے اچھے گروہ میں رکھا پھر ان کے بھی دو گروہوں میں سب سے زیادہ اچھے گروہ میں مجھے رکھا پھر قبائل کو چُنا تو مجھے سب سے اچھے قبیلے میں رکھا پھر گھرانوں کو چُنا تو مجھے سب سے اچھے گھرانے میں رکھا لہٰذا میں اپنی ذات کے اعتبار سے بھی سب سے اچھا ہوں اور اپنے گھرانے کے اعتبار سے بھی سب سے ممتاز ہوں۔''

(جامع الترمذی' حدیث: ۳۶۰۷' ۳۶۰۸)

عدنان' جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے' ان کے بارے میں قاضی سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں:

"ان کا من جانب اللہ محترم ہونا اس طرح ثابت ہے کہ بختِ نصر نے جب عربوں پر حملہ کیا تب ارمیا اور برخیا علیہما السلام نے بختِ نصر کو بتا دیا تھا کہ عدنان کو چھوڑ کر دیگر قبائل پر حملہ کرنے کی اسے اجازت ہے۔ چنانچہ بختِ نصر نے عدنان کو چھوڑ کر دیگر قبائل پر حملہ کیا اور انہیں اسیر کر کے لے گیا۔ ان اسیروں کو اس نے وادیٔ فرات میں لے جا کر آباد کیا' انہی لوگوں نے عرب کی قدیم سلطنت انبار کی بنیاد رکھی۔

عدنان کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام "معد" تھا' ان کا نام نسب نبوی میں آتا ہے۔ دوسرے بیٹے کا نام "وعک" تھا' انہوں نے حجاز سے اُٹھ کر یمن میں اپنی سلطنت قائم کر لی تھی۔ معد کے بیٹے نزار تھے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نسب ان سے ملتا ہے' ان کی اولاد مضر میں سے کنانہ تھے۔ کنانہ کا ذکر حدیث شریف میں آتا ہے۔ کنانہ سے قریش کا قبیلہ وجود میں آیا' ان کا نام فہر تھا' ان کے دَور میں حسان حاکم یمن اپنی فوج لے کر مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوا اس کا مقصد یہ تھا کہ خانہ کعبہ کو گرا کر اس کا ملبہ یمن لے جائے اور وہاں کعبہ تعمیر کرے۔ فہر نے اپنے بھائیوں کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا۔ حسان کو شکست ہوئی' اسے گرفتار کر لیا گیا۔ تین سال تک قید رہا پھر فہر نے اسے آزاد کر دیا۔ حسان یمن واپس جا رہا تھا کہ راستے میں فوت ہو گیا اس فتح سے فہر کی عظمت وشوکت کا دبدبہ پورے عرب میں قائم ہو گیا۔

(المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم: ۲/۲۲۶' ۲۲۷)

خاندانِ قریش کا ذکر خیر

لغتِ حجاز میں "قریش" وہیل مچھلی کو کہتے ہیں۔ یہ سمندر کا سب سے بڑا جانور ہے۔ فہر اور ان کی اولاد کو قریش اس لیے کہا جانے لگا کہ وہ عرب بھر میں تمام قبائل سے زیادہ طاقت ور اور عظیم الشان تھے۔ (ایضاً: ۲/۲۲۷)

اس سے پہلے کہ قریش اور ان کے بعد کے حالات بیان کیے جائیں' تھوڑی دیر کے لیے ہم مکہ کی امارت کے حوالے سے بات کر کے دوبارہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ

وسلم کے آباء واجداد کی بات کریں گے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام تاحیات مکہ کے متولی رہے۔ ان کے بعد ان کے بیٹے نابت اور قیدار اس کے متولی بنے۔ ان کی معیشت کا دارومدار یمن اور مصر وشام کی تجارت پر تھا۔

ان کے بعد ان کے نانا مضاض بن عمرو جرہمی نے زمام کار اپنے ہاتھ میں لی اور مکہ کی سربراہی بنو جرہم کی طرف منتقل ہوگئی۔ ایک لمبی مدت تک وہ عملاً مکہ کے والی بنے رہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام چونکہ بیت اللہ کے بانی ومعمار تھے اس لیے ان کی اولاد کو ایک باوقار مقام حاصل رہا لیکن اقتدار واختیار میں ان کا کوئی حصہ نہ تھا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا زمانہ تقریباً دو ہزار سال قبل مسیح کا ہے اس حساب سے مکہ میں قبیلہ جرہم کا وجود کوئی دو ہزار ایک سو برس تک رہا' ان کی حکمرانی دو ہزار سال تک رہی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد اس عرصے میں گوشۂ گمنامی سے نہ نکل سکی یہاں تک کہ بختِ نصر کے ظہور سے کچھ پہلے بنو جرہم کی طاقت کمزور پڑ گئی اور مکہ کے اُفق پر عدنان کا سیاسی ستارہ جگمگانا شروع ہوا۔ مکہ میں بنو جرہم کی حالت خراب سے خراب تر ہوتی چلی گئی' انہیں تنگ دستی نے آ گھیرا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے زائرین بیت اللہ پر زیادتیاں شروع کر دیں۔ وہ بیت اللہ کا مال کھانے سے بھی دریغ نہ کرتے۔ بنو عدنان ان کی اس حالت سے سخت نالاں تھے اور ان کی حرکات پر کُوھتے رہتے تھے۔ چنانچہ بنو خزاعہ نے اس نفرت سے فائدہ اُٹھایا' انہوں نے بنو عدنان کی حمایت سے بنو جرہم کے خلاف جنگ چھیڑ دی اور دوسری صدی عیسوی کے وسط میں بنو جرہم کو مکہ سے بے دخل کر کے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ بنو جرہم نے مکہ چھوڑتے وقت زم زم کا کنواں پاٹ دیا۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ اہلِ فارس پچھلے دور میں بیت اللہ کے لیے اموال اور جواہرات بھیجتے رہتے تھے۔ ساسان بن بابک نے سونے کے بنے ہوئے دو ہرن' جواہرات' تلواریں اور بہت سا سونا بھیجا تھا۔ عمرو بن حارث جرہمی نے یہ سارا مال زمزم

کے کنویں میں دفن کر دیا اور خود یمن کی طرف روانہ ہو گیا اب بنوخزاعہ نے مکہ پر تنہا اپنی حکمرانی قائم کی۔ ان کا اقتدار تین سو برس تک قائم رہا حتیٰ کہ قصی بن کلاب کا ظہور ہوا۔ قصی ابھی ماں کی گود میں تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا ان کی والدہ نے ربیعہ بن حرام سے شادی کر لی اور بچے سمیت خاوند کے ساتھ شام چلی گئی۔ قصی جوان ہوئے تو مکہ واپس آئے اور ان کی شادی مکہ کے والی حلیل خزاعی کی بیٹی حبیٰ سے ہو گئی۔ حُلیل کا انتقال ہوا تو مکہ اور بیت اللہ کی تولیت کے لیے بنوخزاعہ اور قریش میں جنگ ہوئی۔ قریش فتح یاب ہوئے اور قصی مکہ اور بیت اللہ پر قابض ہو گئے۔

حاجیوں کی خدمت

قصی کا مکہ پر قبضہ اور تولیت ۴۰۰ء کی بات ہے۔ انہوں نے بہت سے قابلِ ذکر کارنامے انجام دیئے۔ حرمِ کعبہ کے شمال میں دارالندوہ تعمیر کیا اس کا دروازہ بیت اللہ کی طرف تھا۔ یہ درحقیقت قریش کی پارلیمنٹ تھی جہاں تمام اہم معاملات کے فیصلے ہوتے تھے یہاں جنگ کی تیاری بھی ہوتی' قافلے باہر جاتے تو یہیں سے تیار ہو کر جاتے۔ نکاح اور دیگر تقریبات کے مراسم بھی یہیں ادا ہوتے تھے۔ انہوں نے سقایہ (یعنی حاجیوں کو آبِ زم زم پلانا) اور رفادہ (حجاج کی ضیافت کرنا) جو خدامِ حرم کا سب سے بڑا منصب تھا' قائم کیا۔ تمام قریش کو جمع کر کے انہیں حجاج کی خدمت اور ضیافت کے لیے تیار کیا اور ان پر واضح کیا کہ لوگ سینکڑوں میل کی مسافت طے کر کے آتے ہیں' ان کی میزبانی قریش کا فرض ہے۔ ایک سالانہ رقم مقرر کی جس سے منیٰ اور مکہ مکرمہ میں حجاج کو کھانا تقسیم کیا جاتا تھا۔ انہوں نے چمڑے کے حوض بنائے جن میں ایامِ حج میں پانی بھر دیا جاتا تھا۔

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ قریش کا لقب انہی کو ملا تھا۔ مؤرخین اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے خاندان کو جمع کر کے کعبہ کے آس پاس بسایا تھا۔ ان کے چھ بیٹے تھے جن میں عبدالدار اور عبد مناف نے زیادہ شہرت حاصل کی۔ مرتے وقت

انہوں نے تمام مناصب اپنے بڑے بیٹے عبدالدار کو سونپے تاہم عبد مناف نے اپنی خصوصیات کے باعث قریش کی سیادت حاصل کرلی اور انہی کا خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص خاندان ہے۔ عبد مناف کے چھ بیٹے تھے' ان میں سے ہاشم نہایت مال دار اور بااثر تھے۔ انہوں نے بھائیوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ بنو عبدالدار سے حرم کے مناصب واپس لے لیے جائیں کیونکہ وہ لوگ اس منصب کے اہل نہیں۔ عبدالدار کے لوگوں نے انکار کیا اور جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ بالآخر صلح ہو گئی۔ بنو عبدالدار نے سقایہ اور رفادہ بنو ہاشم کو واپس کر دیا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام: ۱: ۱۳۷'۱۳۸)

ہاشم اپنے قبیلے کے سردار مقرر ہوئے' اپنی ذمہ داری بڑی خوبی سے ادا کرتے تھے۔ انہوں نے حجاج کی خدمت اس شاندار طریقے سے کی کہ لوگ مثالیں دینے لگے' تجارت کو خوب ترقی دی' قیصر روم سے خط و کتابت کی اور اس سے یہ فرمان حاصل کر لیا کہ قریش اس کے ملک میں سامانِ تجارت لے کر جائیں تو ان سے کوئی ٹیکس نہ لیا جائے۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی سے بھی اسی قسم کا فرمان حاصل کیا۔ اہلِ عرب سردیوں میں یمن اور حبشہ کا سفر کرتے تھے اور گرمیوں میں شام اور ایشیائے کوچک تک تجارت کے لیے جایا کرتے تھے اس زمانے میں انگوریہ (موجودہ دور میں ترکی کا دارالحکومت انقرہ) ایشیائے کوچک کا مشہور شہر تھا یہاں روم کا بادشاہ قیصر کے لقب سے رہتا تھا۔ قریش انگوریہ جاتے تو قیصر نہایت عزت سے پیش آتا اور ان کا استقبال کرتا تھا اس دور میں قافلوں کے لیے راستے محفوظ نہ تھے۔ ہاشم نے مختلف قبائل کے دورے کیے اور ان سے معاہدے کیے کہ وہ قریش کے کاروانِ تجارت کو ضرر نہ پہنچائیں گے اس کے صلے میں کاروانِ قریش ان قبائل میں ان کی ضرورت کی چیزیں لے کر خود بہم پہنچائے گا اور ان سے خرید و فروخت کرے گا۔ یہی سبب تھا کہ عرب میں باوجود عام لُوٹ مار کے قریش کا قافلۂ تجارت ہمیشہ محفوظ رہتا تھا۔

حضرت ہاشم اوران کے احوال

ایک دفعہ مکہ میں قحط پڑا' ہاشم نے اس قحط میں روٹیوں کا چورا کر کے لوگوں کو کھلایا اس وقت سے ان کا نام ہاشم مشہور ہو گیا۔ عربی زبان میں چورا کرنے کو ہشم کہتے ہیں جس کا اسمِ فاعل ہاشم ہے۔ ایک بار وہ تجارت کی غرض سے شام گئے' راستے میں مدینہ ٹھہرے وہاں سال کے سال بازار لگتا تھا' بازار گئے تو ایک عورت کو دیکھا اس کی حرکات وسکنات سے شرافت وفراست کا اظہار ہوتا تھا' ساتھ ہی ساتھ وہ نہایت حسین وجمیل بھی تھی۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس کا نام سلمٰی ہے اور بنونجار سے تعلق ہے اس کا والد بھی سردار قبیلہ تھا۔ ہاشم نے شادی کی درخواست کی تو قبول کر لی گئی' نکاح ہو گیا۔ انہوں نے مدینہ میں کچھ دیر قیام کیا۔ ہاشم وہاں سے فلسطین تشریف لے گئے بعد میں سلمٰی کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا اس کا نام شیبہ رکھا گیا۔ ہاشم غزہ کے شہر میں مقیم تھے' وہیں بیمار ہو کر وفات پا گئے اور وہیں دفن ہوئے ادھر ان کے بیٹے شیبہ مدینہ ہی میں پرورش پاتے رہے جب ان کی عمر آٹھ سال ہوئی تو ہاشم کے بھائی جن کا نام مطلب تھا' مدینہ گئے۔ بھتیجے سے ملاقات ہوئی' بھائی کی محبت نے جوش مارا' تین دن وہاں رہے۔ شیبہ کی والدہ سے بچے کو مکہ لے جانے کی خواہش ظاہر کی اور چوتھے دن شیبہ کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے۔ یہی ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا محترم ہیں۔ شیبہ کا لفظی معنی بوڑھا ہے جب وہ پیدا ہوئے تو ان کی چندیا میں چند بال سفید تھے اس لیے شیبہ نام رکھا گیا۔ مکہ آئے تو ان کے چچا مطلب نے بیٹوں سے بڑھ کر ناز ونعم سے پرورش اور تربیت کی اس احسان مندی کی قبولیت اور اظہار کے طور پر یہ تمام عمر ''عبدالمطلب'' یعنی مطلب کے غلام کہلاتے رہے۔ اصلی نام پر یہ لقب اس قدر غالب آ گیا کہ عبدالمطلب ہی کا نام اصل نام سمجھا جاتا ہے۔ ان کی شہرت سید قریش کے لقب سے تھی۔ ان کا نام شیبۃ الحمد' فیاض اور مطعم طیر السماء بھی آتا ہے۔ یہ بلاشبہ سید قریش تھے' قریش میں ان

کے اس خطاب کا کوئی منکر نہ تھا۔

(المنتظم فی تاریخ الملوک والامم:۱/۲۰۵-۲۱۴)

ہاشم کے تین اور بھائی مطلب' نوفل اور عبدشمس تھے' اپنے باپ کے بعد جب ہاشم قوم کے سردار بنے تو ان کے بھتیجے اُمیہ بن عبدشمس نے ان کی سرداری تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ عسقلان کا ایک کاہن منصف ٹھہرا اس نے ہاشم کے حق میں فیصلہ دیا اور اُمیہ کو دس برس کے لیے جلاوطن ہونا پڑا۔ اُمیہ کو اپنے چچا ہاشم سے جو اختلاف شروع ہو گیا تھا' وہ آئندہ نسلوں میں بھی منتقل ہوا۔ ہاشم اور مطلب کی اولاد ایک جانب اور نوفل اور عبدشمس کی اولاد دوسری جانب رہا کرتی تھی۔ ان دو خاندانوں کی باہمی منافرت اور عداوت کے بیسیوں واقعات مشہور ہیں۔ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ مسعود کی برکت تھی کہ نسلوں کی عداوتیں آپ کی تشریف آوری کے بعد معدوم ہو گئیں۔

سیّدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے عظیم کارنامے

حضرت سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے کارناموں میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے زم زم کا وہ کنواں جو بنو جرہم نے بند کر رکھا تھا اور امتدادِ زمانہ سے کسی کو یہ بھی یاد نہ رہا تھا کہ کنواں کہاں تھا اس کا کھوج نکالا۔ کتب تاریخ میں ہے کہ عبدالمطلب نے تین روز متواتر یہ خواب دیکھا کہ کنواں نکالا پھر خواب ہی میں ان کو اس جگہ کی نشاندہی کی گئی۔ انہوں نے بے دار ہونے کے بعد کھدائی شروع کی اس وقت ان کا ایک ہی بیٹا حارث تھا۔ کھدائی کے دوران بنو جرہم کی دفن کردہ اشیاء یعنی سونے کے دو ہرن' تلواریں اور زرہیں برآمد ہو گئیں جب زم زم کا کنواں نمودار ہو گیا تو قریش نے عبدالمطلب سے جھگڑا شروع کیا اور مطالبہ کیا کہ ہمیں بھی کھدائی میں شامل کر لو۔ انہوں نے کہا: میں ایسا نہیں کر سکتا۔ میں اس کام کے لیے مخصوص و مامور ہوں پھر بھی قریش نے اصرار کیا۔ جھگڑا ختم کرنے کے لیے بنو سعد کی ایک کاہنہ عورت کا انتخاب ہوا کہ جو وہ فیصلہ کر دے فریقین کو منظور ہو گا۔ یہ لوگ راستے ہی میں تھے کہ چند ایسی علامات کا ظہور ہوا جن سے قریش سمجھ

گئے کہ زم زم کا کام قدرت کی طرف سے عبدالمطلب ہی کے لیے مخصوص ہے اس موقع پر عبدالمطلب نے منت مانی کہ اگر ان کے ہاں دس بیٹے ہوئے اور سب کے سب جوان ہو گئے تو وہ ایک بیٹے کو کعبہ کے پاس قربان کر دیں گے۔ مطلب کی وفات یمن میں ردمان کے مقام پر ہوئی تھی۔ ان کے چھوڑے ہوئے تمام مناصب عبدالمطلب کو حاصل ہوئے مگر ان کے چچا نوفل نے عبدالمطلب کے صحن پر غاصبانہ قبضہ کر لیا۔ عبدالمطلب نے قریش کے لوگوں سے مدد چاہی مگر انہوں نے کہا: ''ہم تمہارے اور تمہارے چچا کے درمیان دخل اندازی نہیں کر سکتے۔''

چنانچہ عبدالمطلب نے مدینہ میں اپنے ننھیال کو خط لکھا اور بنونجار سے مدد طلب کی۔ ان کا ماموں ابوسعد بن عدی اسی سواروں کے ساتھ مکہ آیا۔ عبدالمطلب نے کہا:

''ماموں جان! گھر تشریف لے چلیں۔'' مگر ابوسعد نے کہا:

''نہیں! خدا کی قسم! پہلے میں نوفل کا سامنا کروں گا۔''

وہ حطیم میں مشائخ قریش کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ابوسعد اس کے سر پر کھڑا ہو گیا اس نے تلوار بے نیام کی اور کہا:

''اس گھر کے رب کی قسم! اگر تم نے میرے بھانجے کی زمین واپس نہ کی تو تمہارے بدن میں یہ تلوار گھونپ دوں گا۔'' نوفل نے کہا: ''مطمئن ہو جاؤ' میں نے واپس کر دی۔''

ابوسعد نے قریش کو گواہ بنایا' مکہ میں تین دن ٹھہرا اور عمرہ ادا کر کے مدینہ واپس چلا گیا اس کے بعد نوفل نے بنوعبدشمس سے بنوہاشم کے خلاف باہمی تعاون کا سمجھوتہ کیا ادھر عبدمناف کی ماں قبیلہ خزاعہ سے تعلق رکھتی تھیں انہوں نے کہا:

''جس طرح بنونجار نے عبدالمطلب کی مدد کی ہے' ہمارا بھی اس کی مدد کرنے کا حق ہے کہ یہ بھی ہماری اولاد ہے۔'' چنانچہ بنوخزاعہ نے دارالندوہ جا کر بنوعبدشمس اور بنونوفل کے خلاف تعاون کا عہدوپیمان کیا جو آگے چل کر فتح مکہ میں مسلمانوں

کے کام آیا۔

(مختصر سیرۃ الرسول لابن عبدالوہاب، ص:۴۱-۴۲)

خانۂ کعبہ پر اصحابِ فیل کا حملہ

سردار عبدالمطلب کے دَور میں ابرہہ حبشی نے بیت اللہ کو ڈھانے کا پروگرام بنایا۔ یہ واقعہ بڑا معروف ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابرہہ' نجاشی کی طرف سے یمن کا گورنر جنرل تھا اس نے دیکھا کہ اہلِ عرب بیت اللہ کا حج کرتے ہیں' دیکھا دیکھی اس نے بھی صنعاء میں ایک بہت بڑا کلیسا بنوایا اس کی خواہش تھی کہ عرب کے حج کا رُخ اسی کی طرف پھر جائے۔ یہ خبر بنو کنانہ کے ایک آدمی کو ہوئی تو اس نے کلیسا میں رفع حاجت کر ڈالی۔ ابرہہ کو سخت غصہ آیا اس نے ساٹھ ہزار کا لشکر جرار لے کر بیت اللہ پر چڑھائی کر دی اس کے لشکر میں نو یا تیرہ ہاتھی تھے اسی لیے ان کو اصحابِ فیل کہا گیا جب یہ لشکر لے کر طائف کے قریب پہنچا تو بنو ثقیف نے راستہ بتانے کے لیے ابو رغال نامی ایک آدمی اس کے ساتھ کر دیا جب مکہ تین میل دُور رہ گیا تو ابو رغال راستہ میں ہی مر گیا۔ ابرہہ نے اپنے مقدمۃ الجیش کے فوجیوں کو آگے بڑھایا' انہوں نے اہلِ تہامہ اور قریش کے بہت سے مویشی لُوٹ لیے۔ ان میں سردار عبدالمطلب کے بھی دو سو اونٹ شامل تھے۔ بیت اللہ کو ڈھانے کی خبر جب اہلِ مکہ کو ہوئی تو انہوں نے کہا: ہم میں ابرہہ سے لڑنے کی طاقت نہیں یہ اللہ کا گھر ہے وہ چاہے تو اپنے گھر کو بچا لے ادھر ابرہہ نے اپنا ایلچی بھجوایا کہ میری اہلِ مکہ سے کوئی لڑائی نہیں میں تو صرف بیت اللہ کو ڈھانے آیا ہوں۔ ایلچی کے کہنے پر سردار عبدالمطلب کی ابرہہ سے ملاقات ہوئی وہ اس قدر وجیہ اور شان دار شخص تھے کہ انہیں دیکھ کر ابرہہ بہت متاثر ہوا وہ اپنے تخت سے اُتر کر ان کے ساتھ بیٹھ گیا اس نے کہا:

''آپ اونٹوں کا مطالبہ کر رہے ہیں مگر یہ گھر جو آپ کا اور آپ کے دین کا مرجع ہے اس کی کوئی بات نہیں کر رہے؟'' انہوں نے کہا:

''میں اونٹوں کا مالک ہوں اور انہی کے بارے میں تم سے کہہ رہا ہوں۔ رہا یہ گھر تو

اس کا ایک رب ہے وہ اس کی خود حفاظت کرے گا۔''

ابرہہ نے کہا: ''وہ اس کو مجھ سے بچا نہ سکے گا۔''

عبدالمطلب نے جواب دیا: ''آپ جانیں اور وہ جانے۔''

عبدالمطلب نے یہ بھی کہا:

''یہ اللہ کا گھر ہے۔ آج تک اس نے کسی کو اس پر مسلط نہیں ہونے دیا۔''

ابرہہ نے ان کے اونٹ واپس کر دیئے۔

اہلِ مکہ اپنے بال بچوں کو لے کر پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ عبدالمطلب نے چند سرداروں کو ساتھ لیا اور حرم میں اللہ سے بیت اللہ کی حفاظت کی دعائیں مانگیں۔ اللہ تعالیٰ نے لشکر کے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی پرندوں کے جھنڈ ارسال کر دیئے جو اپنی چونچوں اور پنجوں میں سنگ ریزے لیے ہوئے تھے۔ انہوں نے لشکر پر سنگ ریزوں کی بارش کر دی جس سے سارا لشکر ہلاک ہو گیا۔

(البدایۃ والنہایۃ: ۱۸۱/۲-۱۹۰)

جس سال یہ واقعہ پیش آیا اہلِ عرب اسے عام الفیل کہتے ہیں اسی سال اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ ہوئی۔ اصحاب الفیل کا واقعہ محرم میں پیش آیا جب کہ اس کے پچاس دن کے بعد ربیع الاوّل کی بارہویں تاریخ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔

بارہویں تاریخ

سحابِ رحمت باری ہے بارہویں تاریخ
کرم کا چشمہ جاری ہے بارہویں تاریخ
ہمیں تو جان سے پیاری ہے بارہویں تاریخ
عدو کے دل کو کٹاری ہے بارہویں تاریخ
اسی نے موسمِ گل کو کیا ہے موسمِ گل
بہار فصلِ بہاری ہے بارہویں تاریخ
بنی ہے سرمۂ چشمِ بصیرت و ایمان
اُٹھی جو گردِ سواری ہے بارہویں تاریخ

ہزار عید ہوں ایک ایک لحظہ پر قربان
خوشی دِلوں پہ وہ طاری ہے بارہویں تاریخ
فلک پہ عرش بریں کا گمان ہوتا ہے
زمین خلد کی کیاری ہے بارہویں تاریخ
تمام ہو گئی میلادِ انبیاء کی خوشی
ہمیشہ اب تری باری ہے بارہویں تاریخ
دِلوں کے میل دُھلے گل کھلے سرور ملے
عجیب چشمۂ جاری ہے بارہویں تاریخ
چڑھی ہے اوج پہ تقدیر خاکساروں کی
خدا نے جب سے اُتاری ہے بارہویں تاریخ
خدا کے فضل سے ایمان میں ہیں ہم پورے
کہ اپنی روح میں ساری ہے بارہویں تاریخ
ولادتِ شہ دیں ہر خوشی کی باعث ہے
ہزار عید سے بھاری ہے بارہویں تاریخ
ہمیشہ تو نے غلاموں کے دل کیے ٹھنڈے
جلے جو تجھ سے وہ ناری ہے بارہویں تاریخ
خوشی ہے اہلِ سنن میں مگر عدو کے یہاں
فغان و شیون و زاری ہے بارہویں تاریخ
جدھر گیا سنی آواز یارسول اللہ
ہر ایک جگہ اسے خواری ہے بارہویں تاریخ
عدو ولادتِ شیطاں کے دن منائے خوشی
کہ عید عید ہماری ہے بارہویں تاریخ

حسنؔ ولادتِ سرکار سے ہوا روشن
مرے خدا کو بھی پیاری ہے بارہویں تاریخ

(ذوقِ نعت) از مولانا حسن رضا خان رحمۃ اللہ علیہ

آ گیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے

(پچاس سے زائد معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاوّل کو ہوئی۔ ان میں السیرۃ النبویہ لابن ہشام' ج:۱'ص:۱۴۱ تاریخ الملوک والامم' ابن جریر طبری کی ج:۲' ص:۱۲۵ المستدرک للحاکم' ج:۲'ص:۶۰۳' دلائل النبوۃ للبیہقی' ج:۱' ص۷۴' ابنِ عساکر' ج:۳' ص:۱۳۲ جیسی معتبر کتب بھی شامل ہیں اسی طرح بیسیوں کتابوں میں سے بھی لکھا ہوا ہے اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں نے خوشی اور فرحت کا اظہار کیا لیکن شیطان ایسا بدنصیب تھا کہ وہ اس

پُرمسرت موقع پر بھی زار و قطار روتا رہا۔ یہ کوئی عام واعظانہ بات نہیں ہے بلکہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ چند کتابوں کے حوالے ملاحظہ ہوں:

۱) تفسیر وکیع تحت سورۃ فاتحہ

۲) تفسیر ابن مخلد (بقی بن مخلد) تحت سورۃ فاتحہ

۳) تفسیر قرطبی تفسیر سورۃ فاتحہ

۴) تفسیر الدر المنثور (سیوطی رحمۃ اللہ علیہ) ج:۱ص:۱۷

۵) شرف المصطفیٰ 'ج:۱' ص:۳۴۷

۶) کتاب العظمۃ (ابوالشیخ) ص'۳۲۸' روایت:۱۱۳۵

۷) الاحادیث المختارۃ' ج:۴' ص:۱۱۴

۸) حلیۃ الاولیاء (ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ) ج:۳' ص:۳۴۱

۹) البدایۃ والنہایۃ (ابن کثیر) ج:۱' ص:۴۲

۱۰) السیرۃ النبویۃ (ابن کثیر) ج:۱' ص:۲۱۲

۱۱) السیرۃ الحلبیۃ (حلبی رحمۃ اللہ علیہ) ج:۱' ص:۹۹

۱۲'۱۳) الروض الانف (سہیلی رحمۃ اللہ علیہ) ج:۱' ص:۴۷' ص:۲۷۸

۱۴) غنیۃ الطالبین (منسوب بہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ) باب فضیلت بسم اللہ' ص:۲۰۱

بہرحال حضرت عبدالمطلب کے دس یا بارہ بیٹوں میں سے پانچ نے اسلام یا کفر یا کسی اور وجہ سے شہرت عام حاصل کی یعنی ابولہب' ابوطالب' عبداللہ' حمزہ اور عباس۔ عام طور پر مشہور ہیں کہ ابولہب لوگوں کا دیا ہوا لقب ہے لیکن یہ بات صحیح نہیں۔ ابن سعد نے طبقات میں تصریح کی ہے کہ یہ لقب خود عبدالمطلب نے دیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ ابولہب نہایت حسین و جمیل تھا اور عرب میں گورے چہرے کو شعلۂ آتش کہتے ہیں۔ فارسی میں آتشِ رخسار کہا جاتا ہے۔ عبدالمطلب نے منت مانی کہ دس بیٹوں کو اپنے سامنے جوان دیکھ لیں گے تو ایک کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیں گے۔ اللہ نے آرزو پوری کی' وہ بیٹوں کو لے کر کعبہ میں آئے۔ پجاری سے کہا: ''اس دسوں پر قرعہ ڈالو دیکھو کس کا نام نکلتا ہے۔''

اتفاق سے حضرت عبداللہ کا نام نکلا۔ یہ انہیں لے کر قربان گاہ چلے گئے۔ حضرت عبداللہ کی بہنیں ساتھ تھیں، وہ رونے لگیں۔ انہوں نے کہا:

''اس کے بدلے دس اونٹ قربان کیجیے، انہیں چھوڑ دیجیے۔''

حضرت عبدالمطلب نے پجاری سے کہا: ''عبداللہ پر اور دس اونٹوں پر قرعہ ڈالو۔'' اتفاق سے پھر حضرت عبداللہ ہی کے نام پر قرعہ نکلا۔ حضرت عبدالمطلب نے پجاری سے کہا:

''اب دس کی بجائے بیس اونٹ کر دیجیے۔''

یہاں تک بڑھاتے بڑھاتے سو تک نوبت پہنچی تو اونٹوں پر قرعہ نکل آیا۔ سردار عبدالمطلب نے سو اونٹ قربان کیے اور حضرت عبداللہ بچ گئے۔

اس واقعہ سے پہلے عرب میں انسانی دیت (خون بہا) کے لیے دس اونٹ مقرر تھے لیکن اس واقعہ کے بعد دیت کی مقدار عام طور پر سو اونٹ ہو گئی۔ گویا حضرت عبدالمطلب کے خلوص اور سردار عبداللہ کی اطاعت پدر کا یہ نتیجہ نکلا کہ سارے علاقے میں انسان کی قدر و قیمت غیر معمولی طور پر بڑھ گئی۔ صاف ظاہر ہے کہ دیت کی مقدار میں دس گنا اضافہ سے وارداتِ قتل میں بہت نمایاں کمی ہو گئی ہو گی اس طرح یہ واقعہ تمام جزیرہ عرب اور بنی نوع انسان کے لیے خیرات و برکات کا موجب بن گیا۔

بلاشبہ جس گراں قدر سردار کے فرزند کو رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم بننا تھا اس کے آباء کا بھی بنی نوع انسان کے لیے ہی محسن ہونا ضروری تھا۔

حضرت عبداللہ کی شادی کا مرحلہ

عبداللہ قربانی کی زد سے بچ گئے تو والد کو شادی کی فکر ہوئی۔ ابن کثیر نے متعدد حوالوں سے لکھا ہے کہ کئی عورتیں عبداللہ سے شادی کی آرزومند تھیں۔ ان میں ورقہ بن نوفل کی بہن اُم قتال اور فاطمہ نامی ایک کاہنہ بھی شامل تھیں بلکہ فاطمہ نے تو انہیں سو اونٹوں کی پیش کش بھی کی مگر عبداللہ نے اس کے جواب میں دو شعر سنائے اور اپنے والد

کے ساتھ آگے بڑھ گئے۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم میں قاضی سلیمان منصور پوری نے لکھا ہے کہ فاطمہ نے ان سے اظہارِ محبت کیا اور اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے سو اونٹوں کا عطیہ بھی دینا چاہا اس کے جواب میں سردار عبداللہ نے جو اشعار پڑھے ان کا ترجمہ بھی بڑا عمدہ ہے جو سردار عبداللہ کے خاندانی پسِ منظر اور شرافت ونجابت کا اظہار و اعلان کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ نے جو اشعار پڑھے ان کا ترجمہ یہ ہے:

"فعلِ حرام کے ارتکاب سے تو مرجانا ہی اچھا ہے۔ حلال کو بے شک پسند کرتا ہوں مگر اس کے لیے اعلان ضروری ہے۔ تم مجھے بہکاتی اور پھسلاتی ہو مگر شریف آدمی کو لازم ہے کہ وہ اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرے۔"

اُم قتال نے دیکھا کہ عبدالمطلب اور عبداللہ دونوں باپ بیٹے کہیں جا رہے ہیں اس نے عبداللہ سے پوچھا: "تم کہاں جا رہے ہو؟" وہ بولے: "مجھے میرے والد ساتھ لیے جا رہے ہیں جہاں بھی یہ لے جائیں گے میں وہیں چلا جاؤں گا۔"

اُم قتال کہنے لگی: "کیا تم قربانی کے اونٹ ہو کہ تمہاری نکیل پکڑ کر جو چاہے اور جہاں چاہے' لے جائے۔" عبداللہ نے جواب دیا:

"یہ میرے والد ہیں' میں ان کی حکم عدولی کر سکتا ہوں نہ ان سے جدائی برداشت کر سکتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ اپنے والد کے ساتھ آگے بڑھ گئے۔ وہ انہیں وہب بن عبد مناف بن زہرہ کے پاس لے گئے جو ان دنوں اپنے قبیلے بنو زہرہ کے سردار تھے۔ ان سے درخواست کی کہ وہ عبداللہ کو اپنی فرزندی میں لے لیں یعنی اپنی بیٹی آمنہ سے ان کی شادی کر دیں چونکہ دونوں خاندانوں کا تعلق بنو اسماعیل سے تھا اس لیے وہب بن عبد مناف نے نہایت خوش دِلی سے یہ رشتہ منظور کیا اور عقد ہو گیا۔ سیدہ آمنہ اپنے قبیلے میں سیدۃ النساء کہلاتی تھیں۔

اس موقع پر خود سردار عبدالمطلب نے سیدہ آمنہ کے چچا کی بیٹی ہالہ بنت وہیب

سے شادی کی۔ حضرت حمزہ اور سیدہ صفیہ انہی ہالہ کے بطن سے ہیں اس بناء پر حضرت حمزہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خالہ زاد بھائی بھی ہیں۔ (البدایہ والنہایہ: ۲/۲۶۴، ۲۶۵)

والدینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اس وقت عرب میں یہ دستور تھا کہ دولہا شادی کے بعد تین دن تک سسرال ہی میں رہتا تھا اسی کے مطابق عبداللہ بھی تین روز یثرب میں بھی رہے پھر گھر چلے آئے اس وقت ان کی عمر پچیس سال کی تھی۔ سیدہ آمنہ نکاح کے بعد پہلے ہی ہفتہ میں امانت دارِ نورِ نبوت بن گئیں۔ ان کو خواب میں بتایا گیا کہ اپنے بیٹے کا نام احمد رکھنا چنانچہ والدہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمد رکھا اور دادا نے محمد تجویز کیا۔ دونوں مبارک نام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی نام ہیں اب خواب کے بعد سیدہ آمنہ کو یقین ہو گیا کہ ان کا فرزند نہایت مبارک و مسعود ہو گا۔ چنانچہ جب حضرت حلیمہ سعدیہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں لینے سے اس لیے تامل کیا کہ وہ یتیم بچے ہیں تو سیدہ نے فرمایا تھا:

''اے دایہ! اس بچے سے مطمئن رہو اس کی شان بہت بلند پایہ ہونے والی ہے۔''

سردار عبداللہ شادی کے کچھ عرصہ بعد ملک شام تجارت کے لیے تشریف لے گئے' واپسی پر یثرب میں ٹھہر گئے کہ ان کے والد نے حکم دیا تھا کہ وہاں کھجوروں کا سودا کریں' وہیں بیمار ہوئے اور عالمِ آخرت کو سدھار گئے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے اسمائے گرامی پر غور کیجیے۔ والد عبداللہ ہیں' والدہ آمنہ ہیں اس دَور کی تاریخ پر نظر دوڑائیں' ہر ذی شعور تعجب کرے گا کہ ایسے پاک نام کیونکر رکھے گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ بھی دلائل نبوت میں سے ہے کہ جس بچے کو باپ کے خون سے عبودیتِ الٰہی اور ماں کے دودھ سے امن عامہ کی گھٹی ملی ہو کچھ تعجب نہ کریں کہ وہ محمود الافعال اور حمید الصفات ہو اور ساری دنیا کی زبان سے محمد کہلائے صلی اللہ علیہ وسلم۔

جب سردار عبداللہ کا انتقال ہوا ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابھی شکم مادر ہی میں تھے۔ عبداللہ کی وفات کی خبر مکہ پہنچی تو سردار عبدالمطلب نے اپنے بڑے بیٹے حارث کو خبر کی تصدیق کے لیے مدینہ بھیجا۔ عبداللہ انتقال کر چکے تھے چونکہ خاندان میں سب سے زیادہ عزیز تھے اس لیے تمام خاندان کو سخت صدمہ ہوا۔ سیدہ آمنہ نے ان کی وفات پر بڑا دردانگیز مرثیہ کہا۔

حضرت عبداللہ نے ترکہ میں پانچ اونٹ' بکریوں کا ایک ریوڑ اور ایک لونڈی چھوڑی تھی اس کا نام اُم ایمن تھا۔ یہ سب چیزیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ترکہ میں ملیں۔ اُم ایمن کا اصل نام برکت تھا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں کھلایا تھا' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بے حد عزت کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے: اُمِّیْ بَعْدَ اُمِّیْ ۔ "میری والدہ کے بعد یہ میری ماں ہیں۔"

ان کے مکان پر تشریف لے جایا کرتے تھے' ان کا پہلا نکاح عبید الحبشی سے ہوا تھا اس سے ایمن پیدا ہوا۔ دوسرا نکاح زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوا' ان سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ انہیں اپنی اولاد کی طرح چاہتے تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اپنی خلافت کے ایام میں اُم ایمن کی زیارت کے لیے ان کے گھر جایا کرتے تھے۔ (اسد الغابہ: ۲۹۱/۹)

شاہِ کون ومکاں کی آمد

لَمَّا اَرَادَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنْ یَّخْلُقَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ جِبْرِیْلَ اَنْ یَّاْتِیَہٗ بِالطِّیْنَۃِ الَّتِیْ ہِیَ قَلْبُ الْاَرْضِ وَبَھَاؤُھَا وَ نُوْرُھَا قَالَ: فَھَبَطَ جِبْرِیْلُ مَعَ الْمَلَائِکَۃِ الْفِرْدَوْسِ وَ مَلَائِکَۃِ الرَّفِیْعِ الْاَعْلٰی ۔ فَقَبَضَ قَبْضَۃً مِّنْ مَّوْضِعِ قَبْرِہِ الشَّرِیْفِ وَھِیَ بَیْضَآءُ مُنِیْرَۃٌ فَعُجِنَتْ بِمَآءِ التَّسْنِیْمِ فِیْ مَعِیْنِ اَنْھَارِ الْجَنَّۃِ حَتّٰی

صَارَتْ كَالدُّرَّةِ الْبَيْضَاءِ لَهَا شُعَاعٌ عَظِيمٌ . ثُمَّ طَافَتْ بِهَا الْمَلَائِكَةُ حَوْلَ الْعَرْشِ وَالْكُرْسِيِّ وَفِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ وَالْبِحَارِ . فَعَرَفَتِ الْمَلَائِكَةُ وَجَمِيعُ الْخَلْقِ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا وَفَضْلَهُ قَبْلَ اَنْ تُعْرَفَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ .

''جب اللہ تعالیٰ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تخلیق فرمانا چاہا تو جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ زمین کے قلب کی خوب صورت اور نورانی مٹی لاؤ چنانچہ جبریل علیہ السلام جنتی اور عرشی فرشتوں کے ساتھ زمین پر آئے اور اس وقت حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جہاں تربتِ اطہر ہے اس جگہ کی مٹی لی۔ یہ سفید اور چمکتی ہوئی مٹی تھی پس اس کو تسنیم و رضا کے پانی کے ساتھ جو کہ جنتی نہروں سے لیا گیا تھا' گوندھا گیا یہاں تک کہ وہ سفید موتی کی طرح ہو گئی جس کی بہت بڑی شعاعیں تھیں۔ پس فرشتوں نے عرش' کرسی کے اردگرد' آسمانوں' زمینوں' پہاڑوں اور سمندروں میں چکر لگایا۔ پس تمام مخلوق نے حضرت آدم علیہ السلام کی پہچان سے قبل حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا (یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے)''

شرف المصطفیٰ' ج:۱' ص:۳۰۰' الوفاء (ابن جوزی) ص:۲۷' المواہب اللدنیہ (قسطلانی) ج:۱' ص:۳۴

اللہ کا نبیوں سے وعدہ

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمَّا خَلَقَ نُوْرَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهُ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى اَنْوَارِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَغَشِيَهُمْ مِّنْ نُّوْرِهِ مَا اَنْطَقَهُمُ اللّٰهُ بِهِ . قَالُوْا: يَا رَبَّنَا مَنْ غَشَانَا نُوْرُهُ؟ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: هٰذَا نُوْرُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ . اِنْ اٰمَنْتُمْ بِهٖ جَعَلْتُكُمْ اَنْبِيَاءَ قَالُوْا: اٰمَنَّا بِهٖ وَبِنُبُوَّتِهٖ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اَشْهَدُ عَلَيْكُمْ . قَالُوْا: نَعَمْ . فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى: وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيِّيْنَ الخ .

"بے شک اللہ تعالیٰ نے جب ہمارے نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور تخلیق فرمایا تو اسے ارشاد فرمایا: انبیاء علیہم السلام کے نور کی طرف توجہ فرمائیں۔ پس جو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نور سے تمام انبیاء علیہم السلام کے انوار کو ڈھانپ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام فرمایا۔ انبیائے کرام علیہم السلام نے عرض کیا: اے ہمارے پروردگار! کس نے ہمیں اپنے نور سے ڈھانپ لیا ہے؟ پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ کا نور ہے اگر تم ان پر ایمان لاؤ تو میں تمہیں نبی بنا دوں۔ انہوں نے عرض کیا: ہم ان پر اور ان کی نبوت پر ایمان لے آئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں تم پر گواہ ہوں۔ انہوں نے عرض کیا جی ہاں! اسی کی وضاحت اسی آیتِ کریمہ بھی ہے: وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ الخ

(المواہب اللدنیہ (قسطلانی) ج:۱ص:۳۳)

تاجدار ختم نبوت

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تخلیق کا ارادہ فرمایا۔ نیز ان کی منشاء و قدر کا فیصلہ فرمایا کہ زمینوں کو بچھائے اور آسمانوں کو بلند کرے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے ایک مٹھی بھر نور لیا تو اس کو ارشاد فرمایا:

"اے نور! تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں بدل جاؤ۔"

تب وہ نور کی مٹھی نور کے جلیل القدر ستون میں بدل گئی پھر اس نور نے سجدہ فرمایا اور جب سجدہ سے سر اُٹھایا تو کہا الحمد للہ تب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلِذٰلِكَ خَلَقْتُكَ وَسَمَّيْتُكَ مُحَمَّدًا فَمِنْكَ اَبْدَأُ الْخَلْقَ وَبِكَ اَخْتِمُ الرُّسُلَ۔

"اسی لیے آپ کو تخلیق کیا اور آپ کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا۔ آپ سے

ہی مخلوق کی ابتدا کروں گا اور آپ پر ہی سلسلہ رسالت ختم کروں گا۔"

(مولد العروس (ابن جوزی) ص: ۳۵)

وہ نبیوں میں نبی ایسے کہ ختم الانبیاء ٹھہرے
حسینوں میں حسین ایسے کہ محبوبِ خدا ٹھہرے

☆...... بیسیویں معتبر کتابوں میں یہ حوالہ جات موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا: لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ ۔

"اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔"

(تفسیر روح البیان' تحت آیت وما ارسلنك الا رحمة للعلمین' تحت آیت یاتی من بعد اسمه احمد' تفسیر کبیر تحت ولسوف یعطیك ربك فترضی' شرح شفاء علی قاری' ج: ۲' ص: ۲۵۵' انیس الجلیس' ص: ۱۳۰' فیوض الحرمین شاہ ولی اللہ' ص: ۵۲' جواہر البحار' ج: ۱' ص: ۲۴۷' ج: ۲' ص: ۲۳۵' روح المعانی' پارہ: ۳۰' آیت: ۳۷' آخر سورہ عم یتساءلون)

اسی طرح لَوْلَاكَ يَا مُحَمَّدُ مَا خَلَقْتُ الْكَآئِنَاتَ لَوْلَاكَ يَامُحَمَّدُ مَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا ۔ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَوْلَاهُ مَا خَلَقْتُكَ وَلَا خَلَقْتُ سَمَآءً وَّلَا اَرْضًا ۔

اسی طرح الجنۃ اور النار کے الفاظ بھی ہیں۔ العرض

ہے انہی کے دم قدم سے باغِ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالم نہ ہو

فَجَآءَ مُحَمَّدٌ سِرَاجًا مُّنِيْرًا فَصَلُّوْا عَلَيْهِ كَثِيْرًا كَثِيْرًا ۔

کائنات کے نجات دہندہ آ گئے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت نہ صرف انسانوں کے لیے بلکہ اللہ تعالیٰ کی پوری مخلوقات کے لیے باعثِ رحمت وسعادت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ سیّدہ آمنہ بنت وہب بیان کرتی ہیں' جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت

ہوئی تو میرے جسم سے ایک نور نکلا جس سے ملک شام کے محلات روشن ہو گئے۔

(مختصر السیرہ للشیخ عبداللہ ص:۱۲)

ایوانِ کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے' مجوس کا آتش کدہ ٹھنڈا ہو گیا' بحیرہ ساوہ خشک ہو گیا اور اس کے اردگرد کے گرجے منہدم ہو گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کا نام عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم تھا' وہ ہاشمی اور قریشی تھے۔ کائنات کے افضل ترین قبیلہ سے تعلق تھا۔ ان کے جد امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام بن ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام تھے۔ پیدائش سے چند ماہ پہلے ہی جناب عبداللہ وفات پا چکے تھے' ان کا نسب نہایت پاکیزہ تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں بھی اس گھرانے میں کوئی بچہ نکاح کے بغیر پیدا نہیں۔ (البدایہ والنہایہ:۲/۲۷۰)

عبداللہ اپنے والد عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے اور سب سے لاڈلے صاحب زادے تھے۔ عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے۔

باپ کو یوں تو ساری اولاد سے محبت ہوتی ہے مگر عبدالمطلب کو عبداللہ سے غیر معمولی محبت تھی جب عبداللہ کی عمر اٹھارہ سال ہوئی تو ان کی شادی عرب کی نہایت معزز خاتون آمنہ بنت وہب بن عبدمناف سے کر دی۔ یہ قریشی خاتون تھیں ان کے والد بنو زہرہ کے سردار تھے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یتیم پیدا ہوئے' اپنے والد کا پیار' محبت' اور شفقت نہ پا سکے مگر براہِ راست سماوی نگرانی میں ایک بڑے کام' ایک بڑی ذمہ داری کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بچپن سے تربیت کی گئی۔ کائنات کی افضل ترین شخصیت صلی اللہ علیہ وسلم کا جمالِ جہاں تاب ۱۲ ربیع الاوّل کو بمطابق پیر ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کے دن صبح صادق کے وقت اس دنیا میں طلوع ہوا۔ واقعہ فیل کو پچاس دن گزر چکے تھے۔ ولادت شعب بنی ہاشم میں ابوطالب کے گھر ہوئی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی والدہ شفا نے دایہ کے فرائض انجام دیئے۔

ولادت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے دادا کی خدمت میں پوتے کی خوش خبری بھجوائی۔ دادا عبدالمطلب خوشی سے پُھولے نہ سمائے۔ پوتے کو گود میں لیا' خانہ کعبہ پہنچے اور دنیا کے مسعود ترین نومولود کی فلاح کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی اس کا شکر ادا کیا۔ بڑی محبت سے ''محمد'' نام تجویز کیا۔ آپ کے اور بھی بہت سے نام ہیں جن میں ''احمد'' زیادہ مشہور ہے۔ حدیث شریف میں عاقب (سب سے پیچھے آنے والا) حاشر (جن کے قدموں پر مخلوق کو میدانِ حشر میں اکٹھا کیا جائے گا) ماحی (کفر و شرک کو مٹانے والا) اور دیگر نام بھی آئے ہیں۔ کنیت بڑے بیٹے کے نام پر ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم تھی۔ سبحان اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کتنا پیارا نام ہے اس کے معنی ہیں دنیا میں سب سے زیادہ تعریف کیا گیا۔ (البدایۃ: ۲/۲۶۶-۲۶۷)

سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کیا خوب کہا ہے:

وَشَقَّ لَهُ مِنِ اسْمِهِ لِيُجِلَّهُ
فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَّهٰذَا مُحَمَّدٌ

''اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت بڑھانے کے لیے ان کا نام اپنے نام سے نکالا۔ چنانچہ عرش والا ''محمود'' ہے تو پیغمبر ''محمد'' ہے۔''

(البدایۃ والنہایۃ: ۲/۲۷۹' وسبل الھدیٰ والرشاد: ۱/۴۰۸)

عربوں کے ہاں حرب' صخر' حمزہ' طلحہ جیسے نام مشہور تھے مگر یہ اللہ کی قدرت' اس کی شان اور اسی کی مرضی تھی کہ نام مبارک ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' رکھا گیا۔

اور بلاشبہ اس کائنات میں جتنی تعریف اور جتنا چرچا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بے مثل محاسن کا ہوا ہے اتنا کسی اور بشر کا نہیں ہوا۔

خانہ کعبہ کے سائے تلے عبدالمطلب کے لیے ایک قالین کا ٹکڑا بچھا دیا جاتا تھا جس پر احتراماً ان کے سوا کوئی دوسرا نہیں بیٹھتا تھا۔ ایک دن چھوٹی سی عمر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور آ کر قالین پر بیٹھ گئے۔ سردار عبدالمطلب کی اولاد نے اُٹھانا چاہا' انہوں نے

انکار کیا۔ دوبارہ بیٹھ گئے۔ انہوں نے پھر منع کیا' شدت اختیار کی ادھر عبدالمطلب نے دیکھ لیا اولاد کو منع کیا کہ اس مبارک بچے کو نہ اُٹھاؤ۔ (البدایۃ والنہایۃ: ۲/۲۹۴) اور بے اختیار کہنے لگے:

وَالْبَیْتُ ذُوالْحُجُبِ وَالنُّصُبِ وَالشُّهُبِ
اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا السَّبَبُ مِنَ السَّبَبِ

''یہ گھر پردوں والا' مرتبے اور جاہ ولا ہے اس کی عظمت کے اسباب میں سے ایک سبب میرا یہ بیٹا بھی ہے۔'' (رحمۃ للعالمین' ص:۲۱)

مبارک تجھے یہ بڑائی حلیمہ

اہلِ عرب اپنے بچوں کو شہری کثافتوں سے دُور رکھنے کے لیے دودھ پلانے والی بدوی عورتوں کے حوالے کردیتے تھے تاکہ جسم طاقت ور رہے اور اعصاب مضبوط ہوں۔ نیز بچپن ہی سے خالص اور فصیح عربی زبان سیکھ لیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کائنات میں سب سے بڑھ کر قادر الکلام تھے' خطاب فرماتے تو فصاحت و بلاغت کے گوہر و الماس لُٹا دیتے تھے۔ آپ سے بہتر کوئی خطیب نہ تھا وہ بلاتردد کے بغیر گھنٹوں لوگوں سے خطاب فرماتے تھے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ سے زیادہ افراد سے خطاب فرمایا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کہتے ہیں کہ ہم اپنے خیموں میں تھے' تمام افراد تک آپ کی آواز پہنچی اور سب نے خطبہ سماعت کیا۔

ایک مؤرخ کہتا ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے لوگ بالعموم دیہات میں پیدا ہوئے' ان کی تربیت بھی عموماً شہروں کی بجائے دیہی علاقوں میں ہوئی۔ آزاد فضا' شفاف ہوا اور صاف ستھرے ماحول کا اپنا مزا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش بنوسعد میں ہوئی۔ طائف کے قرب و جوار کا علاقہ اس لحاظ سے تاریخی علاقہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بچپن یہاں بسر فرمایا ہے۔ حلیمہ سعدیہ بنت ابی ذؤیب بنوسعد کی کچھ

عورتوں اور خاوند کے ساتھ مکہ آئیں تاکہ دودھ پلانے کے لیے بچہ حاصل کریں۔ تمام عورتوں کو کوئی نہ کوئی بچہ مل گیا۔ حلیمہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کے لیے کہا گیا مگر انہیں ایسے امیر گھرانوں کے بچوں کی تلاش تھی جہاں سے اچھا معاوضہ مل سکے۔ حلیمہ نے سوچا کہ ایک یتیم کے گھر والے کیا معاوضہ دیں گے، یہی وجہ تھی کہ کوئی عورت اس بچہ کو گود لینے پر راضی نہ تھی۔ قافلہ کے جانے کا وقت ہو چکا تھا۔ حلیمہ نے اپنے خاوند سے مشورہ کیا اور کہا: مجھے خالی ہاتھ واپس جانا اچھا نہیں لگ رہا کیوں نہ میں جا کر اسی یتیم بچہ کو لے آؤں؟ شوہر نے کہا:

''کوئی حرج نہیں ممکن ہے اللہ اس میں ہمارے لیے برکت دے دے۔''

نبی تو محمد کی دائی حلیمہ

چنانچہ حلیمہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی گود میں لے لیا۔ (البدایہ والنہایہ: ۲/۲۸۶)

اماں حلیمہ سعدیہ بیان کرتی ہیں:

''ہمارا قافلہ روانہ ہوا۔ میری گدھی خستہ حال تھی، آہستہ آہستہ چلتی تھی، قافلے میں سب سے پیچھے رہتی تھی مگر اب اس کی شان ہی نرالی ہو گئی۔ اللہ کی قسم! وہی مریل گدھی جو پہلے دھیمی چلتی تھی اب سارے قافلے کو پیچھے چھوڑ کر آگے نکل گئی اور کوئی سواری اس کی برابری نہ کر سکی۔ میری سہیلیاں مجھ سے کہنے لگیں:

''او ابوذؤیب کی بیٹی! ارے یہ کیا ہو گیا؟ یہ تیری وہی گدھی تو ہے جس پر تو سوار ہو کر آئی تھی کہیں سواری تو نہیں بدل گئی؟''

قارئینِ کرام! اصل بات یہ تھی کہ سواری نہیں سوار بدل گیا تھا۔ اماں حلیمہ بیان کرتی ہیں:

''ہمارے علاقے بنو سعد میں قحط سالی تھی، مجھے نہیں معلوم کہ اللہ کی زمین کا کوئی خطہ ہمارے علاقے سے زیادہ کنگال اور قحط زدہ ہو گا مگر میری بکریاں چرنے جاتیں تو واپسی پر بہت آسودہ حال اور دودھ سے بھرپور واپس آتی تھیں۔ میرا اپنا بچہ بھوک سے اس قدر

بلکتا تھا کہ ہم رات بھر سو نہ سکتے تھے۔ نہ میرے سینے میں بچہ کے لیے دودھ ہوتا تھا مگر جب میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لے کر آئی اور اسے اپنی آغوش میں رکھا تو اس نے جس قدر چاہا، شکم سیر ہو کر دودھ پیا اس کے رضاعی بھائی نے بھی شکم سیر ہو کر دودھ پیا پھر دونوں سو گئے۔ میرا خاوند اونٹنی کا دودھ دوہنے گیا تو اس کے تھن بھی دودھ سے لبریز تھے اس نے اتنا دودھ دیا کہ ہم دونوں نے خوب آسودہ ہو کر پیا۔ صبح ہوئی تو میرا شوہر کہنے لگا:

''حلیمہ! خدا کی قسم! تم نے بڑی بابرکت روح حاصل کی ہے۔''

میں نے کہا، مجھے بھی یہی لگتا ہے۔'' (البدایہ والنہایہ: ۲/۲۸۶)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی والد کا نام حارث بن عبدالعزیٰ تھا، ان کی کنیت ابو کبشہ تھی۔ سردارانِ قریش اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد از رسالت مذاق اور تحقیر کے طور پر ابن ابی کبشہ کہتے تھے۔ (الاصابہ: ۴/۱۶۵)

تو شمع رسالت ہے عالم ترا پروانہ

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے بعد مختلف بادشاہوں کو خطوط ارسال فرمائے تو ان میں روم کے بادشاہ ہرقل کو بھی خط لکھا جس میں اسے اسلام لانے کی دعوت دی تھی اور نہ ماننے کی صورت میں وعید سنائی تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی اس کے پاس پہنچا تو کہرام مچ گیا۔ ہرقل نے اسے اپنے لیے چیلنج تصور کیا اور اپنے وزراء، امراء، پادری اور دانش ور اکٹھے کیے، ان سے مشورہ کیا اور ابوسفیان جو تجارت کی غرض سے وہاں موجود تھا اس سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کم و بیش دس سوالات کیے۔ ابوسفیان دربار سے نکلا تو کہنے لگا:

لَقَدْ أَمِرَ أَمْرُ ابْنِ أَبِي كَبْشَةَ إِنَّهُ يَخَافُهُ مَلِكُ بَنِي الْأَصْفَرِ .

''ابو کبشہ کے بیٹے کا معاملہ بڑا زور پکڑ گیا ہے اس سے تو بنو اصفر (رومیوں) کا بادشاہ بھی ڈرنے لگا ہے۔'' (صحیح بخاری حدیث:۔)

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک دو سال کی ہوئی تو حضرت حلیمہ سعدیہ نے

دودھ چھڑا دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ لے آئیں' والدہ ماجدہ سے ملاقات کرائی جن برکات کا ظہور وہ اس بچے کے دَم قدم سے دیکھ چکی تھیں ان کی بناء پر ان کی خواہش تھی کہ بچہ کچھ مدت اور ان کے پاس رہے۔ چنانچہ انہوں نے سیدہ آمنہ سے درخواست کی کہ بچے کو میرے پاس ہی رہنے دیں تا کہ ذرا مضبوط ہو جائے۔ مجھے اس کے بارے میں مکہ کی وباء کا خطرہ ہے۔ غرض اماں حلیمہ کے اصرار پر بچے کو واپس بنوسعد میں لے جانے کی اجازت مل گئی۔ اماں حلیمہ کہتی ہیں کہ دیگر بچوں کے مقابلے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خاصے مضبوط اور توانا ہو چلے تھے اس دوران آپ اپنے ایک رضاعی بھائی عبداللہ اور دو بہنوں انیسہ اور شیما (شیما کا نام حذافہ یا جذامہ تھا) کے ساتھ بکریاں چراتے رہے کہ ایک دن بڑا عظیم واقعہ رونما ہوا۔ صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ جبریل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لٹایا' سینہ چاک کر کے دل نکالا پھر دل سے ایک لوتھڑا نکال پھینکا اور کہا: ''یہ شیطان کا حصہ تھا۔'' پھر دل کو ایک طشت میں زم زم کے پانی سے دھویا اور جوڑ کر دوبارہ اس کی جگہ پر نصب کر دیا اب شیطان آپ کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتا تھا۔ دوسرے بچوں نے جب حضرت حلیمہ کو واقعہ بتایا وہ دوڑتی ہوئی آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ فق تھا اس واقعہ کے بعد حضرت حلیمہ کو خطرہ محسوس ہوا اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی والدہ محترمہ کے حوالے کر دیا۔ آپ چھ سال کی عمر تک والدہ ماجدہ ہی کے پاس رہے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۲' البدایہ والنہایہ: ۲/۲۸۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی زندگی اور بچپن بڑے عجیب وغریب اتفاقات میں گزرا۔ والد کی شکل تک نہ دیکھی۔ (مختصر السیرہ ابن عبدالوہاب' ص: ۱۸)

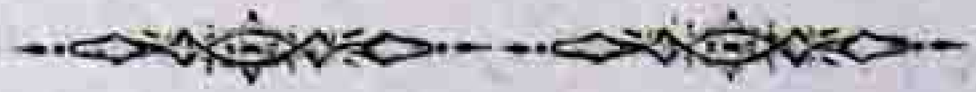
جب ذرا بڑے اور سمجھ دار ہوئے تو والدہ بھی چل بسیں۔ (ایضاً' ص: ۲۱)

اب دادا عبدالمطلب نے آپ کی پرورش شروع کی۔ بڑی محبت سے پالا مگر آٹھ

سال کے ہوئے تو وہ بھی داغِ مفارقت دے گئے۔ (ایضاً)

اب چچا ابو طالب نے کفالت کی ذمہ داری سنبھالی مگر جب مشکل ترین دَور شروع ہوا تو وہ بھی انتقال کر گئے۔ ان کے اُٹھ جانے کے معاً بعد دُکھ اور سکھ کی ساتھی اپنی جان اور مال نچھاور کرنے والی رفیقہ حیات حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے بھی جنت الفردوس کی راہ لی۔ بعض علماء کرام نے اس کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ اللہ نے اپنے سوا تمام سہارے ختم کر دیئے صرف رب العزت کے ساتھ تعلق اور اسی کا سہارا باقی رہ گیا۔

تو شمع رسالت ہے عالم تیرا پروانہ
تو ماہِ نبوت ہے اے جلوۂ جانانہ



(۲)

زندگی کی چوبیس مشکلات کا نبوی حل

قال الشیخ جلال الدین السیوطی رحمه الله تعالیٰ: وجدت بخط الشیخ شمس الدین بن القماح فی مجموع له عن ابی العباس المتستغفری قال: قصدت مصر ارید طلب العلم من الامام ابی حامد المصری والتمست منه حدیث خالد بن الولید فأمرنی بصوم سنة، ثم عاودته فی ذالك فأخبرنی باسناده عن مشائخه الی خالد بن الولید قال:

جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّی سَآئِلُكَ عَمَّا فِی الدُّنیَا وَالاٰخِرَةِ فَقَالَ لَهٗ سَلْ عَمَّا بَدَالَكَ، قَالَ: یَا نَبِیَّ اللهِ! اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ اَعْلَمَ النَّاسِ قَالَ اِتَّقِ اللهَ تَکُنْ اَعْلَمَ النَّاسِ فَقَالَ اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ اَغْنَی النَّاسِ قَالَ: کُنْ قَنِعًا تَکُنْ اَغْنَی النَّاسِ قَالَ اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ خَیرَ النَّاسِ فَقَالَ: خَیرُ النَّاسِ مَنْ یَنْفَعُ النَّاسَ فَکُنْ نَافِعًا لَّهُمْ فَقَالَ اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ اَعْدَلَ النَّاسِ قَالَ: اَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَکُنْ اَعْدَلَ النَّاسِ قَالَ اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ اَخَصَّ النَّاسِ اِلَی اللهِ تَعَالٰی فَقَالَ: اَکْثِرْ ذِکْرَ اللهِ تَکُنْ اَخَصَّ الْعِبَادِ اِلَی اللهِ تَعَالٰی......

قَالَ اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ قَالَ اُعْبُدِاللهَ کَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ

لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ قَالَ أُحِبُّ أَنْ يَكْمُلَ إِيْمَانِيْ قَالَ حَسِّنْ خُلُقَكَ يَكْمُلُ إِيْمَانُكَ، فَقَالَ أُحِبُّ أَنْ أَكُوْنَ مِنَ الْمُطِيْعِيْنَ قَالَ أَدِّ فَرَائِضَ اللّٰهِ تَكُنْ مُطِيْعًا فَقَالَ أُحِبُّ أَنْ أَلْقَى اللّٰهَ نَقِيًّا مِّنَ الذُّنُوْبِ قَالَ اغْتَسِلْ مِنَ الْجَنَابَةِ مُتَطَهِّرًا تَلْقَى اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَا عَلَيْكَ ذَنْبٌ قَالَ أُحِبُّ أَنْ أُحْشَرَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي النُّوْرِ قَالَ لَا تَظْلِمْ أَحَدًا تُحْشَرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي النُّوْرِ قَالَ أُحِبُّ أَنْ يَّرْحَمَنِيْ رَبِّيْ قَالَ ارْحَمْ نَفْسَكَ وَارْحَمْ خَلْقَ اللّٰهِ يَرْحَمْكَ اللّٰهُ قَالَ أُحِبُّ أَنْ تَقِلَّ ذُنُوْبِيْ قَالَ اسْتَغْفِرِ اللّٰهَ تَقِلَّ ذُنُوْبُكَ قَالَ أُحِبُّ أَنْ أَكُوْنَ أَكْرَمَ النَّاسِ قَالَ لَا تَشْكُوَنَّ اللّٰهَ إِلَى الْخَلْقِ تَكُنْ أَكْرَمَ النَّاسِ فَقَالَ أُحِبُّ أَنْ يُّوَسَّعَ عَلَيَّ فِي الرِّزْقِ قَالَ دُمْ عَلَى الطَّهَارَةِ يُوَسَّعُ عَلَيْكَ فِي الرِّزْقِ......

قَالَ أُحِبُّ أَنْ أَكُوْنَ مِنْ أَحِبَّاءِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ قَالَ أَحِبَّ مَا أَحَبَّ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَأَبْغِضْ مَا أَبْغَضَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ قَالَ أُحِبُّ أَنْ أَكُوْنَ آمِنًا مِّنْ سَخَطِ اللّٰهِ قَالَ لَا تَغْضَبْ عَلٰى أَحَدٍ تَأْمَنْ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَسَخَطِهِ قَالَ أُحِبُّ أَنْ تُسْتَجَابَ دَعْوَتِيْ قَالَ اجْتَنِبِ الْحَرَامَ تُسْتَجَبْ دَعْوَتُكَ قَالَ أُحِبُّ لَا يُفْضِحَنِيَ اللّٰهُ عَلٰى رُؤُسِ الْأَشْهَادِ قَالَ احْفَظْ فَرْجَكَ كَيْ لَا تُفْتَضَحَ عَلٰى رُؤُسِ الْأَشْهَادِ قَالَ أُحِبُّ أَنْ يَّسْتُرَ اللّٰهُ عَلٰى عُيُوْبِيْ قَالَ اُسْتُرْ عُيُوْبَ إِخْوَانِكَ يَسْتُرُ اللّٰهُ عَلَيْكَ عُيُوْبَكَ قَالَ مَا الَّذِيْ يَمْحُوْ عَنِ الْخَطَايَا قَالَ الدُّمُوْعُ وَالْخُضُوْعُ وَالْأَمْرَاضُ قَالَ أَيُّ حَسَنَةٍ أَفْضَلُ عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالتَّوَاضُعُ وَالصَّبْرُ عَلَى الْبَلِيَّةِ وَالرِّضَاءُ بِالْقَضَاءِ قَالَ أَيُّ سَيِّئَةٍ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ سُوْءُ الْخُلُقِ وَالشُّحُّ

الْمُطَاعُ قَالَ مَا الَّذِیْ یُسْکِنُ غَضَبَ الرَّحْمٰنِ؟ قَالَ اِخْفَاءُ الصَّدَقَةِ وَصِلَةُ الرَّحِمِ قَالَ مَا الَّذِیْ یُطْفِئُ نَارَ جَهَنَّمَ قَالَ الصَّوْمُ۔

(کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال مطبوعہ: ادارہ تالیفات اشرفیہ ج:۱۶، رقم الحدیث: ۴۴۱۵۴)

اسلامی ضابطۂ حیات

''حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی: ''میں آپ سے دنیا و آخرت کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو چاہو پوچھو!''

اس نے کہا: ''اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میں چاہتا ہوں کہ سب سے بڑا عالم بن جاؤں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ سے ڈر تو بڑا عالم بن جائے گا۔''

اس نے کہا: ''میں چاہتا ہوں سب سے بڑا مال دار بن جاؤں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قناعت اختیار کر! تو سب سے بڑا مال دار بن جائے گا۔'' اس نے کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ سب سے اچھا انسان بن جاؤں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اچھا انسان وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے تو لوگوں کو نفع پہنچا، اچھا آدمی بن جائے گا۔''

اس نے کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ سب سے زیادہ عدل کرنے والا بن جاؤں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لیے پسند کیا کرو تم بڑے عدل والے بن جاؤ گے۔''

اس نے کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ اللہ کا خاص بندہ بن جاؤں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کیا کر! تو اللہ کا خاص بندہ بن جائے گا۔''

اس نے کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ بہت نیک بن جاؤں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''اللہ کی عبادت یوں کیا کر کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اگر ایسا نہ ہو سکے تو کم از کم یوں عبادت کر کہ اللہ تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہے، بڑا عبادت گزار بن جائے گا۔''
اس نے کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ میرا ایمان کامل ہو جائے۔''
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے اخلاق اچھے کرلو تمہارا ایمان کامل ہو جائے گا۔'' اس نے کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ فرماں بردار بن جاؤں۔''
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فرائض باقاعدگی سے ادا کرتے رہو، فرماں بردار بن جاؤ گے۔'' اس نے کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ روزِ قیامت گناہوں سے پاک اُٹھایا جاؤں۔''
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''غسلِ جنابت خوب اچھی طرح کیا کرو، روزِ قیامت بغیر گناہ کے اُٹھائے جاؤ گے۔'' اس نے کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ روزِ قیامت نور ہی نور میں اُٹھایا جاؤں۔''
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی پر ظلم نہ کرو، روزِ قیامت نور میں اُٹھائے جاؤ گے۔'' اس نے کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ میرا رب مجھ پر رحم کرے۔''
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو اپنی جان پر اور مخلوقِ خدا پر رحم کر اللہ تجھ پر رحم کرے گا۔'' اس نے کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ میرے گناہ کم ہو جائیں۔''
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''استغفار کیا کر تیرے گناہ جھڑ جائیں گے۔''
اس نے کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ لوگوں میں بڑا عزت والا بن جاؤں۔''
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کا شکوہ مخلوق کے آگے نہ کیا کر تو بڑا آدمی بن جائے گا۔'' اس نے کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ میرا رزق بڑھا دیا جائے۔''
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمیشہ پاک (باوضو) رہا کر تیرا رزق بڑھا دیا جائے گا۔''

اس نے کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ بن جاؤں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس چیز کو پسند کر جسے اللہ' رسول صلی اللہ علیہ وسلم پسند کرتے ہوں اور اس چیز کو ناپسند جان جس کو اللہ اور اس کے رسول ناپسند فرمائیں۔'' اس نے کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ جاؤں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی پر غصہ نہ کیا کر' اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے غصے سے بچ جائے گا۔''

اس نے کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ مستجاب الدعوات بن جاؤں' یعنی میری دعائیں قبول ہونے لگیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حرام کھانے سے بچتا رہ' تیری دعائیں قبول ہوں گی۔''

اس نے کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے روزِ قیامت سب بندوں کے سامنے رسوا نہ کرے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی شرم گاہ کی حفاظت کر' اللہ تعالیٰ تمہیں بندوں کے سامنے رسوا نہیں کرے گا۔''

اس نے کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے عیب چھپالے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو اپنے بھائیوں کے عیب چھپالے' اللہ تعالیٰ تیرے عیوب لوگوں سے چھپائے گا۔''

اس نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کن چیزوں کے ساتھ بندوں کی خطاؤں کو مٹا دیتا ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نادم ہو کر رونے دھونے اور بیماریوں کے ساتھ۔''

اس نے کہا: ''کون سی نیکی اللہ تعالیٰ کے ہاں افضل ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اچھے اخلاق' عاجزی' مصائب پر صبر اور اللہ کے فیصلوں پر راضی رہنا۔''

اس نے کہا: ''کون سی بُرائی اللہ کے ہاں سب سے بڑھ کر ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بُرے اخلاق اور بخل۔''

اس نے کہا: ''کیا چیز رحمٰن کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتی ہے؟''

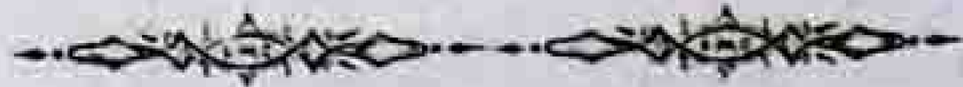
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''چپکے چپکے صدقہ کرنا' صلہ رحمی کرنا۔''

اس نے کہا: ''کیا چیز نارِ جہنم کو بجھا دیتی ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''روزہ''

(کنز العمال ج:۱۶' حدیث: ۴۴۱۵۴' مطبوعہ تالیفاتِ اشرفیہ ملتان)



(۳)

بنا ساری خدائی سے محمد مصطفیٰ ﷺ پہلے

لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ اَلْهَمَهٗ اَنْ قَالَ يَا رَبِّ لِمَ كَنَّيْتَنِيْ اَبَا مُحَمَّدٍ؟ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا آدَمُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ . فَرَفَعَ رَأْسَهٗ فَرَأَى نُوْرَ مُحَمَّدٍ فِيْ سُرَادِقِ الْعَرْشِ فَقَالَ يَارَبِّ مَاهٰذَا النُّوْرُ؟ قَالَ: هٰذَا نُوْرُ نَبِيٍّ مِّنْ ذُرِّيَّتِكَ اِسْمُهٗ فِي السَّمَآءِ اَحْمَدُ وَفِي الْاَرْضِ مُحَمَّدٌ . لَوْلَاهُ مَا خَلَقْتُكَ وَلَاسَمَآءً وَّلَا اَرْضًا .

''اللہ تعالیٰ نے جب حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو انہیں الہام کیا انہوں نے پوچھا اے میرے رب! میری کنیت ابو محمد کیوں رکھی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنا سر اُٹھایئے پس جب آپ نے سر اُٹھایا تو عرش پر ایک نور دیکھا پس آپ نے عرض کیا: یا اللہ یہ کیسا نور ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ آپ کی اولاد میں سے نبی ہیں جن کا یہ نور ہے ان کا نام آسمانوں میں احمد ہے اور زمین میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اگر یہ نہ ہوتے تو نہ میں آپ کو پیدا کرتا اور نہ آسمانوں کو اور نہ ہی زمین کو پیدا کرتا۔''

(المواہب اللدنیہ (قسطلانی) ج:۱ ص:۳۵ انوار محمدیہ (نبہانی) ج:۱ ص:۲۶ السیرۃ النبویہ (احمد بن زینی دحلان) ج:۱ ص:۱۰ فتاویٰ رضویہ ج:۳۰ ص:۱۹۴)

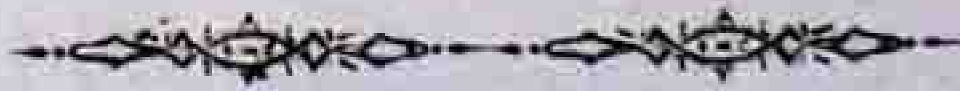
☆......عَنْ سَهْلِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ لَمَّا اَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْ يَّنْفَخَ فِيْ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الرُّوْحَ نَفَخَهٗ بِاِسْمِ مُحَمَّدٍ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكُنَّاهُ اَبَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ فِي الْجَنَّةِ وَرَقَةٌ مِنْ اَوْرَاقِ الْجَنَّةِ اِلَّا مَكْتُوْبٌ عَلَيْهَا اِسْمُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا غَرَسَتْ شَجَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ اِلَّا بِاِسْمِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِهِ الْاِبْتِدَآءُ .

''سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام میں روح پھونکنے کا ارادہ فرمایا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے ساتھ روح پھونکی اور ان کی کنیت ابومحمد رکھی۔ جنت کے پتوں میں سے کوئی پتہ ایسا نہیں جس پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ لکھا ہو اور کوئی درخت ایسا نہیں جس پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ لکھا ہو اور اسی سے کائنات کی ابتدا ہوئی۔''

(شرف المصطفیٰ، ج:۱، ص:۱۷۹)

ہے اُنہی کے دم قدم سے باغ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالم نہ ہو



(۴)

منکرینِ جشنِ عید میلاد النبی سے چالیس سوالات

۱) کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق (ولادت) کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ قرآن میں بیان نہیں کیا ہے؟

(سورۂ البقرہ آیت: ۳۰ تا ۳۹)، (سورۂ الحجر آیت: ۲۶ سے ۳۵ تک)

۲) کیا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے دن جو جمعتہ المبارک کو ہوئی' سب سے افضل دن قرار نہیں دیا؟

(مسلم شریف' کتاب الجمعہ حدیث: ۳-۱۸۷۲)

۳) کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت (میلاد) کی پوری تفصیل قرآن میں بیان نہیں کی ہے؟ (سورۂ الانعام' آیت: ۷۴ سے ۸۳ تک)

۴) کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت (میلاد) کی پوری تفصیل قرآن میں بیان نہیں کی ہے؟ (سورۂ القصص' آیت: ۷ تا ۱۴)

۵) کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے میلاد (ولادت) کا قصہ قرآن میں بیان نہیں کیا ہے؟

(سورۂ مریم' آیت: ۱ تا ۱۵) (سورۂ آل عمران' آیت: ۳۸ تا ۵۰)

۶) کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی ولادت (میلاد) کا تذکرہ بیان نہیں کیا ہے؟ (سورۂ آل عمران' آیت: ۳۴ تا ۳۷)

۷) کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی آمد (ولادت) کا تذکرہ تمام انبیاء علیہم السلام

کو جمع فرما کر نہیں کیا اور ان سے ایمان لانے اور مدد کرنے کا پکا وعدہ نہیں لیا؟

(سورۂ آل عمران' آیت:۸۱ پارہ:۳)

۸) کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد (میلاد) کی خوش خبری اپنی اُمت کو بحوالہ قرآن مجید نہیں دی؟ (سورۂ الصف' آیت:۶)

۹) کیا اللہ تعالیٰ نے جلیل القدر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرنے کا حکم قرآن میں نہیں دیا ہے؟ (سورۂ ص: آیات نمبر ۱۷' ۴۱' ۴۵ و سورۂ مریم' آیت:۱۶' ۵۴' ۵۶)

پھر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کا تذکرہ پر اعتراض کیوں؟

۱۰) احادیث اور سیرت کی کتابوں میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کے بارے میں حدیثیں اور روایات نقل کی گئی ہیں' کیا وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان نہیں کیں؟

(بخاری شریف' مسلم شریف' ترمذی ونسائی شریف' ابن ماجہ و ابوداؤد شریف' مصنف عبدالرزاق و مشکوٰۃ' علاوہ ازیں بہت ساری کتب احادیث و سیرت)

۱۱) علماء حق اگر قرآن اور احادیث کے حوالے سے حضور علیہ السلام کا میلاد بیان کریں تو اعتراض کیوں؟ کیا اللہ تعالیٰ نے فضل اور رحمت ملنے پر خوشی منانے کا حکم نہیں دیا؟

(سورۂ یونس' آیت:۵۸)

اور کیا اللہ تعالیٰ نے احسان اور نعمتوں کا ذکر کرنے کا حکم نہیں دیا؟

(سورۂ آل عمران' آیت:۱۰۳' سورۂ الاعراف' آیت:۶۹' سورۂ الضحیٰ' آیت:۱۱- اور سورۂ المائدہ' آیت:۷)

۱۲) کیا ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر پیر کو روزہ رکھ کر اپنا یومِ میلاد نہیں منایا؟ کیا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا یومِ وفات بھی منایا؟

(مسلم شریف' جلد اوّل' کتاب الصیام' حدیث:۲۶۴۶' مسند امام احمد و ذخائر محمدیہ از ڈاکٹر محمد علوی مالکی مکہ المکرمہ ۲۱)

۱۳) کیا صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کے واقعات

بیان نہیں کیے؟ اگر نہیں تو پھر ہم تک کیسے یہ روایات پہنچیں؟

(بحوالہ کتب احادیث وسیرت وتاریخ بے شمار حوالہ جات)

۱۴) کیا منکرین کے پاس عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے کی ممانعت کے لیے کوئی حدیث موجود ہے؟

۱۵) محفلِ میلاد میں حضور علیہ السلام کے اوصافِ حمیدہ اور عظمت بیان کی جاتی ہیں اگر یہ بیان کرنا بدعت ہے تو اسلام کس کو کہتے ہیں؟

۱۶) اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کسی مومن کے شہید ہو جانے پر اسے مردہ کہنے سے منع کیا ہے تو حضور علیہ السلام کو مردہ کہنے والا کیا مسلمان رہ جائے گا؟

(سورۂ البقرہ' آیت:۱۵۴)

۱۷) جس نبی کا ذکر خود خدا بلند کرے کیا کوئی مسلمان ذکر کرے تو مشرک ہو جائے گا یا روکے تو مسلمان رہ جائے گا؟ (سورۂ الم نشرح' پارہ:۳۰)

۱۸) کیا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا کہ مجھے اپنی اُمت کے شرک میں مبتلا ہونے کا کوئی ڈر نہیں ہے؟

(بخاری شریف' کتاب المناقب' مسلم شریف کتاب الفضائل ومسند احمد بن حنبل:۱۵۳/۴)

۱۹) کیا حدیث میں نہیں ہے کہ اس امت کا ایک گروہ وہ آیات جو کفار کے لیے اُتریں' انہیں مسلمانوں پر لاگو کرے گا اور شرک کے فتوے لگائے گا؟

(بخاری شریف' ج:۳' حدیث:۱۰۲۳' مسلم شریف' حدیث:۲۳۶۵' ۲۳۳۶)

۲۰) کیا حضور علیہ السلام نے خارجیوں کے متعلق نہیں فرمایا کہ اے مومنو! تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے سامنے حقیر سمجھو گے اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے سامنے حقیر سمجھو گے اور اپنا قرآن پڑھنا ان کے قرآن پڑھنے کے سامنے حقیر سمجھو گے مگر وہ ایمان والے نہیں ہوں گے' ایمان سے ایسے نکل چکے ہوں گے' جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے اور قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔

(بخاری شریف' حدیث:۱۸۲۲' مسلم شریف' حدیث: ۲۳۶۶' ۲۳۶۳' ۲۳۶۳)

۲۱) کیا خارجیوں نے صحابہ کرام علیہم الرضوان پر شرک و کفر کے فتوے نہیں لگائے تھے؟

۲۲) کیا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کو جہنمی کتے نہیں فرمایا تھا؟

(ابن ماجہ' ج:۱' حدیث: ۹' مشکوۃ' باب مرتدوں اور فسادیوں کا قتل)

۲۳) کیا خوارج شفاعت بالوجاہت' حوضِ کوثر بعد از وصال وسیلے' کرامات اور معجزات کے منکر نہیں تھے؟ (فتاویٰ حدیثیہ' ص: ۱۱۶' شرح فقہ اکبر)

اسی طرح کیا خوار حضور علیہ السلام کے وسیلے کو شرک اور شفاعت بالوجاہت کا انکار اور آپ کی قبر کی زیارت کے لیے سفر کرنا گناہ نہیں مانتے تھے؟

(الملل والنحل' الفرق بین الفرق للبغدادی ج ا ص: ۷۵)

۲۴) کیا خوارج اپنے سوا سب مسلمانوں کو کافر نہیں کہتے تھے اور بدعاتِ حسنہ کے باعث جو مسلمانوں نے رائج کر لی تھیں انہیں مشرک قرار نہیں دیتے تھے؟

(شرح فقہ اکبر و تاریخ خوارج' ص: ۱۷۳-۱۷۸)

(حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کے قیام کو بدعتِ حسنہ قرار دیا اور اس پر عمل پیرا ہوئے اور فرمایا: **نعمت البدعة هذه** یہ تو اچھی بدعت ہے۔

(بخاری و مشکوۃ شریف' باب قیام رمضان)

۲۵) کیا خوارج نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی معراج کا انکار نہیں کیا ہے؟ (تہذیب العقائد' عقائد نسفی)

۲۶) کیا خوارج بزرگوں کی تعظیم کو شرک تصور نہیں کرتے؟

(غنیۃ الطالبین' ص: ۲۸۱ تا ۲۸۳' مذاہب الاسلام' ص: ۲۵۶ تا ۵۱۶)

۲۷) کیا آپ کے عقائد خوارج کے عقائد سے ملتے جلتے تو نہیں ہیں؟

۲۸) ولادت کی خوشی میں جلوس اور محافل کے مخالفین بتائیں کہ انہوں نے کبھی بھی اور کسی بھی نوعیت کے جلوس نہیں نکالے اور کبھی محفلیں منعقد نہیں کیں اگر ایسا کرتے ہیں تو

پھر جلوس اور محافلِ میلاد پر اعتراض کیوں؟

۲۹) مسلمانوں میں بدعات پر غم کھانے والے بتائیں کہ آج حرم پاک اسی طرح ہے جس طرح کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا۔ کیا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں غلافِ کعبہ ایسے ہی تھا۔ زم زم کا مقام ایسے ہی تھا' صفا و مروہ کی موجودہ شکلیں تھیں' کیا سعی کرنے والی جگہ اسی طرح ہے جس طرح حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھی' کیا حرم پاک میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سپیکر پر اذان باجماعت ہوتی تھی اور حرم شریف کے دروازوں کے نام تھے؟ کیا اس طرح کی صفیں اور قالین بچھتے تھے؟ اور اسی طرح دن رات بجلی خرچ ہوتی تھی؟ کیا موجودہ امامِ کعبہ کی طرح حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک چھوٹی تھی؟ کیا مدینہ پاک میں مسجد نبوی اسی طرح ہے جس طرح حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی؟ اس کی تفصیل بہت لمبی ہے۔

۳۰) کیا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت دینی مدارس اسی طرح تھے جس طرح آج ہیں کہ ان کا سلیبس ہوتا تھا اور امتحانات اس طرح ہوا کرتے تھے؟ کیا قرآن موجودہ شکل میں تھا؟ کیا قرآن کے رکوع اور آیتوں کے نمبر اس طرح کے ہوتے تھے اور ان پر زیر زبر شد مد لگی ہوئی تھیں؟ قرآن پاک پر اعراب کس دَور میں لگے؟ قرآن کس نے جمع کیا اور اس کو کس نے اچھا کام قرار دیا؟

(بخاری شریف' ج: ۲' کتاب فضائل القرآن)

☆ کیا جمعہ کی دوسری اذان حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دَور میں نہیں شروع ہوئی؟ (بخاری شریف' ج: ۱' کتاب الجمعہ)

☆ کیا یہ کام ثواب سمجھ کر کیے گئے یا مسلمانوں کو بدعات میں دھکیل دیا گیا؟

۳۱) کیا دَورِ نبوی میں سیرت کے جلسے ہوا کرتے تھے؟ کیا صحابہ ایک مقام پر تبلیغ کے لیے سال بعد جمع ہوتے تھے اور ٹولیوں کی شکل میں بستر اُٹھا کر تبلیغ کے لیے جایا

کرتے تھے اور چلے کاٹتے تھے؟ کیا ختم بخاری شریف ہوا کرتا تھا؟ اگر یہ سب کچھ جائز اور کارِ ثواب سمجھ کر کیے جاتے ہیں تو محافلِ میلاد پر اعتراض اور فتوے کیوں؟ کیا یہ تعصب عناد اور دشمنی صرف حضور علیہ السلام سے نہیں ہے؟

۳۲) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم' توقیر' تکریم' تقدیس' احترام اور آپ کی عظمت ورفعت شان اور محاسن وکمالات کا اعتراف کرنے کی بجائے اور آپ کے محاسن و کمالات' فضائل' مناقب بیان کرنے کی بجائے ان سے روکنے والا کیا مسلمان رہ جائے گا؟

۳۳) کیا یہ حدیث پاک نہیں ہے کہ اگر کوئی اسلام میں اچھا طریقہ رائج کرے تو اس کے لیے اجر وثواب ہے؟ (مشکوۃ شریف' باب العلم' مسلم شریف)

۳۴) کیا حضور علیہ السلام نے نہیں فرمایا ہے کہ جس کام کو مومن اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اچھا ہوتا ہے؟

(مسند امام احمد بحوالہ ذخائر محمدیہ از ڈاکٹر محمد علوی مالکی مکۃ المکرمہ:۳۱۴)

۳۵) کیا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا ہے کہ میری اُمت میں مجھ سے زیادہ محبت رکھنے والے وہ لوگ ہوں گے جو میرے وصال کے بعد پیدا ہوں گے؟

(مسلم شریف' مشکوۃ شریف' باب ثواب ہذا الامۃ)

۳۶) کیا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا ہے کہ جب تک میں تمہارے نزدیک اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں تم مومن نہیں ہو سکتے؟

(بخاری شریف' کتاب الایمان والنذور)

۳۷) کیا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ مجھے تم پر اس شخص کا ڈر ہے جو قرآن پڑھے گا جب اس پر قرآن کی رونق آ جائے گی تو مسلمانوں پر شرک کی تہمت لگائے گا اور وہ پڑوسی پر تلوار چلائے گا؟

(تفسیر ابن کثیر' ج:۲' مسند امام ابو یعلی موصلی' صحیح ابن حبان' ج:۱' حدیث:۸۱' کنز العمال' ج:۳' حدیث:۸۹۸۵)

۳۸) کیا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ ملقب بہ حما کو شراب پینے پر کوڑے مارنے کا حکم دیا تو ایک آدمی نے اس پر لعنت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا تھا کہ اس پر لعنت نہ بھیجو یہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت کرتا ہے؟ (بخاری شریف' کتاب الحدود)

۳۹) کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا کہ وہ (خارجی) قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔

(بخاری شریف' ج:۲' حدیث:۱۴۸۰' مسلم شریف' کتاب الزکوۃ' حدیث:۶۳۴۹)

۴۰) کیا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا تھا کہ میری اُمت کے شرک میں مبتلا ہو جانے کا مجھے ڈر نہیں ہے؟ تو پھر مسلمانوں پر ہی شرک کے فتوے کیوں؟

(بخاری شریف' کتاب المناقب و مسلم شریف' کتاب الفضائل و مسند احمد بن حنبل: ۱۵۳/۴)

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے سے روکنے والے مولویوں سے ان کے مقتدی ان سوالات کا جواب ضرور لیں۔ یہود و نصاریٰ' ہنود اور منافق تو یہی چاہتے ہیں۔

یہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بدن سے نکال دو



(۵)

تاریخِ انسانیت کی منفرد شخصیت

بعثت سے پہلے بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بڑی متواضع اور سادہ تھی، انتہائی فاسد ماحول میں پلنے کے باوجود ان کی جوانی بے داغ تھی، جہاں گلی گلی شراب کشید کرنے کی بھٹیاں لگی ہوں، گھر گھر شراب خانے کھلے ہوں اس ماحول میں اس جداگانہ امتیازی فطرت کے حامل فردِ فرید نے کبھی شراب کا ایک قطرہ بھی اپنی زبان کے نزدیک نہیں آنے دیا۔ انہوں نے شطرنج کے مہروں کو کبھی ہاتھ نہیں لگایا۔ ان کے والد عبداللہ اس دنیا سے درہم و دینار چھوڑ کر رخصت نہیں ہوئے۔ صرف پانچ اونٹ، بکریوں کا ایک ریوڑ اور ایک حبشیہ لونڈی چھوڑی۔ جس کا نام برکت اور کنیت اُم ایمن تھی یہی اُم ایمن ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں کھلایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کپڑوں کے زیادہ جوڑے نہ تھے صرف ایک جوڑا تھا جسے دھو کر پہن لیتے تھے اس کے باوجود آپ کا جسم مبارک ریشم و دیباج سے بھی زیادہ نرم و نازک تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرنے کا شرف حاصل کیا۔ اللہ کی قسم! میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی کو ریشم و دیباج سے بھی زیادہ نرم پایا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر سے نکلنے والے پسینہ کی تعریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اللہ کی قسم! میں نے اس کی خوشبو کستوری اور عنبر سے بھی عمدہ اور بہتر پائی۔''

(صحیح البخاری، حدیث: ۳۵۶۱، صحیح مسلم، حدیث: ۲۳۳۰)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت والد کے بعد شفیق چچا ابو طالب نے کی۔ وہ بھی مال دار نہ تھے، بچپن میں ہر نبی کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بکریاں چرائیں۔ اور بقول بعض باختلاف روایات) نہایت معمولی اُجرت کے عوض عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چراتے رہے۔ اہلِ علم نے بکریاں چرانے کی حکمتیں بیان کی ہیں کہ بکریاں چرانے سے دل میں نرمی، تواضع اور انکسار پیدا ہوتا ہے اس سے لوگوں کی سیاست اور معاملات کا پتہ چلتا ہے۔ یہ بہترین اور پاکیزہ کمائی ہے اس میں کسی قسم کا دھوکہ یا فراڈ شامل نہیں نہ اس میں کوئی سود کی لعنت ہوتی ہے پھر اللہ نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو غنی کر دیا۔ سورۃ الضحیٰ میں ارشاد ہوا:

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝

''کیا اس نے آپ کو یتیم پا کر ٹھکانہ نہیں دیا اور آپ کو جو یائے راہ پا کر ہدایت نہیں دی اور آپ کو تنگ دست پا کر تونگر نہیں کر دیا۔''

ابن تیمیہ کہتے ہیں:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶۳ سال کی زندگی گزاری، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی سب سے اعلیٰ، ارفع اور بہترین دلیل یہ ہے کہ آپ نے ساری زندگی ایک دفعہ بھی جھوٹ نہیں بولا، ساری زندگی خیانت کے کبھی مرتکب نہ ہوئے، کبھی فحش گوئی نہیں کی، زبان پر مکمل کنٹرول تھا، لسانِ مبارک سے کبھی کوئی غلط بات نہیں نکلی، نبوت سے پہلے بھی آپ کی اعلیٰ عادات اور خصائل بڑے منفرد اور بے مثل تھے...... زمانہ جاہلیت کے انتہائی گمراہ ماحول میں آپ کی بے مثال پاکیزہ زندگی دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اس ظلمت کدہ میں چودھویں رات کے چاند کی طرح جگمگا رہا ہے۔ (آفتاب نبوت کی سنہری شعاعیں ص: ۶۸ مطبوعہ دار السلام)

(۶)

مقدس لوگوں کے پاکیزہ آنسو

ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دَورِ جاہلیت میں دیکھا کہ لوگوں سے کہہ رہے تھے: ''اے لوگو! لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰہُ کہو فلاح پاؤ گے۔''

حاضرین میں سے بعض لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک پر تھوکا' کوئی گالی دیتا اور کوئی مٹی ڈالتا اور بعض لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو رد کرتے یہاں تک کہ سورج سر پر آ جاتا' لوگ چلے جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر لوٹے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک صاف کیا اور دھویا اور روئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیٹی! رو نہیں' اللہ تعالیٰ تمہارے باپ کی حفاظت کرے گا۔''

(اخرج البیہقی واخرج الہیثمی کذافی الکنز' ج:۳' ص:۱۳۴)

☆...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے نہ بولنے کی منت مانی تھی بعد میں لوگوں کی سفارش سے منت توڑ کر اس کا کفارہ دیا بلکہ انہوں نے اپنی منت کے بدلہ میں چالیس غلام آزاد کیے اس کے باوجود جب کبھی ان کو اپنی منت یاد آ جاتی تو اس قدر روتیں کہ ان کے آنسو سے ان کا دوپٹہ تر ہو جاتا۔

(الادب المفرد' ص:۵۹)

☆...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"میں نے دوزخ کو یاد کیا تو رو پڑی' حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیوں روتی ہے؟ میں نے عرض کیا: میں نے دوزخ کو یاد کیا اور رو دی۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی قیامت کے دن اپنے گھر والوں کو یاد رکھیں گے؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' ہاں! لیکن تین مقام پر کسی کو کوئی یاد نہیں رکھے گا۔

(۱) اعمال تلنے کے وقت (۲) نامۂ اعمال ملنے کے وقت (۳) پل صراط پر یہاں تک کہ انسان کو معلوم ہو جائے کہ وہ کامیاب ہوا ہے یا نہیں۔"

(اخرج الحاکم' ج:۴' ص:۵۷۸)

☆...... حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اے میری بیٹی! میرے ان دو کپڑوں کو دھو لینا اور انہی میں مجھے کفن دینا' تیرے باپ کو یا تو اچھا لباس پہنایا جائے گا یا بُرے طریقہ پر سب کچھ چھین لیا جائے گا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مرض سخت ہو گیا تو میں روئی اور میں نے یہ کہا:

من لا یذالدمعہ مقنعا...... فانہ من دمعہ مدفعون۔

"اے وہ شخص! جس کے آنسو پیٹ یا آنکھوں میں چھپے ہوئے ہوں' بے شک وہ اپنے آنسوؤں سے ایک نہ ایک دن تر بتر ہو جائے گا۔"

☆...... حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"میں اور حضرت ابن عمرؓ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا' اے عائشہ رضی اللہ عنہا! آپ ہمیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب بات سنائیں۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رو پڑیں اور فرمایا' ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے لحاف میں لیٹ گئے پھر فرمایا' چھوڑ میں اپنے رب کی عبادت کروں۔ وضو فرما کر کھڑے ہو گئے اور صبح تک

روتے رہے۔" (درۃ الناصحین، ج:۲، ص:۲۴۳)

☆...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب خنجر مارا گیا تو انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کو جو وصیتیں فرمائیں، ان میں ایک وصیت یہ بھی تھی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور ان سے کہو:

"عمر بن خطاب نے سلام کہا ہے: (عمر امیر المومنین نہ کہنا کیونکہ اس روز میں لوگوں کا امیر نہ ہوں گا) اور وہ اپنے دونوں ساتھی یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن ہونا چاہتے ہیں۔"

حضرت عبداللہ گئے اور سلام کہا اور داخل ہونے کی اجازت طلب کی تو دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی غم میں رو رہی ہیں۔ میں نے کہا:

"عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سلام کہا ہے اور اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی خواہش ظاہر کی ہے۔"

یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"میں خود اس جگہ دفن ہونا چاہتی تھی لیکن آج میں ایثار کرتی ہوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دفن کی اجازت دیتی ہوں۔"

جب حضرت عبداللہ واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مجھے بٹھا دو۔"

پھر پوچھا: "کیا لائے؟" عرض کیا: "جو آپ کو پسند تھا۔"

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "الحمدللہ! یہ بات مجھے سب چیزوں سے زیادہ پسند تھی۔"

اور فرمایا: "جب میں فوت ہو جاؤں تو ایک مرتبہ پھر میرے جنازہ کو باہر روک کر اجازت طلب کر لینا اگر اجازت مل جائے تو دفن کر دینا ورنہ عام قبرستان میں دفن کر دینا۔" (اسد الغابہ، ج:۴، ص:۷۵)

(۷)

ارشادِ نبوت اور سراجِ اُمت

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

اَلنَّاسُ مَعَادِنُ خِیَارُهُمْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ خِیَارُهُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا ۔ (بخاری شریف: ۴۷۹/۱، مسلم شریف: ۲۶۸/۲)

"لوگ (زمین کی) کانوں (معادن) کی طرح ہیں جو جاہلیت میں اچھا تھا وہ اسلام میں بھی اچھا ہے جب کہ (دین کی) سمجھ حاصل کرلے۔"

مطلب یہ کہ جس طرح زمین کی کانیں مختلف الاستعداد ہوتی ہیں، کسی سے سونا نکل رہا ہے کسی سے چاندی، پیتل، لوہا، کوئلہ وغیرہ ان سب کانوں میں سے سونے کی کان سب سے افضل ہے اسی طرح انسان بھی مختلف الاستعداد ہوتے ہیں اگر شریف النسب آدمی اسلام لانے کے بعد فقیہ بن جائے تو سونے پہ سہاگہ ہے اور نور علیٰ نور ہے۔

حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شرافتِ نسبی کا حال یہ ہے کہ آپ کے نسب مبارک میں آٹھ انبیاء کرام علیہم السلام کے اسماء گرامی آتے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) حضرت آدم (۲) حضرت شیث (۳) حضرت ابراہیم (۴) حضرت نوح (۵) حضرت ادریس (۶) حضرت ہود (۷) حضرت اسحاق اور (۸) حضرت یعقوب علیہم السلام اس شرافتِ دینی کا کیا کہنا ؎

یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

اسی طرح آپ کے نسب مبارک میں سولہ بادشاہوں کے نام بھی آتے ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں:

۱) ساسان (۲) بابک (۳) حاز (۴) مہروس (۵) ساسان دوم (۶) اسفند یار (۷) گشتاسپ (۸) نہراس (۹) کتمش (۱۰) کیا سین (۱۱) کیابود (۱۲) کیقباد (۱۳) دارا (۱۴) مرحام (۱۵) مرمان شو (۱۶) منوچہر الکیان

سبحان اللہ! نبوت اور ملوکیت کے خون کے حسین ترین مزاج کا نام نعمان بن ثابت ہے اسی شرافتِ نسبی پر جب فقاہت یعنی نبوت کی مزاج شناسی کا نور چمکا تو اس عظمت کا اعتراف اہلِ اسلام نے امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے لقب سے کرایا۔ شرافتِ نسبی اور فقاہت نفسی نے آپؒ کے قلبِ منور میں یہ داعیہ پیدا کیا کہ اسلامی قانون کو مرتب فرمایا اور اس تفصیل اور تشریح سے مرتب فرمایا کہ قیامت تک آنے والے مسلمان اسی مینارۂ نور کی روشنی سے مستفید ہو رہے ہیں اور ہوں گے۔ تاریخِ اسلام کی یہ روشن ترین حقیقت ہے کہ عروج اسلام کے دَور میں اکثر سلاطینِ اسلام حنفی ہی رہے۔

☆...... اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہم انسانوں کی ہدایت کے لیے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی بھیجے جو سب برحق نبی تھے لیکن ان سب میں ہمارے نبی اقدس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص امتیاز عطا فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالمِ ارواح میں سب سے اوّل منصبِ نبوت سے نوازا اور دنیا میں آپ سب نبیوں کے آخر میں ختمِ نبوت کا تاج سجائے پیدا ہوئے اس لیے آپ حضرات انبیاء علیہم السلام میں اوّل بھی ہیں اور آخر بھی۔ یہ عجیب بات ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی عجیب شان سے نوازا گیا۔ آئمہ اربعہ سب برحق ہیں مگر ان میں سب سے پہلے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب مدون ہوا اور اصحابِ کشف کا بیان ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہی آخر تک رہے گا۔ چنانچہ علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ جب باری تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا

کہ مجھ کو شریعت کے سر چشمہ پر آگاہ کر دیا تو میں نے تمام مذاہب کو دیکھا کہ وہ سب اسی سر چشمہ سے متصل ہیں اور ان تمام میں سے آئمہ اربعہ علیہم الرحمہ کے مذاہب کی نہریں خوب جاری ہیں اور جو مذاہب ختم ہو چکے وہ خشک ہو کر پتھر بن گئے ہیں اور آئمہ اربعہ میں سے سب سے لمبی نہر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دیکھی پھر اس کے قریب قریب امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی اور سب سے چھوٹی نہر حضرت امام داؤد علیہ الرحمہ کے مذہب کی پائی جو پانچویں قرن میں ختم ہو چکا ہے تو اس کی وجہ میں نے یہ سوچی کہ آئمہ اربعہ رضی اللہ عنہم کے مذہب پر عمل کرنے کا زمانہ طویل رہا اور حضرت امام داؤد رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی بنیاد تمام مذاہب مدونہ سے پہلے قائم ہوئی ہے اسی طرح وہ سب آخر میں ختم ہو گا اور اہلِ کشف کا بھی یہی مقولہ ہے۔

(مواہب رحمانی' اردو ترجمہ 'میزان شعرانی' ج:۱'ص:۱۰۷)

☆...... جب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ کی نہر سب سے بڑی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اس سے بہت سے لوگ اور علاقے سیراب ہوئے۔ ہمارے پاک پیغمبر حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات پر اپنا ایک فخریہ بھی بیان فرمایا: ''میری اتباع کرنے والے بکثرت ہوں گے۔''

ایک دفعہ تو یہ ارشاد فرمایا: ''میدانِ قیامت میں جنتیوں کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں سے اسی صفیں میری اُمت کی ہوں گی۔'' (ترمذی' ج:۱'ص:۷۷)

گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت باقی سب نبیوں علیہم السلام کی اُمتوں کا دو تہائی جنت میں جائے گی۔ یہ بات جس طرح ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے باعثِ فخر ہے تو یقیناً حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے لیے بھی باعثِ فخر ہے۔ فرقہ ناجیہ اہلِ سنت و جماعت کے مذاہب اربعہ کے مقلدین میں حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین ہمیشہ دو تہائی کے قریب رہے ہیں۔ علامہ شکیب ارسلان ۱۳۶۶ ہجری

میں لکھتے ہیں:

''مسلمانوں کی اکثریت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی پیرو اور مقلد ہے' سارے ترک اور بلقان کے مسلمان' روس اور افغانستان کے مسلمان' ہندوستان (پاک و ہند) کے مسلمان اور عرب کے اکثر مسلمان شام و عراق کے اکثر مسلمان فقہ میں حنفی مسلک رکھتے ہیں۔''

(حاشیہ' ص:۲۹' حسن التقاضی)

۱۹۱۱ء کی سرکاری مردم شماری کے مطابق حنبلی ۳۰ لاکھ' مالکی ایک کروڑ' شافعی دس کروڑ اور حنفی ۳۷ کروڑ سے زائد تھے۔ یعنی کل اہلسنّت ۴۸ کروڑ ۳۰ لاکھ سے زائد تھے جن میں حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین ۳۷ کروڑ سے زائد تھے یہ کثرت اتباع امام صاحب کے لیے بہت بڑا فخر ہے۔ اللھم زد فزد ہاں یہ بھی یاد رہے کہ ۱۹۱۱ء کی مردم شماری میں غیر مقلدین کا کوئی خانہ نہیں ہے۔ گویا ۱۹۱۱ء تک غیر مقلدین خواہ اہلِ قرآن ہوں' خواہ اہلِ حدیث' یہ قابلِ ذکر ہی نہیں تھے۔

☆...... باقی حضرات انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات میں سے پیغمبرِ اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک یہ بھی امتیاز حاصل ہے کہ باقی نبی ایک ایک قوم یا ایک ایک علاقے کے نبی تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوری دنیا کے عالمگیر نبی ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین' عالمگیر تھا تو اس کا ہر جگہ پہنچنا ضروری تھا اور یہ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ملک عرب سے باہر تشریف نہ لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل اور متواتر سنت آئمہ اربعہ کے ذریعہ مختلف علاقوں میں پھیلی لیکن آئمہ ثلاثہ کے مقلدین دنیا کے ہر ملک میں آج ہوائی جہاز کے دور میں بھی کتاب وسنت کے مدرسے قائم نہیں کر سکے جب کہ فقہ حنفی کے ذریعہ کتاب وسنت خیر القرون میں ہی ساری دنیا میں پہنچ چکی تھی۔ محدث حرم امام سفیان بن عیینہ علیہ الرحمۃ جن کی پیدائش ۹۱ ہجری اور وفات ۱۹۸ ہجری ہے' فرماتے ہیں:

شینان ماظننتهما ان یتجاوز اقنطرة الکوفة قراة حمزه ورای ابی حنیفه وقد بلغا الآفاق ۔ (مناقب ذہبی۲۰)

دو چیزوں کے بارے میں میں کبھی سوچتا بھی نہ تھا کہ یہ کوفہ کا پل پار کر کے باہر جائیں گی۔حمزہ کی قرأت اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اب وہ دونوں زمین کے کناروں تک پہنچ چکی ہیں۔امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۱۹۸ ہجری میں ہے اور خیر القرون کی حدود ۲۲۰ ہجری تک ہیں۔(بخاری ج:۱ص:۳۶۳ حاشیہ:۱)

اس سے دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہوگیا کہ خیر القرون میں ہی خدا کا قرآن قاری حمزہ کی قرأت کے ذریعہ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل اور متواتر سنت فقہ حنفی کے ذریعے چار دانگِ عالم میں پہنچ چکی تھی۔نواب صدیق حسن خان مسالک الممالک کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''عباسی خلیفہ واثق باللہ ۲۴۸ ہجری نے کچھ لوگوں کو سد سکندری کا حال معلوم کرنے کے لیے چین کی آخری سرحد پر بھیجا وہاں کی جو رپورٹ انہوں نے آ کر دی وہ نواب صاحب نے یوں تحریر فرمائی۔

''محافظانِ سد کہ در آنجا بودند ہمہ دین اسلام داشتند و مذہب حنفی زبان عربی فارسی می گفتند اما از سلطنت عباسیہ بے خبر بودند۔''

(ریاض المرتاض ص:۳۱۶)

''سد سکندری کے تمام محافظ باشندے مسلمان حنفی المذہب تھے اور عربی فارسی زبان سے واقف تھے مگر حکومتِ عباسیہ سے بے خبر تھے۔''

☆......ان مذکورہ اور دیگر بہت سی عظمتوں کی بناء پر اہلِ اسلام میں آپ کا تعارف امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے لقب سے ہوا۔حدیث ملاحظہ ہو

• **عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَعْظَمُ النَّاسِ نَصِیْبًا فِی الْاِسْلَامِ اَهْلُ فَارِسٍ**

لَوْ كَانَ الْاِسْلَامُ فِى الثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهٗ رِجَالٌ مِّنْ اَهْلِ فَارِسٍ

(تاریخ ابونعیم)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اسلام میں اعظم نصیب (عظیم تر حصہ) اہلِ فارس کا ہے اگر اسلام ثریا ستارے پر بھی ہو تو اہلِ فارس کے لوگ وہاں سے لے لیں گے۔''

اس میں شک نہیں کہ جس طرح خدا کا قرآن سات قاریوں کی تدوین و محنت سے مکمل اور متواتر شکل میں اُمت میں پھیلا اسی طرح حضرت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنت مکمل تدوین اور عملی تواتر سے چار اماموں کے ذریعہ اُمت میں پھیلی۔ یہ چار امام حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ' حضرت امام مالک' حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ ان میں سے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ عرب کے شیبانی قبیلہ کے چشم و چراغ ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ عرب کے خاص مطلبی قریشی قبیلہ کے فرزند ارجمند ہیں جب کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ عرب کے اصبحی قبیلہ کے نونہال تھے۔ یہ تینوں امام عربی النسل تھے اس لیے اس عظیم پیش گوئی کے مصداق قرار نہیں پا سکتے ہاں ان میں سے ایک ہی حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فارسی النسل ہیں جب اہلِ فارس کا نصیب اسلام میں اعظم ہے تو یقیناً ان کا امام بھی امامِ اعظم ہے اس امام کے حق میں اعظم کا لفظ زبانِ رسالت پر آیا اور اہلِ اسلام میں بلانکیر رائج ہو گیا اور تاریخ اسلامی نے بھی حرف بحرف اس کی تصدیق کر دی کہ اُمتِ محمدیہ کا عظیم ترین حصہ ان کے ذریعہ ہی سنت پر عامل ہے۔

☆......ابوعثمان نہدی فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ سَلْمَانَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا سَلْمَانُ لَوْ كَانَ الدِّيْنُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهٗ نَاسٌ مِّنْ اَهْلِ فَارِسٍ

يَتَّبِعَنَّ سُنَّتِيْ وَيَتَّبِعُوْنَ آثَارِيْ وَيُكْثِرُوْنَ الصَّلٰوةَ عَلَيَّ .

(تاریخ ابو نعیم، بحوالہ مقدمہ کتاب التعلیم، ۹۷)

''حضرت سلمان فارسی روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سلمان! اگر دینِ ثریا ستارے کے ساتھ بھی لٹک رہا ہوتو اہلِ فارس اس کو اُتار لیں گے اور وہ میری سنت کا اتباع کریں گے۔ میرے نقش پر چلیں گے اور کثرت سے مجھ پر درود پڑھیں گے۔''

یاد رہے! حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک کنیت ابوحنیفہ ہے، یہ کنیت نسبی نہیں ہے بلکہ وصفی ہے جیسے ابوہریرہ اور ابوتراب رضی اللہ عنہما وغیرہ۔ اور دینِ اسلام کی طرف منسوب ہے۔ حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے اس دینِ حنیف کی تدوین فرمائی ہے۔ عربی محاورہ میں پہل کرنے والے کو اب کہتے ہیں چونکہ دینِ حنیف کی پہلی مکمل تدوین کا سہرا حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سر بندھا اس لیے اہلِ اسلام میں آپ کی کنیت ابوحنیفہ قرار پائی تھی۔ ابوالملۃ الحنیفہ اور حنیفہ سے حنفی ایسا ہی ہے جیسے مدینہ سے مدنی۔ اس کنیت کی یہی وجہ علامہ جار اللہ ابوالقاسم محمود بن عمر الزمخشری ۵۳۸ نے اپنی کتاب شقائق النعمان فی مناقب النعمان میں تحریر فرمائی ہے اور یہی وجہ امیر یمانی نے الروض الباسم فی الوب عن سنہ ابی القاسم میں لکھی ہے۔

حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں جس طرح حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مقدسہ پر دنیا میں سب سے زیادہ کتابیں لکھی گئیں۔ امام صاحب کے مناقب پر بھی ہر مذہب والے نے کتابیں لکھیں۔ (جن میں سے چند کا نام لکھا جاتا ہے)

نہ دانم آں گل خنداں چہ رنگ و بودارد
کہ مرغ ہر چمنے گفتگو او دارد

۱) امام المحدث المؤرخ الفقیہ ابوالعباس احمد بن صلت الحمانی ۳۰۸ ہجری

۲) الامام الحافظ المجتہد ابی جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی ۳۲۱ ہجری

۳) الامام الحافظ المحدث ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن احمد السعدی المعروف بابن ابی العوام ۳۳۵ ہجری

۴) فضائل الامام ابی حنیفہ شیخ احمد بن محمد بن احمد بن شعیب الحنفی ۳۵۷ ہجری

۵) الحافظ المحدث الناقد الامام عبداللہ بن محمد الحارثی ۳۴۰ ہجری

۶) شیخ الاسلام الامام المحدث الفقیہ ابوالحسین احمد القدوری ۴۲۸ ہجری

۷) الامام المحدث مؤرخ الکبیر الفقیہ القاضی ابی عبدالرحمٰن بن علی الصمیری ۴۳۶ ہجری اخبار ابی حنیفہ واصحابہ

۸) العلامہ جاراللہ ابوالقاسم محمود بن عمر الزمخشری نے شقائق النعمان فی مناقب النعمان لکھی ۵۳۸ ہجری

۹) العلامہ صدر ابی المؤید موفق الدین بن احمد المکی الخوارزمی ۵۶۸ ہجری نے مناقب الامام الاعظم تحریر فرمائی۔

۱۰) الامام المحدث الکبیر الفقیہ المجتہد الامام ظہیر الدین المرغینانی صاحب الہدایہ ۵۹۱ ہجری

۱۱-۲۱) الشیخ الامام شرف الدین ابوالقاسم بن عبدالعلیم العینی القرشی الحنفی نے دو کتابیں لکھیں۔ قلائد عقود الدرر والعقیان فی مناقب ابی حنیفہ النعمان اور الروضۃ العانیہ المنیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفہ۔

۱۳) الشیخ محی الدین عبدالقادر القریشی نے البستان فی مناقب النعمان لکھی۔

۱۴) الشیخ مؤرخ ابن المظفر یوسف بن قزاغلی البغدادی نے کتاب الانتصار لامام آئمۃ الامصار لکھی۔

۱۵) الامام محمد بن الکردری المعروف بالبزازی، ۸۶۷ ہجری نے مناقب میں زبردست کتاب لکھی۔

۱۶) مؤرخ ابن خلکان نے تحفۃ السلطان فی مناقب النعمان لکھی۔

۱۷) الامام ابوعمر بن عبدالبر المالکی نے الانتقاء میں مفصل تذکرہ لکھا ۴۲۸ھ۔

۱۸) خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد جلد ۱۳ پر امام صاحب کے مفصل مناقب بیان کیے مگر بعد میں ایسے مثالب بھی لکھے کہ امام صاحب کا اسلام بھی ثابت نہ ہو اب ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں ایک شخص میں جمع نہیں ہو سکتیں کہ وہ افضل ترین انسان بھی ہو اور بدترین خلائق بھی ہو یقیناً ان میں سے ایک ہی بات صحیح ہو گی اب دیکھنا ہے کہ اُمت نے اجماعاً کس بات کو قبول کیا اور کس کو رد کیا تو اُمت نے اجماعاً آپ کے مناقب کو قبول فرمایا اور مثالب کو رد فرمایا تو باجماع اُمت امام کے مناقب مجمع علیہ متواتر قرار پائے اور آپ کے مثالب شاذ و منکر قرار پائے۔

۱۹) امام ابنِ حجر مکی الشافعی نے الخیرات الحسان کے نام سے امام صاحب کو خراجِ تحسین پیش کیا۔

۲۰) علامہ جلال الدین السیوطی الشافعی نے تبییض الصحیفہ لکھی۔

۲۱) شیخ الامام ابی عبداللہ محمد بن یوسف الدمشقی الصالحی الشافعی نے عقود الجمان لکھی۔

۲۲) حضرت علی قاری ۱۰۱۴ ہجری میں مناقب امامِ اعظم تحریر فرمائی الغرض امام کی سیرت میں جو کتابیں لکھی گئیں اگر صرف ان کے نام ہی لکھے جائیں تو وہ ایک مستقل کتاب تیار ہو جائے گی۔ یہ دراصل اُمت کی طرف سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔

بو حنیفہ بُد امام با صفا
آں چراغ امتانِ مصطفیٰ

(۸)

قبر میں فرشتوں کی آمد

خوفِ خدا، یادِ الٰہی اور فکرِ آخرت کے لیے ذرا قبر کا منظر بھی پیشِ نظر رہے تا کہ ہر بات میں حق پسندی اور انصاف کے تقاضے ہو رہے ہوتے رہیں اور بندہ بے راہ رو یعنی غیر مقلد ہی نہ ہو جائے۔

وَيَاْتِيْهِ مَلَكَانِ وَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَنْ رَّبُّكَ وَمَنْ نَّبِيُّكَ وَمَا دِيْنُكَ وَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا تَقُوْلُ لِهٰذَا الرَّجُلِ الَّذِىْ بُعِثَ فِيْكُمْ يُرِيْدَانِ وَيَعْنِيَانِ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُ هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ الَّذِىْ اُنْزِلَ الْقُرْآنِ عَلَيْهِ وَاٰمَنْتُ بِهٖ وَتَصَدَّقْتُهٗ فَيُنَادِىْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ۔

صَدَقَ عَبْدِىْ فَافْرِشُوْا لَهٗ فِرَاشًا مِّنَ الْجَنَّةِ وَاَلْبِسُوْا لَهٗ لِبَاسًا مِّنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوْا لَهٗ بَابًا مِّنَ الْجَنَّةِ قَالَ فَيَاْتِيْهِ رِيْحُهَا وَطِيْبُهَا وَيُوَسَّعُ لَهٗ فِىْ قَبْرِهٖ مُدَى بَصَرِهٖ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَاْتِيْهِ رَجُلٌ حَسَنُ الْوَجْهِ وَطِيْبُ الرَّائِحَةِ فَيَقُوْلُ لَهٗ اَبْشِرُكَ بِالَّذِىْ بَشَّرَكَ رَبُّكَ فَيَقُوْلُ مَنْ اَنْتَ يَرْحَمُكَ رَبُّكَ مَا رَاَيْتُ فِى الدُّنْيَا اَحْسَنَ مِنْكَ فَيَقُوْلُ اَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ وَاَنَّ الْكَافِرَ اِذَا اَحْتَضَرَهُ الْمَوْتُ تَنْزِلُ عَلَيْهِ الْمَلٰئِكَةُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَعَهُمْ لِبَاسٌ مِّنَ النَّارِ فَيَجْلِسُوْنَ بَعِيْدًا مِّنْهُ مَدَّ بَصَرِهٖ حَتّٰى يَجِىْءُ مَلَكُ

الْمَوْتِ فَيَجْلِسُ عِنْدَ رَأْسِهِ وَيُخْرِجُ رُوْحَهُ مِنْ بَدَنِهِ كَمَا يَخْرُجُ السَّفُوْدُ مِنَ الصُّوْفِ الْمَبْلُوْ وَاِذَا اُخْرِجَ يُدْرِجُوْنَهُ فِي تِلْكَ اللِّبَاسِ فَيَعْلَنُهُ كُلُّ شَيْءٍ مَّا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ يَسْمَعُهُ كُلُّ شَيْءٍ اِلَّا الثَّقَلَيْنِ فَيَصْعَدُ بِهِ اِلَى السَّمَآءِ فَيُغْلَقُ لَهُ اَبْوَابُ السَّمَآءِ فَيُنَادِيْ مُنَادٍ مِّنْ قِبَلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ رُدُّوْهُ اِلٰى مَضْجَعِهِ فَيَرُدُّوْنَهُ اِلٰى قَبْرِهِ فَيَاْتِيْهِ مُنْكَرٌ وَّنَكِيْرٌ بِاَهْوَالٍ عَظِيْمَةٍ وَّاَصْوَاتُهُمَا كَالرَّعْدِ الْقَاصِفِ وَ اَبْصَارُهُمَا كَالْبَرْقِ الْخَاطِفِ وَيَخْرِقَانِ الْاَرْضَ بِاَنْيَابِهِمَا فَيُجْلِسَانِهِ وَيَقُوْلَانِ لَهُ مَنْ رَّبُّكَ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِيْ فَيَقُوْلَانِ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ فَيُنَادِيْ مُنَادٍ مِّنْ قِبَلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اِضْرِبَانّ بِمِطْرَقَةٍ مِّنْ حَدِيْدٍ لَوِ اجْتَمَعَ الْخَلَائِقُ كُلُّهُمْ لَمْ يُقِلُّوْهَا فَيَشْتَعِلُ بِهَا قَبْرُهُ فَيَضِيْقُ قَبْرُهُ حَتّٰى يَخْتَلِفَ اَضْلَاعُهُ ثُمَّ يَاْتِيْهِ رَجُلٌ قَبِيْحُ الْوَجْهِ مُنْتِنُ الرِّيْحِ فَيَقُوْلُ جَزَاكَ اللّٰهُ عَنِّيْ شَرًّا فَوَاللّٰهِ مَا عَمِلْتَ اِلَّا شَرًّا كُنْتَ بَطِيْئًا فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ سَرِيْعًا فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَيَقُوْلُ مَنْ اَنْتَ مَا رَاَيْتُ فِي الدُّنْيَا اَسْوَءَ مِنْكَ فَيَقُوْلُ اَنَا عَمَلُكَ الْخَبِيْثُ ثُمَّ يُفْتَحُ لَهُ بَابٌ اِلَى النَّارِ فَيَنْظُرُ اِلٰى مَقْعَدِهِ مِنَ النَّارِ فَلَا يَزَالُ ذٰلِكَ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ وَيُقَالُ يُفْتَنُ الْمُؤْمِنُ فِيْ قَبْرِهِ ۔ سَبْعَةَ اَيَّامٍ وَّالْكَافِرُ اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ اَوْ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ اٰمَنَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَفِي الْخَبَرِ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ اِذَا تُوُفِّيَ رَجُلٌ وَّوُضِعَ فِيْ قَبْرِهِ يَجِيْءُ مَلَكٌ وَّيَقْعُدُ عِنْدَ رَاْسِهِ وَيُعَذِّبُهُ وَيَضْرِبُهُ ضَرْبَةً وَّاحِدَةً بِمِطْرَقَةٍ لَّمْ يَبْقَ عُضْوٌ مِّنْهُ اِلَّا انْقَطَعَ ، تَتَلَهَّبُ فِيْ قَبْرِهِ نَارٌ ثُمَّ

يَقُوْلُ قُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ فَاِذَا هُوَ صَحِيْحٌ يَقْعُدُ مُسْتَوِيًا وَّ يَصِيْحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهُ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا الْجِنَّ وَالْاِنْسَ ثُمَّ يَقُوْلُ لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا وَلِمَ تُعَذِّبُنِيْ وَاَنَا اَقَمْتُ الصَّلٰوةَ وَاٰدَيْتُ الزَّكٰوةَ وَصُمْتُ رَمَضَانَ وَفَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا فَيَقُوْلُ اِنَّكَ مَرَرْتَ يَوْمًا بِمَظْلُوْمٍ وَّهُوَ يَسْتَغِيْثُ بِكَ فَلَمْ تُغِثْهُ وَصَلَّيْتَ يَوْمًا وَّلَمْ تَتَنَزَّهْ مِنَ الْبَوْلِ فَبَانَ بِهٰذَا الْخَبَرِ اَنَّ نُصْرَةَ الْمَظْلُوْمِ وَاجِبٌ لِّمَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ رَّاٰى مَظْلُوْمًا يَسْتَغِيْثُ بِهٖ وَلَمْ يُغِثْهُ ضُرِبَ فِيْ قَبْرِهٖ مِائَةَ سَوْطٍ مِّنَ النَّارِ.

"اور پھر اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے اور تیرا دین کون سا ہے اور اسے کہتے ہیں تو اس شخصیت کے متعلق کیا کہتا تھا جو تم میں بھیجی گئی اس سے ان کا ارادہ اور مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں تو وہ کہتا ہے وہ تو اللہ کے رسول ہیں جس پر قرآن اُتارا گیا اور میں اس پر ایمان لایا اور ان کی تصدیق کی پھر آسمان سے ندا کرنے والا ندا کرتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا اس کے لیے جنتی بستر بچھا دو اور اسے جنتی لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھول دو فرمایا پس اسے جنت سے ہوا اور خوشبو آتی ہے اور اس کی قبر کو حد نظر تک کشادہ کر دیا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اس کے پاس ایک شخص خوب رو اور پاکیزہ خوشبو والا آتا ہے پس وہ اسے کہتا ہے میں تجھے اس کی خوشی سناتا ہوں جس کی خوش خبری تجھے تیرے رب نے دی تو صاحب قبر کہتا ہے تجھ پر تیرا رب رحم کرے تو کون ہے؟ میں نے دنیا میں تجھ سے زیادہ حسین کوئی نہیں دیکھا تو وہ کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں اور فرمایا بے شک کافر کو جب موت آتی ہے تو اس کے پاس آسمان سے فرشتے آتے ہیں اور ان کے پاس آگ کا لباس ہوتا ہے تو وہ اس کی حد نگاہ سے دُور بیٹھ جاتے ہیں حتیٰ کہ ملک الموت آتا

ہے۔ پس اس کے سر کی طرف بیٹھ جاتا ہے اور پھر روح اس کے بدن سے یوں نکالی جاتی ہے جیسے بھگی اون سے کانٹے اور جب وہ نکالی جاتی ہے تو ملائکہ اسے آگ کے لباس میں لپیٹ لیتے ہیں تو پس اس پر آسمان اور زمین کی سب مخلوق لعنت کرتی ہے جسے آسمان و زمین کی ہر چیز سنتی ہے سوا جن وانسان کے پھر جب فرشتے اسے لے کر آسمان کی طرف جاتے ہیں تو اس کے لیے آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے کہ اسے میت کی قبر کی طرف لوٹا دو تو فرشتے اس روح کو میت کی قبر کی طرف لوٹا دیتے ہیں پھر اس کے پاس منکر ونکیر بہت ہیبت ناک صورت اور شت رعد کی مانند کڑک دار آواز کے ساتھ اور آنکھیں ان کی اُچک لے جانے والی بجلی کی طرح ہوتی ہیں' دانتوں سے زمین چیرتے ہوئے آتے ہیں تو اسے اُٹھا کر بٹھا دیتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے! افسوس میں نہیں جانتا تو منکر ونکیر اسے کہتے ہیں تو نے کیوں نہ کچھ جانا اور پڑھا پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ندا دینے والا ندا دیتا ہے کہ اسکو آہنی گرزوں سے مارو اور وہ گرزیں اس قدر وزنی ہوتی ہیں کہ اگر سب مخلوق بھی جمع ہو جائے تو ہلا نہ سکیں تو ان کی ضربوں سے اس کی قبر شعلہ کی طرح بھڑک جاتی ہے اور اس قدر اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف آ جاتی ہیں پھر اس کے پاس ایک بدصورت بدبودار شخص آتا ہے تو اس قبر والے سے کہتا ہے میری طرف سے اللہ تجھے برا بدلہ دے تم نے جب بھی کوئی کام کیا بُرا ہی کیا تو اللہ کی اطاعت میں سستی کرتا تھا اور اللہ کی نافرمانی مین جلدی۔ وہ پوچھتا ہے تم کون ہو؟ میں نے تو دنیا میں تجھ جیسا کوئی بدصورت شخص دیکھا ہی نہیں تو وہ اسے کہتا ہے میں تیرا بد عمل ہوں پھر اس کے لیے جہنم کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ پس وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لیتا ہے تو اس کا یہی حال رہتا ہے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جاتی ہے اور کہا گیا ہے کہ مومن کے لیے قبر میں پہلے سات دن آزمائش و سختی کے ہوتے ہیں۔ اور کافر کے چالیس دن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو

مومن جمعۃ المبارک کے دن یا جمعرات کو مرا اللہ تعالیٰ اسے قبر کے عذاب سے امن میں رکھتا ہے اور حضرت ابوامامہ باہلی کی روایت میں ہے کہ جب آدمی مرتا ہے اور اس کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو ایک فرشتہ آتا ہے اور اس کے سر کی جانب بیٹھ جاتا اور اسے عذاب کرتا ہے۔ اسے ایک ضرب مارتا ہے گرز کے ساتھ جس سے اس کے تمام اعضاء جدا جدا ہو جاتے ہیں اور اس کی قبر میں آگ کا شعلہ بھڑک اُٹھتا ہے پھر وہ کہتا ہے اللہ کے حکم سے کھڑے ہو جاؤ تو جبھی اس کے اعضاء درست ہو جاتے ہیں اور وہ سیدھا بیٹھ جاتا ہے اور چیخ مارتا ہے جسے انسان و جن کے سوا آسمان و زمین کی ہر چیز سنتی ہے پھر وہ فرشتے سے کہتا ہے تو نے ایسا کیوں کیا اور تو مجھے کس لیے عذاب کرتا ہے حالانکہ میں نماز پڑھتا تھا' زکوٰۃ دیتا تھا اور رمضان کے روزے رکھتا تھا اور میں ایسے ایسے اچھے کام کرتا تھا پس فرشتہ کہتا ہے ایک دن تو مظلوم کے پاس سے گزرا اور وہ تجھ سے مدد مانگ رہا تھا مگر تو نے اس کی مدد نہ کی اور تو نے ایک دن نماز پڑھی مگر پیشاب سے نہ بچا اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ مظلوم کی مدد کرنا واجب ہے اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جس نے مظلوم کو دیکھا جو اس سے مدد مانگ رہا ہو اور اس نے اس کی مدد نہ کی اسے اس کی قبر میں آگ سے تپا ہوا کوڑا مارا جائے گا۔"

(دقائق الاخبار للغزالی)



(۹)

حضرت عمر کی سادگی اور فکرِ آخرت

امام المسلمین، امیر المومنین، خلیفہ ثانی حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ خلیفہ بننے کے بعد انتہائی سادہ غذا استعمال فرمانے لگے جس کی وجہ سے بظاہر کمزور نظر آنے لگے۔ حضرت سیدنا محمد بن قیس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ کچھ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی اُم المومنین حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور اور عرض کی:

''کمزوری کی وجہ سے امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی گردن نظر آنے لگی، آپ رضی اللہ عنہ کا جسم کافی کمزور ہو گیا ہے اور کپڑے بھی ایسے پہنتے ہیں کہ جن پر کئی کئی پیوند لگے ہوتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا ان سے عرض کریں کہ اچھا کھانا کھالیا کریں اور عمدہ و نرم لباس پہن لیا کریں اس طرح انہیں لوگوں کے معاملات پر تقویت ملے گی۔''

جب اُم المومنین حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے لوگوں کی باتیں آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''کیا میرے آقا و مولیٰ حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی زندگی میں کبھی عمدہ و نرم بستر استعمال فرمایا؟ تم تو بہتر جانتی ہو، بتاؤ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیسا بستر استعمال فرماتے تھے؟'' عرض کی:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ایک کمبل تھا جسے دوہرا کر دیا جاتا جب وہ سخت ہو جاتا تو میں اسے چار تہہ کر کے بچھا دیا کرتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر یہی چادر

تھی۔" فرمایا:

"اچھا مجھے بتاؤ! حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے قیمتی وعمدہ لباس میں کیا چیز شامل تھی؟" عرض کی:

"ایک دھاری دار چادر تھی جسے ہم نے ہی بنایا تھا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب اسے زیب تن کر کے باہر تشریف لے گئے تو کسی نے وہ چادر مانگ لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چادر اسے عنایت فرما دی۔" (عیون الحکایات)

ہے چٹائی کا بچھونا کبھی خاک ہی پہ سونا
کبھی ہاتھ کا سرہانہ مدنی مدینے والے!
تیری سادگی پہ لاکھوں تیری عاجزی پہ لاکھوں
ہوں سلامِ عاجزانہ مدنی مدینے والے!

امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"تمہارا کیا خیال ہے کہ مجھے عمدہ کھانا کھانے کی خواہش نہیں ہوتی اگر میں گھی کھانا چاہتا تو زیتون کے تیل کی جگہ گھی استعمال کرتا۔ میرے پاس زیتون کا تیل ہوتا ہے لیکن میں پھر بھی نمک استعمال کرتا ہوں الغرض مجھے ان چیزوں کی خواہش ہوتی ہے لیکن میرے دونوں رہنما (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ) ایک راستے پر چلے، میں نہیں چاہتا کہ میں ان کے راستے کی مخالفت کروں، میں ان کی مخالفت سے ڈرتا ہوں۔"

اے خطاب کے بیٹے

حضرت سیدنا سلامہ بن شیخ تیمی علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا احنف بن قیس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

"امیر المومنین حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دَورِ خلافت میں ہمارا لشکر ایک عظیم الشان کامیابی کے بعد مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً کی طرف آ رہا تھا

جب مدینہ پاک کے قریب پہنچا تو ہمارے بعض دوستوں نے مشورہ دیا:

''اگر ہم اپنے سفر کے کپڑے اُتار کر عمدہ کپڑے پہنیں اور اچھی حالت میں شان و شوکت کے ساتھ امیر المومنین رضی اللہ عنہ اور مسلمانوں کے سامنے جائیں تو اس سے لشکرِ اسلام کی شان وشوکت ظاہر ہوگی۔'' چنانچہ ہم نے اچھے لباس پہنے اور سفر کے کپڑوں کو تھیلوں میں رکھ لیا جب ہم مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً میں داخل ہوئے تو ایک شخص نے ہمارے لشکر کو دیکھ کر کہا:

''رب کعبہ کی قسم! یہ لوگ غلطی پر ہیں۔'' حضرت سیدنا احنف بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اس شخص کی بات نے مجھے نفع دیا اور میں سمجھ گیا کہ اس حالت میں امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا مناسب نہیں اس خیال کے آتے ہی میں نے ایک منزل پر اپنی سواری روکی، عمدہ لباس اُتار کر تھیلے میں ڈالا مگر بے توجہی سے چادر کا کچھ حصہ تھیلے سے باہر رہ گیا تھا جس کی مجھے خبر نہ ہوئی پھر میں سفر کا لباس پہن کر شرکائے قافلہ سے جاملا جب لشکر امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے نظریں پھیر لیں اور مجھ سے فرمایا:

''تم لوگوں نے اپنی سواریوں کو کہاں کھڑا کیا ہے؟''

میں نے بتایا: ''فلاں جگہ پر۔''

آپ رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر سواریوں کے پاس پہنچے دوسرے تمام لوگ بھی ہمراہ تھے جب آپ رضی اللہ عنہ نے سواریوں کے جانوروں کو دیکھا تو لشکر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''کیا تم ان جانوروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟ کیا تمہیں خبر نہیں کہ ان کا تم پر کتنا حق ہے؟ تم انہیں سفر میں استعمال کرنے کے بعد کھول کیوں نہیں دیتے تاکہ یہ گھاس وغیرہ چر لیں۔ کیا تمہیں ان کا احساس نہیں جو ابھی تک باندھ رکھا ہے؟''

ہم نے عرض کی:

''اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! ہم ایک بہت بڑی فتح کی خوش خبری لے کر آئے ہیں، ہمیں اس بات کی جلدی تھی کہ مسلمانوں اور امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو فوراً اطلاع دی جائے بس اسی جلدی میں ہم فوراً آپ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو گئے۔''

پھر امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا جلال کچھ کم ہوا تو ان کی نظر میرے تھیلے پر پڑی جس میں سے چادر کا کچھ حصہ باہر نکلا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''یہ تھیلا کس کا ہے؟''

میں نے عرض کی: ''میرا ہے۔'' فرمایا: ''یہ کپڑا کیسا؟''

عرض کی: ''یہ میری چادر ہے۔'' فرمایا: ''کتنے کی ہے؟''

میں نے اصل قیمت کا ایک تہائی حصہ بتایا تو پھر بھی آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''چادر تو بہت اچھی ہے اگر اس کی قیمت زیادہ نہ ہوتی۔''

پھر ہم سب آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ واپس آنے لگے تو راستے میں ایک شخص ملا اس نے پکار کر کہا: ''اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! میرے ساتھ چلیے اور فلاں شخص سے میرا حق دِلوایئے۔ بے شک اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔''

امیر المومنین رضی اللہ عنہ چونکہ لشکر کی کارکردگی لینے میں مصروف تھے اس لیے آپ رضی اللہ عنہ کو اس کی مداخلت سے بہت کوفت ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے سر پر ہلکی سی ضرب لگائی اور فرمایا: ''میں مسلمانوں کے کاموں میں مصروف ہوتا ہوں اور تم میں سے کوئی شخص آ کر کہتا ہے کہ میری بات سنیے! میری مدد کیجیے! حالانکہ میں اس وقت تمہارے ہی کاموں میں مصروف ہوتا ہوں، تم مجھے موقع بے موقع پکارتے ہو۔''

یہ سن کر وہ شخص ناراض ہو کر وہاں سے چلا گیا ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے بے قرار ہو کر فرمایا: ''اس شخص کو فوراً بلا کر میرے پاس لاؤ۔''

جب وہ آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف کوڑا اچھینکتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''آؤ اور مجھ سے بدلہ لے لو۔''

اس نے عرض کی: ''یا امیر المومنین رضی اللہ عنہ! میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے آپ کو اپنا حق معاف کیا' بدلہ نہیں لوں گا۔'' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم شاید میرے ڈر کی وجہ سے بدلہ نہیں لے رہے ہو' آؤ بلا خوف وخطر بدلہ لے لو۔''

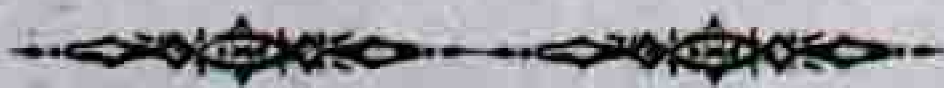
اس نے کہا: ''حضور! میں نے رضائے الٰہی عزوجل کے لیے اپنا حق معاف کیا۔''

یہ کہہ کر وہ شخص چلا گیا۔ امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ بھی اپنے گھر کی طرف تشریف لے گئے۔ ہم بھی آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دو رکعت نماز ادا کی پھر بیٹھ گئے اور اپنے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا:

''اے خطاب کے بیٹے! تو پست تھا اللہ نے تجھے بلندی عطا فرمائی تو بھٹکا ہوا تھا اللہ رب العزت نے تجھے سیدھی راہ پر چلایا تو ذلیل تھا اللہ تعالیٰ نے تجھے عزت کا تاج پہنایا اور پھر تجھے مسلمانوں پر امیر مقرر فرمایا اب اگر کوئی شخص تیرے پاس مدد لینے آتا ہے تو تو اسے مارتا ہے۔ اے خطاب کے بیٹے! کل بروزِ قیامت جب خدا کی بارگاہ میں جائے گا تو کیا جواب دے گا؟''

نماز کے بعد کافی دیر تک آپ رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو ڈانٹتے رہے یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ اس وقت تمام اہلِ زمین میں سب سے بہتر آپ رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

(ایضاً)



(۱۰)

سرکار کی بات‘ ایک فیصلہ اور ملاقات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ علیہم الرضوان کی ایک جماعت سے وقتِ رخصت یوں ارشاد فرمایا:

لَا یُصَلِّیَنَّ اَحَدُ الْعَصْرِ اِلَّا فِیْ بَنِیْ قُرَیْظَةَ ۔

''بنو قریظہ میں پہنچ کر ہی نماز پڑھنا۔''

اس حدیث میں ہے کہ صحابہ علیہم الرضوان کے ایک گروہ نے حدیث کے ظاہر پر عمل کیا اور عصر کی نماز راستہ میں نہیں پڑھی اور مؤخر کر کے بنو قریظہ میں پڑھی اور دوسرے گروہ نے اجتہاد کیا اور کہا: ''اس فرمان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا بنو قریظہ میں جلد پہنچنا تھا حتیٰ کہ عصر کے وقت وہاں پہنچ کر عصر کی نماز پڑھی جائے۔ آپ کا منشا یہ نہیں تھا کہ عصر کی نماز مؤخر کر کے پڑھی جائے اب اگر ہمیں دیر ہو گئی ہے اور بنو قریظہ کی بجائے راستہ میں عصر کا وقت آ گیا ہے تو ہم عصر کو مؤخر نہیں کریں گے بلکہ نماز پڑھ کر روانہ ہوں گے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں گروہوں میں سے کسی کو ملامت نہیں کی اس میں اشارہ یہ ہے کہ جنہوں نے حدیث کے ظاہر مفہوم پر عمل کیا انہوں نے بھی درست کیا اور جنہوں نے اجتہاد کر کے منشاء رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کیا انہوں نے بھی صحیح کیا۔''

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اس معاملے میں صحابہ علیہم الرضوان کے اختلاف کا سبب یہ تھا کہ ان کے نزدیک

دلائل متعارض ہو گئے تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تھا ''کوئی نمازِ عصر نہ پڑھے مگر بنی قریظہ میں'' دوسری طرف نماز کو اپنے وقت پر پڑھنے کا بھی حکم ہے۔ بعض صحابہ علیہم الرضوان نے اس کو جلد پہنچنے پر محمول کیا اور عصر کی نماز پڑھ لی اور بعض نے الفاظ کے ظاہری مفہوم پر عمل کیا اور راستہ میں نماز نہیں پڑھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی کو ملامت نہیں کی کیونکہ دونوں نے اجتہاد کیا تھا۔''

(عمدۃ القاری شرح بخاری: ۲۶۵/۶)

☆...... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن کا قاضی بنا کر بھیجا اور پوچھا: ''تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟''

انہوں نے کہا: ''میں کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔''

آپ نے فرمایا: ''اگر کتاب اللہ میں تصریح نہ ہو؟''

انہوں نے کہا: ''پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے فیصلہ کروں گا۔'' آپ نے فرمایا: ''اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں بھی تصریح نہ ہو؟'' انہوں نے کہا: ''پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد اور قیاس کروں گا اور کوتاہی نہ کروں گا۔'' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا (تھپکی دی) اور فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لِمَا یُرْضِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

''اللہ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے کو اس بات کی توفیق دی جس سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہوئے۔''

(ابوداؤد: ۳۵۹۲، ترمذی: ۱۳۲۷، دارمی: ۱۶۸، احمد: ۲۱۵۵۶/۶-۲۱۵۰۲، مشکوٰۃ: ۳۷۳۷، علامہ خطابی نے کہا اس حدیث میں قیاس کا ثبوت ہے۔)

(۱۱)

ہمارے آقا علیہ السلام کا بچپن اور گلہ بانی

بچپن کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بھی تھی کہ آپ دوسرے بچوں کی طرح حریص اور طماع نہ تھے۔ آپ بچپن ہی سے قناعت پسند تھے' گھر کے دوسرے بچے جب صبح کو بیدار ہوتے تو شکم سیری کی وجہ سے پریشان اور آلودہ چشم نظر آتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کم خوری کے باوجود نہایت مسرور' بے دار مغز اور سرگیں چشم دکھائی دیتے تھے۔

دنیائے اخلاق میں شرم وحیا بہت قیمتی چیز ہے اور یہ اس خصلت کا نام ہے جو شرافت وانسانیت کی نظر میں معیوب چیزوں کو روکے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن ہی سے شرم وحیا کے پیکر تھے۔ روایات میں ہے کہ تعمیر کعبہ کے موقع پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پتھر اُٹھا رہے تھے تو آپ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہما جو آپ سے صرف دو سال بڑے تھے' انہوں نے دیکھا کہ پتھروں سے ان کے معصوم بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مونڈھے چھلے جا رہے ہیں اس زمانے کے عربوں میں آج کل کے یورپ کی طرح برہنگی کوئی معیوب شے نہیں تھی۔ وہ تو خانہ کعبہ کا طواف بھی مادر زاد برہنہ ہو کر کرتے تھے اس وجہ سے سیدنا عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے بھتیجے پر ترس کھاتے ہوئے ارادہ کیا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی کھول کر ان کے مونڈھے پر رکھ دیں تاکہ پتھروں کے اُٹھانے سے ان کے مونڈھے نہ چھلیں لیکن اس کنواری عورتوں سے زیادہ باحیا اور شرمیلی فطرت والے بھتیجے کے لیے اتنی سی برہنگی بھی ناقابلِ برداشت تھی۔ سیرت ابنِ ہشام میں

ہے کہ ابھی لنگی کھلنے نہ پائی تھی کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت غیر ہونے لگی اور ایک ایسی اضطرابی کیفیت پیدا ہوگئی کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ گھبرا گئے اور فوری طور پر لنگی جوں کی توں باندھ دی۔

ایک اور موقع پر بچے کھیل رہے تھے' سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''میں بھی وہاں موجود تھا اسی کھیل میں بچے پتھر اُٹھا اُٹھا کر ایک جگہ سے جانے لگے' پتھر اُٹھانے کے لیے انہوں نے اپنی لنگیاں کھول لیں اور برہنہ ہوگئے۔ ان کی دیکھا دیکھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی لنگی کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھایا کہ کسی غیبی شخص نے زور سے کر کہا ''لنگی باندھو'' حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے فوراً لنگی باندھ لی اور پتھر اپنی گردن پر اُٹھانے لگا۔''

(سیرت ابن ہشام' ج:۱' ص:۱۸۳'' البدایہ والنہایہ' ج:۲' ص:۲۵۰' سیرت خاتم النبیین)

☆...... اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ مرالظہران میں تھے' فاقہ کش صحابہ ایک جنگل میں پہنچ کر پیلو کا پھل توڑ کر کھانے لگے۔ ارشاد فرمایا:

''سیاہ پھل زیادہ لذیذ اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔''

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے تعجب سے عرض کیا: ''آپ کو کیسے معلوم ہے؟''

ارشاد فرمایا: ''یہ میرا اس زمانے کا تجربہ ہے جب میں بکریاں چرایا کرتا تھا۔''

عرض کی گئی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ بھی بکریاں چرایا کرتے تھے۔''

ارشاد فرمایا: ''ہاں کوئی ایسا نبی نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔''

بچپن میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنوسعد میں اماں حلیمہ سعدیہ کے ہاں مقیم تھے تو اس وقت اپنے رضاعی بہن بھائیوں کے ساتھ آپ نے بکریاں چرائیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذرا بڑے ہوئے تو آپ نے مکہ مکرمہ میں بکریاں چرائیں۔ چنانچہ بخاری شریف اور ابنِ ماجہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔''

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پوچھا: ''کیا آپ نے بھی؟''

ارشاد فرمایا: ''ہاں! میں بھی اہلِ مکہ کی بکریاں چند قراریط پر چرایا کرتا تھا۔''

(بخاری شریف' ۲۲۶۲' سیرت خاتم النبیین)

بعض سیرت نگاروں نے قیراریط کا جو مفہوم لکھا ہے وہ یہ ہے کہ قراریط بکریوں کے دودھ کا وہ حصہ ہے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اجرت کے طور پر لیا کرتے تھے جسے ابوطالب کے اہل وعیال کے ساتھ بطورِ غذا استعمال فرمایا کرتے۔

فتح الباری میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا:

''میں بھی اپنے گھر والوں کی بکریاں اجیاد کے مقام پر چرایا کرتا تھا۔''

انبیائے کرام علیہم السلام کا بکریاں چرانا دنیا کی گلہ بانی کا مقدمہ اور تمہید ہوتی ہے۔ بکریاں چرانے میں گلہ بان کو ہر طرف نگاہ رکھنی پڑتی ہے کیونکہ کچھ بکریاں اس طرف دوڑتی ہیں اور کچھ دوسری طرف ان کو نظم وضبط میں لانا بہت مشکل اور دشوار ہوتا ہے پھر ان کو بھیڑیوں اور درندوں سے بچانا بھی گلہ بان کے فرائض میں ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو چونکہ اُمت کا گلہ بان بننا ہوتا ہے اور اُمت کی اصلاح وفلاح کی فکر میں شب وروز سرگرداں رہنا ہوتا ہے۔ اُمت کے افراد بھیڑ بکریوں کی طرح اُدھر اُدھر بھاگتے پھرتے ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کو اِدھر اُدھر بھاگنے سے روکتے ہیں۔ ان کو شریعت کے نظم وضبط میں رکھتے ہیں' ان کو شیطان اور نفس کے بھیڑیوں اور درندوں سے بچاتے ہیں اس لیے بچپن میں ان سے بکریاں چرواکر ایک ٹریننگ دی جاتی ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن اور جوانی میں بھی بکریاں چرائیں۔ آپ نے کتنا عرصہ بکریاں چرائیں' کسی روایت میں اس کی تفصیل نہیں ملتی۔

(آفتابِ نبوت کی سنہری شعاعیں)

(۱۲)

محبوبِ خدا اور دیگر انبیاء علیہم السلام

انبیاء کرام علیہم السلام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ملاحظہ ہو:

لَمَّا اقْتَرَفَ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْخَطِيْئَةَ قَالَ: يَا رَبِّ أَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا غَفَرْتَ لِيْ (اَنْ تَغْفِرَ لِيْ) فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: يَا آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ وَلَمْ اَخْلُقْهُ قَالَ يَا رَبِّ لَمَّا خَلَقْتَنِيْ بِيَدِكَ وَنَفَخْتَ فِيَّ مِنْ رُّوْحِكَ رَفَعْتُ رَأْسِيْ فَرَأَيْتُ عَلٰى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوْبًا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ فَعَلِمْتُ اَنَّكَ لَمْ تَضِفْ اِلٰى اِسْمِكَ اِلَّا اَحَبَّ الْخَلْقِ اِلَيْكَ فَقَالَ اللّٰهُ: صَدَقْتَ يَا آدَمُ اِنَّهُ لَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَيَّ اُدْعُنِيْ بِحَقِّهٖ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَّا خَلَقْتُكَ ۔

(المعجم الصغیر للطبرانی، ج:۲، ص:۸۳، المستدرک، ج:۲، ص:۶۱۵، البدایہ والنہایہ لابن کثیر، ج:۱، ص:۸۱، ج۲، ص:۳۲۲، ابن عساکر، ج:۲، ص:۳۲۳، الشفاء، ج:۱، ص:۱۰۴)

"جب حضرت آدم علیہ السلام نے لغزش کا ارتکاب کیا تو انہوں نے عرض کیا اے میرے پروردگار! مجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے آدم علیہ السلام! تو نے انہیں کیسے پہچانا؟ جب کہ میں نے انہیں ابھی پیدا بھی نہیں کیا؟ انہوں نے عرض کیا، یا اللہ! جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے بنایا اور مجھ

میں اپنی روح میں سے پھونکا میں نے اپنا سر اُٹھایا تو میں نے عرش کے پایوں پر لکھا ہوا دیکھا لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ مُـحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پس میں جان گیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ کسی کا نام نہیں ملایا مگر وہ جو تجھے اپنی مخلوق میں سے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا' اے آدم علیہ السلام تو نے سچ کہا' بے شک وہ مجھے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہیں' ان کے واسطے سے مجھ سے دعا کیا کرو میں نے تمہاری لغزش معاف کر دی اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو اے آدم علیہ السلام! میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔"

☆......حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِتَّـخَـذَ اللّٰہُ اِبْـرَاھِیْمَ خَلِیْلًا وَّمُوْسٰی نَجِیًّا وَّاتَّخَذَنِیْ حَبِیْبًا ثُمَّ قَالَ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَاُوْثِرَنَّ حَبِیْبِیْ عَلٰی خَلِیْلِیْ وَنَجِیِّیْ ۔

(شعب الایمان للبیہقی' ج:۲' ص:۱۸۵ حدیث:۱۴۹۴' فردوس الاخبار للدیلمی' ج:۱' ص:۵۱۲' الجامع الصغیر للسیوطی' ج:۱' ص:۳۴' روح المعانی' سورۃ النساء' آیت:۱۲۵)

"حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجی اور مجھے اپنا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بنایا اور پھر فرمایا کہ مجھے میری عزت اور جلال کی قسم! اپنے خلیل اور اپنے نجی پر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو میں ضرور ترجیح دوں گا۔"

☆......اِنَّ اِبْـرَاھِیْمَ الْخَلِیْلَ قَالَ رَبِّ قَدْ اَعْطَیْتَ النُّبُوَّۃَ وَالْمُلْکَ لِشَعْبِ اِسْحٰقَ فَمَا اَنْتَ صَانِعٌ لِاِسْمَاعِیْلَ؟ قَالَ اَخْلُقُ مِنْ ظِلِّ اِسْـمَـاعِیْلَ عَدَدَ کَوَاکِبِ السَّمٰوٰتِ وَرَمَلِ الْفَوَاتِ وَاَبْعَثُ مِنْ وُلْـدِ اِسْـمَـاعِیْـلَ نَبِیًّا اَرْفَعُ ذِکْرَہٗ ۔ فَلَمْ یَدْرِ مَا رَفَعَ ذِکْرَہٗ حَتّٰی بَعَثَ اللّٰہُ مُـحَـمَّـدًا وَجَآءَ بِالْاَذَانِ فَقَرَنَ اِسْمَہٗ بِاِسْمِہٖ ۔ وَعَزَّ ذِکْرَہٗ ۔ (اَلَمْ نَشْرَحْ...... لَکَ ذِکْرَکَ) (شرف المصطفیٰ' ج:۱' ص:۱۷۶)

''حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے عرض کیا: یا اللہ! تو نے نبوت اور بادشاہت اسحٰق علیہ السلام کی قوم (اولاد) کو عطا فرمادی پس تو اسماعیل علیہ السلام کے لیے کیا عطا فرمائے گا؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں اسماعیل علیہ السلام کی پشت سے آسمانوں کے ستاروں اور ریت کے ذرات کے برابر اولاد پیدا کروں گا اور اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک نبی بھیجوں گا جس کا ذکر میں خود بلند کروں گا۔ پس یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کس کا ذکر بلند ہوا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو اذان میں اللہ کے نام کے ساتھ ان کا نام ملا ہوا تھا۔ پس اللہ نے ان کے نام کو عزت عطا فرمائی۔'' (الم نشرح لك صدرك...... ورفعنا لك ذكرك)

☆ مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَاةِ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَالَ لِاِبْرَاهِيْمَ اَجَبْتُ دُعَاءَكَ فِيْ اِسْمَاعِيْلَ وَبَارَكْتُ عَلَيْهِ وَكَثَّرْتُهُ وَعَظَّمْتُهُ جِدًّا جِدًّا وَّجَعَلْتُهُ لِاُمَّةٍ عَظِيْمَةٍ۔

(شرف المصطفیٰ ج:۱ص:۱۷۴ الوفاء (ابن جوزی) ص:۵۶ مدارج النبوۃ ج:۱ص:۱۰۳ (فارسی))

''تورات میں لکھا ہوا ہے کہ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا: میں نے آپ کی دعا (حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی) حضرت اسماعیل علیہ السلام کے حق میں قبول کر لی ہے میں ان پر برکت کروں گا ان کو (اولاد کی) کثرت اور عظمت بہت زیادہ عطا کروں گا اور ان کو ایک بہت بڑی اُمت سے نوازوں گا۔''

☆...... اَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى يَعْقُوْبَ اَنِّيْ اَبْعَثُ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ مُلُوْكًا وَّاَنْبِيَاءَ حَتّٰى اَبْعَثَ النَّبِيَّ الْحَرَمِيَّ الَّذِيْ تَبْنِيْ اُمَّتُهٗ هَيْكَلَ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ وَهُوَ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَاسْمُهٗ اَحْمَدُ

(الطبقات الکبریٰ (محمد بن سعد) ج:۱ص:۱۶۳ ذکر علامات النبوۃ فی رسول اللہ خصائص کبریٰ (سیوطی) ج:۱ص:۱۷ حجۃ اللہ علی العالمین (نبھانی) ج:۱ص:۱۸۸)

''اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ بے شک میں آپ کی اولاد میں سے بادشاہ اور انبیاء بھیجوں گا یہاں تک کہ میں حرم شریف والا نبی بھیجوں گا جس کی اُمت بیت المقدس کا مینار تعمیر کرے گی اور وہ نبی خاتم الانبیاء ہوگا اور ان کا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا۔''

☆...... هَبَطَ عَلَيَّ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! اِنَّ اللّٰهَ يَقْرَءُ عَلَيْكَ السَّلَامُ وَيَقُوْلُ لَكَ: حَبِيْبِيْ اِنِّيْ كَسَوْتُ حُسْنَ وَجْهِ يُوْسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ نُّوْرِ الْكُرْسِيِّ وَحُسْنَ وَجْهِكَ مِنْ نُّوْرِ عَرْشِيْ. وَمَا خَلَقْتُ خَلْقًا اَحْسَنَ مِنْكَ يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(ابن عساکر ج:۵۳ ص:۳۲۶ تاریخ بغداد ج:۵ ص:۳۳۹ الخصائص الکبریٰ ج:۱ ص:۱۰۹ (دار الکتب العلمیہ بیروت) مختصر ابن منظور ج:۲ ص:۱۷ تنزیہ الشریعۃ ج:۱ ص:۳۲۵ لسان المیزان ج:۵ ص:۲۲۸ الفوائد المجموعہ ص:۳۲۳)

''حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے چہرے کے حسن کو کرسی کے نور کا لباس پہنایا اور آپ کے چہرے کے حسن کو اپنے عرش کے نور سے لباس پہنایا اور میں نے آپ سے زیادہ کوئی حسین پیدا ہی نہیں کیا۔''

تمہارے حُسن کا کونین میں جواب نہیں
غروب ہو جو کہیں یہ وہ آفتاب نہیں

(۱۳)

دجال اور دیگر علاماتِ قیامت

حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف تشریف لائے اور ہم لوگ آپس میں کچھ تذکرہ کر رہے تھے تو ارشاد فرمایا: ''تم لوگ کس چیز کا تذکرہ کر رہے تھے؟'' ہم لوگوں نے کہا: ''ہم قیامت کا تذکرہ کر رہے تھے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت ہرگز ہرگز قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ تم لوگ دس نشانیاں دیکھ لو گے۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نشانیوں کا ذکر فرمایا:

''(۱) دھواں (۲) دجال (۳) دابہ (۴) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (۵) حضرت عیسٰی علیہ السلام کا نزول (۶) یاجوج ماجوج کا نکلنا (۷) مشرق میں زمین کا دھنسنا (۸) مغرب میں زمین کا دھنسنا (۹) جزیرۃ العرب میں زمین کا دھنسنا (۱۰) اور آخر میں ایک آگ جو یمن سے نکلے گی لوگوں کو محشر کی طرف ہانک دے گی۔'' (مسلم، ص: ۳۹۳، کتاب الفتن)

اس حدیث میں جو دس نشانیاں مذکور ہیں ان کی مختصر تفصیل یہ ہے:

☆...... قربِ قیامت میں ایک ایسا دھواں اٹھے گا جس سے زمین و آسمان میں ہر طرف اندھیرا ہو جائے گا۔

☆...... دجال یہ خبیث خدائی کا دعویٰ کرے گا اس کی پیشانی پر ک۔ف۔ر یعنی کافر لکھا ہوگا جس کو ہر مسلمان پڑھ لے گا اور کافر کو نظر نہ آئے گا۔ یہ چالیس دن میں مکہ

معظمہ اور مدینہ منورہ کے سوا تمام روئے زمین کا گشت کرے گا کیونکہ وہ اتنی تیزی کے ساتھ سفر کرے گا جیسے ہوا میں اُڑتا ہوا بادل' اس کا فتنہ بہت ہی بڑا اور نہایت ہی شدید ہوگا۔ ایک باغ اور ایک آگ اس کے ہمراہ ہوگی جن کا نام وہ جنت اور دوزخ رکھے گا مگر جو دیکھنے میں آگ ہوگی وہ حقیقۃً آرام کی جگہ ہوگی اور جو دیکھنے میں باغ ہوگا وہ حقیقت میں آگ ہوگی۔ وہ مردوں کو زندہ کرے گا' آسمان سے پانی برسائے گا' زمین سے سبزہ اُگائے گا اور طرح طرح سے لوگوں کو گمراہ کرتا پھرے گا جب وہ ساری دنیا میں پھر پھرا کر ملکِ شام کی زمین میں پہنچے گا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی منارہ پر آسمان سے اُتریں گے وہ آپ کی خوشبو سے پانی میں نمک کی طرح پگھلنے لگے گا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی پیٹھ میں نیزہ مار کر اس کو قتل فرمائیں گے۔

☆......دابۃ الارض ایک جانور ہوگا جس کے ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی' عصا سے ہر مومن کی پیشانی پر ایک نورانی نشان بنا دے گا اور انگوٹھی سے ہر کافر کی پیشانی پر ایک سخت سیاہ دھبہ لگا دے گا اس وقت تمام مسلمان کافر علانیہ ظاہر ہوں گے یہ علامت کبھی بھی نہیں بدلے گی جو کافر ہے وہ ہرگز کبھی مسلمان نہ ہوگا اور جو مسلمان ہے وہ ہمیشہ ایمان پر قائم رہے گا اس جانور کو دابۃ الارض کہا جاتا ہے۔

☆......سورج کا مغرب سے طلوع کرنا: قیامت کی اس نشانی کا ظہور ہوتے ہی توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اس کے بعد کسی گناہ گار مسلمان کی توبہ قبول ہوگی نہ کسی کافر کا ایمان لانا معتبر ہوگا۔

☆......دجال کے قتل ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دے گا کہ وہ تمام مسلمانوں کو اپنے ساتھ لے کر کوہِ طور پر چلے جائیں کیونکہ اب ایک ایسا گروہ نکلے گا جن سے لڑنے کی کسی کو طاقت نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مسلمان

کے کوہِ طور پر چلے جانے کے بعد یاجوج ماجوج ظاہر ہوں گے یہ لوگ اس قدر کثیر تعداد میں ہوں گے کہ ان کا پہلا گروہ ''بحیرۂ طبریہ'' پر (جس کی لمبائی دس میل ہوگی) جب گزرے گا تو یہ اس کا سارا پانی پی کر اس تالاب کو اس طرح خشک کر ڈالیں گے کہ جب ان لوگوں کا دوسرا گروہ آئے گا تو کہے گا کہ کبھی یہاں پانی تھا پھر یہ تمام دنیا میں قتل و غارت اور فساد برپا کریں گے اور ان لوگوں کی سرکشی اس قدر بڑھ جائے گی کہ یہ لوگ زمین والوں کو قتل کر کے کہیں گے کہ زمین والوں کو تو ہم قتل کر چکے آؤ اب آسمان والوں کو قتل کریں، یہ کہہ کر یہ لوگ آسمان کی طرف تیر چلانے لگیں گے۔ یہ لوگ اپنی انہی شیطانی حرکتوں میں مشغول ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دعا مانگیں گے تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی گردنوں میں ایک قسم کے کیڑے پیدا فرمادے گا جس سے وہ سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے۔ ان لوگوں کے مر جانے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کو ساتھ لے کر پہاڑ سے اُتریں گے تو یہ دیکھیں گے کہ تمام زمین ان کی لاشوں اور بدبو سے بھری پڑی ہے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ ایک قسم کی چڑیوں کو بھیجے گا کہ وہ ان لاشوں کو جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا پھینک دیں گے اور ان لوگوں کے تیر و کمان اور دوسرے ہتھیاروں کو مسلمان سات برس تک چلاتے رہیں گے پھر اس کے بعد زوردار بارش ہوگی اور زمین اپنی برکتیں اُگل دے گی اور آسمان اپنی برکتیں اُنڈیل دے گا یہاں تک کہ ایک انار کو ایک جماعت کھا کر آسودہ ہو جائے گی اور دودھ میں اس قدر برکت ہوگی کہ اونٹنی کا دودھ ایک جماعت کو کافی ہوگا۔ ایک گائے کا دودھ پورے قبیلہ کو اور ایک بکری کا دودھ خاندان بھر کو سیراب کر دے گا۔

دجال کے بارے دیگر معلومات

ہم سب کے پیارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعاؤں میں دجال کے فتنہ سے بہت پناہ مانگی ہے اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی اور فتنہ نہیں لہٰذا آپ بھی اس کی عجیب و غریب تفصیل پڑھیے اور اس عظیم فتنہ سے اللہ کی پناہ

مانگیے اس ضمن میں جو احادیث وارد ہیں ان میں سے ایک صحیح اور جامع ترین حدیث کا ترجمہ قارئین کے لیے پیش کیا جاتا ہے...... ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے لوگو! جب سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو پیدا کیا ہے کوئی فتنہ دجال کے فتنہ سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اللہ جل جلالہ نے جس نبی کو بھی بھیجا اس نے اپنی اُمت کو دجال سے ڈرایا۔ میں آخری نبی ہوں اور تم آخری اُمت ہو وہ لامحالہ تمہاری طرف خروج کرے گا اگر اس کے خروج کے وقت میں تمہارے درمیان موجود ہوا تو میں ہر مسلمان کی طرف سے اس کے سامنے حجت پیش کروں گا اور اگر اس کا خروج میرے بعد ہوا تو ہر آدمی خود اپنی حجت پیش کرے گا اور میں ہر مسلمان کے لیے اللہ مددگار کیے جا رہا ہوں''۔

دجال شام اور عراق کے درمیان ایک شگاف میں سے نکلے گا اور دائیں بائیں فساد بپا کرے گا۔ اے اللہ کے بندو! اے لوگو! ثابت قدم رہنا میں تمہارے لیے اس کی ایسی علامات بیان کروں گا جو مجھ سے پہلے کسی نبی نے بیان نہیں کی ہوں گی......

☆...... وہ کہے گا میں تمہارا رب ہوں۔ دیکھو! تم اپنے رب کو مرنے کے بعد ہی دیکھ سکو گے۔ وہ کانا ہے مگر تمہارا رب یک چشم نہیں ہے۔ دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان لفظ کافر لکھا ہوگا اس کو ہر پڑھا لکھا اور اَن پڑھ مومن پڑھ سکے گا۔

☆...... دجال کا ایک فتنہ یہ ہے کہ اس کے پاس جنت بھی ہوگی اور دوزخ بھی اس کی جنت اصل میں دوزخ ہے اور اس کی دوزخ اصل میں جنت ہے جو اس کی آگ کی آزمائش میں پڑے گا وہ اللہ کی پناہ مانگے اور سورۂ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے اللہ تعالیٰ اس بندے کے لیے وہ آگ اس طرح ٹھنڈی اور سلامتی والی بنا دے گا جس طرح

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے آگ کو سلامتی اور ٹھنڈک والا بنادیا تھا۔

☆......اس کا ایک فتنہ یہ ہے کہ وہ بدو (عرب دیہاتی) سے کہے گا:

''کہ اگر میں تمہارے ماں باپ کو زندہ کردوں تو کیا تم میرے رب ہونے کی گواہی دو گے؟'' وہ کہے گا: ''ہاں!''

پھر وہ شیطان کو اس کے ماں باپ کی صورت میں اس کے سامنے کھڑا کردے گا۔ وہ کہیں گے: ''اے میرے بیٹے! اس کی پیروی کرو' یہ تمہارا رب ہے۔''

☆......ایک فتنہ اس کا یہ ہوگا کہ وہ کسی انسان پر قابو پا کر اس کو قتل کردے گا پھر اسے آرے سے دو حصوں میں چیر ڈالے گا پھر وہ لوگوں سے کہے گا:

''میرے اس بندے کی طرف دیکھو میں اسے دوبارہ زندہ کردوں گا۔''

مگر وہ پھر بھی کہے گا: ''میرے سوا اس کا رب کون ہے؟'' چنانچہ اللہ اسے دوبارہ زندہ کردے گا اور وہ خبیث کہے گا' تمہارا ربّ کون ہے؟

وہ کہے گا: ''میرا رب تو اللہ ہے اور تو اللہ کا دشمن ہے۔ تو دجال ہے۔ اللہ کی قسم! تمہارے متعلق مجھے تیرے جھوٹے ہونے کی آج کے دن سے بڑھ کر کبھی بھی بصیرت حاصل نہیں تھی۔''

☆......اس کے فتنوں میں سے ایک فتنہ یہ بھی ہے کہ وہ آسمان کو بارش برسانے کا حکم دے گا تو وہ بارش برسائے گا......اور زمین کو اُگانے کا حکم دے گا تو بارش بھی برسے گی اور زمین نباتات بھی اُگائے گی یہاں تک کہ اس قبیلہ کے مویشی اسی دن سے بہت زیادہ موٹے تازے ہونے لگیں گے' ان کے پہلو تن جائیں گے اور ان کے تھن دودھ سے بھر جائیں گے۔

وہ زمین کی ہر چیز کو روند کر اس پر غالب آئے گا سوائے مکہ اور مدینہ کے' وہ ان کے جس راستے سے آئے گا وہاں اسے فرشتے تلوار سونتے ملیں گے حتیٰ کہ وہ بنجر زمین کے موڑ پر ایک قسم کی سرخ زمین پر پڑاؤ ڈالے گا۔ مدینہ اپنے باسیوں سمیت تین مرتبہ

لرزے گا اس میں رہنے والا ہر منافق مرد اور عورت نکل کر اس کی طرف چلے آئیں گے۔ وہ خبیث مدینہ سے اس طرح دُور ہٹ جائے گا' جیسے دھونکنی لوہے کے میل کچیل کو دُور کر دیتی ہے اس دن کو نجات کا دن کہا جائے گا۔ پوچھا گیا: ''ان دنوں عرب کہاں ہوں گے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ ان دنوں تھوڑے ہوں گے۔ ایک مرد صالح ان کا امام ہوگا جس دوران ان کا امام آگے بڑھ کر ان کو صبح کی نماز پڑھا رہا ہوگا اسی صبح حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا نزول ہوگا اور وہ امام اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹ جائے گا تاکہ عیسیٰ علیہ السلام آگے ہوں اور نماز پڑھائیں۔ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اس کے دونوں کندھوں پر ہاتھ رکھ کر کہیں گے: ''آگے پڑھاؤ اور نماز کراؤ کیونکہ اقامت تو آپ کے لیے کہی گئی ہے اس لیے نماز بھی آپ ہی پڑھائیں گے۔''

جب وہ امام نماز پڑھا کر ایک طرف ہو جائے گا تو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کہیں گے: ''دروازہ کھول دو!''

(مدینے کا وہ) دروازہ کھولا جائے گا۔ دروازے کے پیچھے ستر ہزار یہودیوں سمیت دجال موجود ہوگا۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس تیز تلوار ہوگی۔

جب دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو وہ یوں پگھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے اور وہ بھاگ جائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے لُدِ شرقی کے دروازے پر جالیں گے اور اسے قتل کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ یہودیوں کو شکست دے گا' اللہ کی مخلوق میں سے یہودی جس چیز کی پناہ لے گا' وہ بول اُٹھے گی خواہ وہ پتھر ہو' درخت ہو' دیوار ہو یا کوئی جانور' سوائے غرقد کے درخت کے وہ تو یہودیوں کا درخت ہے اس لیے نہیں بولے گا۔ باقی ہر چیز کہے گی: ''اے اللہ کے مسلمان بندے! یہ رہا یہودی' آؤ اور اسے قتل کر دو۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت میری اُمت کے درمیان ایک انصاف پسند جج

اور ایک عادل امام کی ہوگی۔ وہ صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر ڈالیں گے، جزیہ ساقط کر دیں گے، زکوٰۃ معاف کر دیں گے، وہ کینہ اور بغض کو ختم کر دیں گے، وہ ہر گرم چیز کی گرمی کو نکال پھینکیں گے یہاں تک:

☆...... بچہ سانپ کے بل میں اپنا ہاتھ ڈالے گا تو وہ اسے نقصان نہ پہنچائے گا۔

☆...... ایک بچی شیر کو تکلیف پہنچائے گی مگر وہ اسے ضرر نہ پہنچا سکے گا۔

☆...... بھیڑیا بھیڑوں کی، کتے کی مانند رکھوالی کرے گا۔

☆...... وتملا الارض من السلم کما یملا الاناء من الماء۔

دنیا امن اور چین سے اس طرح بھر جائے گی جیسے برتن پانی سے بھر جاتا ہے۔ اتفاق کا دَور دورہ ہوگا۔ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں ہوگی۔ جنگ اپنے ہتھیار ڈال دے گی۔ قریش اپنی حکومت چھین لیں گے اور

☆...... زمین چاندی کے فرش کی طرح ہو کر وہ نباتات اُگائے گی جو حضرت آدم علیہ السلام کے وقت اُگاتی تھی۔

☆...... یہاں تک کہ لوگ انگور کے ایک گچھے کو مل کر کھائیں گے اور وہ انہیں سیر کر دے گا۔

☆...... لوگ ایک انار مل کر کھائیں گے تو وہ ان کا پیٹ بھر دے گا۔

☆...... بیل بہت تھوڑے پیسوں میں مل جائے گا۔

☆...... گھوڑے کی قیمت صرف چند درہم ہوگی۔

دجال کے خروج سے پہلے کے تین سال سخت ہوں گے جن میں لوگ سخت بھوک میں مبتلا ہوں گے۔ پہلے سال اللہ آسمان کو حکم دے گا کہ ایک تہائی بارش روک لے اور زمین کو حکم ملے گا کہ ایک تہائی نباتات روک لے پھر دوسرے سال آسمان کو حکم ہوگا کہ وہ دو تہائی بارش روک لے اور زمین کو حکم ملے گا کہ وہ دو تہائی نباتات روک لے پھر تیسرے سال آسمان کو حکم ہوگا کہ ساری بارش روک لے چنانچہ ایک قطرہ بھی نہیں برسے گا اور

زمین کو حکم ہوگا کہ تمام نباتات روک لے۔ چنانچہ کچھ بھی سبزہ نہ اُگے گا اور کُھر والا کوئی بھی جانور باقی نہ بچے گا سوائے اس کے جسے اللہ بچانا چاہے۔ پوچھا گیا:

''ان دنوں لوگ زندہ کیسے رہیں گے؟''

تو فرمایا: ''تہلیل (لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ) سے تکبیر (اَللّٰہُ اَکْبَرُ) اور تحمید (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ) سے۔ یہ کلمات ان کو غذا کا کام دیں گے۔'' (ابن ماجہ کتاب الفتن)

دجال کا جاسوس شیطانی جانور:

ایک روز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھا چکے تو ہنستے ہنستے منبر پر تشریف لائے پھر آپ نے فرمایا: ''جانتے ہو میں نے تمہیں کیوں جمع کیا ہے؟''

لوگوں نے کہا: ''اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔''

آپ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ کی قسم! میں نے تمہیں نہ تو کسی چیز کا شوق دِلانے کے لیے جمع کیا ہے اور نہ کسی چیز سے ڈرانے دھمکانے کی خاطر جمع کیا ہے بلکہ میں نے تمہیں یہ بتانے کے لیے جمع کیا ہے کہ میرے صحابی تمیم داری رضی اللہ عنہ پہلے عیسائی تھے، وہ آئے اور میرے ہاتھ پر بیعت کی اور اسلام میں داخل ہو گئے اور آج سفر سے واپسی پر انہوں نے مجھے ایسا قصہ سنایا جو اس قصے سے مشابہ ہے جو میں تمہیں مسیح دجال کے بارے میں سنایا کرتا ہوں:

وہ لخم اور جذام قبیلہ کے تیس آدمیوں کے ہمراہ سفر پر روانہ ہوئے...... سمندری کشتی پر سوار ہوئے، دورانِ سفر موجیں مہینہ بھر ان کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتی رہیں یہاں تک کہ وہ ایک سمندری جزیرے پر لنگر انداز ہو گئے اس وقت سورج ڈوب چکا تھا۔ وہ ایک چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر جزیرے میں داخل ہوئے جونہی وہ جزیرے میں داخل ہوئے ان کو ایک جانور ملا جس کے جسم پر بہت بال تھے بالوں کی کثرت کی وجہ سے انہیں اس کے آگے پیچھے کا کوئی پتہ نہیں چل رہا تھا۔ انہوں نے کہا: ''تیرا ناس ہو تو کیا چیز ہے؟''

اس نے کہا: ''میں جساسہ (جاسوس) ہوں۔''

انہوں نے پوچھا: ''یہ جساسہ کیا چیز ہے؟''

اس نے کہا: ''اے لوگو! دَیر میں موجود اس آدمی کی طرف جاؤ' وہ تمہاری خبریں سننے کا بڑے شوق سے انتظار کر رہا ہے......

ہم جلدی سے چلے اور اس دَیر (گرجے) میں جا داخل ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ بھاری بھرکم شکل وصورت کا ایک آدمی ہے۔ جس کے لمبے لمبے ہاتھ' گھٹنوں سے لے کر ٹخنوں کے درمیان تک اور اس کی گردن...... لوہے کی زنجیروں سے مضبوطی سے بندھی ہوئی ہے۔

ہم نے پوچھا: ''تیرا ناس ہو تو کیا چیز ہے؟''

اس نے کہا: ''میرا پتہ تو تمہیں چل ہی گیا ہے' یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟''

ہم نے کہا: ''ہم عربی ہیں۔ ایک سمندری کشتی میں سوار ہوئے' سمندر موجزن تھا' مہینہ بھر اس کی موجیں ہمارے ساتھ اٹکھیلیاں کرتی رہیں یہاں تک کہ ہم تیرے اس جزیرے کے کنارے لگ گئے اور جب ہم اس جزیرے میں داخل ہوئے تو ہمیں ایک ایسا جانور ملا جس کے بدن پر بہت سے بال تھے' بالوں کی کثرت کی وجہ سے اس کے آگے پیچھے کا پتہ نہ چلتا تھا، ہم نے اس سے پوچھا: ''تو کیا چیز ہے؟''

تو اس نے اپنے اور تیرے بارے میں کچھ بتایا اور یوں ہم تیرے پاس یہاں آپہنچے اور ہمیں خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں تو شیطان ہی نہ ہو۔

پھر اس نے پوچھا: ''مجھے بیسان کے نخلستان کا حال بتاؤ؟''

ہم نے کہا: ''اس نخلستان کے بارے میں کون سی بات پوچھنا چاہتے ہو؟''

اس نے کہا: ''میں پوچھ رہا ہوں کہ نخلستان بارآور ہوا ہے؟''

ہم نے کہا: ''ہاں!'' اس نے کہا: ''وہ جلد ہی بے ثمر ہو جائے گا۔''

پھر اس نے پوچھا: ''مجھے بحیرۂ طبریہ کا حال بتاؤ؟''

ہم نے کہا: ''اس کے بارے میں کون سی بات پوچھنا چاہتے ہو؟''

اس نے کہا: ''میں پوچھ رہا ہوں کہ اس میں پانی ہے؟''

ہم نے کہا: ''اس میں بہت پانی ہے۔''

اس نے کہا: ''اس کا پانی جلد ختم ہو جائے گا۔''

پھر اس نے پوچھا: ''مجھے زغر کے چشمے کے بارے میں بتاؤ؟''

ہم نے کہا: ''اس زغر کے بارے میں کون سی بات پوچھنا چاہتے ہو؟''

اس نے کہا: ''میں پوچھ رہا ہوں کیا چشمے میں پانی ہے اور وہاں رہنے والے اس پانی سے کھیتی باڑی کرتے ہیں؟''

ہم نے کہا: ''ہاں! وہاں پانی بہت ہے اور وہ لوگ کھیتی باڑی کرتے ہیں۔''

پھر اس نے کہا: ''مجھے اُمیوں کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بتایئے وہ کیا کر رہے ہیں؟'' ہم نے کہا: ''وہ مکہ سے نکل کر یثرب میں قیام پذیر ہیں۔''

اس نے کہا: ''کیا عربوں نے ان کے ساتھ جنگ کی ہے؟''

ہم نے کہا: ''ہاں!'' اس نے پوچھا: ''انہوں نے ان کا مقابلہ کیسے کیا؟''

ہم نے اسے بتایا: ''وہ قریب قریب کے عربوں پر غالب آ چکے ہیں اور انہوں نے ان کی اطاعت قبول کر لی ہے۔'' اس نے پوچھا: ''کیا واقعی ایسا ہوا ہے؟''

ہم نے کہا: ''ہاں!'' اس نے کہا: ''ان کے حق میں بہتر ہے کہ وہ ان (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت قبول کر لیں۔''

پھر اس نے کہا: ''اب میں تمہیں اپنے بارے میں بتاتا ہوں۔ میں مسیح دجال ہوں، عنقریب مجھے خروج کی اجازت مل جائے گی، میں نکل کر زمین کی سیر کروں گا اور چالیس راتوں میں مکہ اور مدینہ کے سوا ہر بستی کو گرا دوں گا۔ وہ دونوں میرے لیے ممنوع ہیں اور اگر ان میں سے کسی ایک بستی کا قصد کروں تو ایک فرشتہ ہاتھ میں برہنہ تلوار لیے میرا سامنا کرے گا اور مدینہ کا دفاع کرے گا۔ نیز اس بستی کے ہر سوراخ پر فرشتے پہرہ دیں گے۔''

حضرت فاطمہ بنتِ قیس کہتی ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر اپنا عصا مار کر کہا: ''یہ طیبہ ہے' یہ طیبہ ہے' یہ طیبہ ہے یعنی مدینہ ہے۔ دیکھو کیا میں نے تمہیں یہ قصہ نہیں بتایا؟''

لوگوں نے کہا: ''کیوں نہیں! بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا بتاتے رہتے ہیں۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے تمیم داری کی یہ حکایت اچھی لگی کیونکہ یہ اس وحی کے مطابق ہے جو میں نے تمہیں مسیح دجال کے بارے میں' مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے بارے میں بتائی ہے۔ دیکھو وہ شام یا یمن کے سمندر میں نہیں بلکہ وہ مشرق میں ہے' مشرق میں رہے گا اور آپ نے اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔''

(رواہ مسلم وابن ماجہ فی کتاب الفتن' عن فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا)

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود



(۱۴)

قیامت کی ہوا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا:
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رات اور دن ختم نہیں ہوں گے یہاں تک کہ لات وعزیٰ کی عبادت کی جائے گی تو میں نے کہا:
"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں تو گمان کرتی تھی کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی:
هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ الخ"
تو یہ دین تام (ہمیشہ رہنے والا ہے) تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:
"بے شک جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا یہ دین ایسا ہی رہے گا لیکن پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا تو جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا اس کی وفات ہو جائے گی پھر وہی لوگ باقی رہ جائیں گے جن میں کوئی بھلائی نہیں رہے گی تو وہ لوگ اپنے باپ داداؤں کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔"

(مسلم ج:۲ ص:۳۹۴)

اس حدیث کی شرح یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد جب قیامت قائم ہونے میں صرف چالیس برس رہ جائیں گے تو ایک نہایت ہی پاکیزہ اور خوشبودار ہوا چلے گی جو لوگوں کی بغلوں کے نیچے سے گزرے گی جس کا اثر یہ ہوگا کہ اس

ہوا کے لگتے ہی مسلمانوں کی وفات ہو جائے گی اور ساری دنیا میں کافر ہی کافر رہ جائیں گے جو اپنے باپ داداؤں کی طرح لات وعزیٰ وغیرہ بتوں کی پوجا کرنے لگیں گے اور انہی کافروں پر قیامت قائم ہوگی۔ حدیثِ مذکورہ میں اسی ہوا کا ذکر ہے جس کو ہم نے ''قیامت کی ہوا'' سے بیان کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(قیامت کب آئے گی)



(۱۵)

خواتینِ اسلام کے مقدس آنسو

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''ہمارے ایک یہودی پڑوسی نے بکری ذبح کی اور بُھونی اس کی خوشبو میرے ناک میں پہنچی، میں ان دنوں حاملہ تھی، مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ میں یہودیہ کے گھر سے آگ لینے کے بہانے سے گئی کہ شاید وہ مجھے کھانے کو کہے حالانکہ مجھے آگ کی کوئی ضرورت نہ تھی لیکن اس نے میری بات نہ پوچھی۔ میں پھر آگ بجھا کر دوبارہ گئی پھر سہ بارہ گئی لیکن اس نے میری بات نہ پوچھی۔ میں نے گھر آ کر رونا شروع کر دیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی اتنے میں یہود گھر آیا اس نے اپنی بیوی سے پوچھا: ''تمہارے پاس آج کوئی آیا تھا؟''

اس کی بیوی نے کہا: ''ہاں! ایک عربی عورت آگ لینے آئی تھی۔''

تو پھر اس پر اس کے خاوند نے کہا: ''میں اس وقت تک نہ کھاؤں گا جب تک اس عورت کو اس میں سے نہ دے۔ ممکن ہے مجھے نظر لگ جائے۔''

(رواہ الطبرانی کذا فی الاصابۃ، ج:۴، ص:۲۸۴)

☆...... حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو میرے خاندان والوں نے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

''تم جہاں چاہو جاؤ لیکن ہم اپنی بیٹی کو تمہارے ساتھ نہ جانے دیں گے۔''

یہ کہہ کر وہ مجھے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے چھین کر لے گئے۔ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ اکیلے

مدینہ تشریف لے گئے اور جب میرے سسرال والوں کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ آئے اور میرے خاندان والوں سے کہا: ''جب تم نے ہمارے بیٹے سے یہ زیادتی کی تو ہم بھی اپنے پوتے کو تمہارے پاس نہ رہنے دیں گے۔'' یہ کہہ کر مجھ سے سلمہ رضی اللہ عنہ کو لے گئے۔

اب ہم تینوں جدا جدا ہو گئے، میں روزانہ صبح ہی صبح کنکریلی زمین پر بیٹھ کر شام تک روتی رہتی۔ یہ سلسلہ ایک سال یا اس کے قریب قریب جاری رہا پھر کسی کی سفارش سے مجھے اجازت مل گئی۔'' (البدایہ ج:۳ ص:۶۹)

☆ ...... حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''میں اُم سلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس داخل ہوا اور وہ رو رہی تھیں۔ میں نے کہا: ''کیوں روتی ہیں؟'' انہوں نے کہا: ''میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک اور ڈاڑھی مبارک گرد آلود تھے۔ میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہوا؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حسین کا قتل ہونا مجھ پر پیش ہوا ہے۔ (جس کی وجہ سے پریشان ہوں)''۔

(اسد الغابہ، ج:۲ ص:۶۲)

☆ ...... حضرت اُم فضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کی بیماری میں حاضر ہوئی اور میں نے رونا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: ''تمہیں کس چیز نے رُلایا ہے؟''

انہوں نے کہا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کا خوف اور اس کا کہ آپ کے بعد لوگوں سے کیا سابقہ پڑے گا۔'' (رواہ احمد کذا فی المجمع ج:۹ ص:۳۴)

☆ ...... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ اُم ایمن رضی اللہ عنہم کی ملاقات کے لیے گئے تو وہ رو پڑیں۔ انہوں نے عرض کیا: ''آپ کیوں روتی ہیں؟'' اُم ایمن نے کہا: ''اس لیے روتی ہوں کہ اب آسمانوں سے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔'' (رواہ البیہقی)

☆...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ان کی تلاش میں آئیں۔ حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: ''حمزہ رضی اللہ عنہ کا کیا حال ہے؟''

انہوں نے بے خبری ظاہر کی تو وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے اس کی عقل کے زائل ہونے کا اندیشہ ہے۔''

اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک ان کے سینہ پر رکھا اور دعا فرمائی تو اس نے اناللہ کہی اور رونے لگیں اور فرمایا: ''یہ کون سی بڑی بات ہے' دین کی خاطر سب کچھ قربان ہے۔'' (مستدرک' ج:۳' ص:۱۹۷)

☆...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ایک انصاری میرے پاس عشاء کے قریب آیا اور مجھے کہا:

''ایک بہت بڑی بات پیش آئی ہے۔''

میں نے کہا: ''کیا قبیلہ غسان نے لڑنے کی تیاری کر لی ہے؟''

اس نے کہا: ''نہیں! اس سے بھی بڑی بات پیش آئی ہے۔

وہ یہ کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عورتوں کو چھوڑ دیا ہے۔''

میں نے کہا: ''حفصہ رسوا ہو جائے اور خسارہ میں پڑے۔''

پھر میں مدینہ آیا اور حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہوا تو وہ رو رہی تھیں۔ میں نے کہا: ''کیا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سب کو طلاق دے دی؟''

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: "مجھے کچھ خبر نہیں۔" (اخرجہ احمد)

☆ ..... حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

"کیوں روتی ہے؟"

عرض کیا: "حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے مجھے یہودیہ کی بیٹی کہا ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "نہیں! بلکہ تو تو نبی علیہ السلام کی بیٹی ہے اور تیرا چچا بھی نبی تھا اور اب تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہے' کیا تجھے اس پر فخر نہیں؟"

پھر فرمایا: "اے حفصہ رضی اللہ عنہا! اللہ سے ڈر (یعنی ایسی بات نہ کہا کر)

(حلیہ ج:۲' ص ۵۵)

☆ ..... حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک فرماتے ہیں:

"غزوۂ اُحد میں کسی پکارنے والے نے باآوازِ بلند کہا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیئے گئے۔ یہ سن کر تمام عورتیں مدینہ کی رو پڑیں۔ رونے والیوں کی آوازیں مدینہ کے گوشہ گوشہ میں سنی جاتی تھیں۔" (اخرجہ الطبرانی وکذا فی المجمع' ج:۴' ص:۱۱۵)

☆ ..... حضرت خالد بن شمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جب حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ شہید کر دیئے گئے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی بیٹی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر شدت سے روئیں۔ ان کے رونے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی روئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز بھی نکل گئی۔" (اخرجہ ابن سعد' ج:۳' ص:۳۲)

☆ ..... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور آ کر عرض کیا: "مجھے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرا دو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حجرہ شریف کھول دیا اس نے زیارت کی اور زیارت کر کے روتی رہی اور روتے روتے اس کا انتقال ہو گیا۔" (فضائل اعمال عن شفاء السقام' ص:۱۸۹)

☆ جابر رضی اللہ عنہ بن عتیک فرماتے ہیں:

”حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لائے تو ان پر بے ہوشی طاری تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باآوازِ بلند پکارا۔ حضرت عبداللہ نے کوئی جواب نہ دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اناللہ پڑھا اور فرمایا: ”اے ابوالربیع! ہم تجھ پر غالب آ گئے۔“

یہ سن کر عورتوں نے رونا شروع کر دیا۔ حضرت عتیک ان کو خاموش کراتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ان کو رونے دو جب رونا لازم ہو جائے تو رونا چاہیے۔“

عرض کیا: ”اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رونا کب لازم ہوتا ہے؟“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب کوئی مر جائے (لیکن اس بات کا خیال رہے کہ عورتوں کا اتنی آواز سے رونا جو غیر محرموں تک پہنچے ممنوع ہے بلکہ دل میں غم ہو اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوں اور زبان سے اُلٹے سیدھے الفاظ نہ کہے جائیں)“

(اسد الغابہ ج:۱ ص:۲۵۸)

☆ ...... حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”ایک مرتبہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم بقیع (قبرستان) کی طرف گئے۔ ایک عورت کو ایک قبر پر روتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ”اے اللہ کی بندی! اللہ سے ڈر اور صبر کر۔“

اس عورت نے کہا: ”اے اللہ کے بندے! میں اکلوتے بیٹے کی پریشان کردہ ہوں۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے اللہ کی بندی! اللہ سے ڈر اور صبر کر۔“

اس عورت نے کہا: ”اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مصیبت پہنچتی تو مجھے معذور سمجھتے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے اللہ کی بندی! اللہ سے ڈر اور صبر کر۔“

اس نے کہا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بات نہیں سنی؟ آپ چلے جائیں۔''

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے ایک نے یہ واقعہ دیکھا تو عورت سے پوچھا: ''یہ شخص کیا کہتا تھا؟''

اس نے تفصیل سے جواب دیا اس شخص نے کہا: ''کیا تو اس شخص کو پہچانتی ہے؟''

اس عورت نے کہا: ''نہیں!''

فرمایا: ''یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔''

وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلی اور پا لیا اور عرض کیا: ''میں صبر کرتی ہوں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صبر تو ابتداءِ مصیبت کے وقت ہوتا ہے۔''

(رواہ ابو یعلیٰ کذا فی الکبائر' ص: ۱۶۷)

☆......حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اُم ضمیرہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے گزرے تو وہ رو رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیوں روتی ہے' کیا تو بھوکی ہے؟ کیا تو ننگی ہے؟'' تو اس نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے اور میرے بیٹے کے درمیان تفریق کر دی گئی ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام بھیجا کہ ان کے درمیان جدائی نہ کی جائے (کیونکہ مسئلہ یہ ہے کہ باندی اور اس کے چھوٹے بچے میں جدائی نہ کی جائے)

(اسد الغابۃ' ج: ۳' ص: ۴۷)



(۱۶)

خصوصیات امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ

(۱) آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت کی زیارت کی ہے جس کی وجہ سے آپ اس حدیث کے مصداق ٹھہرے جو متعدد طریقوں سے سند صحیح کے ساتھ ثابت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''خوش خبری ہے ان کے لیے جنہوں نے مجھے دیکھا اور جنہوں نے میرے دیکھنے والوں (یعنی صحابہ کرام علیہم الرضوان) کو دیکھا اور جنہوں نے ان کو (یعنی تابعین) کو دیکھا۔

(۲) امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرن میں پیدا ہوئے اس وجہ سے اس فضیلت کے مستحق ہوئے جو سند صحیح سے مروی ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''بہترین لوگ میرے زمانہ کے ہیں پھر اس سے متصل زمانہ کے پھر جو اس سے متصل زمانہ کے ہوں۔''

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ بہترین لوگ اس صدی کے ہیں جس میں، میں موجود ہوں پھر اس سے متصل پھر جو اس سے متصل ہوں۔

(۳) امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تابعین کے زمانہ میں اجتہاد اور فتویٰ کا کام شروع کر دیا تھا بلکہ آپ کے پختہ علم ہونے کی یہی وجہ کافی ہے کہ جب محدث اعظم حضرت امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ حج کے لیے تشریف لے جانے لگے تو آپ کی طرف

پیغام بھیجا کہ میرے لیے حج کے مسائل تحریر فرمائیں اور لوگوں سے فرماتے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے حج کے مسائل لکھو۔ میرے علم میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ فرائض اور نوافل کے مسائل کو جاننے والا کوئی نہیں۔

(۴) آپ سے آپ کے اکابر شیوخ نے روایت کی ہے جیسے محدث عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ منصور کے پاس تشریف لے گئے تو موسیٰ بن عیسیٰ نے کہا: ''اے امیر المومنین! یہ آج دنیا میں سب سے بڑے عالم شمار ہوتے ہیں۔''

تو خلیفہ نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: ''آپ نے کن لوگوں سے علم حاصل کیا؟'' تو اس پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شاگردوں سے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں سے اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگردوں سے۔'' اس پر خلیفہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ''واہ! واہ! آپ نے تو اپنے لیے خوب مضبوط علم حاصل کیا ہے۔''

(۵) جس قدر آپ کے شاگرد ہوئے آپ کے بعد کسی کے اتنے شاگرد نہیں ہوئے۔ ایک شخص نے امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ''ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے غلطی کی تو امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ڈانٹا اور فرمایا ایسا کہنے والا کوئی جانور ہی ہو سکتا ہے یا وہ جو جانوروں سے بھی زیادہ گمراہ ہو۔ امام ابوحنیفہ کیسے غلطی کر سکتے ہیں جب کہ ان کے پاس فقہاء میں مثل قاضی ابو یوسف و محمد بن شیبانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما جیسے موجود ہوں اور محدثین میں سے فلاں فلاں موجود ہیں اور آئمہ لغت و عربیت کے جاننے والے فلاں فلاں موجود ہیں اور متقی پرہیزگاروں میں حضرت فضیل بن عیاض اور داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہما جیسے موجود ہیں۔ ان سب کی موجودگی میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ غلطی نہیں کر سکتے۔''

(۶) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے علمِ فقہ کو مدون کیا اور ان کو

ابواب کی ترتیب دی جس طرح آج تک چل رہا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی مشہور زمانہ کتاب مؤطا میں انہی کا اتباع کیا جب کہ لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے صرف زبانی حفظ پر بھروسہ کر لیتے تھے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہی سب سے پہلے کتاب الفرائض اور کتاب الشروط تحریر فرمائی۔

(۷) جس طرح ان کا مذہب پھیلا ہے کسی دوسرے امام کا مذہب اس قدر نہیں پھیلا جیسے ہند، سندھ، روم اور ماوراء النہر کے سارے علاقے اور آئمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کے مقلدین میں سے نصف سے زائد مقلدین صرف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اور ایک تہائی تعداد تین آئمہ رحمۃ اللہ علیہم کے مقلدین کی ہے۔

(۸) آپ اپنی کمائی سے اپنے علاوہ علماء کرام پر خوب خرچ فرماتے تھے اور کسی سے بدلہ یا ہدیہ وغیرہ بھی قبول نہیں کرتے تھے۔ باوجود ان کی کثرتِ عبادت اور زُہد اور کثرتِ حجوں اور عمروں کے یہ کمالات ان خصوصیات کے علاوہ ہیں جس کا ذکر علماء نے بڑی کتابوں مین کیا ہے۔

۹) نویں خصوصیت یہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی موت مظلومیت کی حالت میں آئی۔ آپ قید میں بند تھے اور زہر دیا گیا تھا جیسا کہ تفصیل کے ساتھ علامہ ابنِ حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے الخیرات الحسان میں تحریر کیا ہے۔ امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی چند باتیں، چند خصوصیات، چند مناقب اکابر کے کلام سے نقل کر دی ہیں اب چند اکابر کی آراء بھی ملاحظہ فرمالیں کہ مہر لگ جائے کہ واقعی امامِ اعظم ان خصوصیات کی بناء پر اپنے دَور اور بعد والے لوگوں میں ممتاز ہیں۔

اکابر کیا کہتے ہیں؟

خطیب بغدادی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

''میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: ''کیا آپ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے؟''

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''ہاں! وہ ایسے زبردست آدمی تھے اگر تیرے ساتھ اس ستون کے سونا ہونے پر کلام کرتے تو دلائل سے غالب آ جاتے۔''

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے (علماء) کی ایک جماعت کے متعلق پوچھا تو آپ نے اس کو جواب دیا اور ان کے بارے میں اپنے خیال کا اظہار فرمایا اس شخص نے کہا:

''ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

فرمایا: ''سبحان اللہ! ان جیسا میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ خدا کی قسم! اگر وہ اس ستون کے سونا ہونے پر عقلی دلائل پیش کرتے تو اپنی بات میں غالب آ جاتے۔''

سیّدنا عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کے پاس تشریف لے گئے تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی بڑی عزت کی (اور ان کو اپنی مسند پر بٹھایا) اور جب وہ تشریف لے گئے تو فرمایا: ''تم جانتے ہو کہ یہ کون ہے؟'' حاضرین نے عرض کیا: ''نہیں!''

فرمایا: ''یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کا نام نعمان ہے اگر یہ اس ستون کے سونا ہونے پر دلیل قائم کریں تو حجت تمام کر دیں فقہ ان کی طبیعت بن چکی ہے اور اس بارے میں ان پر کوئی مشقت نہیں۔''

پھر امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو ان کی بھی عزت کی گئی اور اپنی جگہ پر بٹھایا لیکن وہ جگہ اس جگہ سے کم درجہ تھی جہاں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بٹھایا تھا پھر جب وہ تشریف لے گئے تو ان کی فقاہت اور تقویٰ کا تذکرہ کیا۔''

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ فقیہ نہیں دیکھا اور وہ (خیر کی) نشانی تھے، کسی نے (اعتراضاً) کہا: ''خیر کی یا شر کی؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''خاموش رہ اے فلاں! شر کے لیے لفظ غایہ استعمال ہوتا ہے آیہ یعنی نشانی خیر کے لیے استعمال ہوتا ہے۔''

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اگر رائے کی ضرورت ہو تو امام مالک اور سفیان رحمۃ اللہ علیہما اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی آراء درست ہیں' ان سب میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سب سے زیادہ اور اچھے فقیہ تھے اور باریک بین اور فقہ میں زیادہ غور وخوض کرنے والے تھے۔''

ابنِ مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جب ہمیں کسی موضوع پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث نہ ملے تو ہم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو حدیث کے قائم مقام سمجھتے ہیں۔'' ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وہ ایک دن لوگوں سے اس طرح بیان کر رہے تھے حدثنی النعمان بن ثابت (حدیث بیان کی مجھ سے نعمان بن ثابت نے) مجلس والوں میں سے کسی نے کہا: ''کون نعمان بن ثابت؟'' فرمایا: ''ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جو علم کا مغز تھے۔''

یہ سن کر بعض لوگوں نے لکھنا چھوڑ دیا تو ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا: ''اے لوگو! تم آئمہ کے ساتھ بے ادبی اور جہالت کا معاملہ اختیار کرتے ہو۔ تم علم اور علماء کے مرتبہ سے جاہل ہو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر کوئی قابلِ اتباع نہیں کیونکہ وہ متقی پرہیزگار ہیں' مشتبہ چیزوں سے بچنے والے ہیں' علم کے (پہاڑ) ہیں' وہ علم ایسا کھولتے ہیں کہ ان سے پہلے کسی نے اپنی باریک بینی اور ذکاوت سے ایسا نہیں کھولا پھر قسم اُٹھائی کہ میں تم سے ایک ماہ تک حدیث بیان نہیں کروں گا۔''

حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور یہ حرملہ کی روایت ہے:

''جو شخص فقہ میں کامل بننا چاہے وہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عیال (بچوں) میں شامل ہو جائے کیونکہ فقہ ان کے موافق کر دی گئی ہے۔''

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جس نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کا مطالعہ نہیں کیا' وہ علم میں کمال حاصل نہیں کرسکتا اور نہ دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرسکتا ہے۔''

☆...... حضرت ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جو علم مغازی کا ارادہ کرے وہ مدینہ منورہ جائے اور جو مسائل حج سیکھنا چاہے وہ مکہ مکرمہ جائے اور جو فقہ حاصل کرنا چاہے وہ کوفہ کو لازم پکڑے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کو لازم پکڑے۔''

☆...... حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جو شخص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت کرنا چاہے اس کو چاہیے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ قدر و منزلت حاصل کرے اور ان سے زیادہ علم حاصل کرے اور یہ دونوں کام ممکن نہیں (لہٰذا بے وقوفوں کے علاوہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی مخالفت نہیں کرتا)

اور جب امام ابوحنیفہ اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہما دونوں حج کو تشریف لے گئے تو سارے راستے میں حضرت سفیان ثوری امام صاحب رحمۃ اللہ علیہما کو آگے چلاتے تھے اور خود پیچھے چلتے تھے اور جب کوئی سوال کرتا تو خاموش رہتے تھے' صرف امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ جواب دیتے تھے۔'' ایک شخص نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے تکیہ کے نیچے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الرہن رکھی دیکھی تو پوچھا: ''آپ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کو دیکھتے ہو؟''

فرمایا: ''ہاں! کاش کے میرے پاس امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ساری کتابیں ہوتیں' میں ان کا مطالعہ کرتا پھر مجھ سے کوئی مسئلہ پوشیدہ نہ رہتا لیکن تم انصاف نہیں کرتے۔''

☆...... قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے زیادہ امام ابوحنیفہ کی اتباع کرنے

والے تھے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف بیان فرمائے کہ بے شک وہ ایسے علم پر سوار تھے جو نیزے کی نوک سے زیادہ تیز تھا' خدا کی قسم وہ علم کو اہتمام سے لینے والے تھے۔ حرام سے بھاگنے والے تھے' اپنے اہلِ شہر کے تعامل کا اتباع کرتے تھے' وہ سوائے حدیث صحیح کے کسی اور کو لینا حلال یعنی جائز نہیں سمجھتے تھے۔ حدیث کے ناسخ و منسوخ کو خوب اچھی طرح پرکھتے تھے' وہ ثقہ لوگوں سے حدیث لیتے تھے' وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کو لیتے اور اتباع حق میں علماء اہلِ کوفہ جس پر متفق پاتے اس کا اتباع کرتے اور اس کو اپنا مذہب بنا لیتے۔ بعض لوگوں نے (بلاوجہ) ان کی تنقیص کی ہے' ہم ان سے خاموش ہیں' ان کے اس فعل پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت کے طلب گار ہیں۔''

امام اوزاعی اور ابن مبارک

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا:

''یہ کون بدعتی شخص ہے جو کوفہ میں ظاہر ہوا ہے جس کی کنیت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہے؟'' میں نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مشکل ترین مسائل میں سے کچھ مسائل ان کو دِکھائے جب انہوں نے وہ مسائل دیکھے کہ یہ نعمان بن ثابت کی طرف منسوب ہیں تو پوچھا:

''یہ کون شخص ہے؟'' میں نے کہا: ''یہ ایک شیخ ہیں جن سے میں عراق میں ملا تھا۔''

فرمایا: ''یہ تو بہت زیادہ ذہین و فطین شیخ ہیں۔ جاؤ ان سے اور علم حاصل کرو۔''

میں نے عرض کیا: ''یہ وہی ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن سے آپ نے منع فرمایا تھا۔''

پھر جب مکہ میں حج کے موقع پر امام اوزاعی اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما جمع ہوئے انہی مسائل میں گفتگو ہوئی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی اس سے بھی زیادہ تشریح کی جو ابنِ مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہوئی تھی جب دونوں جدا ہوئے تو اوزاعی نے

ابن مبارک سے کہا: ''مجھے اس شخص (یعنی ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) نے رشک میں ڈال دیا ہے کثرتِ علم کی وجہ سے اور حضورِ عقل کی وجہ سے میں اللہ تعالیٰ سے معافی کا خواستگار ہوں کہ میں غلطی پر تھا اس شخص کو لازم پکڑو جو مجھے پہنچا تھا یہ اس کے خلاف نکلا۔ (یعنی حاسدوں نے مجھے غلط خبر دی تھی)

☆......حضرت ابن جریج کو جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علم اور شدتِ تقویٰ اور حفاظتِ دین اور حفاظتِ علم کی خبر ملی تو فرمایا: ''ان کی علم میں بلند شان ہوگی۔''

ایک دن کسی نے ان کے سامنے کچھ ان کا تذکرہ کیا تو فرمانے لگے:

''خاموش ہو جاؤ۔ بے شک وہ بڑے فقیہ ہیں۔''

☆......امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تقویٰ اور زہد اور ایثار آخرت میں ایسے مقام پر ہیں کہ کوئی دوسرا اس جگہ نہیں پہنچ سکا جب منصور نے انہیں عہدہ قضا پیش کیا تو انہوں نے اس کو قبول نہ فرمایا جس کی وجہ سے ان کو کوڑے لگائے گئے' اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل کرے اور ان سے راضی ہو۔''

☆......محدث یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا:

''آپ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب دیکھتے ہیں؟''

فرمایا: ''ان کی کتابیں دیکھا کرو کیونکہ میں نے کسی فقیہ کو نہیں دیکھا جو ان کی کتابیں دیکھنے کو ناپسند کرتا ہو۔''

☆......امام ثوری نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما کی کتاب الرہن حاصل کرنے کی بہت کوشش کی حتیٰ کہ اسے نقل کر لیا۔ ان سے کسی نے کہا:

''آپ کو امام مالک کی رائے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سے زیادہ پسند ہے (پھر آپ ان کی کتاب کیوں دیکھتے ہیں؟)''

فرمایا: ''امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مؤطا لکھو کیونکہ اس میں تنقید رجال ہے اور امام

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں سے فقہ لکھو کیونکہ یہ لوگ اسی لیے پیدا کیے گئے تھے (یعنی فقہ میں کمال حاصل کرنا انہی لوگوں کا حصہ ہے)''

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بعض آئمہ زُہد سے نقل کرتے ہیں:

''تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی اپنی نمازوں میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے دعا کریں انہوں نے سنت (یعنی حدیث) اور فقہ کو محفوظ کیا ہے۔''

لوگ حسد اور جہالت کی وجہ سے ان کے بارے میں جو چاہیں بکواس کریں (جیسا کہ آج کل غیر مقلد کرتے ہیں) لیکن وہ میرے نزدیک بہت اچھے ہیں اور یہ بھی فرمایا:

''جو شخص اندھاپن اور جہالت سے نکلنا چاہے اور یہ چاہے کہ فقہ کی حلاوت اسے حاصل ہو اس کو چاہیے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا مطالعہ کرے۔''

☆...... حضرت مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔''

☆...... یحییٰ بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میں نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بہتر رائے کسی کی نہیں سنی اس لیے فتاویٰ دینے میں ان کے قول کی طرف رجوع کرتے ہیں۔''

☆...... نضر بن شمیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''لوگ فقہ سے غافل سوئے ہوئے تھے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو جگایا اس کی وضاحت اور شرح کی۔''

یہ مبالغہ نہیں ہے

محدث مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جس نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ بنایا مجھے امید ہے کہ اس پر کوئی خوف نہیں اور نہ اس نے اس میں افراط سے کام لیا۔''

لوگوں نے کہا: ''حضرت آپ نے باقی لوگوں کی رائے کو چھوڑ کر صرف ان کی رائے کو کیوں لے لیا؟''

فرمایا: ''زیادہ صحیح ہونے کی وجہ سے تم ان سے بہتر کسی کی رائے لے آؤ میں اس کی طرف راغب ہو جاؤں گا۔''

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''میں نے مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ کے وسط میں دیکھا مسائل پوچھتے تھے اور استفادہ کرتے تھے اور فرماتے تھے میں نے ان سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔''

☆ معمر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ فقہ میں اچھی کلام کرنے والا اور ایک مسئلہ کو دوسرے مسئلہ پر اچھی طرح قیاس کرنے والا نہیں دیکھا اور نہ ہی ان سے بہتر حدیث کی شرح کرنے والا دیکھا ہے۔''

☆...... حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فقہ میں معروف تقویٰ میں مشہور' وسعت مال والے تھے۔ اپنے ہم مجلسوں پر خوب خرچ کرتے تھے' دن رات دین کی تعلیم میں مشغول تھے' کم گو تھے' حرام وحلال مسائل کا جواب حق کے بغیر نہیں دیتے تھے۔ حکومت اور حکومت کے عہدوں سے بھاگنے والے تھے (یعنی پسند نہ کرتے تھے)''

☆...... قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے اپنے والدین سے پہلے دعا کرتا ہوں اور میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سنا تھا کہ میں اپنے استاذ حماد رحمۃ اللہ علیہ کے لیے اپنے والدین کے ساتھ دعا کرتا ہوں اور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو فقہ' عمل' سخاوت' اچھے اخلاق سے زینت بخشی تھی۔ وہ اخلاق جو قرآن میں ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ پہلے علماء کے قائم مقام تھے لیکن خدا کی قسم! ان کی نظیر اور مثل ان کے بعد ساری زمین پر نہیں ملتی۔''

☆...... محدث اعمش رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا تو فرمایا: ''اس کا بہتر جواب

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی دے سکتے ہیں' میرے خیال میں ان کے علم میں برکت دی گئی ہے۔''

☆......محدث وکیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا نہ فقیہ دیکھا اور نہ کسی کو ان سے اچھی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔''

☆......امام حافظ ناقد رجال یحیٰی بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فقہاء صرف چار ہیں۔

(امامِ اعظم) امام ابوحنیفہ وسفیان و مالک و اوزاعی رحمہم اللہ تعالیٰ اور میرے نزدیک قرأت امام حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کی قرأت ہے اور فقہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ ہے (یعنی سب سے افضل ہے) میں نے لوگوں کو بھی اسی پر پایا۔ ان سے سوال کیا گیا:

''کیا سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے؟''

فرمایا:''ہاں! وہ ثقہ اور صدوق تھے' فقہ میں اور حدیث میں اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں مامون تھے۔''

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''میں نے قاضی حسن بن عمارہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے گھوڑے کی رکاب کو پکڑتے ہوئے یہ فرما رہے تھے:''خدا کی قسم! میں نے ان سے زیادہ فقہ میں فصیح و بلیغ کلام کرتے کسی کو نہیں دیکھا اور نہ صابر اور نہ حاضر جواب۔ یہ اپنے وقت کے سید الفقہاء ہیں' ان کی شان میں سوائے حاسدوں کے کوئی بکواس نہیں کرتا۔''

☆......محدث شعبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حسن الفہم اور جید الحفظ تھے' لوگوں نے آپ سے اس چیز میں جھگڑا کیا جس کے وہ زیادہ جاننے والے تھے۔ خدا کی قسم! وہ اللہ تعالیٰ سے اس کا جلد بدلہ پائیں گے اور امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے رحم کی دعا کیا کرتے تھے۔

یحیٰی بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں سوال کیا

گیا تو فرمایا: ''وہ ثقہ ہیں' میں نے کسی کو ان کی تضعیف کرتے نہیں سنا۔ یہ امام شعبہ ہیں جو ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حدیث بیان کریں اور حکم کریں۔ ابو ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے' وہ صالح ہیں' فقیہ ہیں۔''

یہ ان کا تقویٰ ہے

ابنِ عوف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کسی نے کہا:

''ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عجیب آدمی ہے' ایک بات کہتا ہے پھر دوسرے دن اس سے رجوع کر لیتا ہے۔''

اس پر انہوں نے فرمایا:

''یہ ان کے تقویٰ کی دلیل ہے۔ وہ غلطی سے حق کی طرف رجوع کر لیتے ہیں اگر وہ متقی پرہیزگار نہ ہوتے تو اپنی غلطی کی حمایت کرتے اور اس سے اعتراضات کو دفع کرتے۔''

☆......حماد بن یزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ہم لوگ محدث عمر بن دینار کے پاس آتے (استفادہ میں مشغول ہو جاتے) لیکن جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آتے تو وہ ان کی طرف متوجہ ہو جاتے اور ہم کو چھوڑ دیتے تاکہ ہم بلا واسطہ ان سے سوال کریں تو ہم ان سے سوال کرتے اور وہ ہم سے احادیث بیان کرتے۔''

☆......حافظ عبدالعزیز بن ابی رواد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جو شخص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے محبت رکھے' وہ سنی ہے اور جو ان سے بغض رکھے وہ بدعتی ہے۔'' ایک روایت میں ہے' فرماتے ہیں:

''ہمارے اور لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں' جو شخص ان سے محبت رکھے اور دوستی رکھے' ہم اسے اہلِ سنت جانتے ہیں اور جو ان سے بغض رکھے ہم اسے بدعتی بدمذہب (یعنی غیر مقلد) جانتے ہیں۔''

☆ ...... محدث خارجہ بن مصعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ باقی فقہاء میں چکی کے مرکز یعنی قطب کی طرح ہیں یا نقاد کے مشابہ ہیں جس سے سونا پرکھا جاتا ہے۔''

☆ ...... حافظ محمد بن میمون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں نہ کوئی ان سے بڑا عالم تھا' نہ پرہیز گار اور نہ زاہد' نہ عارف اور نہ فقیہ خدا کی قسم! ان سے حدیث سننا مجھے ہزار دینار سے زیادہ پسندیدہ ہے۔''

☆ ...... ابراہیم بن معاویہ ضریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''دین اور سنت کی تکمیل کی علامت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے محبت ہے' وہ انصاف کی تعریف کرتے اور انصاف کے مطابق کلام کرتے' انہوں نے لوگوں کے لیے علم کا راستہ واضح کر دیا اور مشکلات کو حل کر دیا۔''

☆ ...... اسد بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جاہل اور بد مذہب کے علاوہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی بُرائی بیان نہیں کرتا۔''

☆ ...... ابو سلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عجائبات کا مجموعہ تھے' ان کے کلام سے وہی شخص منہ پھیرے گا جو ان کے کلام کو سمجھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔''

☆ ...... ابو عاصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''خدا کی قسم! امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میرے نزدیک ابن جریج سے زیادہ فقیہ ہیں' میری آنکھوں نے فقہ میں ان سے زیادہ مشغول کسی کو نہیں دیکھا۔''

ہدایت کا ستارہ

امام داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کسی نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا تو

فرمایا: ''آپ ایسا ستارہ ہیں جس سے رات کا مسافر راستہ پاتا ہے اور ایسا علم جس کو ایمان والوں کے دل قبول کرتے ہیں۔''

☆...... قاضی شریک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اکثر اوقات خاموش رہتے تھے' بہت سوچنے والے مسائل میں باریک بین' علم مناظرہ میں لطیف استخراج فرماتے اگر کوئی طالبِ علم غریب ہوتا تو اس کو مال دار کر دیتے جب کوئی آپ سے علم سیکھتا تو فرماتے غناء اکبر کی طرف پہنچ گیا ہے کیونکہ تو نے حرام وحلال کے مسائل سیکھ لیے۔

☆...... خلف بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' ان سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ملا' ان سے تابعین کو' ان سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں کو اب جس کا دل چاہے خوش ہو اور جس کا دل چاہے ناخوش ہو (یعنی حسد میں مر جائے تو مر جائے)'' بعض آئمہ سے کہا گیا: ''اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ صرف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کرتے ہیں' کسی دوسرے کی تعریف نہیں کرتے؟''

فرمانے لگے:

''ان کے مرتبہ کو کوئی دوسرا نہیں پہنچ سکا کیونکہ جتنا ان کے علم سے عوام کو فائدہ ملا ہے کسی کے علم سے اتنا فائدہ نہیں ملا اس لیے میں صرف ان کا ذکر کرتا ہوں تاکہ لوگ ان سے محبت کریں اور ان کے لیے دعائیں کریں۔''

(ماخوذ از فقاہت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ)

(۱۷)

قیامت کے دن چار شخص نور کے منبروں پر

رُوِیَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعَۃُ نَفَرٍ یَاْتِیْ بِھِمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عَلٰی مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ فَیُدْخِلُھُمْ فِیْ رَحْمَتِہٖ قِیْلَ مَنْ ھُمْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَنْ اَشْبَعَ جَائِعًا وَّ وَقَّرَ غَازِیًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاَعَانَ ضَعِیْفًا وَّاَغَاثَ مَظْلُوْمًا وَرُوِیَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّہٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَ الْمَیِّتُ فِی الْقَبْرِ وَ یُھَالُ التُّرَابُ عَلَیْہِ فَیَقُوْلُ اَھْلُہٗ وَ اَوْلَادُہٗ وَاسَیِّدَاہٗ وَاشَرِیْفَاہٗ فَیَقُوْلُ الْمُوَکَّلُ عَلَیْہِ اَتَسْمَعُ مَا یَقُوْلُوْنَ لَکَ فَیَقُوْلُ نَعَمْ فَیَقُوْلُ اَنْتَ کُنْتَ کَذَا شَرِیْفًا فَیَقُوْلُ اَنَا لَعَبْدُ الذَّلِیْلُ لِلْمَلِکِ الْجَلِیْلِ وَھُمْ یَقُوْلُوْنَ کَذِبًا فَیَقُوْلُ یَالَیْتَھُمْ سَکَتُوْا فَیَضِیْقُ قَبْرُہٗ حَتّٰی یَخْتَلِفَ اَضْلَاعُہٗ وَیُنَادِیْ فِیْ قَبْرِہٖ وَاکْسِرَ عَظْمَاہٗ وَاَذِلَّ مَقَامَاہٗ وَامَوْضِعَ نَدَا مَتَاہٗ وَاعَنُفَ سَوَالَاہٗ حَتّٰی یَدْخُلَ اَوَّلُ لَیْلَۃِ الْجُمُعَۃِ مِنْ رَجَبٍ فِیْ عَامِہٖ ذٰلِکَ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی اُشْھِدُکُمْ یَا مَلٰئِکَتِیْ اِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَہٗ سَیِّئَاتِہٖ وَمَحَوْتُ عَنْہُ خَطَایَاہٗ بِاِحْیَائِہٖ اللَّیْلَۃَ۔

”عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

حدیث بیان کرتے ہیں کہ فرمایا:

''روزِ قیامت اللہ تعالیٰ چار شخصوں کو مخلوق پر ظاہر کرے گا جو نور کے منبروں پر جلوہ گر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔'' پوچھا گیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ کون ہوں گے؟''

فرمایا: ''جس نے بھوکے کو شکم سیر کیا اور جس نے اللہ کی راہ میں لڑنے والے کی عزت کی اور جس نے کمزور کی مدد کی اور جس نے مظلوم کی فریاد رسی کی۔''

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس پر مٹی ڈالی جاتی ہے تو اس کے اہل و عیال کہتے ہیں کہ اے ہمارے سردار اور بزرگ! تو اس پر مقرر فرشتہ کہتا ہے کیا تو سنتا ہے جو وہ کہتے ہیں میت کہتی ہے ہاں! پس وہ فرشتہ کہتا ہے تو واقعی ہی ایسا سردار و شریف تھا جو یہ تیرے متعلق کہتے ہیں وہ کہے گا میں تو مالک جلیل کا عاجز بندہ تھا اور وہ جھوٹ کہتے ہیں پھر مردہ کہتا ہے کہ کاش کہ وہ خاموش ہو جائیں۔ پس اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی ادھر کی پسلیاں ادھر ہو جاتی ہیں پھر اس کی قبر میں ندا دی جاتی ہے ہائے وہ جس کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں ہائے وہ جس کا مقام ذلت ہے ہائے وہ جو ندامت کی جگہ ہے ہائے وہ جس پر سوال سخت ہے۔ یہاں تک کہ اس سال کے رجب کی پہلی جمعرات آجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے فرشتو! تم کو گواہ بناتا ہوں کہ بے شک میں نے اس کے گناہ بخش دیئے اور اس کی خطائیں مٹا دیں اس کی اس رات کی عبادت کے سبب۔''

(دقائق الاخبار)

(۱۸)

میزانِ عمل میں روٹی کا وزن

حضرت سیدنا مسروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''ایک راہب نے ستر سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ ایک مرتبہ موسمِ برسات میں خوب بارشیں ہوئیں' زمین پر ہر طرف ہریالی ہی ہریالی ہوگئی' وہ عابد اپنے عبادت خانے سے اُتر کر بستی کی طرف گیا' راستے میں ایک عورت سے زنا کا مرتکب ہوگیا پھر ایک سائل کے قریب سے گزرا تو ایک یا دو روٹی اسے صدقہ کر دیں۔ (اس کے مرنے کے بعد) جب اس کی ستر سالہ عبادت اور زنا کا موازنہ کیا گیا تو زنا کا گناہ بڑھ گیا پھر اس کی صدقہ کی ہوئی روٹیاں اس کی نیکیوں میں شامل کی گئیں تو نیکیوں کا وزن زیادہ ہوگیا۔ گویا وہ صدقہ اس کی مغفرت کا سامان ہوگیا۔'' یہی حکایت اس طرح بھی مروی ہے:

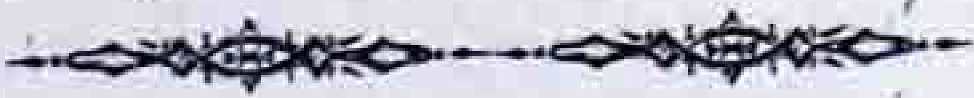
''ایک اسرائیلی عابد ساٹھ سال تک عبادتِ الٰہی میں مصروف رہا۔ ایک مرتبہ جب برسات کی وجہ سے زمین پر ہر طرف سبزہ ہی سبزہ چھا گیا تو اس منظر نے اسے بہت متعجب کیا اس نے سوچا کہ اگر میں زمین پر جاؤں اور وہاں جا کر کچھ عبادت وغیرہ کروں تو یہ میرے لیے بہتر ہوگا۔ چنانچہ وہ اپنی عبادت گاہ سے نیچے اُتر آیا۔ راستے میں ایک عورت کے فتنے میں مبتلا ہوگیا اور اس سے منہ کالا کر بیٹھا۔ پھر ایک سائل ملا تو اپنی روٹی اس نے سائل کو صدقہ کر دی پھر اس کا انتقال ہوگیا جب اس کی ساٹھ سالہ عبادت کا زنا کے گناہ سے موازنہ کیا گیا تو اس کا گناہ بڑھ گیا پھر صدقہ کی ہوئی روٹی اس کے نیک

اعمال میں شامل کی گئی تو نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو گیا جس کی وجہ سے اسے بخش دیا گیا۔''

(عیون الحکایات)

رحمت حق ''بہا'' نہ می جوید
رحمت حق ''بہانہ'' می جوید

''اللہ تعالیٰ کی رحمت ''بھاؤ'' یعنی قیمت طلب نہیں کرتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تو ''بہانہ'' ڈھونڈتی ہے۔'' سبحان اللہ!



(۱۹)

فرق مطلوب و طالب میں دیکھے کوئی

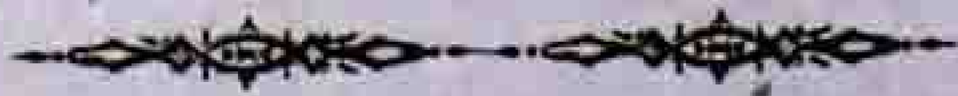
اِنَّ مُوْسَى بْنَ عِمْرَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَمْشِىْ ذَاتَ يَوْمٍ فِىْ طَرِيْقٍ . فَنَادَاهُ الْجَبَّارُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى يَا مُوْسَى بْنَ عِمْرَانَ . فَالْتَفَتَ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا فَلَمْ يَرَ اَحَدًا . ثُمَّ نَادَاهُ الثَّانِيَةَ يَامُوْسَى بْنَ عِمْرَانَ . فَالْتَفَتَ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا فَلَمْ يَرَ اَحَدًا فَارْتَعَدَتْ فَرَائِصُهٗ . ثُمَّ نُوْدِىَ الثَّالِثَةَ يَا مُوْسَى بْنَ عِمْرَانَ: اِنِّىْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنَا . فَقَالَ: لَبَّيْكَ وَخَرَّ لِلّٰهِ سَاجِدًا . فَقَالَ اِرْفَعْ رَأْسَكَ يَا مُوْسَى بْنَ عِمْرَانَ . فَرَفَعَ رَأْسَهٗ فَقَالَ يَامُوْسٰى: اِنِّىْ اَحْبَبْتُ اَنْ تَسْكُنَ فِىْ ظِلِّ عَرْشِىْ يَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّا ظِلِّىْ . يَا مُوْسٰى فَكُنْ لِلْيَتِيْمِ كَالْاَبِ الرَّحِيْمِ وَكُنْ لِلْاَرْمِلَةِ كَالزَّوْجِ الْعَطُوْفِ . يَا مُوْسٰى اِرْحَمْ تُرْحَمْ . يَا مُوْسٰى كَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ . يَا مُوْسٰى نَبِّىءْ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ لَقِيَنِىْ وَهُوَ جَاحِدٌ لِّمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَدْخَلْتُهُ النَّارَ . وَلَوْكَانَ خَلِيْلِىْ اِبْرَاهِيْمَ وَكَلِيْمِىْ مُوْسٰى . فَقَالَ: اِلٰهِىْ وَمَنْ اَحْمَدُ؟ فَقَالَ يَا مُوْسٰى وَعِزَّتِىْ وَجَلَالِىْ مَاخَلَقْتُ خَلْقًا اَكْرَمَ عَلَىَّ مِنْهُ . كَتَبْتُ اِسْمَهٗ مَعَ اِسْمِىْ فِى الْعَرْشِ قَبْلَ اَنْ اَخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ بِاَلْفَىْ اَلْفِ سَنَةٍ وَّعِزَّتِىْ وَجَلَالِىْ اِنَّ الْجَنَّةَ لَمُحَرَّمَةٌ

عَلٰی جَمِیْعِ خَلْقِیْ حَتّٰی یَدْخُلَهَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ اُمَّتُهٗ ۔ قَالَ مُوْسٰی مَنْ اُمَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: اُمَّتُهُ الْحَمَّادُوْنَ یَحْمَدُوْنَ صُعُوْدًا وَّهُبُوْطًا وَّعَلٰی کُلِّ حَالٍ، یَشُدُّوْنَ اَوْسَاطَهُمْ، وَیُطَهِّرُوْنَ اَطْرَافَهُمْ، صَآئِمُوْنَ بِالنَّهَارِ، رُهْبَانٌ بِاللَّیْلِ، اَقْبَلُ مِنْهُمُ الْیَسِیْرَ، وَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ بِشَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ قَالَ: اِلٰهِیْ اجْعَلْنِیْ نَبِیَّ تِلْكَ الْاُمَّةِ ۔ قَالَ: نَبِیُّهَا مِنْهُمْ ۔ قَالَ اجْعَلْنِیْ مِنْ اُمَّةِ ذٰلِكَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِسْتَقْدَمْتَ وَاسْتَأْخَرَ یَا مُوْسٰی وَلٰکِنْ یَا مُوْسٰی سَاَجْمَعُ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ فِیْ دَارِ الْجَلَالِ ۔

”بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک دن راستے میں جا رہے تھے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو پکار کر کہا: اے موسیٰ! انہوں نے دائیں بائیں دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا پھر اللہ تعالیٰ نے دوسری دفعہ پکارا اے موسیٰ انہوں نے دائیں بائیں توجہ کی مگر کوئی نظر نہ آیا تو آپ کے اعضاء کانپنے لگے پھر تیسری دفعہ آواز دی اے موسیٰ! بے شک میں اللہ تعالیٰ ہوں اور میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ انہوں نے لبیک کہا اور اللہ تعالیٰ کے لیے سجدے میں گر گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے کہا: اے موسیٰ! اپنا سر سجدے سے اُٹھاؤ۔ چنانچہ انہوں نے اپنا سر اُٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! میں پسند کرتا ہوں کو تو اس دن میرے عرش کے سائے کے نیچے رہے جس دن کوئی سایہ نہ ہوگا۔ پس اے موسیٰ! یتیم کے لیے مہربان باپ کی طرح ہو جاؤ۔ اے موسیٰ! بیوہ عورتوں سے مہربان خاوند کی طرح برتاؤ کرو۔ اے موسیٰ! رحم کرو تجھ پر رحم کیا جائے گا۔ اے موسیٰ! جیسا عمل کرو گے ویسا اجر پاؤ گے۔ اے موسیٰ! بنی اسرائیل کو خبر دے دو کہ بے شک جو مجھ کو ملا اس حال میں کہ اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا ہوا تو میں اس کو آگ میں داخل کروں گا چاہے (بفرض محال) وہ میرا خلیل ابراہیم اور موسیٰ کلیم ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے

میرے معبود! یہ احمد کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! میں نے ان سے زیادہ عزت والا کوئی بھی پیدا نہیں کیا۔ میں نے ان کا نام اپنے نام کے ساتھ عرش پر آسمان وزمین سورج اور چاند سے بیس لاکھ سال قبل لکھا اور میری عزت اور میرے جلال کی قسم! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اُمت کے داخل ہونے تک جنت تمام مخلوق پر حرام رہے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کون سی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کی اُمت بہت زیادہ حمد کرنے والی ہے' وہ بلندیوں پر چڑھتے اور اُترتے ہوئے حمد کرتے ہیں' ہر حال میں اپنا ظاہر و باطن پاک رکھتے ہیں' دن کو روزہ رکھنے والے اور رات کو دنیا سے الگ تھلگ ہو کر عبادت کرنے والے ہیں اور میں ان کو ان کے کلمہ شہادت کی بناء پر جنت میں داخل کروں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے معبود! مجھے اس اُمت کا نبی بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کا نبی انہیں میں سے ہوگا۔ آپ نے عرض کیا تو یا اللہ تب تو مجھے اس نبی کا اُمتی بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! آپ پہلے آئے ہیں اور وہ بعد میں آئیں گے لیکن میں آپ کو اور انہیں دار الجلال میں ضرور اکٹھا کردوں گا۔"

(کتاب السنۃ از ابن ابی عاصم' ص: ۱۶۲' حدیث نمبر: ۱۳۰۷' تفسیر روح البیان (حقی) تحت سورۃ' القصص آیت نمبر: ۴۶)



(۲۰)

بعثت سے قبل سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کا درخشندہ پہلو

بعثتِ نبوی سے کم و بیش بیس سال پہلے کی بات ہے' حیرہ کا بادشاہ نعمان بن منذر اپنے دربار میں بیٹھا ہوا براض بن قیس کنانی سے گفتگو کر رہا تھا۔ عکاظ (طائف) میں ہر سال بہت بڑا میلہ لگتا تھا جس میں نعمان بھی اپنا سامان تجارت بھجوایا کرتا تھا اس نے کہا: "براض کیا یہ ممکن ہے کہ میرا سامان بحفاظت حیرہ (عراق کا علاقہ) سے عکاظ تک پہنچ جائے؟ کون شخص ہے جو مجھے راہ داری کی ضمانت دے؟"

براض بڑا بڑ بولا اور کینہ پرور شخص تھا اس نے کہا:

"بنو کنانہ کی ذمہ داری میں لیتا ہوں۔" نعمان کہنے لگا:

"مجھے صرف کنانہ کی نہیں تمام قبائل کی ذمہ داری لینے والا شخص چاہیے۔"

مجلس میں عرب کا ایک اور بڑا سردار عروہ بن عتبہ بھی بیٹھا ہوا تھا۔ عروہ کا تعلق بنو قیس سے تھا جو ہوازن کی ایک شاخ تھے اس نے بادشاہ سے کہا:

"بادشاہ کی عمر دراز ہو' میں تمام قبائل: بنو قیس' اہلِ نجد اور تہامہ کی ذمہ داری لیتا ہوں۔" براض نے بڑے غصے اور تعجب سے کہا: "عروہ! کیا تم کنانہ کی بھی ذمہ داری لیتے ہو؟"

اس نے کہا:

"صرف کنانہ کی نہیں' میں تو تمام لوگوں کی ذمہ داری لینے کے لیے تیار ہوں۔"

براض کو اس کا انداز پسند نہ آیا۔ کینہ پرور پہلے ہی تھا جب عروہ وہاں سے واپسی

کے لیے نکلا تو براض بھی تعاقب میں نکل کھڑا ہوا اور دورانِ سفر عروہ کو غافل پا کر قتل کرنا چاہا۔ عروہ نے معذرت کی کہ مجھ سے غلطی ہوگئی۔ اللہ کے لیے مجھے قتل نہ کرو مگر براض نے اس کی ایک نہ سنی اور اسے قتل کر ڈالا۔ عروہ کے قتل سے بہت بڑا فتنہ پیدا ہوگیا اور لڑائی شروع ہوگئی۔ قریش کنانہ کی شاخ تھے یہ بنوقیس کے مقابلے پر نکلے۔ قریش کی قیادت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے والد حرب بن اُمیہ بن عبد شمس کے ہاتھ میں تھی۔ لڑائی کے آغاز میں بنوقیس کا پلڑا بھاری تھا مگر اختتام پر قریش جیت گئے اس جنگ میں چونکہ حرم اور حرمت والے مہینے دونوں کی حرمت پامال کی گئی تھی اس لیے یہ جنگ حرب فجار (نافرمانوں کی جنگ) کے نام سے موسوم ہوئی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں براہِ راست شرکت تو نہیں فرمائی بس اپنے چچاؤں کو تیر پکڑاتے رہے۔ سیرت نگاروں کے مطابق اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک بیس برس کے قریب تھی۔ لڑائی سے فارغ ہوئے تو سب لوگ عبداللہ بن جدعان کے گھر اکٹھے ہوئے اور اس کے دسترخوان پر کھانا کھایا اس کے گھر میں ایک ایسا تاریخ ساز معاہدہ ہوا جس کا تذکرہ سب سیرت نگاروں نے کیا ہے اس معاہدے کے نتیجے میں دونوں قبائل میں صلح ہو گئی۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام: ۱/۲۲۱-۲۲۴، والروض الانف: ۱/۳۱۸-۳۲۱، والبدایۃ والنہایۃ: ۲/۳۰۳، ۳۰۴)

حلف الفضول میں شرکت

حرب فجار کو چار مہینے گزر چکے تھے۔ یمن کے ایک شہر ''زبید'' کا تاجر سامانِ تجارت لے کر مکہ آیا، مکہ کے ایک سردار عاص بن وائل نے اس سے سامان خرید لیا مگر قیمت دینے سے انکار کر دیا اس کے بعد اس زبیدی نے اچانک بیت اللہ کے سامنے دہائی دی کہ مکہ شریف کے لوگو! عاص نے مجھ سے میری بیٹی بھی چھین لی ہے اور میرے مال کی قیمت دینے سے بھی انکاری ہے اس نے پہلے تو حلیف قبائل عبدالدار، مخزوم، جمح اور عدی سے مدد کی درخواست کی مگر کسی نے بھی عاص بن وائل کی مخالفت کی حامی نہ بھری بلکہ اُلٹا

زبیدی ہی کو دھمکانے لگے۔ وہ جبل ابوقبیس پر چڑھ گیا اور بلند آواز سے کچھ اشعار پڑھے جن میں اپنی مظلومیت کی داستان بیان کی۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زبیر بن عبدالمطلب نے دوڑ دھوپ کی' لوگوں کو توجہ دِلائی کہ اس کا حق دِلایا جائے پھر عاص بن وائل کو مجبور کیا کہ اس کی بیٹی واپس کرے۔ اس نے کہا: ''یہ تو میری لونڈی ہے جو میں نے زبیدی سے اس کے مال کے ساتھ خریدی ہے۔'' زبیدی بولا: ''میں بیت اللہ کی عظمت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ میری بیٹی ہے جو اس نے اغوا کی ہے۔'' شرفاء مکہ نے تحقیق کے بعد اس کا مال اور بیٹی واپس کرائی۔

اس کے بعد عبداللہ بن جدعان کے گھر ایک تاریخی اجتماع ہوا جس میں عہد کیا گیا کہ مکہ میں جو بھی مظلوم نظر آئے گا چاہے وہ مقامی باشندہ ہو یا باہر کا آدمی اس کی مدد کی جائے گی اور اس کا حق دِلوایا جائے گا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں شریک تھے اس معاہدے کو حلف الفضول کا نام اس لیے دیا گیا کہ اس میں فضل نام کے لوگ شریک تھے اس نام کی ایک اور وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ اس میں سب باتیں فضل یعنی خوبی پر مشتمل تھیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رسالت کے منصب جلیلہ پر فائز ہونے کے بعد فرمایا کرتے تھے:

''میں عبداللہ بن جدعان کے گھر پر ایک ایسے معاہدے میں شریک تھا کہ مجھے اس کے عوض سرخ اونٹ لینا بھی پسند نہیں اگر اب بھی مجھے اس قسم کے عہد و پیمان کے لیے بلایا جائے تو میں ضرور لبیک کہوں گا۔''

(البدایۃ والنہایۃ: ۳۰۵/۲-۳۱۶' والروض الانف: ۲۴۲/۱-۲۴۶ لیکن اس واقعہ میں لڑکی کا ذکر خثعم قبیلے کے آدمی اور نبیہ بن حجاج کے درمیان ملتا ہے)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے واضح ہے کہ عدل و انصاف کی ہر امیر و غریب کو فراہمی اسلامی معاشرے کے اوّلین مقاصد میں شامل ہے۔

(۲۱)

اجتماعی دعا مانگنے کا طریقہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے' گھر والوں کو جمع کیا اور دعا فرمانے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا پر سب گھر والے آمین کہتے اور گھر کی سب دیواریں بھی آمین کہتیں۔ آمین ذکر ہے یا دعا؟

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے عطاء کا قول نقل کیا ہے کہ آمین دعا ہے اور آمین کا دعا ہونا قرآنِ کریم سے بھی ثابت ہے۔ سورۂ یونس میں موسیٰ علیہ السلام کی جو دعائیں منقول ہیں ان دعاؤں کے اختتام میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: قَالَ قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا ۔

''تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی۔'' (سورۂ یونس' آیت: ۸۹)

دعا مانگنے والے تو صرف سیدنا موسیٰ علیہ السلام تھے' لہٰذا اس کا مقتضا تو یہ تھا کہ یوں کہا جاتا: قَالَ قَدْ اُجِیْبَت دَّعْوَتَكَ

لیکن یوں نہیں فرمایا گیا بلکہ دَعْوَتُكُمَا فرمایا ہے اس کی توجیہ یہی ہو سکتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے رہے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے رہے۔ قرآنِ کریم میں آمین کو بھی دعا قرار دے کر دَعْوَتُكُمَا کا لفظ فرمایا گیا اس سے یہ معلوم ہوا کہ آمین کہنا بھی دعا ہے اور آمین کہنے والا بھی دعا میں برابر کا شریک ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دعا وہ ہے جو عاجزی اور پست آوازی سے مانگی جائے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۔

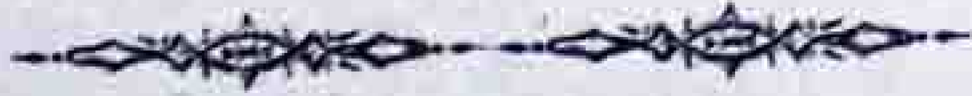
''اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے ہوئے اور آہستہ۔ بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔'' (سورۃ الاعراف' آیت:۵۵)

رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہر موقع اور تقریباً ہر خطبہ میں یہ دعا مانگتے تھے:

رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا کی خوبی عطا فرما اور ہمیں آخرت کی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آتشِ جہنم کے عذاب سے بچالے۔''

(الوفاء باحوال المصطفیٰ' بخاری شریف' کتاب الدعوات)



(۲۲)

حضرت بلال کی اذان اور صحابہ کی آہ وزاری

محمد بن ابراہیم روایت کرتے ہیں کہ جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو حضرت بلال پہلے طریقہ پر اذان دیتے رہے اور جب اشھد ان محمد رسول اللہ کہتے تو جو لوگ مسجد میں ہوتے' رو پڑتے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر دیا گیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی بھی اذان نہ دوں گا پھر شام تشریف لے گئے۔'' (اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ' ج:۱ص:۱۵۰)

☆...... حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ میں رہنا مشکل ہو گیا اس لیے جہاد کے ارادہ سے دمشق چلے گئے اور ایک عرصہ تک لوٹ کر نہیں آئے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلال رضی اللہ عنہ! یہ کیا ناانصافی ہے؟ ہمارے پاس نہیں آتے؟''

آنکھ کھلنے پر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ حضرت حسنین رضی اللہ عنہما نے اذان کی فرمائش کی جب اذان کہنا شروع کی۔ مدینہ میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی اذان کانوں میں پڑ کر کہرام مچ گیا' عورتیں تک روتے ہوئے گھروں سے نکل پڑیں۔

(فضائل اعمال' ص:۱۲۶' اسد الغابہ' ج:۱ص:۳۰۸)

☆...... حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''حضرت شداد بن اوس مجھ پر گزرے اور میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے پھر بیٹھ کر رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ میں

بھی رونے لگا جب حضرت سے وہ کیفیت ختم ہوئی تو فرمایا: ''تو کیوں رو رہا تھا؟'' میں نے عرض کیا: ''آپ کو روتا دیکھ کر میں بھی رونے لگا۔''

فرمایا: ''مجھے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک وصیت یاد آ گئی تھی۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے تم پر خفیہ شرک اور شہوت کا خوف ہے۔ خفیہ شرک یہ ہے کہ لوگوں کے دِکھلاوے کے لیے عمل کیے جائیں اور خفیہ شہوت یہ ہے کہ صبح نفلی روزہ رکھا پھر کسی چیز کو دیکھا تو روزہ توڑ دیا۔''

(اخرج ابو نعیم فی الحلیۃ' ج:۱ ص:۲۶۸)

☆...... حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نوجوان صحابی پر گزر ہوا' وہ قرآن پڑھ رہے تھے جب آیت: فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۔

پر پہنچا تو بدن کے بال کھڑے ہو گئے' روتے روتے دَم گھٹنے لگا اور کہہ رہا تھا:

''ہاں! جس دن آسمان پھٹ جائیں گے' میرا کیا حال ہو گا؟ ہائے میری بردباری!''

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہارے اس رونے کی وجہ سے فرشتے بھی رونے لگے۔'' (فضائل اعمال ص:۴۲)

☆...... حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک انصاری پر گزر ہوا' وہ تہجد پڑھ رہا تھا اور پھر بیٹھ کر بہت رویا اور کہتا تھا: ''میں اللہ ہی سے فریاد کرتا ہوں جہنم کی آگ کی۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آج تو تو نے فرشتوں کو بھی رُلا دیا۔''

(فضائل اعمال ص:۴۲)

(۲۳)

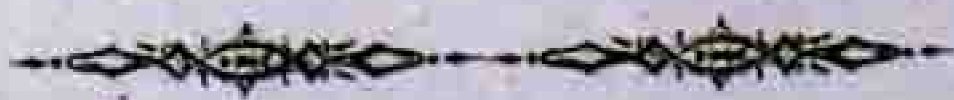
قبر میں نکیرین سے پہلے ایک فرشتے کی آمد

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ سَلَامٍ اَنَّهٗ قَالَ قَدْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَوَّلِ مَلَكٍ يَدْخُلُ فِي الْقَبْرِ عَلَى الْمَيِّتِ قَبْلَ اَنْ يَدْخُلَ مُنْكَرٌ وَنَكِيْرٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا ابْنَ سَلَامٍ يَدْخُلُ فِي الْقَبْرِ عَلَى الْمَيِّتِ مَلَكٌ قَبْلَ اَنْ يَدْخُلَ مُنْكَرٌ وَنَكِيْرٌ يَتَلَأْلَؤُ وَجْهُهٗ كَالشَّمْسِ وَاسْمُهٗ رُوْمَانٌ وَيُقْعِدُهٗ ثُمَّ يَقُوْلُ لَهٗ اُكْتُبْ مَا عَمِلْتَ مِنْ حَسَنَةٍ وَّ سَيِّئَةٍ فَيَقُوْلُ لَهُ الْعَبْدُ بِاَيِّ شَيْءٍ اَكْتُبُ اَيْنَ قَلَمِيْ وَدَوَاتِيْ وَمِدَادِيْ فَيَقُوْلُ لَهٗ قَلَمُكَ اِصْبَعُكَ وَدَوَاتُكَ فَمُكَ وَمِدَادُكَ رِيْقُكَ فَيَقُوْلُ لَهٗ عَلٰى اَيِّ شَيْءٍ اَكْتُبُ وَلَيْسَ لِيْ صَحِيْفَةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقْطَعُ مِنْ كَفْنِهٖ قِطْعَةً وَّيُنَاوِلُهٗ وَيَقُوْلُ هٰذِهٖ صَحِيْفَتُكَ فَاكْتُبْ عَلَيْهَا مَا عَمِلْتَ فِي الدُّنْيَا مِنْ خَيْرٍ وَّشَرٍّ فَيَكْتُبُ مَا عَمِلَهٗ فِي الدُّنْيَا خَيْرًا وَاِذَا بَلَغَ سَيِّئَةً يَسْتَحْيِيْ مِنْهُ فَيَقُوْلُ لَهُ الْمَلَكُ يَا خَاطِئُ اَمَا لَا تَسْتَحْيِيْ مِنْ خَالِقِكَ حَيْثُ عَمِلْتَهَا فِي الدُّنْيَا وَتَسْتَحِيْ مِنِّي الْاٰنَ فَيَرْفَعُ الْمَلَكُ الْعَمُوْدَ لِيَضْرِبَهٗ فَيَقُوْلُ الْعَبْدُ اِرْفَعْ عَنِّيْ حَتّٰى اَكْتُبَهَا فَيَكْتُبُ جَمِيْعَ حَسَنَاتِهٖ وَسَيِّاٰتِهٖ ثُمَّ يَاْمُرُ اَنْ يَطْوِيَهٗ وَيَخْتِمَهٗ فَيَطْوِيْ وَيَقُوْلُ بِاَيِّ شَيْءٍ

اَخْتِمُهُ وَلَيْسَ مَعِيَ خَاتَمٌ فَيَقُوْلُ لَهُ اخْتِمْهَا بِظُفْرِكَ فَيَخْتِمُهَا بِظُفْرِهٖ وَيُعَلِّقُهَا الْمَلِكُ فِيْ عُنُقِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ثُمَّ يَدْخُلُ بَعْدَ ذٰلِكَ الْمُنْكَرُ وَالنَّكِيْرُ فَكَذٰلِكَ الْعَاصِيْ اِذَا رَاٰى كِتَابَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَمَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِالْقِرَآءَةِ فَيَقْرَءُ حَسَنَاتِهٖ فَاِذَا بَلَغَ اِلٰى سَيِّاٰتِهٖ سَكَتَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى لَمْ لَا تَقْرَاُ فَيَقُوْلُ اَسْتَحْيِ مِنْكَ يَا رَبِّ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِمَ لَا تَسْتَحْيِ مِنِّيْ فِي الدُّنْيَا فَالْاٰنَ تَسْتَحْيِيْ بِيْ فَيَنْدِمُ الْعَبْدُ وَلَمْ يَنْفَعْهُ النَّدَمُ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ .

''حضرت عبداللہ ابن سلام سے روایت ہے کہ تحقیق میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس فرشتے کے متعلق پوچھا جو میت پر قبر میں پہلے داخل ہوتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن سلام! داخل ہوتا ہے قبر میں میت پر فرشتہ منکر و نکیر کے داخل ہونے سے پہلے کہ چہرہ اس کا سورج کی مانند درخشاں ہوتا ہے اور نام اس کا رومان ہے اور میت کو بٹھا دیتا ہے پھر اسے کہتا ہے لکھ جو تو نے اچھے اور بُرے عمل کیے پس بندہ فرشتے سے کہتا ہے کس چیز سے لکھوں؟ میری قلم اور دوات اور سیاہی کہاں ہے؟ تو فرشتہ اسے کہتا ہے تیری قلم تیری انگلی ہے اور تیری دوات تیرا منہ ہے تیری سیاہی تیرا لعاب ہے پھر بندہ اسے کہتا ہے میں کس چیز پر لکھوں میرے پاس کاغذ نہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس وہ فرشتہ اس کے کفن سے ایک ٹکڑا کاٹ کر اسے دیتا ہے اور کہتا ہے یہ رہا تیرا کاغذ تو اس پر لکھ جو تو نے دنیا میں عمل کیے نیک اور بُرے پس وہ لکھتا ہے جو اس نے دنیا میں اچھے عمل کیے تو جب وہ بُرے عمل لکھنے پر پہنچتا ہے تو فرشتے سے شرماتا ہے پھر فرشتہ اس سے کہتا ہے اے خاطی! کیا تو نے اپنے خالق سے شرم نہ کی جب تو نے دنیا میں یہ بُرے کام کیے تو اب تو مجھ سے شرماتا ہے پس فرشتہ گرز اُٹھاتا ہے تا کہ اسے

مارے تو بندہ کہتا ہے کہ مجھ سے گرز ہٹا لو اب میں لکھتا ہوں پھر وہ اپنے تمام اچھے اور بُرے اعمال لکھتا ہے۔ پس فرشتہ اسے حکم دیتا ہے کہ لکھے کاغذ کو لپیٹ کر اس پر مہر لگا دو تو وہ لپیٹ کر کہتا ہے کس چیز سے مہر لگاؤں حالانکہ میرے پاس مہر نہیں فرشتہ اسے کہتا ہے کہ اپنے ناخن کے ساتھ اس پر مہر لگا تو وہ اپنے ناخن سے اس پر مہر لگاتا ہے تو فرشتہ قیامت تک اس کی گردن سے لٹکا دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہر انسان کا اعمال نامہ ہم نے اس کی گردن میں لازم کر دیا ہے۔ عاصی جب روزِ قیامت اپنے اعمال نامہ کو دیکھے گا اور اللہ تعالیٰ اسے پڑھنے کا حکم دے گا تو وہ نیکیاں پڑھ کر سنائے گا جب بدیوں تک پہنچے گا تو خاموش ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا آگے کیوں نہیں پڑھتا؟ تو وہ کہے گا اے میرے رب! میں تجھ سے شرماتا ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے مجھ سے دنیا میں کیوں نہ شرم کی اب تو مجھ سے شرماتا ہے تو بندہ شرمندہ ہوگا مگر اس وقت ندامت اسے فائدہ نہ دے گی پھر اللہ تعالیٰ ملائکہ کو فرمائے گا اسے پکڑو اور طوق ڈال کر جہنم میں پھینک دو۔" (دقائق الاخبار)



(۲۴)

لوگوں کو گمراہ کرنے کی سزا

حضرت سیدنا خالد ربعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

''بنی اسرائیل کے ایک شخص نے شریعت کا علم حاصل کیا اور پھر اس دینی علم کی وجہ سے دنیوی دولت اور شہرت طلب کرتا رہا اس کی ساری زندگی اسی کام میں گزر گئی جب بڑھاپا آیا' موت کے سائے گہرے ہوئے اور سفرِ دنیا ختم ہونے لگا تو اسے اپنی غلطی کا خوب احساس ہوا اس نے اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہا:

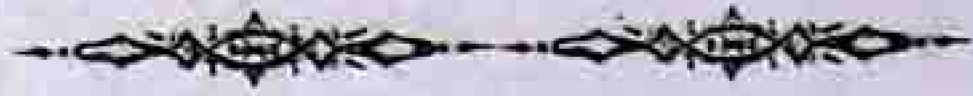
''تو نے دین میں جو بگاڑ پیدا کیا لوگ تو اس سے ناواقف ہیں لیکن تیرا کیا خیال ہے' کیا اللہ تعالیٰ بھی تیرے اس بگاڑ سے بے خبر ہے؟ وہ وحدہ لاشریک جل جلالہ ذات تو ہر شے سے واقف ہے اب تیری موت قریب آ گئی ہے۔ تیرے لیے بہتر ہے کہ جلد از جلد اپنی بداعمالیوں سے توبہ کر لے۔'' چنانچہ اس اسرائیلی عالم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی اور اس نے اپنی ہنسلی کی ہڈی میں زنجیر ڈال کر اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے باندھ دیا اور کہا:

''میں اس وقت تک اپنے آپ کو آزاد نہیں کروں گا جب تک مجھے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے میری توبہ قبول فرما لی ہے' اور اگر میری توبہ قبول نہ ہوئی تو اسی حالت میں اپنی جان دے دوں گا۔'' جب اس نے اس طرح التجا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے نبی علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی:

''اس اسرائیلی عالم سے کہہ دو کہ اگر تیرا گناہ ایسا ہوتا جو صرف میرے اور تیرے

درمیان تک محدود ہوتا تو میں تیری توبہ قبول کر لیتا لیکن جن لوگوں کو تو نے گمراہ کیا ہے ان کا کیا حال ہوگا؟ تو نے انہیں گمراہ کر کے جہنم میں داخل کروا دیا اب میں تیری توبہ ہرگز قبول نہیں کروں گا۔" (الامان والحفیظ) (عیون الحکایات)

(یاد رہے یہ حکایت بنی اسرائیل کے ایک شخص کی ہے اور ان کے احکام ہم سے مختلف تھے جب کہ اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے کہ ہمارے لیے توبہ کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔)



(۲۵)

خانۂ کعبہ کی تعمیر نو اور فراست نبوی

بعثت سے پانچ سال پہلے کی بات ہے' مکہ مکرمہ میں شدید بارشیں ہوئیں۔ بارش کی کثرت سے سیلاب آ گیا۔ پانی حرم مکی میں داخل ہوا اور خانہ کعبہ کی دیواروں کو بے حد نقصان پہنچا۔ خانہ کعبہ کسی بھی وقت منہدم ہو سکتا تھا۔ چنانچہ قریش کے بڑے سردار جمع ہوئے کہ کعبہ کی از سر نو تعمیر کی جائے۔ خانہ کعبہ کی تعمیر نو کے فیصلے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی کے زمانے سے اس کی بلندی نو ہاتھ تھی اور اس پر چھت نہیں تھی۔ ایک مرتبہ چوروں کو موقع مل گیا انہوں نے اندر رکھا ہوا خزانہ چُرا لیا اس وجہ سے بیت اللہ پر چھت ڈالنا ضروری سمجھا گیا۔

متفقہ فیصلہ ہوا کہ اس عظیم گھر کی تعمیر کے لیے صرف حلال رقم استعمال ہو گی۔ رنڈی کی کمائی' سود کا مال اور ناحق کمایا ہوا مال ہرگز استعمال نہ ہو گا اس کے لیے ضروری تھا کہ نئے سرے سے بنیادیں کھودی جائیں اس لیے پرانی عمارت کا ڈھانا ضروری تھا مگر کسی میں اس کام کے آغاز کی جرأت نہ تھی۔ بالآخر ولید بن مغیرہ مخزومی نے ہمت کی اور لمبی دعاؤں کے بعد پھاوڑا اچلانا شروع کر دیا۔ لوگ اس اندیشے کا شکار تھے کہ اس پر ابھی کوئی آفت ٹوٹ پڑے گی مگر کافی انتظار کے بعد جب انہوں نے دیکھا کہ ولید کو کچھ نہیں ہوا تو باقی لوگ بھی انہدام کے اس عمل میں شامل ہو گئے۔ تعمیر کے لیے ہر قبیلے کے ذمہ ایک حصہ لگا دیا گیا۔ ''باقوم'' نامی ایک رومی معمار نگران تھا۔ قریش کے پاس حلال مال کم پڑ گیا لہٰذا انہوں نے شمال کی جانب کعبہ کی لمبائی چھ ہاتھ کم کر دی اسی کو حطیم یا حجر کہتے

ہیں۔

دروازہ زمین سے خاصہ اونچا رکھا تاکہ جسے قریش چاہیں اسے اندر داخل ہونے کی اجازت دیں۔ دیواریں جب پندرہ ہاتھ اونچی ہوگئیں تو اندر چھ ستون کھڑے کر کے چھت ڈال دی گئی مگر چھت ڈالنے سے قبل جب عمارت حجرِ اسود تک بلند ہوئی تو ایک بڑا جھگڑا کھڑا ہوگیا۔ بنو ہاشم تلواریں لیے آگئے انہوں نے کہا: ''حجرِ اسود کو صرف بنو ہاشم اس کی جگہ پر رکھیں گے۔''

ادھر بنو حرب، بنو اُمیہ اور ان کے چچازاد بھائی سو کے لگ بھاگ افراد جمع ہوگئے۔ کہنے لگے: ''حجرِ اسود ہم رکھیں گے۔'' بنو زہرہ اور بنو سہم میں اتفاق ہوگیا: ''حجرِ اسود پر ہمارا حق ہے اسے ہم رکھیں گے۔''

غرض یہ کہ سب لڑائی کے لیے تیار ہوگئے ادھر خالد بن ولید کا چچا اُمیہ بن مغیرہ کہنے لگا:

''کیوں ایک دوسرے کا خون بہاتے ہو؟ آؤ سب مل کر کسی کو حکم بنا لیتے ہیں۔''

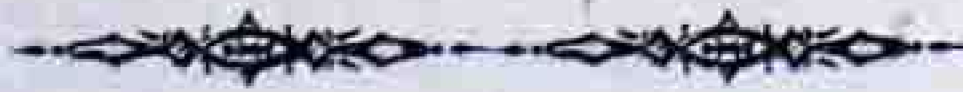
پھر خود ہی تجویز پیش کی: ''تمہارا کیا خیال ہے باب بنی شیبہ میں سے جو سب سے پہلے داخل ہو ہم اسی کو اپنا حکم بنالیں جو وہ فیصلہ کرے اسے سب منظور کرلیں۔''

سب نے اس تجویز سے اتفاق کیا تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم باب بنی شیبہ سے داخل ہوتے نظر آئے۔ سب بیک وقت پکارے صادق وامین آگیا۔ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ہم ان کے فیصلہ سے راضی ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ قریب آئے تو ان کو ساری صورتِ حال بتائی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک اُتاری، زمین پر بچھائی، حجرِ اسود کو پکڑا اسے اُٹھا کر چادر کے درمیان رکھا، بنو ہاشم کو بلایا کہ یہ کونہ تم سنبھالو، بنو زہرہ کو دوسری طرف کا کونہ پکڑایا بنو اُمیہ تیسری طرف اور بنو تمیم چوتھی طرف کا کونہ سنبھال کر کھڑے ہوگئے پھر فرمایا: ''بنو کعب اور دیگر تمام دعوے دار سب کے سب چادر پکڑ کر اُٹھائیں، سب نے نہایت عزت واحترام، محبت اور

عقیدت سے چادر کو اُٹھایا اور کعبہ کی طرف چل دیئے جب حجرِ اسود کے مقام پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ سے اسے اُٹھایا اور اسے اس کی جگہ پر ٹکا دیا۔ وہ چہرے جو تھوڑی دیر پہلے غصے سے تمتما رہے تھے' آنکھوں میں خون اُتر آیا تھا اور ہاتھوں میں تلواریں چمکنے لگی تھیں اب مسکرا رہے تھے۔ ایک بڑی لڑائی اور عظیم فتنے کا سدباب ہو چکا تھا۔ ایک صادق و امین دانش ور اور قائد نے نہایت عمدہ فیصلہ کر دیا۔ ایک ایسی شخصیت کا فیصلہ جس کا دامن کردار پھولوں سے بڑھ کر معطر اور شبنم سے زیادہ پاکیزہ تھا جس نے کبھی چوری نہیں کی جو کبھی بھول کر بھی کسی خیانت کا مرتکب نہیں ہوا۔''

(السیرة النبویة لابن ہشام: ۲۲۴/۱-۲۳۴' وتاریخ الطبری: ۲۱۲/۲-۲۱۳' وصحیح البخاری' حدیث: ۱۵۸۲-۱۵۸۶' وفتح الباری: ۵۵۵/۳-۵۶۰)

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اِک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں



(۲۶)

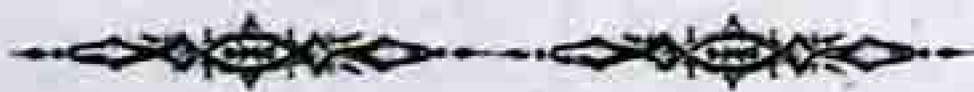
قربِ خدا بوسیلہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: یَامُوْسٰی أَتُرِیْدُ اَنْ اَکُوْنَ اَقْرَبُ اِلَیْکَ مِنْ کَلَامِکَ اِلٰی لِسَانِکَ وَمِنْ وَسَاوِسِ قَلْبِکَ اِلٰی قَلْبِکَ وَمِنْ رُوْحِکَ اِلٰی بَدَنِکَ وَمِنْ نُوْرِ بَصَرِکَ اِلٰی عَیْنَیْکَ؟ قَالَ نَعَمْ یَا رَبِّ. قَالَ: فَأَکْثِرِ الصَّلَاۃَ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَابْلِغْ جَمِیْعَ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ اَنَّہٗ مَنْ لَقِیَنِیْ وَھُوَ جَاحِدٌ لِاَحْمَدَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَلَّطْتُ عَلَیْہِ الذَّبَانِیَۃَ فِی الْمَوْقِفِ، وَجَعَلْتُ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ حِجَابٌ لَّا یَرَانِیْ۔ الخ

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام! کیا تو چاہتا ہے کہ میں تیرے کلام سے بھی زیادہ تیری زبان کی طرف' تیرے دل کے خیالات سے بھی زیادہ تیرے دل کی طرف' تیری روح سے بھی زیادہ تیرے بدن کے اور تیری بینائی سے بھی زیادہ تیری آنکھوں کے قریب ہو جاؤں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: جی ہاں! اے میرے پروردگار! اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا پس تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کی کثرت کیا کرو اور تمام بنی اسرائیل تک یہ بات پہنچا دو کہ جو مجھے اس حال میں ملا کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بھی بات کا منکر ہو تو میں اس پر دوزخ کی طرف لے جانے والے فرشتے مقرر کردوں گا اور اپنے اور اس کے درمیان

پردہ حائل کردوں گا کہ وہ مجھے نہیں دیکھ سکے گا۔"

(حلیۃ الاولیاء (ابونعیم) ج:۱' ص:۳۳' تفسیر الدرالمنثور (سیوطی) سورۂ الاعراف' آیت نمبر۳' تفسیر روح البیان (حقی) سورۂ القصص' آیت:۴۶' شرف المصطفیٰ' ج:۱' ص:۱۷۲' القول البدیع (سخاوی) ص ۱۳۷' البحر المدید (ابن عجیبہ) جز نمبر۵'ص:۱۱۲' تنزیہہ الشریعۃ' ج:۱' ص:۲۴۴' مطالع المسرات (مترجم) ص:۶۳۰)



(۲۷)

حضرت ابوذر اور ان کی اہلیہ محترمہ

حضرت ابراہیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

''جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو ان کی بیوی رونے لگیں۔
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''کیوں روتی ہے؟''
بیوی نے کہا: ''اس لیے روتی ہوں کہ مجھے تمہاری تدفین کی طاقت نہیں اور نہ میرے پاس اتنا کپڑا ہے کہ جس میں تمہارے کفن کی گنجائش ہو۔''
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''رو نہیں! ایک شخص جنگل میں تنہا مرے گا' ایک جماعت آئے گی وہ دفن کفن کا انتظام کرے گی۔''
ان کی بیوی کہتی ہیں: ''میں نے کہا اب تو حج کا زمانہ بھی ختم ہو چکا اب قافلے کہاں سے آئیں گے؟ لیکن میں ٹیلہ پر چڑھ گئی۔ میں نے ایک جماعت دیکھی' ان کو اشارہ کر کے بُلایا اور ان کو اطلاع دی۔ ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے جو کوفہ سے ایک جماعت کے ساتھ عمرہ کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔''

(اخرجہ ابن سعد' ج:۴' ص:۲۳۳)

تفصیل اس کی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم بن اشتر رضی اللہ عنہ کی اپنے باپ سے روایت ہے:

''جب حضرت ابوذر کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کی بیوی رونے لگیں۔
حضرت ابوذر رضی الہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا: ''تجھے کس چیز نے رُلایا؟''

بیوی نے کہا: ''میں اس لیے روتی ہوں کہ مجھے تمہاری تدفین کی طاقت نہیں اور نہ میرے پاس ایسا کپڑا ہے جس میں تمہارے کفن کی گنجائش ہو۔''

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''رومت بے شک میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس چھوٹی جماعت کے لیے فرمارہے تھے جس میں میں بھی تھا کہ بے شک تم میں سے ایک آدمی چٹیل میدان میں مرے گا۔ مسلمانوں کی ایک جماعت ان کے جنازہ پر حاضر ہوگی جس جماعت کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا' ان میں سے کوئی آدمی زندہ نہیں رہ گیا ہے۔ سب کی آبادیوں میں اور مسلمانوں کی جماعت میں وفات ہوئی اور میں ہی وہ شخص ہوں جو جنگل میں وفات پارہا ہوں۔ خدا کی قسم! نہ میں نے جھوٹ بولا اور نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا ہے تو راستے پر نظر ڈال۔'' بیوی نے کہا: ''حاجیوں کی آمدورفت کا زمانہ ختم ہو چکا اور راستہ بند ہوگیا ہے کہاں سے کوئی آدمی آئے؟''

چنانچہ یہ ٹیلہ چڑھیں اور اس پر کھڑی ہو کر دیکھتیں پھر ان کے پاس لوٹ جاتیں یہ اسی طرح کر رہی تھیں کہ اچانک انہوں نے دیکھا کہ ایک چھوٹی سی جماعت ہے جن کو تیزی سے ان کی سواریاں لیے چلی آرہی ہیں۔ اپنے کجاوؤں میں یہ دُور سے بیٹھے ہوئے ایسے معلوم ہوتے تھے جس طرح کہ رخم چڑیا ہوتی ہے (یہ گدھ کے نمونہ کا ایک پرندہ ہے) انہوں نے اس جماعت کی طرف اپنا کپڑا اہلایا۔ وہ سب اس طرف متوجہ ہوئے اور ان کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے اور کہا: ''تیرا کیا حال ہے؟''

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے کہا: ''مسلمانوں میں سے ایک آدمی قریب الموت ہے تم اس کی تجہیز و تکفین کرو۔'' ان حضرات نے دریافت کیا: ''وہ کون ہیں؟''

بیوی نے بتایا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ہیں۔''

ان حضرات نے کہا: ''ہمارے ماں باپ ان پر قربان ہو جائیں اور اپنے کوڑے جانوروں کے سینوں میں رکھے اور جلدی جلدی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی طرف لپکے

یہاں تک کہ ان کے پاس پہنچے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم خوش خبری حاصل کرو۔''

اوران سے وہ حدیث بیان کی جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی اس کے بعد فرمایا: ''میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ دو مسلمان میاں بیوی کے جب دو بچے یا تین بچے وفات پا جائیں اور یہ ثواب کی نیت سے صبر کرلیں تو یہ میاں بیوی جہنم دیکھیں ایسا نہیں ہوگا۔ تم لوگ سن رہے ہو اگر میرے پاس ایک کپڑا ہوتا جس میں کفن کی گنجائش ہوتی تو مجھے اسی کپڑے میں کفن دیا جاتا۔ پس میں تم کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تم میں سے مجھے کوئی ایسا آدمی کفن نہ دے جو حاکم رہا ہو یا قوم کا سردار رہا ہو یا ان کا نگہبان یا ایلچی رہا ہو۔ پس جماعت بھر میں ہر ایک ایسا تھا جس نے ان میں سے کسی کام کو کیا تھا مگر ایک انصاری نوجوان تھا جس نے کہا:

''میں آپ کو کفن دوں گا اس لیے کہ میں نے ان میں سے کوئی کام نہیں کیا ہے' میں آپ کو اپنی اس چادر میں کفن دوں گا جو میرے اوپر ہے اور ان دو کپڑوں میں جو میری گٹھڑی میں ہیں' اور اپنی ماں کی کتائی سے جو اس نے بن کر مجھے دی تھی۔''

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''پس تم مجھ کو کفن دینا۔''

راوی کہتے ہیں کہ انصاری نے ان کو کفن دیا اس جماعت میں سے جوان کے پاس حاضر ہوئی تھی جس میں حجر بن ادبر بھی تھے اور مالک اشتر بھی تھے اور یہ سب کے سب یمن کے رہنے والے تھے۔

(صحابہ کرام علیہم الرضوان کے آنسو)

(۲۸)

ایک صحابی اور جن کا عجیب واقعہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں جب کہ قادسیہ میں اسلامی فوج ٹھہری ہوئی تھی، آپ نے مشہور صحابی سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ حضرت نفلہ انصاری رضی اللہ عنہ کو ملکِ عراق کے حلوان شہر میں تین سو سواروں کے ہمراہ حملہ کے لیے بھیج دیں، ایسا ہی ہوا۔ سیدنا نفلہ انصاری حسبِ حکم وہاں پہنچے اور بڑی جواں مردی سے دشمن پر حملہ کیا، اللہ کریم نے فتح عطا فرما دی، بہت سے قیدی اور مالِ غنیمت بھی ہاتھ آیا۔ یہ لشکر وہاں سے واپس آنے لگا تو عصر کا وقت ہو رہا تھا۔ حضرت نفلہ انصاری سب قیدیوں اور مالِ غنیمت کو ایک پہاڑ کے دامن میں چھوڑ کر اذان کہنے لگے۔

جب انہوں نے اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر کہا تو اس پہاڑ کے اندر سے آواز آئی: ''اے نفلہ! تو نے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑائی بیان کی۔''

پھر جب کہا: اشھد ان لا الہ الا اللہ تو جواب آیا:

''یہ وہ کلمہ ہے جو جہنم سے نجات دلاتا ہے۔''

پھر جب کہا: اشھد ان محمدا رسول اللہ تو آواز آئی:

''نفلہ! یہ اسمِ مبارک ان کا ہے جن کی بشارت ہمیں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی انہی کی اُمت کے وقت میں قیامت ہوگی۔'' جب حی علی الصلوٰۃ کہا تو آواز آئی:

''خوش خبری ہو اس کے لیے جو کوشش کرے نماز کے لیے۔'' اور حی علی الفلاح پر یہ

آواز آئی:

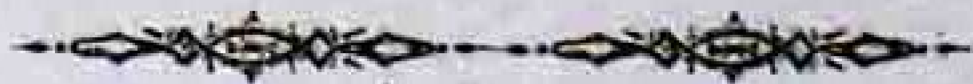
''بے شک فلاح پا گیا وہ شخص جس نے اللہ کے پکارنے والے کی یہ صدا سن کر اس پر عمل کیا یعنی نماز قائم کی۔''

پھر جب اللہ اکبر اللہ اکبر' لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا تو پہاڑ کے اندر سے یہ آواز آئی:

''نقلہ! یہ کلمۂ اخلاص ہے' انسان کو جہنم سے دُور کرنے والا اور اللہ سے ملانے والا۔''

یہ آواز ایک جن کی تھی جو بعد میں پہاڑ سے ظاہر ہوا اور اس نے بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفقاء میں سے ہوں۔''

(حیاۃ الحیوان مصری' جلد اوّل' ص: ۵۰)



(۲۹)

وہ جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرمالیتا ہے

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین،

''جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے: تو اس کو دین کی سمجھ اور فقاہت عطا فرمادیتا ہے۔'' یہ حدیث درج ذیل کتب میں منقول ہے:

بخاری، مسلم، مسند احمد، دارمی، طبرانی، بغوی کنزالعمال، درمنثور، مصنف ابن ابی شیبہ، مجمع الزوائد، امالی الشجری، مشکوٰۃ، مشکل الآثار للطحاوی، اتحاف، کامل ابن عدی، فقیہ خطیب بغدادی، التاریخ الکبیر للبخاری، شرح السنہ للبغوی، موارد الظمان للھیثمی، الزھد لاحمد بن حنبل، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی، مسند الربیع بن حبیب، ابطال الحیل لابن بطہ، قرطبی، تفسیر ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، تاریخ اصبھان لابی نعیم، الاسماء والصفات للبیھقی۔

حافظ ابن حجر العسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں رقم طراز ہیں۔

وفی ذالک بیان ظاھر لفضل العلماء۔

اس حدیث میں وضاحت کے ساتھ علماء کی سب لوگوں پر اور تفقہ فی الدین کی تمام علوم پر فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عالم وفقیہ کی مثال

''اللہ تعالیٰ نے مجھے جو ہدایت وعلم دے کر مبعوث فرمایا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے زور کی بارش جو زمین پر برسی ہو اور زمین کا ایک وہ بہترین اور قابلِ زراعت ٹکڑا ہے جس نے پانی کو خوب جذب کر لیا اور گھاس پات خوب اُگایا (جس سے انسانوں اور جانوروں کی اکثر ضرورتیں پوری ہوئیں) اور زمین کا ایک وہ حصہ ہے جو سخت ہے اس سے کوئی چیز تو اُگتی نہیں لیکن اس حصہ میں پانی خوب جمع ہو گیا اور اس جمع شدہ پانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو نفع بخشا کہ وہ خود بھی پیتے ہیں اور جانوروں کو بھی پلاتے ہیں اور کھیتی کو سیراب کرتے ہیں اور زمین کا ایک حصہ جو بالکل چٹیل ہے نہ تو وہ پانی کو روک سکتا ہے اور نہ گھاس وسبزہ وغیرہ اُگانے کی صلاحیت اس میں موجود ہے۔'' پھر ارشاد فرمایا:

فذالك مثل من فقه في دين الله فنفعه بما بعثني الله به فعلم وعلم ومثل من لم يرفع بذالك راسا ولم يقبل هدى الله الذى ارسلت به (بخاری، ص:۱۹، ج:۱، مسلم، ص:۲۴۷، ج:۲، مشکوٰۃ، ص:۲۸)

اس حدیث میں زمین کی تین اقسام بیان کی گئی ہیں۔ آخری مثال تو ان لوگوں کی ہے جو محدث ہیں اور نہ مجتہد بلکہ غیر مقلد ہیں جو قرآن وحدیث سے خود ہدایت کا راستہ پا سکتے ہیں اور نہ کسی ہدایت یافتہ مجتہد کی تقلید کر کے راہِ نجات حاصل کرتے ہیں بلکہ عقلی گھوڑے دوڑاتے ہیں جس کی وجہ سے خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

دوسری مثال محدثینِ کرام کی ہے اور پہلی مثال فقہاء کرام کی ہے جن کے دلوں کی سرزمین طائفہ طیبہ کا مصداق ہے اور وہ اپنے سینوں اور دلوں میں اس روحانی بارش اور

وحی الٰہی کو اچھی طرح جذب کرتے ہیں اگرچہ وہ بارش اس قطعہ ارضی پر اصلی شکل پر تو نہیں رہتی مگر اسی کی وجہ سے اس عمدہ زمین سے ساگ پات گھاس واناج سبزی وترکاری پھل وپھول اور دیگر مختلف اجناس کی شکل میں متعدد چیزیں اُگتی ہیں اور پیدا ہوتی ہیں جن کو انسان بھی اور حیوان بھی استعمال کرتے اور اپنے مصرف میں لاکر اپنی مختلف قسم کی ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں اور ظاہر بات ہے کہ پانی بھی اپنی جگہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے مگر صرف پانی سے تمام ضرورتیں تو ہرگز پوری نہیں ہوسکتیں اسی پانی کے ذریعے جب مختلف قسم کے سبزہ زار اور لہلہاتی ہوئی کھیتیاں معرضِ وجود میں آئیں گی تو اس سے فائدہ مرتب ہوگا وہ اظہر من الشمس ہے۔

اسی طرح فقہائے کرام بھی اس وحی الٰہی کو جذب کرکے اس سے سینکڑوں اور ہزاروں مسائل استنباط کرتے ہیں جن سے پوری دنیا کو عظیم فائدہ نصیب ہوتا ہے اب اگر کوئی شخص زمین کے اس قطعہ پر یوں اعتراض اور حرف گیری کرے کہ اس نے تو پانی کو محفوظ ہی نہیں رکھا یہ تو بڑی ناکارہ زمین ہے تو اس اعتراض کی عقلی نقلی دنیا میں ہرگز کوئی وقعت نہ ہوگی بلکہ یہ کہنا عین انصاف ہے کہ اس زمین کی قدر ومنزلت باقی حصوں سے بہت زیادہ ہے کیونکہ اس نے مختلف ضروریات کی کفالت کی ہے اور یہی حال فقہاء کرام کی بے لوث خدمات کا ہے کیونکہ نصوصِ صریحہ تمام مسائل ونوازل کی جزئیات کے لیے ناکافی ہیں۔کما قال علامہ ابن الخلدون فی مبحث الفقہ مقدمہ ص: ۴۴۵)

حدیث سے بنیادی مقصد فقہ ہی ہے

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا مقصد ہی ان سے فقہ حاصل کرنا ہے جیسا کہ حضرت جبیر بن مطعم کی روایت جس کو دارمی نے ج:۱ ص:۷۵ پر نقل فرمایا ہے:

فرب حامل فقه لا فقه له ورب حامل فقه الى من هوا فقه منه .

بسا اوقات خود حامل فقہ (حدیث) کو فقاہت حاصل نہیں ہوتی اور بہت دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ حامل فقہ اعلیٰ درجہ کا فقیہ نہیں ہوتا اور وہ اسی طرح اس کو پہنچادے گا جو فقیہ

تر ہوگا اس میں شک نہیں کہ قرآن کے بعد حدیث کا درجہ ہے کیونکہ حدیث مسلمانوں کا قیمتی اثاثہ اور دین کا مدار ہے مگر حدیث کے لیے دو چیزوں کی سخت ضرورت ہے ان کے بغیر حدیث سے استفادہ ناممکن ہے۔

فقہاء ومحدثین کے درجات

ایک سند روایت اور دوسری معنی و درایت جس طرح ہم حدیث کی صحت وصدوق کے معلوم کرنے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ و دیگر محدثین کے قائم کردہ اصول وقواعد کے محتاج ہیں اور اس میدان میں ان کی تحقیق پر اعتماد کو کفر وشرک نہیں کہتے اور نہ ہی بدعت سے تعبیر کرنا عقل مندی ہے بعینہ اسی طرح احناف امام ابوحنیفہ اور شوافع امام شافعی اور حنابلہ امام احمد بن حنبل اور مالکیہ امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ پر قرآن وحدیث کا معنیٰ وروایت اور استنباط مسائل کے بارے میں وضع کیے ہوئے اصول وقواعد میں ان پر اعتماد کرتے ہیں اور اسی کا نام تقلید ہے۔ جس طرح قرأت والفاظِ قرآں میں کسی ایک قاری کی تقلید کرنا اور الفاظ وسند حدیث میں محدثین کی تقلید کرنا کفر وشرک نہیں اسی طرح قرآن وحدیث کا معنیٰ ومفہوم سمجھنے میں فقہاء کی تقلید کو کیونکر شرک' ناروا اور بدعت قرار دیا جاسکتا ہے۔ علماء کے یہ تینوں طبقے حفاظتِ دینِ متین کے لیے جزو لاینفک کی طرح ہیں اور تینوں طبقے رہنمائے دین اور مقتدائے اسلام ہیں۔ قراء اور محدثین چونکہ دونوں الفاظ دین کے محافظ ہیں اس لیے یہ دونوں ایک طبقہ کی طرح ہیں اگر ایک طبقہ وگروہ نے روایت کی حفاظت کی ہے تو دوسرا گروہ منزل کا نگہبان رہا ہے اگر ایک جماعت نے چھلکے اور پوست کی نگرانی کی ہے تو دوسرا مغز ومقصود کا پاسبان رہا ہے اگر ایک کی محنت وجاں فشانی تحسین کے قابل ہے تو دوسرے کی کاوش وسعی بھی صد آفرین کی مستحق ہے اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ سند وروایت کی حفاظت پر دین کی حفاظت کا مدار ہے جس کی جتنی بھی توصیف کی جائے' کم ہے مگر یہ بات کسی لحاظ سے نظر انداز کرنے کے قابل نہیں کہ درایت وفقہ کو ترک ہی کر دیا جائے اگر غور وفکر سے کام لیا تو روایت وفقہ کا مقام اور فقہا کا

رُتبہ محض طرق واسانید جمع کرنے والے محدثین سے کہیں بلند وبالا ہے۔ یہی تو وجہ ہے کہ اکثر بلکہ تمام محدثین فقہ میں کسی نہ کسی امام کے مقلد ہیں پھر قدرت کی عجیب تقسیم کہ خداوند قدوس نے چند چیزوں میں سے ایک کو تمام پر فوقیت عطا فرمائی۔ مثلاً کتابیں اللہ نے بہت سی اُتاریں مگر قرآن پاک کو اللہ نے وہ مقام عطا فرمایا جو دوسری کتب کو نہیں ملا۔ انبیاء اللہ تعالیٰ نے بہت مبعوث فرمائے مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے امام الرسل بنایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام پر مقامِ ارفع و اعلیٰ ملا۔ خلافت کا تاج اللہ نے کئی سروں پر سجایا مگر صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام نرالا ہے۔ مفسرین بہت آئے مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حبر الامۃ کو حضور کی بارگاہ سے امام المفسرین کا لقب عنایت ہوا۔ محدثین بہت ہیں مگر امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ تمام سے اعلیٰ وارفع ہے اسی طرح فقہاء کثیر آئے مگر ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو قدرت نے امامِ اعظم اور الناس عیال فی الفقہ لابی حنیفہ کے لقب سے سرفراز فرمایا۔

امامِ اعظم کا مقام

امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو جو مقام ملا وہ قرآن وحدیث کے علوم میں مہارت تامہ کے بعد فراست وذہانت کے مشہور اوصاف کا مرہونِ منت ہے۔ امام صاحب کی ذہانت وطباعی ضرب المثل تھی یہاں تک کہ ان کا اجمالی ذکر بھی کہیں آجاتا ہے تو ساتھ ہی یہ صفت بھی ضرور ذکر کی جاتی ہے۔ علامہ ذہبی نے عبر فی اخبار من عبر میں ان کا ترجمہ نہایت اختصار سے لکھا ہے تاہم اس فقرے کو نہ چھوڑ سکے کان من اذکیاء بنی آدم یعنی اولادِ آدم میں جتنے ذکی گزرے ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ان میں شمار ہوتا ہے۔ مشکل سے مشکل مسائل میں ان کا ذہن اس تیزی کے ساتھ اس کی طرف رسائی حاصل کرتا ہے کہ لوگ حیران رہ جاتے ہیں۔ اکثر موقعوں پر ان کے ہم عصر جو معلومات کے لحاظ سے ان کے ہم عصر تھے موجود ہوتے تھے اور ان کو اصل مسئلہ بھی معلوم ہوتا تھا لیکن جو واقعہ پیش ہوتا تھا اس سے مطابقت کر کے فوراً جواب بتادینا امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہی کا کام تھا۔

الغرض امام صاحب کی قوتِ ایجاد' جدتِ طبع' دقت نظر' وسعت معلومات' غرض ان کے تمام کمالاتِ علمیہ کا آئینہ دار ہے جس کی ترتیب وتدوین میں ان کو وہ مقام اور مرتبہ حاصل ہے جو ارسطو منطق اور اقلیدس کو ہندسہ میں تھا۔

ہمارے تذکروں اور رجال کی کتابوں میں علماء کے وہ اوصاف جن کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا جاتا ہے' تیزی ذہن' قوتِ حافظہ' بے نیازی' تواضع' قناعت' زہد' تقویٰ غرض اس قسم کے اوصاف ہوتے ہیں لیکن عقل اور رائے وفراست وتدبر کا ذکر تک نہیں آتا۔ گویا یہ باتیں دنیاداروں کے ساتھ خاص ہیں اسی بات کو علامہ ابنِ خلدون نے اس پیرایہ میں لکھا ہے کہ علماء کا گروہ انتظام اور ریاست سے بالکل مناسبت نہیں رکھتا اور یہ بالکل سچ ہے حالانکہ اگر سچ پوچھیے تو علماء میں ان اوصاف کی زیادہ ضرورت ہے۔ اسلام بخلاف اور مذاہب کے دین کے ساتھ دنیاوی انتظامات کا متقنن ہے۔ خلفائے اوّلین کے حالات پڑھو سیاست اور انتظام ملکی کے لحاظ سے تمام دنیا کے سلاطین اور فرماں رواؤں میں کون شخص ان کا ہمسر ہو سکتا ہے بلاشبہ اس خصوصیت کے اعتبار سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تمام طائفہ علماء میں ممتاز ہیں کہ وہ مذہبی امور کے ساتھ دنیاوی ضرورتوں کے بھی اندازہ دان تھے جس کا اندازہ آپ کو اس مضمون کے پڑھنے سے بخوبی ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا مذہب سلطنت وحکومت کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ اسلام میں سلطنت و حکومت کے جو بڑے بڑے سلسلے قائم ہوئے ہیں مذہباً اکثر حنفی تھے۔

تدبر وفراست

اس میں شبہ نہیں کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اور ائمہ کی نسبت مناظرہ کے مواقع بھی زیادہ پیش آئے جیسا کہ آپ ان کے حالات پڑھ کر محسوس کریں گے جس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ نے اس کو بطورِ فن یا مقصد کے اختیار کیا تھا بلکہ انہوں نے علومِ شرعیہ کے متعلق بہت سے ایسے نکتے ایجاد کیے تھے جو عام طبائع کی دسترس سے باہر تھے اس

لیے ظاہر بینوں کا ایک بڑا گروہ جن میں بعض مقدس اور سادہ دل بھی شامل تھے' ان کا مخالف ہو گیا تھا اور ہمیشہ ان سے بحث و مناظرہ کے لیے تیار رہتا تھا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مجبوراً ان کے شبہات رفع کرنے پڑتے تھے اس اتفاقی سبب نے مناظرہ و مباحثہ کا ایک وسیع سلسلہ قائم کر دیا تھا لیکن امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مناظرات میں کہیں کہیں ہم اس ادعاء اور جوش مقابلہ کا اثر پاتے ہیں جو بظاہر ان کی تواضع اور بے نفسی کے خلاف ہے لیکن یہ انسانی جذبات ہیں جن سے کوئی شخص بری نہیں ہو سکتا۔ ہم نے امام شافعیؒ' امام مالکؒ' امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہم اور بڑے بڑے ائمہ کے مناظرات کتابوں میں پڑھے ہیں ان سے زیادہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مناظرات میں حوصلہ مندی و بردباری کا اثر پاتے ہیں اور سچ یہ ہے کہ اگر اس قسم کی باتیں بزرگوں کے حالات میں مذکور نہ ہوتیں تو شبہ ہوتا کہ تذکرہ نویسوں نے ان بزرگوں کی اصلی تصویر نہیں دکھائی بلکہ اپنی خوش اعتقادیوں کا خاکہ کھینچا ہے۔

ایک حکیم صاحب نے نہایت سچ کہا ہے کہ کسی نامور یا مقتدیٰ کے حالات لکھو تو اس کے دو خصائل ضرور دکھاؤ جن میں انسانی فطرت کی جھلک نظر آتی ہو اس سے لوگوں کو اچھے کاموں میں ان کی تقلید کی خواہش پیدا ہو گی بخلاف اس کے کہ اگر بالکل فرشتہ بنا کر پیش کرو گے تو لوگ شاید ان کی پرستش کرنے پر آمادہ ہو جائیں لیکن ان کی حرص کرنے کا خیال ہرگز پیدا نہ ہو گا۔ وہ سمجھیں گے کہ یہ شخص دائرۂ انسانی سے خارج تھا۔ ہم انسان ہو کر کیوں اس کی تقلید کریں اور ان خصائل کے بیان سے ہماری سیر کی کتب خالی ہیں۔ اکثر ہمارے مصنفین حضرات جب کسی مقتداء کے حالات پر قلم اٹھاتے ہیں تو عموماً ان اوصاف کو زیر قلم لاتے ہیں جو ناقابلِ تقلید ہیں۔ خصوصاً امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں تو اکثر زہد' اتقاء' تواضع' بے نفسی اور عبادت وغیرہ کو زیادہ بیان کیا جاتا ہے اور امام صاحب کی فقاہت و فراست کا طبعاً و ضمناً ذکر کیا جاتا ہے جس کی وجہ امام صاحب کی سیرت کا یہ اہم باب تشنہ رہ جاتا ہے۔ (فقاہت ابی حنیفہ)

(۳۰)

منکر نکیر کے سوالوں کے جوابات

فِی الْخَبَرِ اِذَا وُضِعَ الْمَیِّتُ فِی الْقَبْرِ اَتَاہُ مَلَکَانِ اَسْوَدَانِ اَزْرَقَانِ وَاَصْوَاتُھُمَا کَالرَّعْدِ الْقَاصِفِ وَاَبْصَارُھُمَا کَالْبَرْقِ الْخَاطِفِ یَخْرِقَانِ الْاَرْضَ بِاَنْیَابِھِمَا فَیَاْتِیَانِ مِنْ قِبَلِ رَاْسِہٖ فَیَقُوْلُ الرَّاْسُ لَا تَاْتِیَا مِنْ قِبَلِیْ فَرُبَّ صَلٰوۃٍ صَلَّیْتُ فِی اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ خَوْفًا مِّنْ ھٰذَا الْمَوْضِعِ ثُمَّ یَاْتِیَانِہٖ مِنْ قِبَلِ رِجْلَیْہِ فَیَقُوْلُ الرِّجْلَانِ لَا تَاْتِیَا مِنْ قِبَلِنَا فَقَدْ کُنَّا مَشَیْنَا اِلَی الْجُمُعَۃِ وَالْجَمَاعَۃِ حَذَرًا مِّنْ ھٰذَا الْمَوْضِعِ فَیَاْتِیَانِ مِنْ قِبَلِ یَمِیْنِہٖ فَیَقُوْلُ الْیَمِیْنُ لَا تَاْتِیَا مِنْ قِبَلِیْ فَقَدْ کَانَ یَتَصَدَّقُ بِیْ حَذَرًا مِّنْ ھٰذَا الْمَوْضِعِ فَیَاْتِیَانِ مِنْ قِبَلِ الشِّمَالِ فَیَقُوْلُ الشِّمَالُ کَذٰلِکَ فَیَاْتِیَانِ مِنْ قِبَلِ فَمِہٖ فَیَقُوْلُ الْفَمُ لَا تَاْتِیَا مِنْ قِبَلِیْ فَقَدْ کَانَ یَجُوْعُ وَیَعْطِشُ حَذَرٌ مِّنْ ھٰذَا الْمَوْضِعِ فَیُوْقِظَانِہٖ کَمَا یُوْقَظُ النَّائِمُ وَیَقُوْلَانِ عِشْتَ مُؤْمِنًا وَّمُتَّ مُؤْمِنًا ثُمَّ الْحِکْمَۃُ فِیْ سُوَالِ مُنْکَرٍ وَّنَکِیْرٍ اَنَّ الْمَلٰٓئِکَۃَ طَعَنَتْ فِیْ بَنِیْ آدَمَ حَیْثُ قَالُوْا اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا فَرَدَّ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ فَقَالَ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ فَیَبْعَثُ اللّٰہُ تَعَالٰی مَلَکَیْنِ اِلٰی قَبْرِ الْمُؤْمِنِ لِیَسْئَلَاہُ مِنْ ذٰلِکَ فَیَاْمُرُھُمَا اَنْ یَّشْھَدَ بَیْنَ یَدَیِ الْمَلٰٓئِکَۃِ مَا سَمِعَھَا مِنَ الْعَبْدِ

الْمُؤْمِنِ لِاَنَّ اَقَلَّ الشُّهُوْدِ اِثْنَانِ ثُمَّ يَقُوْلُ الرَّبُّ يَا مَلٰئِكَتِيْ قَدْ اَخَذْتُ رُوْحَهٗ فَتَرَكَ مَالَهٗ لِغَيْرِهٖ وَزَوْجَتَهٗ فِيْ حِجْرِ غَيْرِهٖ وَجَارِيَتَهٗ وَضَيْعَةٗ فِيْ يَدِ غَيْرِهٖ وَاَحِبَّاؤُهٗ غَائِبُوْنَ عَنْهُ وَيُسْاَلُ فِيْ بَطْنِ الْاَرْضِ وَلَمْ يَرَ اَحَدًا غَيْرِيْ وَلَمْ يَعْلَمْ حَالَهٗ سِوَآءِ يْ وَقَالَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَنَبِيِّيْ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالْاِسْلَامُ دِيْنِيْ لِتَعْلَمُوْا اَنِّيْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ .

’’حدیث میں ہے کہ جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں‘ سیاہ رنگ اور نیلی آنکھوں والے آواز ان کی سخت گرج دار رعد کی طرح ہوتی ہے اور آنکھیں اُچک لے جانے والی بجلی کی طرح اپنے دانتوں سے زمین چیرتے ہوئے اس کے سر کی طرف سے آتے ہیں۔ پس سر کہتا ہے میری طرف نہ آؤ میں تو اس وقت کے خوف سے شب و روز بہت نماز پڑھتا تھا پھر وہ پاؤں کی طرف سے آتے ہیں تو پاؤں کہتے ہیں ہماری طرف سے نہ آؤ ہم جمعہ اور جماعت کو چل کر جاتے تھے اس مقام کے عذاب سے بچنے کے لیے پھر وہ فرشتے دائیں طرف سے آتے ہیں دایاں کہتا ہے میری طرف سے نہ آؤ میں صدقہ کرتا تھا اس جگہ کے عذاب سے بچاؤ کے لئے پھر بائیں جانب سے آتے ہیں تو بائیاں اسی طرح کہتا ہے پھر میت کے منہ کی طرف سے آتے ہیں تو منہ کہتا ہے کہ میری طرف سے نہ آؤ میں بھوکا پیاسا (روزہ دار) رہتا تھا اس مقام کے عذاب سے بچنے کے لیے پس وہ دونوں فرشتے میت کو جگاتے ہیں جس طرح سوئے ہوئے کو جگایا جاتا ہے اور اس سے پوچھتے ہیں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ وہ کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پس فرشتے کہتے ہیں تو زندہ بھی مومن تھا اور مومن ہی مرا بہر حال! قبر میں نکیرین کے سوال کی حکمت یہ ہے کہ بے شک ملائکہ نے اولادِ آدم کو طعنہ دیا تھا جب انہوں نے کہا: کیا ایسے کو زمین میں خلیفہ بنائے گا جو اس میں فساد کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے

جواب میں فرمایا جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے تو اللہ تعالیٰ دو فرشتوں کو بھیجتا ہے مومن کی قبر میں تاکہ اس سے توحید ورسالت کے متعلق پوچھ لیں اور ان دونوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ ملائکہ کے سامنے اس کی گواہی دیں جو انہوں نے مومن بندہ سے سنا یہ دو گواہ اس لیے کہ کم سے کم شرعاً دو گواہ ہونے چاہئیں پھر رب تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے فرشتو! میں نے اپنے بندے کی روح قبض کرلی پس اس نے اپنا مال غیر کے لیے چھوڑا اور اپنی بیوی غیر کے لیے اور اپنی لونڈی غیر کے لیے اور اپنا تاج غیر کے ہاتھ میں دیا اور اس کے دوست اس سے غائب ہیں اور اس سے شکم زمین میں سوال ہو رہا ہے جہاں میرے سوا سے کوئی نہیں دیکھتا اور میرے سوا اس کے حال سے کوئی آگاہ نہیں اور اس نے اس جگہ گواہی دی کہ میرا رب تعالیٰ ہے اور میرا نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اسلام میرا دین ہے تاکہ تم جان لو کہ بے شک میں خوب جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔''

(دقائق الاخبار)

(۳۱)

شیطان کے تین ہتھیار

حضرت سیدنا وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

''بنی اسرائیل کا ایک عابد اپنے عبادت خانے میں عرصہ دراز سے مصروفِ عبادت تھا' وہ مجاہدات کرتا اور ہمیشہ گناہوں سے بچتا اس کی عبادت و پارسائی کو دیکھ کر شیطان کے چیلے ابلیس کے پاس آئے اور کہا: ''فلاں شخص نے ہمیں عاجز کر دیا ہے اس سے ہمیں کچھ حصہ نہیں ملا۔''

اپنے کمینے چیلوں کی یہ بکواس سن کر ابلیس لعین نے اس عابد کو بہکانے کی ٹھانی اور اس کے عبادت خانے پر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ عابد نے پوچھا: ''کون ہے؟''

ابلیس بولا: ''میں مسافر ہوں' آج رات مجھے اپنے پاس پناہ دے دو۔''

کہا: ''یہاں بہت ہی قریب ایک بستی ہے تو وہاں چلا جا۔''

ابلیس نے کہا: ''خدا کا خوف کر' میں مسافر ہوں' مجھے درندوں اور چوروں کا خطرہ ہے' اتنی رات گئے میں کہاں مارا مارا پھروں گا۔'' عابد نے کہا: ''میں ہرگز دروازہ نہیں کھولوں گا۔''

یہ سن کر ابلیس خاموش ہو گیا کچھ دیر بعد پھر دستک دی اور کہا:

''جلدی سے میرے لیے دروازہ کھولو۔'' عابد نے پوچھا: ''کون ہے؟''

کہا: ''میں مسیح (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) ہوں۔'' (معاذ اللہ تعالیٰ)

عابد نے کہا: ''اگر تو مسیح ہے تو پھر تجھے میری حاجت ہی کیا ہے تو تو اپنے رب کی

رسالت اور آخرت کے وعدے کو پہنچ چکا ہے۔“

ابلیس لعین پھر خاموش ہو گیا۔ کچھ دیر بعد پھر شیطانی طبیعت مچلی تو دروازہ کھٹکھٹایا۔ عابد نے پوچھا: ”کون ہے؟“ کہا: ”میں ابلیس ہوں۔“

عابد نے کہا: ”میں ہرگز تیرے لیے دروازہ نہیں کھولوں گا۔“

ابلیس لعین نے کہا: ”تجھے خدا کا واسطہ! تجھے تیرے رب کا واسطہ! دروازہ کھول دے۔“

ابلیسِ لعین کافی دیر تک منت سماجت کرتا رہا اور پختہ وعدہ کیا کہ میں تجھے کبھی بھی کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔“ بالآخر عابد نے دروازہ کھول دیا۔ ابلیس اس کے سامنے بیٹھ گیا اور کہا:

”مجھ سے جو پوچھنا چاہتے ہو، پوچھو میں تمہیں ہر سوال کا جواب دوں گا۔“

عابد نے کہا: ”مجھے تجھ سے کوئی سروکار نہیں۔“

یہ سن کر ابلیسِ لعین واپس جانے لگا تو عابد نے اسے پکار کر کہا:

”میں تجھ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔“

ابلیسِ لعین واپس آیا اور کہا: ”پوچھو! کیا پوچھنا چاہتے ہو؟“

کہا: ”بنی آدم کی ہلاکت میں تمہارے لیے سب سے زیادہ مددگار شے کیا ہے؟“

ابلیس نے کہا: ”نشہ ہمارا سب سے کامیاب وار ہے کیونکہ جب کوئی شخص نشے میں آجاتا ہے تو ہم جو چاہتے ہیں اس سے کرواتے ہیں پھر وہ ہم سے بچ نہیں سکتا، ہم اس سے اس طرح کھیلتے ہیں جیسے بچے گیند سے کھیلتے ہیں۔“ عابد نے کہا: ”دوسری ہلاکت خیز شے کیا ہے؟“

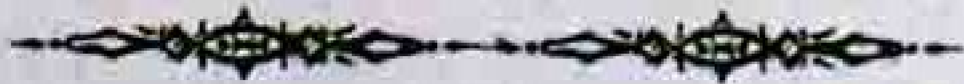
کہا: ”غصہ و غضب بھی ہمارے مہلک ترین ہتھیار ہیں اگر انسان عبادت کر کے اس مقام و مرتبہ کو پہنچ جائے کہ اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرنے لگے تب بھی ہم اس سے مایوس نہیں ہوتے، ہمیں امید ہوتی ہے کہ اس کے غیض و غضب کی وجہ سے ہمیں اس

سے ضرور کچھ حصہ ملے گا۔" عابد نے کہا: "ان کے علاوہ تمہارے پاس اور کون سا مہلک ہتھیار ہے؟"

کہا: "بخل بھی ہمارا بہترین ہتھیار ہے انسان پر جو نعمتیں ہیں ہم انہیں تھوڑی کر کے دِکھاتے ہیں اور لوگوں کے پاس جو مال و دولت ہے اسے اس کی نظروں میں زیادہ کر دیتے ہیں اس طرح وہ اپنے مال میں حقوق اللہ کی ادائیگی کے معاملے میں کنجوسی سے کام لیتا اور ہلاکت کی وادیوں میں جا گرتا ہے۔" (الامان والحفیظ) (عیون الحکایات)

(پیارے مسلمان بھائیو! شیطان لعین انسان کا کھلا دشمن ہے، وہ ہر آن انسانوں کو بہکانے کی کوشش میں لگا ہوا ہے اس کے مکروفریب سے بچنے کے لیے ایسے لوگوں کی صحبت ضروری ہے جو اس کے واروں سے بچنے کے طریقے جانتے ہوں اور ان کے سینے خوفِ خدا و محبتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے منور ہوں، ان کے ساتھ رہ کر دین پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ ملے اور نیکیاں کرنا آسان ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اچھے لوگوں کی صحبت عطا فرمائے اور نفس و شیطان کی شرارتوں سے محفوظ فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم



(۳۲)

غارِ حرا میں محبوبِ خدا جل وعلا

غارِ حرا بیت اللہ شریف سے کم وبیش پانچ کلومیٹر دور جبلِ نور کی چوٹی پر واقع ہے جب حاجی منیٰ کو جاتے ہیں تو منیٰ سے کچھ پہلے یہ پہاڑ ان کے بائیں ہاتھ نظر آتا ہے۔ غار کا رُخ قدرتی طور پر کعبے کی سمت ہے اس کا راستہ اتنا دشوار گزار ہے کہ طاقت اور تنومند نوجوان بھی وہاں پہنچتے پہنچتے تھک جاتا ہے۔

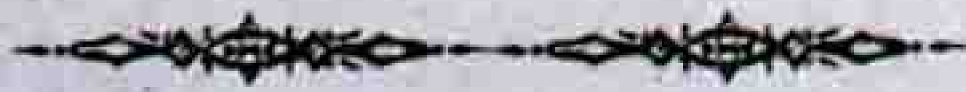
یہ مختصر سا غار ہے جس کا طول تقریباً تین میٹر اور عرض ڈیڑھ میٹر کے قریب ہے جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف چالیس برس کے قریب ہوگئی تو آپ وہاں تشریف لے جاتے۔ آپ کے ہمراہ پانی اور ستو ہوتے۔ بعض اوقات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جاتیں اور قریب ہی کسی جگہ موجود رہتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان بھر اس غار میں قیام فرماتے' آنے جانے والے مسکینوں اور مسافروں کو کھانا کھلاتے اور بقیہ اوقات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزارتے۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر خلوت آپ کو محبوب بنادی گئی اور آپ غارِ حرا میں جا کر خلوت گزیں ہوتے۔ آپ اللہ کی یاد اور غور وفکر میں مشغول رہتے۔ سیرت نگاروں نے اسے تحنث کا نام دیا ہے جس کا مفہوم اور مطلب گوشہ نشینی' تعبد' یعنی عبادت کرنے اور گناہوں سے بچنے کے ہیں۔ بعض نے غور وفکر اور عبرت پذیری کے بھی معانی بیان کیے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت کے اس طریقہ کو غور وفکر اور یادِ الٰہی کے لیے

بہترین ذریعہ سمجھا۔ غارِ حرا کے اس خلوت کدہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حقیقت کے متلاشی تھے جو اس سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہیں نہ مل سکی تھی اس حقیقت کے ذرائع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کے سامنے یہ وسیع وعریض عالم تھا۔ اوپر نظر اُٹھا کر دیکھتے تو صاف وشفاف نیلگوں آسمان نظر آتا' دن کو آفتاب اپنی کرنیں اس کائنات پر لٹاتا' رات کو جھلملاتے تارے اور چاند کی چاندنی صحرا پر پھیل جاتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کے مشاہد اور اس کے پیچھے کارفرما قدرتِ نادرہ پر غور فرماتے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کے شرکیہ عقائد اور واہیات تصورات پر بالکل اطمینان نہ تھا۔ آپ کے سامنے کوئی واضح راہ اور معین طریقہ نہ تھا جس پر آپ اطمینان اور انشراح قلب کے ساتھ رواں دواں ہو سکتے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تنہائی پسندی بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تدبیر کا ایک حصہ تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک آنے والے عظیم الشان کارِ خیر کے لیے تیار کر رہا تھا۔ آپ کو رویائے صادقہ کے ذریعے بشارات دی جاتیں۔ روایات میں ہے کہ آپ رات کو جو بھی خواب دیکھتے بے دار ہونے کے بعد صبح کی روشنی کی طرح اس کی صاف وشفاف تعبیر ظاہر ہو جاتی۔ (صحیح بخاری' حدیث:۳)



(۳۳)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلقات

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: لِمُوْسٰی یَا مُوْسٰی: بَلِّغْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَنَّہٗ مَنْ رَدَّ عَلٰی اَحْمَدَ شَیْئًا وَّاِنْ کَانَ حَرْفًا اَدْخَلْتُہُ النَّارَ مَسْحُوْبًا ۔ یَا مُوْسٰی رَکْعَتَانِ یُصَلِّیْھِمَا مُحَمَّدٌ وَّاُمَّتُہٗ بَیْنَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ وَطُلُوْعِ الشَّمْسِ اَغْفِرُلَھُمْ مَا اَصَابُوْا فِیْ یَوْمِھِمْ وَلَیْلَتِھِمْ ۔ وَیَکُوْنُ فِیْ ذَالِکَ الْیَوْمِ فِیْ ذِمَّتِیْ ۔ وَمَنْ مَاتَ وَھُوَ فِیْ ذِمَّتِیْ فَلَاضَیْعَۃَ عَلَیْہِ ۔

(حلیۃ الاولیاء (ابونعیم) ج:۶، ص:۳۴، شرف المصطفیٰ، ج:۱، ص:۱۶۸)

"اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: اے موسیٰ! بنی اسرائیل تک یہ بات پہنچادو کہ جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی بات کا انکار کیا اگر چہ ایک حرف ہی ہو اس کو گھسیٹتے ہوئے جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اے موسیٰ علیہ السلام! طلوع فجر اور طلوع آفتاب کے درمیان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اُمت دو رکعت پڑھے گی تو اس کے بدلے میں ان کے اس دن اور اس رات کے گناہ معاف کردوں گا اور وہ دن میری ذمہ داری پر ہوگا اور جو اس دن میں مرجائے گا وہ میرے ذمۂ کرم پر ہوگا اس پر کوئی بوجھ نہ ہوگا۔"

☆......اِنَّ مُوْسٰی قَالَ اِلٰھِیْ اِصْطَفَیْتَنِیْ وَکَلَّمْتَنِیْ فَھَلْ جَعَلْتَ دَرَجَۃً لِّنَبِیٍّ بَعْدِیْ؟ فَاَوْحَی اللّٰہُ جَلَّ جَلَالُہٗ اِلَیْہِ ۔ یَا مُوْسٰی خُذْ

مَا اٰتَیْنٰـکَ وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ . فَوَعِزَّتِیْ لَاَبْعَثَنَّ نَبِیًّا تَدْخُلُ اَنْتَ وَاُمَّتُکَ بِشَفَاعَتِہِ الْجَنَّۃَ . (شرف المصطفیٰ، ج:۱ص:۱۶۹)

''حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے معبود! تو نے مجھے چن لیا اور مجھ سے کلام فرمایا۔ کیا میرے بعد تو اس درجہ پر اور بھی کوئی نبی بنائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ اے موسیٰ علیہ السلام! جو ہم نے آپ کو دیا اس کو مضبوطی سے پکڑلو اور شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ۔ مجھے میری عزت کی قسم! میں ضرور ایسا نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھیجوں گا جس کی شفاعت سے آپ کو اور آپ کی اُمت کو جنت میں داخل کروں گا۔''

☆......اَوْحَی اللّٰہُ تَعَالٰی اِلٰی مُوْسٰی نَبِیُّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَنَّہٗ مَنْ اٰمَنَنِیْ وَھُوَ جَاحِدٌ بِاَحْمَدَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُدْخِلُہُ النَّارَ . قَالَ یَارَبِّ وَمَنْ اَحْمَدُ؟ قَالَ مَا خَلَقْتُ خَلْقًا اَکْرَمَ عَلَیَّ مِنْہُ . کَتَبْتُ اِسْمَہٗ مَعَ اِسْمِیْ فِی الْعَرْشِ قَبْلَ اَنْ اَخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ .

(حلیۃ الاولیاء (ابونعیم) ج:۶، ص:۳۳، خصائص کبریٰ (سیوطی) ج:۱ص:۲۳، السیرۃ الحلبیۃ (نورالدین حلبی) ج۲،ص:۳۲۱)

''اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ بنی اسرائیل کو یہ بات بتادو کہ جو مجھ پر ایمان لایا اور میرے محبوب احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا تو میں اس کو جہنم میں داخل کروں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: یہ احمد کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے لیے ان سے زیادہ کوئی بھی قابلِ عزت پیدا نہیں کیا۔ میں نے ان کا نام اپنے نام کے ساتھ آسمانوں زمینوں کی پیدائش سے پہلے عرش پر لکھ دیا تھا۔''

فرق مطلوب وطالب میں دیکھے کوئی

وَمِمَّا فَضَّلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِهٖ اَنَّهٗ عَزَّوَجَلَّ نَعَتَهٗ فِی التَّوْرَاةِ اِلٰی مُوْسٰی فَقَالَ سُبْحَانَهٗ یَا مُوْسٰی: اَحْمِدْنِیْ اِذْ مَنَنْتُ عَلَیْكَ بِالْاِیْمَانِ بِاَحْمَدَ. فَوَعِزَّتِیْ لَوْلَمْ تَقْبَلِ الْاِیْمَانَ بِاَحْمَدَ مَا جَاوَرْتَنِیْ فِیْ دَارِیْ. وَلَا تَنَعَّمْتَ فِیْ جَنَّتِیْ. یَامُوْسٰی: جَمِیْعُ الْمُرْسَلِیْنَ اٰمَنُوْا بِمُحَمَّدٍ وَّصَدَّقُوْهُ وَاشْتَاقُوْا اِلَیْهِ. كَذٰلِكَ مَنْ یَجِیْئُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ بَعْدَكَ. یَامُوْسٰی: مَنْ لَّمْ یُؤْمِنْ بِاَحْمَدَ مِنْ جَمِیْعِ الْمُرْسَلِیْنَ رَدَدْتُ عَلَیْهِ حَسَنَاتَهٗ وَمَنَعْتُهٗ حِفْظَ الْحِكْمَةِ وَنَزَعْتُ عَنْهُ نُوْرَالْهُدٰی وَمَحَوْتُ اِسْمَهٗ مِنْ دِیْوَانِ الْاَنْبِیَآءِ. یَا مُوْسٰی اَحِبْ لِاَحْمَدَ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ. وَاَحِبْ لِاُمَّتِهٖ مَا تُحِبُّ لِاُمَّتِكَ اَجْعَلْ لَّكَ وَلِاُمَّتِكَ فِیْ شَفَاعَتِهٖ نَصِیْبًا.

(شرف المصطفیٰ' ج:۱' ص:۱۷۱' مطالع المسرات' ص:۶۳۰)

''ان فضیلتوں میں سے یہ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ نے تورات میں بطور نعمت بیان فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام! میں نے تجھ پہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا احسان کیا تو اس بناء پر میری حمد کرو۔ مجھے اپنی عزت کی قسم! اگر تم نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا قبول نہ کیا تو میرے گھر میں میرا پڑوس نہ پاسکو گے اور نہ ہی میری جنت میں نعمتیں حاصل کرسکو گے۔ اے موسیٰ علیہ السلام! تمام رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور ان کی تصدیق کی اور ان کی زیارت کے خواہش مند ہیں اسی طرح وہ بھی جو تیرے بعد رسول آئیں گے۔ اے موسیٰ علیہ السلام! تمام رسولوں میں سے جو احمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لایا تو میں اس کی نیکیاں رد کردوں گا اور اس سے حکمت کی حفاظت روک دوں گا' ہدایت کا نور دور کردوں گا اور انبیاء کرام کی فہرست سے ان کا نام نکال دوں گا۔ اے موسیٰ علیہ السلام! جو اپنے لیے پسند

کرتے ہو وہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پسند کرو اور جو اپنی اُمت کے لیے چاہتے ہو وہی ان کی اُمت کے لیے چاہو۔ میں تمہارے لیے اور تمہاری اُمت کے لیے ان کی شفاعت میں سے حصہ مقرر کر دوں گا۔''

دُور ہے جو میرے احمد سے وہ مجھ سے دور ہے

☆......اَوْحَی اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اِلٰی مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ بَعْضِ مَا اَوْحٰی اِلَیْہِ ۔ یَامُوْسٰی لَوْلَا مَنْ یَّحْمَدُنِیْ مَا اَنْزَلْتُ مِنَ السَّمَآءِ قَطْرَۃً وَّلَا اَنْبَتُّ مِنَ الْاَرْضِ وَرَقَۃً...... یَامُوْسٰی لَوْلَا مَنْ یَّعْبُدُنِیْ مَا اَمْھَلْتُ مَنْ یَّعْصِیْنِیْ طُرْفَۃَ عَیْنٍ ۔ یَا مُوْسٰی لَوْلَا مَنْ یَّشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ لَسَلَّیْتُ جَھَنَّمَ عَلَی الدُّنْیَا ۔ یَا مُوْسٰی اِذَا لَقِیْتَ الْمَسَاکِیْنَ فَسَائِلْھُمْ کَمَا تُسَائِلُ الْاَغْنِیَآءَ ۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ ذٰلِکَ فَاجْعَلْ کُلَّ شَیْءٍ عَلِمْتَ اَوْ قَالَ عَمِلْتَ تَحْتَ التُّرَابِ ۔ یَامُوْسٰی اَتُحِبُّ اَنْ لَّا یَنَالَکَ مِنْ عَطْشِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ؟ قَالَ اِلٰھِیْ نَعَمْ ۔ قَالَ فَاَکْثِرْ مِنَ الصَّلَاۃِ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔

(القول البدیع (سخاوی) ص:۱۲۹)

''اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف ایک دفعہ وحی فرمائی جس میں حکم دیا اے موسیٰ علیہ السلام! اگر کسی ایک نے بھی میری حمد نہ کی تو میں آسمان سے پانی کا قطرہ بھی نہ اُتاروں گا اور نہ ہی زمین کوئی پتہ اُگائے گی۔ اے موسیٰ علیہ السلام! اگر کسی ایک نے بھی میری عبادت نہ کی تو میں پلک جھپکنے کی بھی فرصت نہ دوں گا۔ اے موسیٰ علیہ السلام! اگر کسی ایک نے بھی گواہی نہ دی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میں جہنم کو دنیا پر بہا دوں گا۔ اے موسیٰ علیہ السلام جب آپ کسی مسکین کو ملو تو اس کے ساتھ بھی ویسی ہی شفقت کرو جیسی اغنیاء کے ساتھ کرتے ہو اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو ہر وہ چیز جو آپ جانتے ہو یا کہا:

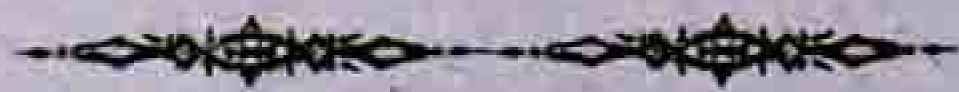
عمل کرتے ہوا سے تحت التراب کر دوں گا۔ اے موسیٰ علیک السلام کیا آپ قیامت کے دن پیاس سے بچنا چاہتے ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا جی ہاں! اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: پھر میرے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کی کثرت کیا کرو۔"

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ الْبَاہِلِیْ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: لَمَّا بَلَغَ وَلَدُ مَعْدِ بْنِ عَدْنَانَ اَرْبَعِیْنَ رَجُلًا وَقَفُوْا عَلٰی عَسْکَرِ مُوْسٰی. فَانْتَہَبُوْا فَدَعَا عَلَیْہِمْ مُوْسَی بْنِ عِمْرَانَ فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلَیْہِ یَا مُوْسٰی لَا تَدْعُ عَلَیْہِمْ فَاِنَّ مِنْہُمُ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ النَّذِیْرَ الْبَشِیْرَ.

(المعجم الکبیر (طبرانی) ج:۸' ص:۱۴۰' مجمع الزوائد (ہیثمی) ج:۸' ص:۴۰۰' الخصائص الکبریٰ (سیوطی) ج:۱'ص۱' کنز العمال (علی متقی) ج:۱۱' ص:۱۹۳' حجۃ اللہ علی العلمین (نبہانی) ج:۱'ص:۱۸۸)

"حضرت معد بن عدنان (جو کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد میں سے تھے) کے بیٹوں کی تعداد جب چالیس ہوگئی' ان کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کے ساتھ مڈھ بھیڑ ہوگئی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کو ہزیمت سے دوچار کر دیا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے خلاف بددعا کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف فوراً وحی فرمائی کہ اے موسیٰ علیہ السلام! ان کے خلاف بددعا نہ کرنا کیونکہ انہیں میں سے میرے نبی اُمی بشیر اور نذیر تشریف لائیں گے۔"



(۳۴)

محبوبِ خدا کا کوئی ہم پایہ نہیں ہے

محبت ایک انسانی جذبہ ہے کوئی مال و زر سے محبت کرتا ہے' کسی کا دل سونے چاندی پر ریجھتا ہے' کوئی انسان کو چاہتا ہے' کوئی کسی جانور سے محبت کرتا' بیوی بچوں سے بھی انسان کو خاصہ لگاؤ ہوتا ہے اور والدین سے بھی سلیم الفطرت اولاد کو بہت عقیدت و محبت ہوتی ہے اور کسی متقی عالم' خدا رسیدہ بزرگ' متبع سنت پیر و مرشد سے عقیدت اور سچی دلی محبت ہونا بھی قابلِ تحسین امر ہے اور ان سب محبتوں سے وراء الوراء اور ان عقیدتوں سے بالاتر' حبیبِ خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے جو کہ ہر مسلمان کے لیے ایمان کی شرطِ اوّلین ہے اور خود جانِ دو عالم' محبوبِ مکرم' رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔

"تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ مجھے اپنے والدین اور اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہیں رکھتا۔"

(بخاری شریف کتاب الایمان' کتاب الشروط ۲۷۳۱)

سطورِ بالا میں حدیث تو آپ نے پڑھ لی ہے اب ذرا اس پر ایک شہادت بھی نوٹ فرما لیں...... کفار کی جانب سے ایک سفیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا ہے' آپ سے بات چیت کے دوران اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں کا جو منظر دیکھا

وہ اپنے الفاظ میں بیان کیا...... جو کہ آج بھی تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے...... آپ بھی ملاحظہ فرمایئے!

''اے قوم! واللہ میں بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں' میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں گیا ہوں لیکن خدا کی قسم! میں نے کوئی بادشاہ نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس کی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جیسے (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ' آپ کی تعظیم کرتے ہیں۔ واللہ اگر وہ ناک صاف کرتے ہیں تو کوئی نہ کوئی صحابی ہاتھ آگے بڑھا کر اس رطوبت کو اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی حکم دیتے ہیں تو سب اس کی تعمیل میں دوڑ پڑتے ہیں اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تو آپ کے وضو کا مستعمل پانی حاصل کرنے کے لیے صحابہ علیہم الرضوان اس طرح جھپٹ پڑتے گویا ایک دوسرے کو مار ڈالیں گے اور جب آپ کلام فرماتے ہیں تو سب لوگ چپ ہو جاتے ہیں اور غایت تعظیم کے باعث وہ ان کی طرف آنکھ بھر کے بھی نہ دیکھتے۔''

☆...... اللہ جل جلالہ نے اپنے پیارے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے عمدہ' نرالے اور خوبیوں والے اوصاف سے نوازا تھا۔ عام آدمی جب سو جاتا ہے تو اس کا دل غافل ہو جاتا ہے لیکن...... اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم (تہجد کی آٹھ رکعات ادا کرنے کے بعد) تین رکعت (وتر) پڑھتے۔'' فرماتی ہیں:

''میں نے عرض کیا' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟'' فرمایا: ''اے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا! میری آنکھیں سوتی ہیں' دل نہیں سوتا۔''

(بخاری حدیث: ۱۱۴۷' مسلم: ۷۳۸ اس حدیث کو نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ ترمذی حدیث: ۴۳۶' ابوداؤد: ۱۳۴۳' ابن ماجہ: ۱۱۷۳' مشکوۃ: ۱۲۶۹' مستدرک حاکم: ۳۰۵/۱)

(۳۵)

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے خون بہنے لگا جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے کھڑے ہوئے اور انہیں گلے سے لگایا اور خون کی فوار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی پر پڑ رہی تھی جب کوئی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خون سے جتنا بچانا چاہتا' اتنا ہی علیہ السلام ان سے چمٹتے یہاں تک کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی۔'' ایک انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جب حضرت سعد بنی قریظہ کے بارے میں فیصلہ دے چکے تو واپس آ گئے اور ان کے زخم سے خون جاری ہوگیا اس کی اطلاع حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جب پہنچی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا سر اپنی گود میں رکھ لیا اور ان کو سفید کپڑے سے ڈھک دیا جب وہ کپڑا ان کے سر کی طرف کھینچا جاتا ان کے پیر باہر نکل جاتے۔ یہ سفید رنگ کے گداز بدن تھے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے میرے اللہ! سعد رضی اللہ عنہ نے تیرے راستہ میں جہاد کیا ہے تیرے رسول کی تصدیق کی ہے اور جو ان پر واجب تھا اسے ادا کر دیا۔ اے اللہ! ان کی روح کو بھلائی کے ساتھ قبول کر لے جس طرح پر کہ تو بھلائی

کے ساتھ کسی روح کو قبول کرتا ہے۔"

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سنا' آنکھیں کھول دیں اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ! سن لیجے کہ میں گواہی دے رہا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے گھر والوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا سر اپنی گود میں رکھ لیا ہے' وہ گھبرا گئے ہیں تب آپ نے فرمایا:

"اللہ پاک سے تم گھر والوں کی تعداد کے مطابق یعنی جتنے تم ہو اسی قدر فرشتوں نے اس بات کی اجازت طلب کی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی وفات پر وہ حاضر ہوں۔"

راوی کہتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ماں رو رہی تھیں اور یہ کہہ رہی تھیں:

ویل امك سعدا...... حزامة وجد .

"ایسے سعد کی ماں کے لیے خرابی ہو گئی جو بہت محتاط اور عبادت میں بہت کوشاں تھے۔"

ان کی ماں سے کہا گیا: "کیا تم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا مرثیہ کہہ رہی ہو؟"
یہ سن کر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انہیں چھوڑو' ان کے علاوہ تو اور شاعر جھوٹ کہتے ہیں۔"

(ماخوذ از صحابہ کرام کے آنسو)



(۳۶)

محبوبِ زمانہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ

خواجہ ما حضرت اویس قرن عاشق مصطفیٰ و حبیب ذوالمنن
فیض او عام است در عالم بطون نام بر اوج است در زمرۂ لایحزنون
ماہمہ ریزہ خوار از فیض یغمائے او ایں چنیں فرمان آمدہ از مصطفائے او
ایں اویسی ادنیٰ غلامست از غلامان او بے پایاں امید دارد از فیضان او

(مولانا فیض احمد اویسی، ذکر اویس، ص: ۳۷-۳۸)

آپ کا اسمِ گرامی (حضرت) اویس (رضی اللہ عنہ) تھا۔ احادیثِ مبارکہ میں بھی یہی بیان ہوا ہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ اِنِّی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ خَیْرَ التَّابِعِیْنَ رَجُلٌ یُّقَالُ لَہٗ اُوَیْسٌ وَّلَہٗ وَالِدَۃٌ وَّکَانَ بِہٖ بَیَاضٌ فَمُرُوْہُ فَلْیَسْتَغْفِرْ لَکُمْ ۔

(مسلم شریف باب من فضائل اویس القرنی)

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے بہتر تابعین ایک شخص ہے جس کو اویس کہتے ہیں اس کی ایک ماں ہے اور اس کو ایک سفیدی تھی تم اس سے کہنا تمہارے لیے دعا کرے۔''

واضح ہوا کہ آپ کا اسمِ گرامی ''اویس'' ہے اس کے علاوہ بھی مسلم شریف اور مشکوٰۃ

شریف میں احادیثِ مبارکہ ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا اسمِ گرامی ''اویس'' ہے۔ بعض روایات میں آپ کا نام عبداللہ بھی ملتا ہے اور بعض روایات کے مطابق ابن عبداللہ مگر آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کا نام مبارک ''اویس'' رکھا اس لیے آپ اویس ہی مشہور ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام عامر مشہور ہے اور آپ کی والدہ کا نام بدار ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (اور آگے حدیث بھی آ رہی ہے) ''اسیر بن جابر روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس یمن کے لوگ حاضر ہوتے تو آپ پوچھتے' کیا تم میں اویس بن عامر ہیں؟ یہاں تک کہ ان میں اویس بن عامر بھی پہنچ گئے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا آپ اویس بن عامر ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! میں اویس بن عامر ہوں۔ یہ حدیثِ مبارکہ بڑی طویل ہے جو کہ اشعۃ للمعات شریف میں بیان ہوئی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کا اسمِ گرامی اویس اور آپ کے والد کا نام عامر ہے۔ بعض روایات میں آپ کے والد کا نام عبداللہ بھی آیا ہے۔ بہر حال زیادہ تر مشہور یہی ہے کہ آپ کے والد کا نام عامر ہے اور آپ کے والد گرامی آپ کی کم سنی میں ہی فوت ہو گئے۔''

قرنی کی وجہ تسمیہ

قرآن عربی میں سینگ کو کہتے ہیں۔ یمن کے نواح میں ایک گاؤں ہے اس کا نام قرن ہے جب اس گاؤں کی تعمیر شروع ہوئی تو اس کی تعمیر کے سلسلے میں کھدائی کے دوران زمین سے گائے کا ایک سینگ نکلا اس سینگ کے نکلنے کی وجہ سے اس گاؤں کا نام قرن مشہور ہوا اسی نام کی نسبت سے آپ قرنی کہلائے۔

صاحب زادہ محمد عرفان تو گیروی نے بیان کیا ہے:

''بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک پر بال زیادہ تھے اس لیے انہیں قرنی کہا گیا۔''

(تذکرہ حضرت سیدنا خواجہ اویس قرنی' ص ۹)

آپ کا تعلق قرن کے مراد نامی قبیلہ سے ہے۔

آپ کے حسب نسب کے متعلق فیض ملت نے لکھا ہے:

"اگرچہ کسی مستند و معتبر روایت سے آپ کے والد کے نام کے سوا آپ کے خاندان پر مزید معلومات حاصل نہیں ہو سکیں لیکن بعض مؤرخین نے مندرجہ ذیل نسب لکھا ہے:

اویس بن عامر بن عبداللہ بن ہلال بن اہیب بن حبشہ بن خرمش بن غالب بن فہر بن قریش بن نضر بن کنانہ الخ

(ذکر اویس، ص:۴۹، بحوالہ حیات اویسی، ص:۹)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ قریشی تھے۔

اویس بن عامر بن جزء بن مالک بن عمرو بن مسعدہ بن عمرو بن سعد بن عصوان بن قرن بن رومان بن ناجیہ بن مراد المرادی القرنی۔

اویس بن عامر بن جزء بن مالک بن عمرو بن سعد بن عصوان بن رومان بن ناجیہ بن مالک مذحج بن زیر۔

ہم عشق کے بندے ہیں......

لیکن یہ نسب نامے رسمی ہیں، حقیقی نسب نامہ تو عشق ہے جیسے حضرت خواجہ اویس رضی اللہ عنہ بزبان عارف ملا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ یوں بیان کیا ہوگا

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کاندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

کسی نے حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہ سے نام و نسب پوچھا تو بتایا: مہر بن سیالوی بن مہاروی قدست اسرارہم

علامہ اویسی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں

واقعی انسان جب کسی کے عشق سے سرشار ہوتا ہے تو اسے اپنا نام و نسب بھول جاتا

ہے۔ حضرت استاذی المعظم محدث اعظم پاکستان الحاج علامہ سردار احمد صاحب لائل پوری (رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ) جب سے بریلی شریف سے منسلک ہوئے، اپنے وطن مالوف کو یاد تک نہ کیا تو آپ کو علماء و مشائخ اور عوام نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ کے کنبہ اور خاندان کا ایک فرد سمجھ رکھا تھا۔ بہر حال حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی ذات کی طرح آپ کا نسب بھی ایک معمہ ہے جو کسی سے حل نہ ہو سکا جتنا ہمیں معلوم ہو سکا لکھ دیا ہے۔ (ذکر اویس، ص: ۵۰)

احادیثِ مبارکہ سے آپ کا وطن ''قرن'' ثابت ہے اور قرن ملک یمن میں ہے اور یمن ایک بہت بڑا ملک ہے وہاں کے لوگ نہایت رقیق القلب اور حق شناس ہوتے ہیں۔

شکل و شباہت

آپ کا رنگ گندمی، قد میانہ اور جسم مبارک فربہ تھا۔ ناک شریف پر گوشت زیادہ تھا۔ بعض نے آپ کو لاغر اندام، پتلی کمر اور دھنسا ہوا شکم بتایا ہے۔ آپ کی داڑھی مبارک گھنی اور بال پراگندہ اُلجھے ہوئے اور گرد آلود رہتے تھے۔ آنکھیں سیاہ نیلگوں تھیں، ٹھوڑی پیشانی کی طرف اُٹھی ہوئی تھی، دونوں کاندھوں میں فاصلہ زیادہ تھا اور آپ کے سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی پر سفید برص کا نشان تھا۔ آپ کی شکل مبارک مہیب اور ہیئت پاک افسردہ حالی اور پریشانی اور خستگی ظاہر کرتی تھی۔ گویا آپ کا حلیہ مبارک آپ کی حقیقت حال کی صحیح تصویر ہے۔ آپ کا شہود حق میں کمال استغراق درگاہ بے نیاز میں خشوع و نیاز، خود رفتہ ہونا اور فنا فی اللہ ہو جانا اسی سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے۔ یہی ایک رُتبہ عظیم ہے جو کسی دولت مند کو میسر نہیں۔

(ذکر اویس ص: ۵۸-۵۷)

آپ کے فضائل میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

☆...... عَنْ اُسَیْرِ بْنِ جَابِرٍ اَنَّ اَهْلَ الْكُوْفَةِ وَفَدُوْا اِلٰى عُمَرَ وَفِيْهِمْ

رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ يَسْخَرُ بِأُوَيْسٍ فَقَالَ عُمَرُ هَلْ هٰهُنَا اَحَدٌ مِنَ الْقَرَنِيِّيْنَ فَجَآءَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ فَقَالَ عُمَرُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ اِنَّ رَجُلًا يَّاْتِيْكُمْ مِنَ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهٗ اُوَيْسٌ لَا يَدَعُ بِالْيَمَنِ غَيْرَ اُمٍّ لَهٗ قَدْ كَانَ بِهٖ بَيَاضٌ فَدَعَا اللّٰهَ فَاَذْهَبَهٗ عَنْهُ اِلَّا مَوْضِعَ الدِّيْنَارِ اَوِ الدِّرْهَمِ فَمَنْ لَقِيَهٗ مِنْكُمْ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ ۔

(مسلم شریف' باب فضائل اویس القرنی)

اسیر بن جابر سے روایت ہے کہ کوفہ کے لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے۔ ان میں ایک شخص تھا جو اویس رضی اللہ عنہ سے ٹھٹھا کیا کرتا تھا (کیونکہ وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ اولیاء اللہ میں سے ہیں اور اویس اپنا حالِ چھپاتے تھے۔ نووی نے کہا عارفوں کا یہی طریقہ ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

"یہاں قرن کا بھی کوئی آدمی ہے' وہ شخص آیا تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تمہارے پاس ایک شخص آئے گا یمن سے اس کا نام اویس ہے اور وہ یمن میں کسی کو نہ چھوڑے گا (اپنے عزیزوں میں سے) سوا اپنی ماں کے۔ اس کو (برص کی) سفیدی ہو گئی تھی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی' اللہ تعالیٰ نے دُور کر دی۔ وہ سفیدی اس کے بدن سے مگر ایک دینار یا درم برابر باقی ہے جو کوئی تم میں سے اس کو ملے تو اپنے لیے دعا کروائے اس سے۔"

(ترجمہ از وحید الزماں' صحیح مسلم' شرح مختصر نووی' ج:۶' ص:۱۹۳)

بخشش کی دعا

اسیر بن جابر سے روایت ہے:

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب یمن سے مدد کے لیے لوگ آئے (یعنی وہ لوگ جو ہر ملک سے اسلام کے لشکر کی مدد کے لیے آتے ہیں' جہاد کرنے کے لیے) تو وہ

ان سے پوچھتے تم میں اویس بن عامر بھی کوئی شخص ہے؟ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود اویس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور پوچھا کہ تمہارا نام اویس بن عامر ہے؟ انہوں نے کہا' ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا' تم قبیلہ مراد سے ہو؟ انہوں نے کہا' ہاں! پوچھا' قرن میں سے ہو؟ انہوں نے کہا' ہاں! پوچھا' تم کو برص تھا وہ اچھا ہو گیا مگر درم برابر باقی ہے۔ انہوں نے کہا' ہاں! پوچھا' تمہاری ماں ہے؟ انہوں نے کہا' ہاں! تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ فرماتے تھے:

''تمہارے پاس اویس بن عامر آئے گا' یمن والوں کی کمکی فوج کے ساتھ وہ مراد قبیلہ کا ہے جو شاخ ہے قرن کی اس کو برص تھا وہ اچھا ہو گیا مگر درم برابر باقی ہے اس کی ایک ماں ہے اس کا یہ حال ہے کہ اگر خدا کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھے تو خدا اس کو سچا کرے پھر اگر تجھ سے ہو سکے دعا کرانا اس سے تو دعا کرانا اپنے لیے تو دعا کرو میرے لیے۔''

اویس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کی بخشش کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: ''تم کہاں جانا چاہتے ہو؟'' انہوں نے کہا: ''کوفہ میں'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''مجھے خاکساروں میں رہنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔''

جب دوسرا سال آیا تو ایک شخص نے کوفہ کے رئیسوں میں سے حج کیا۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے حضرت اویس رضی اللہ عنہ کا حال پوچھا۔ وہ بولا: ''میں نے اویس کو اس حال میں چھوڑا کہ ان کے گھر میں اسباب کم تھا اور وہ تنگ تھے (خرچ سے)'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے' اویس بن عامر تمہارے پاس آئے گا' یمن والوں کے امدادی لشکر کے ساتھ۔ وہ مراد میں سے ہے پھر قرن میں سے۔ اس کو برص تھا' وہ اچھا ہو گیا صرف درم

برابر باقی ہے اس کی ایک ماں ہے جس کے ساتھ وہ نیکی کرتا ہے اگر اللہ پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ اس کو سچا کرے پھر اگر تجھ سے ہو سکے کہ وہ دعا کرے تیرے لیے تو دعا کرانا اس سے۔" وہ شخص یہ سن کر حضرت اویس کے پاس آیا اور کہنے لگا: "میرے لیے دعا کرو۔"

حضرت اویس رضی اللہ عنہ نے کہا: "تو ابھی نیک سفر کر کے آ رہا ہے (یعنی حج سے) میرے لیے دعا کر۔" پھر وہ شخص بولا: "میرے لیے دعا کرو۔"

حضرت اویس رضی اللہ عنہ نے یہی جواب دیا پھر پوچھا:

"تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملا؟" وہ شخص بولا: "ہاں! ملا۔"

حضرت اویس رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے دعا کی اس وقت لوگ حضرت اویس رضی اللہ عنہ کا درجہ سمجھے۔ وہ وہاں سے سیدھے چلے۔ اسیر نے کہا:

"ان کا لباس ایک چادر تھا جب کوئی آدمی ان کو دیکھتا تو کہتا اویس کے پاس یہ چادر کہاں سے آئی۔" (مسلم شریف)

اے عاشقوں رہبر حضرت اویس قرنی

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے ایک حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: "حضرت اویس رضی اللہ عنہ بہترین تابعین میں سے ہیں اور اس جگہ ان کی واضح فضیلت منقبت اور عظیم فضیلت کا اظہار ہو رہا ہے۔ ان کا افضل ہونا علوم اور احکامِ شریعت کی معرفت کی بناء پر ہے اور یہ اس بات کے منافی نہیں کہ حضرت اویس رضی اللہ عنہ کے افضل و اعلیٰ ہونے کے یہ معنیٰ ہیں کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ثواب زیادہ ہے۔ قاموس میں ہے کہ اویس بن عامر سادات تابعین (تابعین کے سرداروں) میں سے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ حدیث شریف کے الفاظ کا بھی یہی مطلب ہو۔"

(اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ ج: ۷، ص: ۶۱۰)

☆......ایک دوسری روایت میں یحییٰ ابن سعید، حضرت سعید بن میسب سے اور وہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

''ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور فرمایا: اے عمر! میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں دل و جان سے حاضر ہوں۔ مجھے گمان ہوا کہ مجھے کسی کام کے لیے بھیجنا چاہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا' ہماری اُمت میں ایک شخص ہوگا جسے لوگ اویس قرنی کہیں گے۔ اس کے جسم میں بیماری پیدا ہوگی' وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے گا' تو وہ کریم اسے دُور فرما دے گا مگر کچھ نشان اس کے پہلو میں باقی رہے جب اسے دیکھے گا تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرے گا جب تم اس سے ملاقات کرو تو اسے ہمارا سلام کہنا' اسے کہنا کہ تمہارے لیے دعا کرے' کیونکہ وہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں مکرم ہے اور اس کے نزدیک بڑا مقام رکھتا ہے' اور اگر اللہ تعالیٰ کے بارے میں قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کو سچا کر دے گا۔ وہ ربیعہ اور مضر قبیلوں کی مثل کی شفاعت کرے گا۔'' (اشعۃ اللمعات اردو' ج: ۷' ص: ۶۱۳-۶۱۲)

مطلوب کملی والا حضرت اویس قرنی

ڈاکٹر سید محمد عامر گیلانی صاحب حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے منصب فنا فی الرسول کے متعلق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے خود کو فنا فی الرسول کر دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باطنی طور پر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی بار زیارت کا شرف بھی حاصل کیا بلکہ اکثر مشائخ کی رائے ہے کہ جب کوئی خوش نصیب عاشق فنا فی الرسول کا عظیم منصب پالیتا ہے تو سرکارِ دو عالم کا جلوہ ہر وقت اس کے سامنے رہتا ہے اسی لیے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ بھی ہر وقت سرورِ کائنات کے احوال کی جستجو میں رہتے اور اپنی ہر ادا کو سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ڈھالنے کی سعی میں لگے رہتے۔ زہد و قناعت' ریاضت اور اتباعِ رسول کی آپ رضی اللہ عنہ نے ایسی مثالیں قائم فرمائی ہیں کہ آج تک تمام مسلمانوں کے لیے باعثِ رشک ہے۔'' (حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ اور ہم' ص: ۶۱)

اے سرور یگانہ حضرت اویس قرنی
محبوب ہر زمانہ حضرت اویس قرنی
کرنا نظر جو مجھ پر آیا ہوں تیرے دَر پر
اے عاشقوں کے رہبر حضرت اویس قرنی
تم گنج سرمدی ہو مقبول ایزدی ہو
محبوبِ احمدی ہو حضرت اویس قرنی
جو رمز ہے تمہاری اللہ کو ہے پیاری
واقف ہے خلق ساری حضرت اویس قرنی
تو شہنشاہ نرالا تیرا ہے بول بالا
مطلوب کملی والا حضرت اویس قرنی

(از محمد افضل اویسی)

(۴۷)

امامِ اعظم علیہ الرحمہ واقعات کی روشنی میں

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں عبداللہ ابن مبارک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''مکہ کے راستہ میں میں نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا جب کہ لوگوں نے ایک جوان اونٹ کا گوشت بُھون لیا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ سرکہ کے ساتھ کھائیں مگر ایسا کوئی برتن موجود نہ تھا جس میں سرکہ ڈال کر دستر خوان پر رکھ لیا جائے اس کی کوئی صورت سمجھ میں نہیں آتی تھی تو انہوں نے ریت کو کھود کر ایک گڑھا بنایا اور اس پر (چمڑے کا) دستر خوان بچھایا اور (گڑھے پر دستر خوان کو دبا کر پیالہ نما جگہ بنالی) اس پر سرکہ اُلٹ دیا۔ سب نے اطمینان کے ساتھ اپنی خواہش پوری کر لی۔ لوگوں نے ان سے کہا: آپ ہر ایک کام میں حسن پیدا کرتے ہیں تو فرمانے لگے کہ تمہیں اللہ کا شکر کرنا چاہیے کہ اس نے تم پر یہ فضل کیا کہ میرے دل میں اس تدبیر کا القاء کر دیا۔ (یہ ہوتی ہیں اللہ کے خاص بندوں کی باتیں)''

(کتاب الاذکیا،ابن الجوزی)

☆...... امام محمد بن حسن علیہ الرحمۃ سے مروی ہے:

''ایک شخص کے گھر میں چوروں نے داخل ہو کر اس کو تین طلاق کا حلف دینے پر مجبور کیا (یعنی یہ کہلوایا کہ اگر میں نے شور مچایا یا کسی کو بتایا کہ مال لینے والے کون لوگ ہیں تو میری بیوی پر تین طلاق) کہ کسی کو نہیں بتائے گا (اور اس کا سب مال واسباب لے

گئے) صبح کو وہ شخص چوروں کو دیکھتا رہا کہ وہ اس کا سامان فروخت کر رہے ہیں مگر اس حلف کی وجہ سے بولنے کی قدرت نہیں رکھتا تھا۔ اس نے آ کر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ کیا تو آپ نے فرمایا:

''میرے پاس اپنے محلّہ کی مسجد کے امام اور مؤذن کو لاؤ اور اہلِ محلّہ میں سے جو معزز اشخاص ہیں، ان کو بھی۔''

یہ شخص ان سب کو لے گیا۔ ان سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''آپ لوگ چاہتے ہیں کہ اس کا مال واسباب اللہ تعالیٰ اس کو واپس کر دے؟''

سب نے اثباتِ میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا:

''تم اپنے پاس تمام بدچلن اور بدنام لوگوں کو ایک جگہ جمع کر لو پھر ایک ایک شخص کو باہر نکالتے جاؤ اور اس سے پوچھتے رہو کہ کیا یہ تمہارا چور ہے؟ اگر وہ چور نہ ہو تو یہ نہیں نہیں کہتا رہے اور اگر چور ہو تو چپ ہو جائے۔ جب یہ چپ کر جائے تو تم اس کو پکڑ لو۔''

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس تدبیر پر لوگوں نے عمل کیا تو اللہ نے اس کا تمام مال مسروقہ واپس دِلوا دیا۔ (ایضاً)

اور مشکل حل ہوگئی

حسین الاشقر کہتے ہیں:

''کوفہ میں طالبین میں سے ایک نیک شخص تھا اس کا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف گزر ہوا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ: ''کہاں جا رہے ہو؟'' تو اس نے کہا: ''ابی لیلیٰ کی طرف۔''

آپ نے اس سے فرمایا: ''وہاں سے واپسی پر مجھ سے ملو تو بہت اچھا ہوگا۔''

اور لوگ ابن ابی لیلیٰ کی دعاؤں سے فیض یاب ہونے کی کوشش کرتے تھے۔ یہ شخص ابن ابی لیلیٰ کی خدمت میں تین دن ٹھہر کر جب واپس آیا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ

علیہ کی طرف سے گزرا تو آپ نے اس کو آواز دی اور سلام کیا پھر آپ نے اس سے پوچھا:

''تم تین دن کے لیے ابن ابی لیلیٰ کے پاس کس غرض سے گئے تھے؟''

اس نے کہا: ''ایک ایسی بات ہے جسے میں لوگوں سے چھپاتا ہوں۔ میں نے یہ امید کی تھی کہ وہاں جا کر اس کا کوئی حل نکل آئے گا۔''

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: ''وہ کیا ہے؟''

اس نے کہا: ''میں ایک صاحب وسعت شخص ہوں اور دنیا میں ایک بیٹے کے سوا اور کوئی میرا وارث نہیں ہے اور اس کا حال یہ ہے کہ جب میں کسی عورت سے اس کا نکاح کرتا ہوں تو وہ اسے طلاق دے دیتا ہے۔ میں نے اس کو ایک باندی خرید کر دے دی تو اس کو بھی آزاد کر دیا۔'' آپ نے پوچھا: ''پھر ابن ابی لیلیٰ نے اس کے بارے میں کیا کہا؟

وہ کہنے لگا: انہوں نے یہ جواب دیا کہ میرے پاس اس کا کوئی حل نہیں ہے۔''

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''ہمارے پاس بیٹھو! ہم تمہیں اس مشکل سے نکال دیں گے۔'' پھر کھانا آ گیا اس کو اس میں شریک کیا جب کھانے سے فراغت ہوئی تو اس سے فرمایا:

''تم اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر بازار جاؤ پھر جو باندی اس کو پسند آ جائے اور اس کی قیمت کا معاملہ بھی تمہارے حسب منشا ہو جائے تو اس کو اپنی ذات کے لیے خرید لو اس کے لیے نہ خریدنا پھر اس باندی کے ساتھ اس کا نکاح کر دو۔ پھر اگر اس نے طلاق دے دی تو وہ تمہارے پاس لوٹ آئے گی اور اگر اس نے آزاد کر دیا تو یہ عتق جائز نہ ہوگا (کہ وہ تمہاری مملوکہ ہے) اگر اس سے اولاد ہو گئی تو تمہارا نسب ثابت رہے گا۔''

(اور اس شخص کو فقدان نسب ہی کا غم تھا) اس نے کہا: ''کیا یہ جائز ہے؟''

آپ نے فرمایا: ''بالکل جائز ہے۔''

پھر یہ شخص ابن ابی لیلیٰ کے پاس گیا اور ان سے اس تدبیر کا ذکر کیا تو انہوں نے بھی کہا:

''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ٹھیک رائے دی ہے۔'' (ایضاً)

☆......امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے:

''خلیفہ منصور نے ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بُلایا تو آپ تشریف لے گئے۔ ربیع نے جو منصور کا حاجب تھا اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا دشمن تھا' کہا:

''اے امیر المومنین! یہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے دادا (حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما) کی مخالفت کرتے ہیں۔''

حضرت ابنِ عباس کا قول یہ تھا: ''کسی معاملہ پر قسم اُٹھانے والا اگر ایک یا دو دن کے بعد استثناء یعنی ان شاء اللہ کہہ دے تو یہ اس کے لیے جائز ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ استثناء متصلاً ہی جائز ہے (بعد میں معتبر نہ ہوگا)''

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اے امیر المومنین! ربیع چاہتا ہے کہ آپ کے لشکر کی گردن کو آپ کی بیعت سے آزادی دِلا دے۔'' منصور نے پوچھا کہ: ''یہ کیسے؟''

آپ نے فرمایا: ''لوگ آپ کے سامنے تو حلف کر جائیں گے پھر اپنے گھروں پر واپس جا کر استثناء کر دیا کریں گے تو جو حلفیہ عہد اطاعت لیا جاتا رہے گا وہ باطل بھی ہوتا رہے گا۔'' منصور ہنسنے لگا اور اس نے کہا: ''اے ربیع! ابوحنیفہ کو کبھی نہ چھیڑنا (ورنہ اسی طرح منہ کی کھایا کرے گا)'' جب ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ باہر آگئے تو ربیع نے ان سے کہا:

''آج تو آپ نے مروا دیا تھا۔'' آپ نے فرمایا:

''یہ کام تو نے کیا تھا میں نے اپنے لیے اور تیرے لیے خلاصی کی راہ نکالی۔''

(کتاب الاذکیاء)

☆......ایک شخص نے قسم اُٹھائی اور اپنی بیوی سے کہا:

''اگر تم میرے لیے ایسی ہانڈی نہ پکائے جس میں ایک پاؤ نمک ڈالے لیکن اس

میں اس کا اثر بھی ظاہر نہ ہو ورنہ تجھے طلاق۔"

پھر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا حل پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

"وہ ہانڈی میں انڈا اُبالے اس میں ایک پاؤ یا زیادہ نمک ڈال دے (کیونکہ اس سے قسم بھی پوری ہو جائے گی اور طلاق بھی نہ ہوگی)"

(فقاہت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ)



(۳۸)

اللہ کے سپاہی کراماً کاتبین

رُوِیَ فِی الْخَبَرِ اَنَّ کُلَّ اِنْسَانٍ مَّعَهٗ مَلَکَانِ اَحَدُهُمَا عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَالْاٰخَرُ عَنْ یَّسَارِهٖ فَالَّذِیْ فِیْ یَمِیْنِهٖ یَکْتُبُ حَسَنَاتِهٖ مِنْ غَیْرِ اِذْنِ صَاحِبِهٖ وَالَّذِیْ فِیْ یَسَارِهٖ یَکْتُبُ سَیِّاٰتِهٖ وَلَا یَکْتُبُهَا اِلَّا بِشَهَادَةِ صَاحِبِهٖ فَاِنْ قَعَدَ الْعَبْدُ قَعَدَ اَحَدُهُمَا عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَالْاٰخَرُ عَنْ یَّسَارِهٖ وَاِذَ مَشٰی اَحَدُهُمَا خَلْفَهٗ وَالْاٰخَرُ اَمَامَهٗ وَاِنْ نَّامَ فَاَحَدُهُمَا عِنْدَ رَاْسِهٖ وَالْاٰخَرُ عِنْدَ رِجْلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ خَمْسَةُ اَمْلَاكٍ مَلَکَانِ بِاللَّیْلِ وَمَلَکَانِ بِالنَّهَارِ وَمَلَكٌ لَا یُفَارِقُهٗ فِیْ وَقْتٍ مِّنَ الْاَوْقَاتِ کَمَا فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی لَهٗ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ یُرِیْدُ بِالْمُعَقِّبَاتِ مَلٰٓئِکَةَ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَیَحْفَظُوْنَهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالشَّیَاطِیْنِ یُقَالُ مَلَکَانِ بَیْنَ کَتِفَیْهِ یَکْتُبَانِ اَعْمَالَهٗ مِنْ خَیْرٍ وَّشَرٍّ قَلَمُهُمَا سَبَابَتُهُمَا وَدَوَاتُهُمَا حَلْقُهُمَا وَمِدَادُهُمَا ۔ رِیْقُهُمَا وَصَحِیْفَتُهُمَا فُؤَادُهُمَا فَیَکْتُبَانِ اَعْمَالَهٗ اِلٰی مَوْتِهٖ وَرُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ صَاحِبَ الْیَمِیْنِ اَمِیْرٌ عَلٰی صَاحِبِ الشِّمَالِ فَاِذَا عَمِلَ سَیِّئَةً وَّاَرَادَ صَاحِبُ الشِّمَالِ اَنْ یَّکْتُبَهَا قَالَ لَهٗ صَاحِبُ الْیَمِیْنِ اَمْسِكْ فَیُمْسِكُ سَبْعَ سَاعَاتٍ فَاِنْ اِسْتَغْفَرَ اللّٰهَ لَمْ یَکْتُبْهَا فَاِنْ لَّمْ یَسْتَغْفِرْ

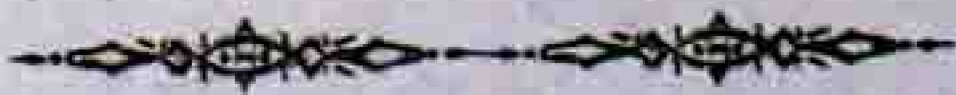
كَتَبَ سَيِّئَةً وَّاحِدَةً فَإِذَا قُبِضَ رُوْحُ الْعَبْدِ وَوُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ يَقُوْلُ الْمَلَكَانِ رَبَّنَا وَكَّلْتَنَا بِعَبْدِكَ حَتّٰى نَكْتُبَ عَمَلَهٗ وَقَدْ قَبَضْتَ رُوْحَ عَبْدِكَ فَأْذَنْ لَنَا حَتّٰى نَصْعَدَ اِلَى السَّمَآءِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّ السَّمَآءَ مَمْلُوَّةٌ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ يُسَبِّحُوْنَنِيْ وَيُهَلِّلُوْنَنِيْ فَمَا اَفْعَلُ بِكُمَا فَيَقُوْلَانِ رَبَّنَا مُرْنَا حَتّٰى نُقِيْمَ فِي الْاَرْضِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّ اَرْضِيْ مَمْلُوَّةٌ مِّنْ خَلْقِيْ فَمَا اَفْعَلُ بِكُمَا فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى سَبِّحَا عَلٰى قَبْرِ عَبْدِيْ وَهَلِّلَا وَكَبِّرَا وَاكْتُبَا ذٰلِكَ لِعَبْدِيْ حَتّٰى اَبْعَثَهٗ مِنْ قَبْرِهٖ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ سَمَّاهُمْ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ لِاَنَّهُمْ اِذَا كَتَبُوْا حَسَنَةً يَّصْعَدُوْنَ بِهَا اِلَى السَّمَآءِ بِالْفَرَحِ وَالسُّرُوْرِ وَيَعْرِضُوْنَ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَيَشْهَدُوْنَ عَلٰى ذٰلِكَ وَيَقُوْلَانِ اِنَّ عَبْدَكَ فُلَانًا عَمِلَ لَكَ حَسَنَةً كَذَا وَكَذَا وَاِذَا كَتَبُوْا مِنَ الْعَبْدِ سَيِّئَةً يَّصْعَدُوْنَ بِهَا اِلَى السَّمَآءِ مَعَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا كِرَامًا كَاتِبِيْنَ مَا فَعَلَ عَبْدِيْ فَيَسْكُتُوْنَ حَتّٰى يَسْاَلُ اللّٰهُ ثَانِيًا وَّثَالِثًا فَيَقُوْلُوْنَ اِلٰهِيْ اَنْتَ اَعْلَمُ وَاَنْتَ السَّتَّارُ اَمَرْتَ عِبَادَكَ اَنْ يَّسْتُرُوْا عُيُوْبَهُمْ فَاِنَّهُمْ يَقْرَءُوْنَ كُلَّ يَوْمٍ كِتَابَكَ وَيَمْدَحُوْنَكَ فَيَقُوْلُوْنَ اَعْنِيْ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ اُسْتُرْ عُيُوْبَهُمْ فَاِنَّكَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ فَلِهٰذَا يُسَمَّوْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ .

"حدیث شریف میں ہے کہ تحقیق ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے رہتے ہیں' ایک ان میں سے اس کی دائیں جانب اور دوسرا اس کی بائیں طرف' وہ جو اس کی دائیں طرف ہے اس کی نیکیاں لکھتا ہے اپنے ساتھ والے کی اجازت کے بغیر اور وہ جو بائیں طرف ہے اس کے گناہ لکھتا ہے مگر وہ اپنے ساتھ والے کی گواہی کے بغیر نہیں لکھتا پس اگر بندہ بیٹھ

جائے تو ایک ان میں سے اس کی دائیں جانب بیٹھتا ہے اور دوسرا اس کے بائیں اور جب وہ چلتا ہے تو ایک ان میں سے اس کے آگے چلتا ہے اور دوسرا اس کے پیچھے اور اگر وہ سو جاتا ہے تو ایک ان دونوں فرشتوں میں سے اس کے سر کے پاس ہوتا ہے اور دوسرا اس کے قدموں کے پاس اور روایت میں آیا ہے کہ پانچ فرشتے ہر انسان کے لیے ہیں، دو فرشتے رات کو اس کے ساتھ رہتے ہیں اور دو دن کو اور ایک فرشتہ تمام وقتوں میں سے کسی وقت بھی اس سے جدا نہیں ہوتا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں ہے کہ اس کے لیے کچھ ملائکہ ہیں جو یکے بعد دیگرے آتے ہیں کچھ اس کے آگے ہوتے ہیں اور کچھ پیچھے اور معقبات سے مراد رات اور دن کے فرشتے ہیں جو آدمی کو جن وانس اور شیاطین سے بحفاظت رکھتے ہیں اور یہ بھی آیا ہے کہ ہر انسان کے کندھوں کے درمیان دو فرشتے ہوتے ہیں جو اس کے اچھے اور بُرے اعمال لکھتے ہیں اور ان کے لیے دو قلمیں شہادت کی انگلیاں ہیں اور ان کے پاس دواتیں ہیں اور وہ ان کے حلق اور سیاہیاں لعاب ہیں اور کاغذ ان کے دل ہیں تو وہ اس کی موت تک اعمال لکھتے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث مروی ہے کہ فرمایا، بے شک دائیں طرف والا فرشتہ بائیں طرف آنے والے پر امیر ہے تو جب آدمی بُرا عمل کرتا ہے تو بائیں جانب والا اسے لکھنا چاہتا ہے تو اس کو دائیں جانب والا کہتا ہے، ابھی رُک جا تو وہ سات ساعتوں تک رُکا رہتا ہے پس اگر وہ توبہ کرے تو وہ اسے نہیں لکھتا اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو ایک گناہ اس کے ذمہ لکھ دیتا ہے پس جب بندے کی روح قبض کی جاتی ہے اور وہ قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ دونوں فرشتے عرض کرتے ہیں کہ ہمارے پروردگار! تو نے ہمیں اپنے بندے پر مقرر کیا یہاں تک کہ ہم نے اس کے عمل لکھے اور تحقیق اب تو نے اپنے بندہ کی روح کو قبض کر لیا۔ پس ہمیں اذن دے کہ ہم اوپر چلے جائیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بے شک آسمان فرشتوں سے بھرا ہوا ہے جو میری تسبیح وتحلیل کرتے ہیں تو تمہارے ساتھ کیا کروں؟ پھر وہ عرض کرتے ہیں اے پروردگار! ہمیں حکم کرتا کہ ہم زمین میں قیام کریں اللہ تعالیٰ فرماتا تحقیق میری زمین مخلوق

سے بھری ہوئی ہے تو میں تمہیں کہاں رکھوں؟ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم دونوں میرے بندے کی قبر پر تسبیح وتہلیل وتکبیر کہتے رہو اور میرے بندے کے نامۂ اعمال میں لکھتے رہو یہاں تک کہ میں اسے اس کی قبر سے اُٹھاؤں اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے فرمایا' تم پر حافظین کراماً کاتبین معین ہیں' وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو ان کا نام اللہ نے کراماً کاتبین اس لیے رکھا کہ جب وہ کوئی نیکی لکھتے ہیں تو اسے خوشی اور مسرت سے لے کر آسمان پر جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور اسے پیش کرتے ہیں اور اس پر گواہی دیتے ہیں اور عرض کرتے ہیں یا اللہ تیرے فلاں بندے نے تیری رضا کے لیے یہ اچھا عمل کیا اور جب وہ کوئی بُرا عمل لکھتے ہیں تو اسے آسمان پر اندوہ اور غم کے ساتھ لے کر جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے اے بزرگ لکھنے والو! میرے بندے نے کیا کیا؟ تو وہ خاموش رہتے ہیں یہاں تک کہ اللہ دوسری اور تیسری بار یوں ہی پوچھتا ہے تب عرض کرتے ہیں الٰہی تو خوب جانتا ہے اور بہت پردہ پوش ہے اور تو نے اپنے بندوں کو آپس کے عیب پوشی کا حکم دیا پس وہ ہر دن تیری کتاب پڑھتے ہیں اور تیری مدح کرتے ہیں وہ کہتے ہیں یعنی کراماً کاتبین اے اللہ! ان کی عیب پوشی کر پس بے شک تو خوب جانتا ہے عیبوں کو تو اسی لیے انہیں کراماً کاتبین یعنی بزرگ لکھنے والے کہا جاتا ہے۔''

(دقائق الاخبار للغزالی)



(۳۹)

ایک اسرائیلی عبادت گزار کی شہادت

حضرت سیدنا بکار بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

''میں نے حضرت سیدنا وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا' ایک کافر وظالم بادشاہ لوگوں کو خنزیر کا گوشت کھانے پر مجبور کرتا' جو انکار کرتا اسے سخت سزائیں دے کر ہلاک کروا دیتا پھر اس زمانے کے سب سے بڑے عابد کو بادشاہ کے پاس لایا گیا' لوگ اس عابد کے مرتبے وفضیلت سے آگاہ تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ اس عبادت گزار بزرگ کو بادشاہ کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے۔ چنانچہ ایک سپاہی نے عابد سے کہا:

''آپ مجھے ایک بکری کا بچہ ذبح کر کے دے دیں جب بادشاہ کہے گا کہ اس عابد کے سامنے خنزیر کا گوشت رکھو تو میں وہ بکری کا گوشت آپ کے سامنے لے آؤں گا۔ بادشاہ یہ سمجھے گا کہ آپ نے اس کی خواہش کے مطابق خنزیر کا گوشت کھا لیا ہے اس طرح آپ ہلاکت سے محفوظ رہیں گے۔''

عابد نے بکری کا بچہ ذبح کر کے اس کا گوشت سپاہی کو دے دیا جب اسے بادشاہ کے سامنے لے جایا گیا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ خنزیر کا گوشت لایا جائے۔ منصوبے کے مطابق وہ سپاہی بکری کا گوشت لے کر آ گیا۔ بادشاہ نے کہا: ''میرے سامنے خنزیر کا گوشت کھاؤ۔''

عابد نے کہا: ''میں ہرگز ہرگز نہیں کھاؤں گا۔'' یہ سن کر سپاہی نے اشاروں سے بتایا کہ یہ وہی گوشت ہے جو آپ نے دیا تھا' آپ بلا جھجک کھا لیں۔ لیکن عابد نے بادشاہ

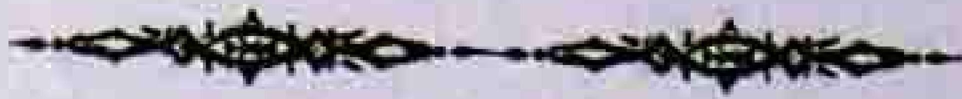
کے سامنے وہ گوشت کھانے سے صاف انکار کر دیا۔ ظالم بادشاہ نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے قتل کر دو۔

جب اسے قتل کے لیے لے جانے لگے تو وہی سپاہی قریب آیا اور کہا:

''آپ نے گوشت کیوں نہیں کھایا؟ بخدا! یہ وہی گوشت تھا جو آپ نے دیا تھا' کیا آپ کو مجھ پر اعتماد نہ تھا؟''

عابد نے کہا: ''ایسی کوئی بات نہیں بلکہ میں اس بات سے ڈر گیا تھا کہ لوگ میری وجہ سے فتنے میں مبتلا ہو جائیں گے کیونکہ جب بھی کسی کو خنزیر کا گوشت کھانے پر مجبور کیا جائے گا تو وہ کہے گا فلاں عابد نے بھی تو مجبور ہو کر حرام گوشت کھا لیا تھا لہٰذا ہم بھی کھا لیتے ہیں۔ اسی طرح لوگ میری وجہ سے بہت بڑے فتنے میں پڑ جائیں گے اور میں لوگوں کے لیے فتنہ ہرگز نہیں بننا چاہتا۔'' یہ کہہ کر وہ عظیم عابد خاموش ہو گیا اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا گیا۔

(عیون الحکایات)



(۴۰)

ایمان جب دل میں اُتر جاتا ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے ابتدائی ایام ہی میں ضماد ازدی مکہ آیا۔ یہ یمن کا باشندہ تھا اور سارے عرب میں جنتر منتر کے ذریعے علاج کے لیے مشہور تھا جب اس نے سنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جنات کا اثر ہے تو اس نے قریش سے کہا:

''میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا علاج منتر سے کر سکتا ہوں۔''

یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا:

''(محمد صلی اللہ علیہ وسلم!) آؤ میں تمہارا علاج کر دوں۔''

مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی فضول بات کا جواب دینے کی بجائے ذیل کا خطبہ پڑھنا شروع کیا:

ان الحمد لله! نحمده ونستعينه' من يهده الله فلا مضل له ومن يضللهُ فلا هادى لهُ وأشهد أن لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ' وحده لاشريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

''سب تعریف اللہ کے واسطے ہے' ہم اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں اور ہر کام میں اس کی اعانت چاہتے ہیں' اللہ جسے راہ دِکھلا دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہی راستہ نہ دِکھائے اس کی کوئی رہبری نہیں کر سکتا۔ میری شہادت یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں' وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں یہ بھی شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا بندہ اور رسول ہے۔''

ضماد نے بس اتنے ہی ارشادات سنے تھے کہ جھوم اُٹھا اور بولا:

''یہی کلمات پھر سنا دیجیے۔''

دو تین دفعہ اس نے یہی کلمات توجہ سے سنے اور بے اختیار بول اُٹھا:

''میں نے بہت سے کاہن دیکھے' ساحر دیکھے اور شاعروں کو سنا لیکن ایسا کلام تو میں نے کسی سے کبھی سنا ہی نہیں۔ یہ کلمات تو ایک اتھاہ سمندر جیسے ہیں۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اللہ کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایئے تاکہ میں اسلام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرلوں۔''

(صحیح مسلم' حدیث: ۸۶۸)

☆ خالد بن سعید بن عاص بن اُمیہ اپنے سب بھائیوں سے پہلے مسلمان ہوئے' ان کے آغازِ اسلام کا قصہ یوں ہے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ نہایت وسیع و عریض آگ کے گڑھے کے کنارے کھڑے ہیں اور کوئی اس میں انہیں دھکیل رہا ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی کمر تھامے ہوئے ہیں۔ وہ گھبرا کر نیند سے بے دار ہوئے اور بولے: ''واللہ! یہ خواب سچا ہے۔''

یہ خواب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سنایا۔ انہوں نے کہا:

''اس میں آپ کی بھلائی ہے۔ یہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں' ان کی اتباع کیجیے' ان کی اطاعت سے آپ دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائیں گے اور اسلام آپ کو آگ میں داخل ہونے سے بچا لے گا (جب کہ آپ کا والد اس آگ میں گر رہا ہے)''

پھر ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محلہ اجیاد میں ملاقات ہوئی۔ عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں آپ کو اللہ وحدہ لاشریک کی توحید کی طرف دعوت دیتا ہوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی طرف دعوت دیتا ہوں۔

بتوں کی پرستش ترک کردو۔ وہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ ہی نفع ونقصان کے مالک ہیں نہ وہ اپنی پوجا کرنے والوں کو پہچانتے ہیں۔''

یہ سن کر خالد رضی اللہ عنہ نے کلمۂ توحید پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ والد کو ان کے اسلام کے بارے میں معلوم ہوا تو وہ انہیں تلاش کر کے لایا' سخت ڈانٹ ڈپٹ کی اور نہایت غصے سے کہا: ''واللہ! اب ہم تمہیں کھانا نہیں دیں گے۔''

خالد نے کہا: ''آپ نہ دیں گے تو اللہ تعالیٰ مجھے اپنے پاس سے رزق عطا فرمائے گا۔'' وہ یہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلے آئے۔

(اسد الغابہ: ۲/۱۲۴'۱۲۵)



(۴۱)

نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت

كَانَ فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ رَجُلٌ عَصٰى مِائَتَيْ سَنَةٍ ثُمَّ مَاتَ فَأَخَذُوْا بِرِجْلِهٖ فَالْقُوْهُ عَلٰى مَزْبَلَةٍ فَأَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْ اَخْرِجْ فَصَلِّ عَلَيْهِ، قَالَ يَا رَبِّ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ شَهِدُوْا اَنَّهٗ عَصَاكَ مِائَتَيْ سَنَةٍ . فَأَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ هٰكَذَا كَانَ كُلَّمَا نَشَرَ التَّوْرَاةَ وَنَظَرَ اِلَى اِسْمِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَهٗ وَوَضَعَهٗ عَلٰى عَيْنَيْهِ وَصَلّٰى عَلَيْهِ، فَشَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ وَغَفَرْتُ ذُنُوْبَهٗ وَزَوَّجْتُهٗ سَبْعِيْنَ حُوْرًا .

(حلیۃ الاولیاء (ابونعیم) ج:۴،ص:۴۵، السیرۃ الحلبیۃ (نور الدین حلبی) ج:۱ ص:۱۲۳، الخصائص الکبری (سیوطی) ج:۱،ص:۲۹، تفسیر درمنثور (سیوطی) تحت سورۃ الاعراف، آیت:۱۵۶، القول البدیع (سخاوی) ص:۱۲۴، حجۃ اللہ علی العالمین (نبہانی) ج:۱،ص:۲۰۱)

”بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے دو سو سال تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ چنانچہ جب وہ مرگیا تو لوگوں نے اس کو اس کی ٹانگوں سے پکڑ کر گندگی کے ایک ڈھیر پر پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ چلو اور گندگی سے اس کو نکالو اور اس پر جنازہ پڑھو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! بنی اسرائیل نے گواہی دی ہے کہ اس نے آپ کی دو سو سال

تک نافرمانی کی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ہاں! ایسا ہی ہے مگر یہ کہ جب بھی یہ تورات کھولتا اس میں نامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتا تو اس کو چومتا اور اپنی دونوں آنکھوں پر لگاتا اور ان پر درود بھیجتا تھا اسی وجہ سے میں نے اس کا اجر دیا ہے اور اس کی مغفرت کر دی اور میں نے اس کی ستر حورانِ بہشتی سے شادی کر دی ہے۔"



(۴۲)

اب اللہ کا دروازہ کھٹکھٹایا کرو

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اولیاء اللہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو امتیازی شان عطا فرمائی ہے۔ حضرت بایزید بچپن میں یتیم ہو گئے تھے' ماں نے ان کو مدرسہ میں داخل کرا دیا۔ قاری صاحب سے کہا: بچے کو اپنے پاس رکھنا' زیادہ گھر آنے کی عادت نہ پڑے تاکہ یہ علم سے محروم نہ ہو جائے۔ چنانچہ کئی دن قاری صاحب کے پاس رہنے کے بعد ایک دن اداس ہو گئے' دل چاہا کہ امی سے مل آؤں۔ معلم صاحب سے اجازت مانگی تو انہوں نے شرط لگا دی کہ تم اتنا سبق یاد کر کے سنا دو گے تب اجازت ملے گی۔ سبق بھی زیادہ بتا دیا مگر یہ ذہین تھے اس لیے جلدی سے وہ سارا سبق یاد کر کے سنا دیا اور گھر جانے کی اجازت مل گئی۔

گھر کے دروازے پر پہنچے' دستک دی' ماں وضو کر رہی تھیں' وہ پہچان گئیں اور دروازے کے قریب آ کر پوچھا: ''دروازے پر دستک کس نے دی؟'' جواب دیا: ''بایزید ہوں۔''

تو ماں نے کہا: ''ایک میرا بیٹا بایزید تھا میں نے تو اسے اللہ کے دین کے لیے وقف کر دیا تو کون بایزید ہے؟'' ماں کے یہ الفاظ سنے تو سمجھ گئے کہ......

والدہ یہ چاہتی ہیں میرا دروازہ نہ کھٹکھٹائے اب مدرسہ میں رہ کر بایزید اللہ کا دروازہ کھٹکھٹائے۔ چنانچہ واپس آ گئے' مدرسہ میں رہے اور اس وقت نکلے جب عالم باعمل بن چکے تھے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے انہیں علم میں بلند درجہ عطا فرما دیا۔'' (سکون دل' ص: ۱۶۵)

(۴۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حیرانگی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''مجھے برابر اس بات کی تمنا اور لالچ رہی کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ازواجِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ان دو عورتوں کے بارے میں دریافت کروں جن کے بارے میں اللہ پاک نے فرمایا ہے: اِنْ تَتُوْبَا اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا.

کہ وہ دو کون سی بیویاں ہیں؟ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور میں نے بھی ان کے ساتھ حج کیا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بعض راستے میں تھے تو آپ راستے سے ہٹے اور میں بھی آپ کے ساتھ پانی کا برتن لے کر راستہ سے ہٹا۔ آپ نے قضائے حاجت کی پھر میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے ان کے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا' انہوں نے وضو کیا تو میں نے پوچھا:

''اے امیر المومنین! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے وہ دو عورتیں کون ہیں جن کے بارے میں اللہ پاک نے فرمایا: اِنْ تَتُوْبَا اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے ابنِ عباس! تم پہ بڑا تعجب ہے۔''

حضرت زُہری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''خدا کی قسم! حضرت عمر نے ان کے اس سوال کرنے کو اچھا نہ سمجھا اور ان سے یہ

بات پوشیدہ بھی نہ رکھی اور فرمایا کہ وہ دو عورتیں حفصہ اور عائشہ رضی اللہ عنہما تھیں۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بات کرنی شروع کی اور کہا: ہم قریش کی جماعت ایک ایسی قوم تھے کہ ہم عورتوں پر غالب رہتے تھے جب ہم مدینہ آئے تو ہم نے ایسی قوم پائی جن پر ان کی عورتیں غالب رہتی تھیں تو ہماری عورتوں نے بھی ان کی عورتوں سے عادات وخصائل سیکھنے شروع کیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا مکان بنی اُمیہ بن زید کے پاس مُوضع عوالی میں تھا اور فرمایا کہ ایک دن میں اپنی عورت پر غصے ہوا تو وہ مجھے جواب دینے لگی' مجھے اس کا جواب دینا بہت اوپرا محسوس ہوا تو اس نے کہا:

''تم اس بات کا کیا انکار کرتے ہو کہ میں تمہاری بات کا جواب دیتی ہوں' خدا کی قسم! ازواجِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیتی ہیں اور ان میں سے کوئی ایک سارا دن رات تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑے رکھتی ہے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں چلا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور میں نے کہا کیا تم حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیتی ہو؟ انہوں نے کہا' ہاں! میں نے پوچھا کیا تم میں سے کوئی ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سارا دن رات بات نہیں کرتی؟ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ نے کہا' ہاں! تو میں نے کہا وہ رسوا ہو گئی جو تم میں سے ایسا کرتی ہے اور خسارہ میں پڑی' کیا تم میں سے ہر ایک اس بات سے مامون ہے کہ اللہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ کی وجہ سے غضب ناک ہو؟ وہ یقیناً ہلاک ہو جائے گی' تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب نہ دینا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کا مطالبہ نہ کرنا اور جو تمہارا جی کرے' مجھ سے مانگو اور تمہیں یہ بات دھوکہ میں نہ ڈال دے کہ تمہاری پڑوسن زیادہ خوب صورت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تم سے زیادہ محبوب ہے یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔''

دربارِ رسالت میں حاضری

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میرا ایک انصاری پڑوسی تھا اور ہم دونوں یکے بعد دیگرے نمبروار حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک دن وہ جاتا اور ایک دن میں' وہ میرے پاس وحی وغیرہ کی خبریں لاتا اور میں بھی اس کے پاس ان چیزوں کی خبر لاتا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہم بات کیا کرتے تھے کہ قبیلہ غسان نے اپنے گھوڑوں کے نعل جڑوا لیے ہیں' تاکہ ہم سے جنگ کرے' ہمارا وہ ساتھی ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا پھر عشا کے وقت میرے پاس آیا اور میرا دروازہ کھٹکھٹایا اس کے بعد مجھے آواز دی میں اس کے پاس آیا تو اس نے کہا: ''ایک بڑی بات پیش آئی ہے۔''

میں نے پوچھا: ''کیا ہے؟ کہیں غسان کے لوگ تو نہیں آ گئے؟''

اس نے کہا: ''نہیں! اس سے بھی زیادہ بڑی بات ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ازواج کو چھوڑ دیا ہے۔''

میں نے کہا: ''حفصہ رضی اللہ عنہا رسوا ہو جائے اور خسارہ میں پڑے۔''

میں گمان کیا کرتا تھا کہ ایسا ہو کر رہے گا یہاں تک کہ جب میں نے صبح کی نماز پڑھی' اپنے کپڑے پہنے اور مدینہ گیا اور حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس داخل ہوا تو' وہ رو رہی تھیں۔ میں نے پوچھا: ''کیا تم سب کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دے دی ہے؟''

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''مجھے کچھ علم نہیں' وہ دیکھیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالا خانہ میں علیحدہ تشریف فرما ہیں۔'' میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حبشی غلام کے پاس آیا اور میں نے اس سے کہا:

''عمر کے لیے اجازت طلب کر۔''

وہ غلام اندر گیا اور پھر باہر میرے پاس آیا اس نے کہا: ''میں نے تمہارا تذکرہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم چپ ہو گئے۔''

میں وہاں سے چلا اور منبر کے پاس آیا' منبر کے پاس ایک چھوٹی سی جماعت بیٹھی ہوئی تھی جس میں سے بعض رو رہے تھے' میں تھوڑی سی دیر بیٹھا پھر مجھ پر میرا غم غالب آیا اور میں نے اس غلام کے پاس پہنچ کر کہا: ''عمر کے لیے اجازت طلب کر۔''

وہ غلام اندر گیا اور پھر میرے پاس باہر آ کر اس نے کہا:

''میں نے آپ کا تذکرہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم چپ ہو گئے۔'' پھر میں نکلا اور میں نے اس سے کہا: ''عمر کے لیے اجازت طلب کر۔''

وہ اندر گیا پھر میرے پاس باہر آیا اور اس نے کہا: ''میں نے تمہارا تذکرہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم چپ ہو گئے۔''

تو میں اُلٹا وہاں سے واپس ہوا' اتنے میں اس غلام نے مجھ کو آواز دی اور کہا:

''اندر چلے جاؤ' تمہارے لیے اجازت مل گئی ہے۔''

اور اجازت مل گئی

میں اندر گیا' میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم ننگے بوریے پر ٹیک لگائے ہوئے تشریف فرما تھے۔''

ایک روایت میں ہے' راوی کہتے ہیں:

''چٹائی کے نشانات نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو پر نشان لگا رکھا تھا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ نے اپنی عورتوں کو طلاق دے دی ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف سر مبارک بلند کیا اور فرمایا: ''نہیں!''

تب میں نے کہا: ''اللہ اکبر! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو دیکھتے اور ہم قریش کی وہ جماعت ہیں کہ ہم عورتوں پر غالب رہتے تھے جب ہم

مدینہ میں آئے تو ہم نے ایسی قوم پائی جن پر ان کی عورتیں غالب رہتی ہیں' ہماری عورتوں نے ان کی عورتوں سے سیکھنا شروع کیا ہے چنانچہ میں اپنی بیوی پر ایک دن بگڑا تو وہ مجھے جواب دینے لگی تو مجھے اس کا جواب دینا بہت عجیب سا لگا تو اس نے کہا آپ کو کیوں بُرا لگتا ہے کہ میں آپ کو جواب دیتی ہوں؟ خدا کی قسم! حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیتی ہیں اور ان میں سے کوئی ایک سارا دن رات تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑے رکھتی ہے۔''

تو میں نے کہا: ''جس عورت نے بھی ان میں ایسا کیا' رسوا ہوئی اور خسارہ میں پڑی۔ کیا ان میں سے ہر ایک اس بات سے مامون ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب کی وجہ سے اللہ اس پہ غضب ناک ہو؟ اگر ایسا ہے تو وہ عورت ہلاک ہوگئی۔''

یہ سن کر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے۔ تو میں نے کہا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تھا اور میں نے کہا تھا کہ تجھے یہ بات دھوکے میں نہ ڈال دے کہ تمہاری سوکن زیادہ خوب صورت ہے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہے۔''

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری مرتبہ پھر مسکرائے تو میں نے کہا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ذرا اور جی کو بہلاؤں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! سو میں بیٹھ گیا اور میں نے اپنا سر اس بالا خانہ میں اُٹھایا۔ پس خدا کی قسم! میں نے کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی کہ جس پر دوبارہ نظر ڈالنے کی ضرورت ہو (چونکہ کچھ تھا ہی نہیں) ہاں تین چیزیں تھیں۔ میں نے عرض کیا:

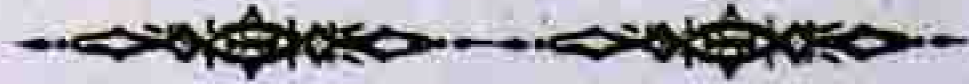
''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دعا کیجیے کہ اللہ پاک آپ کی اُمت پر وسعت نازل فرمائے اس نے تو فارس اور روم پر بڑی وسعت نازل کی ہے حالانکہ وہ اللہ پاک کی عبادت نہیں کرتے۔''

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے ہو کر بیٹھے اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: ''اے ابنِ خطاب! کیا تو ابھی تک شک میں ہے؟ یہ وہ قوم ہے ان کے لیے ان کی طیبات دنیوی زندگی میں پہلے دے دی گئی ہیں۔''

میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لیے مغفرت کی دعا کیجیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شدتِ غصہ کی وجہ سے اس بات کی قسم کھائی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کے پاس ایک ماہ تک نہ جائیں گے' اللہ پاک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس بارے میں وحی اُتاری۔''

(ماخوذ از صحابہ کرام علیہم الرضوان کے آنسو)



(۴۴)

مشکل ترین مسائل کا حل

عبدالواحد بن غیاث سے مروی ہے:

''ابوالعباس طوسی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بُرے خیالات رکھتا تھا اور اس کا علم ان کو بھی تھا۔ ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ منصور کے پاس گئے اور وہاں اس وقت کثیر مجمع تھا۔ طوسی نے کہا: ''آج مجھے ابوحنیفہ کی خبر لینا ہے۔''

چنانچہ سامنے آیا اور کہا: ''اے ابوحنیفہ! امیر المومنین ہم میں سے کسی شخص کو بُلا کر یہ حکم دیتے ہیں کہ فلاں شخص کی گردن اُڑا دی جائے اور جس کو حکم دیا جاتا ہے اس کو یہ خبر نہیں کہ گردن کاٹنے کے حکم کے لیے خلیفہ نے کیسے گنجائش نکالی۔''

(ایسی حالت میں گردن اُڑانا جائز ہوگا یا نہیں) ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اے ابوالعباس! پہلے اس کا جواب دو۔ امیر المومنین کے احکام حق پر مبنی ہوتے ہیں یا باطل پر؟'' اس نے کہا: ''حق پر۔''

آپ نے فرمایا: ''بس تو حق کا نفاذ کرتا رہ جس صورت سے بھی (تجھے حکم دیا جا رہا) ہو اور تیرے لیے اس کی تحقیق ضروری نہیں۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو لوگ ان کے پاس بیٹھے تھے' ان سے فرمایا: ''یہ شخص مجھے باندھنا چاہتا تھا مگر میں نے اسے جکڑ دیا۔''

(کتاب الاذکیاء)

☆ یحیٰی بن جعفر کہتے ہیں: ''ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے (ایک ان کا واقعہ) سنا۔ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ بیابان میں مجھے پانی کی بڑی ضرورت لاحق ہوئی۔

میرے پاس ایک اعرابی آیا اس کے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا' میں نے اس سے پانی مانگا اس نے انکار کیا اور کہا: پانچ درہم دوں گا۔ میں نے پانچ درہم دے کر وہ مشکیزہ لے لیا پھر میں نے کہا:

''اے اعرابی! ستو کی طرف کچھ رغبت ہے؟''

اس نے کہا: ''لاؤ''

میں نے اس کو ستو دے دیا جو روغن زیتون سے چرب کیے گئے تھے۔ وہ خوب پیٹ بھر کر کھا گیا اب اس کو پیاس لگی تو اس نے کہا: ''ایک پیالہ پانی دے دیجیے۔''

میں نے کہا: ''پانچ درہم میں ملے گا اس سے کم نہیں کیا جائے گا (اب وہ سخت حاجت مند تھا اس نے لے لیا اس حیلہ سے) میں نے اس سے اپنے پانچوں درہم بھی واپس لے لیے اور پانی بھی میرے پاس رہ گیا۔'' (ایضاً)

عہدے کا لالچ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی ذہانت کا ذکر ہو رہا تھا اس پر عبدالحسن بن علی نے بیان کیا: ''کوفہ میں حجاج میں سے ایک حاجی نے ایک شخص کے پاس کچھ مال امانت رکھا اور حج کو چلا گیا پھر واپس آ کر اپنی امانت طلب کی تو وہ شخص منکر ہو گیا اور اس نے جھوٹی قسمیں کھانا شروع کر دیں۔ یہ صاحبِ مال امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مشورے کے لیے آیا۔ آپ نے فرمایا: اس کے انکار کرنے کا کسی کے سامنے ذکر نہ کرنا اور یہ منکر شخص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آتا جاتا رہتا تھا' آپ نے اس سے تخلیہ میں کہا: ان لوگوں (صاحبانِ حکومت) نے مجھ سے ایسے شخص کے بارے میں مشورہ طلب کیا ہے جس میں قاضی ہونے کی صلاحیت ہو' کیا آپ اس کو پسند کریں گے کہ آپ کا نام بھیج دیا جائے تو اس نے کچھ بناوٹی انکار شروع کیا اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو رغبت دلانا شروع کی تو وہ اس عہدے کے لالچ کے ساتھ آپ کے پاس سے رخصت ہوا پھر وہ حاجی صاحبِ مال آپ کے پاس آیا تو اس سے آپ نے فرمایا کہ

اب اس کے پاس جاؤ اور یہ کہو کہ میں سمجھتا ہوں کہ تم بھول گئے ہو اس لیے میں تمہیں یاد دِلاتا ہوں کہ میں نے فلاں وقت تمہارے پاس امانت رکھی تھی اور یہ اس کی علامت ہے۔ یہ شخص گیا اور اسی طرح گفتگو کی اب اس نے فوراً وہ امانت واپس کر دی (اور امام صاحب، رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مطلع کر دیا) پھر جب وہ امین (یعنی جس کے پاس امانت تھی‘ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملے تو آپ نے فرمایا: میں نے اس معاملہ پر غور کیا تو سوچا کہ مجھے آپ کا مرتبہ بلند کرنا چاہیے۔ یہ تو یوں ہی ایک کم درجہ کا عہدہ ہے میں اس پر آپ کا نام نہ بھیجوں یہاں تک کہ کوئی اس سے اونچے درجہ کی جگہ سامنے آئے۔‘‘ (ایضاً)

کام آسان ہو گیا

ابن الولید نے ہم سے بیان کیا:

’’ایک نوجوان امام ابوحنیفہ کا پڑوسی تھا جو بکثرت ان کی مجلس میں حاضر ہوتا رہتا تھا اس نے ایک دن ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: اہلِ کوفہ میں سے فلاں شخص کے یہاں میں نکاح کرنا چاہتا ہوں اور میں نے وہاں پیغام بھی بھیج دیا ہے لیکن وہ مجھ سے اتنا زیادہ مہر طلب کرتے ہیں جو میری وسعت اور طاقت سے باہر ہے اور نکاح کا خیال بھی دل پر غالب ہو رہا ہے اب کیا تدبیر کروں؟ آپ نے فرمایا: ’’اللہ سے استخارہ کر لو اور جو کچھ وہ طلب کرتے ہیں ان کو ہاں کر دو۔‘‘

اس مشورے کے بعد اس نے ان لوگوں کے پاس اس مطالبہ کی منظوری کی اطلاع بھیج دی پھر جب نکاح ہو گیا تو اس نے امام صاحب سے عرض کیا:

’’میں نے ان سے یہ درخواست کی کہ مہر مقررہ کا کچھ حصہ اب لے لیں‘ سردست کل کی ادائیگی میری وسعت سے باہر ہے مگر وہ نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ لڑکی کو پورا مہر ادا کیے بغیر نہ بھیجیں گے۔‘‘

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ’’حیلہ کر لو اس وقت قرض لے کر ادا کر دو کہ تم اپنی زوجہ تک پہنچ جاؤ۔ مجھے امید ہے ان لوگوں کی سخت مزاجی کی وجہ سے تمہارا کام آسان ہو

جائے گا۔"

اس نے ایسا ہی کیا کہ چند لوگوں سے قرض لے کر وہ رقم پوری کی پھر جب یہ اپنی بیوی کے پاس داخل ہو گیا اور وہ اس کے پاس پہنچا دی گئی تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا: "اگر تم یہ ظاہر کر دو کہ اس شہر سے تمہارا کسی دُور دراز ملک میں جانے کا ارادہ ہے اور یہ بھی ارادہ ہے کہ اپنی بیوی کو ہمراہ لے کر جاؤ گے تو تم سے کسی کو مواخذہ کا حق نہیں ہے" چنانچہ (اس تجویز کے مطابق) یہ شخص دو اونٹ کرایہ پر لے آیا اور ظاہر کیا کہ وہ بطلبِ معاش خراسان کا ارادہ رکھتا ہے اور اس کا ارادہ بیوی کو بھی ہمراہ لے جانے کا ہے۔

یہ بات اس کے سسرالیوں پر بہت شاق ہوئی اور وہ لوگ حکمِ شرعی معلوم کرنے اور مدد لینے کے لیے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کو شرعاً اختیار ہے جہاں چاہے اپنی بیوی کو لے جائے۔ انہوں نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا:

"ہمارے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم اپنی بیٹی کو بھی اس کے ساتھ روانہ کریں۔"

ان سے آپ نے کہا: "تو پھر اس کو راضی کر لو جس کی صورت یہ ہے کہ جو کچھ تم نے اس سے لیا ہے وہ اس کو واپس کر دو۔"

انہوں نے اس بات کو منظور کر لیا تو اس جوان کو ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بُلا کر اس سے فرمایا: "وہ لوگ جھک کر اس پر راضی ہو گئے ہیں کہ جو کچھ مہر تم سے لیا ہے واپس کر دیں اور اس سے تم کو بَری الذمہ قرار دے دیں۔"

(اب اس شخص کے دماغ پر فتح کا نشہ چڑھ گیا) اس نے کہا:

"میں تو اس رقم سے اوپر مزید وصول کرنا چاہتا ہوں۔"

(مگر امام صاحب کی تنبیہ سے سب نشہ کافور ہو گیا) آپ نے فرمایا: "تمہارے لیے جو رقم خرچ کرنے پر وہ راضی ہو گئے ہیں تمہیں اس کو منظور کر لینا چاہیے ورنہ اگر عورت نے کسی شخص کے حق میں اپنے ذمہ قرض ہونے کا اقرار کر لیا تو پھر اس قرض کی

ادائیگی تک تم اسے اپنے ساتھ نہیں لے جاسکتے۔"

اس نے (گھبرا کر) کہا: "اللہ! اللہ! پھر تو میں ان سے کچھ بھی وصول نہیں کر سکوں گا۔ کہیں اس ترکیب سے وہ مطلع نہ ہو جائیں۔"

بس وہ فوراً سابقہ فیصلہ پر آمادہ ہو گیا اور جو کچھ رقم مہر وہ دے رہے تھے اسی کو واپس لینے پر اکتفاء کر لیا۔" (ایضاً)

شیطان کی چال

ہم کو معلوم ہوا: "ایک شخص ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ اس نے کسی جگہ مال دفن کیا تھا اب وہ جگہ یاد نہیں آ رہی۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"یہ کوئی فقہی سوال نہیں ہے کہ جس کا میں کوئی حل نکالوں اچھا ایسا کرو کہ جاؤ اور آج تمام رات نوافل پڑھتے رہو، صبح تک ان شاء اللہ تمہیں یاد آ جائے گا۔"

اس شخص نے ایسا ہی کیا ابھی چوتھائی رات سے بھی کچھ کم ہی گزری تھی کہ اس کو وہ جگہ یاد آ گئی (تو اس نے نوافل کو ختم کر دیا) پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا: "میں سمجھتا تھا کہ شیطان تجھے نوافل نہیں پڑھنے دے گا اور تجھے یاد دِلا دے گا کیوں نہ تو نے بطورِ شکرانہ کے بقیہ رات نوافل پڑھنے میں گزار دی۔"

(فقاہت ابوحنیفہ)

(۴۵)

مرحوم والدین پر اولاد کے اعمال کی پیشی

حضرت سیدنا صدقہ بن سلیمان جعفری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میرا عنفوانِ شباب تھا اور میں بُری عادتوں اور دنیا کی رنگینیوں میں مگن تھا مگر جب میرے والد صاحب کا انتقال ہوا تو میرا دل چوٹ کھا گیا۔ میں نے اپنی سابقہ خطاؤں پر شرمندہ ہوتے ہوئے بارگاہِ خداوندی میں توبہ کر لی اور اعمالِ صالحہ کی طرف راغب ہو گیا پھر بدقسمتی سے ایک دن میں کسی بُرے کام کا مرتکب ہوا تو اسی رات والدِ محترم خواب میں آئے اور فرمایا: ''اے میرے بیٹے! تیرے اعمال میرے سامنے پیش کیے جاتے ہیں تو مجھے بہت زیادہ خوشی ہوتی ہے کیونکہ وہ نیک لوگوں کے اعمال جیسے ہوتے ہیں لیکن اس مرتبہ جب تیرے اعمال پیش کیے گئے تو مجھے بہت شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا۔ خدارا! مجھے میرے فوت شدہ دوستوں کے سامنے رسوا نہ کیا کرو۔'' بس اس خواب کے بعد میری زندگی میں انقلاب آ گیا' میں ڈر گیا اور توبہ پر استقامت اختیار کر لی۔ راوی کہتے ہیں: ''تہجد کی نماز میں ہم آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس طرح التجائیں کرتے ہوئے سنتے تھے:

''اے صالحین کی اصلاح کرنے والے! اے بھٹکے ہوؤں کو سیدھی راہ چلانے والے! اے گناہ گاروں پر رحم فرمانے والے! میں تجھ سے ایسی توبہ کا سوال کرتا ہوں جس کے بعد کبھی گناہ کی طرف نہ جاؤں۔ کبھی بُرائی وظلم کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھوں۔ اے خالق و مالک عزوجل! مجھے سچی توبہ کی توفیق عطا فرما۔'' (عیون الحکایات)

گناہوں سے ہر دَم بچا یا الٰہی
مجھے نیک انساں بنا یاالٰہی
تیرے خوف سے تیرے ڈر سے ہمیشہ
میں تھرتھر رہوں کانپتا یا الٰہی!



(۴۶)

دوزخ کا تعارف

ہر مسلمان کی روحانی خواہش اور قلبی تمنا یہی ہے کہ اس کو آخرت میں جنت ملے اور وہ جہنم کے عذاب سے بچ جائے اور دینِ اسلام کا یہی فیصلہ ہے کہ جنت میں جانے کا خاص ذریعہ اعمالِ صالحہ اور نیکیاں ہیں اور جہنم سے بچنے کا خاص ذریعہ بُرے اعمال اور گناہوں کو چھوڑ دینا اور ان سے دُور رہنا ہے لہٰذا ہر مسلمان کو یہ جان لینا بے حد ضروری ہے کہ کون کون سے اعمال جنت میں لے جانے والے ہیں اور کون کون سے اعمال جہنم میں لے جانے والے ہیں؟

کیونکہ اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ ایمان خوف وامید کی درمیانی کیفیت کا نام ہے۔ سب سے پہلے یاد رکھو کہ دوزخ کیا ہے؟ جہنم کہاں ہے؟ اس کے طبقات کتنے ہیں؟ وغیرہ اللہ تعالیٰ نے کافروں' مشرکوں' منافقوں اور دوسرے مجرموں اور گناہ گاروں کو عذاب اور سزا دینے کے لیے آخرت میں جو ایک نہایت ہی خوف ناک اور بھیانک مقام تیار کر رکھا ہے اس کا نام ''جہنم'' ہے اور اسی کو اردو میں ''دوزخ'' بھی کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ''دوزخ'' ساتویں زمین کے نیچے ہے۔

(حاشیہ شرح عقائد' ص: ۸۰ بحوالہ شرح مقاصد)

جہنم کے طبقات:

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ۔ (۱۴ج' ع ۳)

''جہنم کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے کے لیے مجرموں کا ایک گروہ بانٹا ہوا ہے۔''

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کا قول ہے کہ جہنم کے سات طبقات ہیں جن کے نام یہ ہیں: (۱) جہنم (۲) لظی (۳) حطمہ (۴) سعیر (۵) سقر (۶) جحیم (۷) ہاویہ

پوری آیت کا خلاصہ و مطلب یہ ہے کہ شیطان کی پیروی کرنے والے بھی سات حصوں میں تقسیم ہیں، ان میں سے ہر ایک کے لیے جہنم کا ایک طبقہ معین ہے۔

(تفسیر صاوی، جلد دوم، ص: ۲۵۰)

حدیث شریف میں ہے: ''جہنم جب قیامت کے دن اپنی جگہ سے لائی جائے گی تو اس کو ستر ہزار لگامیں لگائی جائیں گی اور ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے کھینچتے ہوں گے۔''

(مشکوٰۃ، ج:۲، ص:۵۰۲)

جہنم کے داروغہ کا نام ''مالک'' ہے، یہ ایک فرشتہ ہے اسی کے زیر اہتمام دوزخیوں کو ہر قسم کا عذاب دیا جائے گا۔

دوزخ کے عذاب

جہنم میں دوزخیوں کو طرح طرح کے خوف ناک اور بھیانک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ ان عذابوں کی قسموں اور ان کی کیفیتوں کو خداوند علام الغیوب کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جہنم میں دی جانے والی سزاؤں کو دنیا میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ عذاب کی چند صورتیں ہیں جن کا حدیثوں میں تذکرہ آیا ہے، ان میں سے بعض یہ ہیں۔

☆..... دوزخیوں کو جہنم کی آگ میں بار بار جلایا جائے گا جب وہ جل بھن کر کوئلہ ہو جائیں گے تو پھر دوبارہ ان کو نئے گوشت اور نئے چمڑے کے ساتھ زندہ کیا جائے گا اور پھر ان کو آگ میں جلایا جائے گا یہ عذاب بار بار ہوتا رہے گا۔

☆..... جہنم کی آگ کی گرمی کا یہ عالم ہے کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"فرشتوں نے ایک ہزار برس تک جہنم کی آگ کو بھڑکایا تو وہ سرخ ہوگئی پھر دوبارہ ایک ہزار برس تک بھڑکائی گئی تو وہ سفید ہوگئی پھر تیسری بار جب ایک ہزار برس تک بھڑکائی گئی تو وہ کالے رنگ کی ہوگئی تو وہ نہایت ہی خوف ناک سیاہ رنگ کی ہے۔"

(مشکوٰۃ' ج:۲' ص:۵۰۳' بحوالہ ترمذی)

☆......ایک دوسری حدیث میں ہے: "جہنم کی آگ کی گرمی دنیا کی آگ کی گرمی سے انہتر درجے زیادہ گرم ہے۔" (مشکوٰۃ' ج:۲' ص:۵۰۲' بحوالہ ترمذی)

☆......ایک دوسری حدیث میں ہے: "جہنم کی آگ کا ایک پہاڑ ہے جس کی بلندی ستر برس کا راستہ ہے' اس پہاڑ کا نام صعود ہے' دوزخیوں کو اس کے اوپر چڑھایا جائے گا تو ستر برس میں وہ اس کی بلندی پر پہنچیں گے پھر اوپر سے انہیں گرایا جائے گا تو ستر برس میں نیچے پہنچیں گے اسی طرح ہمیشہ ان کو عذاب دیا جاتا رہے گا۔"

(مشکوٰۃ' ج:۲' ص:۵۰۳' بحوالہ ترمذی)

☆......یہ بھی حدیث میں آیا ہے: "دوزخی جہنم کی آگ میں جھلس کر ایسے مسخ ہو جائیں گے کہ اوپر کا ہونٹ سکڑ کر آدھے سر تک پہنچ جائے گا اور نچلا ہونٹ لٹک کر ناف تک پہنچ جائے گا۔" (مشکوٰۃ' ج:۲' ص:۵۰۳' بحوالہ ترمذی)

☆......یہ بھی روایت ہے: "جہنم میں ایک تنور ہے' جو اندر سے بہت چوڑا اور اوپر سے بہت کم چوڑا ہے اس میں زنا کار عورتوں اور مردوں کو ڈال دیا جائے گا تو آگ کے شعلوں میں وہ سب جلتے ہوئے تنور کے منہ تک اوپر آجائیں گے پھر ایک دم وہ شعلے بجھ جائیں گے تو وہ سب اوپر سے نیچے تنور کی گہرائی میں گر پڑیں گے۔" (بخاری' ج:۱' ص:۱۵۸)

☆......کچھ دوزخیوں کو خون کے دریا میں ڈال دیا جائے گا تو وہ تیرتے ہوئے کنارہ کی طرف آئیں گے تو ایک فرشتہ ایک پتھر کی چٹان سے ان کے منہ پر اس زور سے مارے گا کہ وہ پھر بیچ دریا میں پلٹ کر چلے جائیں گے بار بار یہی عذاب ان کو دیا جاتا رہے گا۔ یہ سود خوروں کا گروہ ہوگا۔ (بخاری' جلد اول' ص:۱۸۵)

☆...... کچھ لوگوں کو جہنم میں اس طرح عذاب دیا جائے گا کہ ایک فرشتہ ان کو اُلٹا لٹا کر ایک سنسی ان کے منہ میں ڈالے گا اور ایک گلپھڑے کو اس قدر پھاڑ دے گا کہ اس کا شگاف اس کے سر کے پچھلے حصہ تک پہنچ جائے گا پھر اسی طرح دوسرے گلپھڑے کو پھاڑ دے گا جب تک پہلا گلپھڑا درست ہو جائے گا پھر اس کو پھاڑ دے گا اسی طرح گلپھڑے درست ہوتے رہیں گے اور وہ فرشتہ ان کو سنسی کی پکڑ سے چیرتا اور پھاڑتا رہے گا۔ یہ جھوٹ بولنے والوں کا گروہ ہوگا۔ (بخاری، جلد اوّل، ص:۱۸۵)

☆...... کچھ جہنمیوں کو اس طرح کا عذاب دیا جائے گا کہ ایک فرشتہ ان کو لٹا کر ان کے سروں پر ایک پتھر اس زور سے مارے گا کہ ان کا سر کچلا جائے گا اور وہ پتھر لڑھک کر کچھ دُور چلا جائے گا پھر وہ فرشتہ جب تک اس پتھر کو اُٹھا کر لائے گا اس کے سر کا زخم اچھا ہو چکا ہوگا پھر وہ پتھر مارے گا تو سر کچلا جائے گا اور پتھر لڑھک کر دُور چلا جائے گا پھر فرشتہ پتھر کو اُٹھا کر لائے گا اور پتھر مار مار کر سر کچل دے گا اسی طرح لگاتار یہی عذاب ہوتا رہے گا۔

(بخاری، ج:۱، ص:۱۸۵)

☆...... یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شبِ معراج میں ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جو (جہنم میں) تانبے کے ناخنوں سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے تو آپ نے پوچھا: ''اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟''

تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: ''یہ لوگ آدمیوں کا گوشت کھاتے تھے یعنی لوگوں کی غیبت کرتے تھے اور لوگوں کی آبروریزی کرتے تھے۔''

(مشکوٰۃ، ج:۲، ص:۴۱۹، بحوالہ ابوداود)

☆...... حدیث میں ہے: ''بُختی اونٹوں کے مثل بڑے بڑے سانپ ہوں گے جو جہنمیوں کو ڈستے ہوں گے وہ ایسے زہریلے ہوں گے کہ اگر وہ ایک مرتبہ کاٹ لیں گے تو چالیس برس تک ان کے زہر کا درد نہیں جائے گا اور لگام لگائے ہوئے خچروں کے برابر

بڑے بڑے بچھو دوزخیوں کو ڈنگ مارتے رہیں گے کہ ایک مرتبہ ان کے ڈنگ مارنے کی تکلیف چالیس برس تک باقی رہے گی۔'' (مشکوٰۃ' ج:۲' ص:۵۰۴' بحوالہ احمد)

اے اللہ! ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا

بعض دوزخیوں کے گلے میں سانپوں کا طوق پہنا دیا جائے گا جو نہایت ہی زہریلے ہوں گے اور وہ لگاتار کاٹتے رہیں گے۔

☆......دوزخیوں کو حلق میں پھنسنے والا کھانا کھلایا جائے گا جو ان کے حلق میں پھنس جائے گا اور ان کا دَم گھٹنے لگے گا تو وہ پانی مانگیں گے اس وقت اس کے سامنے اتنا گرم پانی پیش کیا جائے گا جس کی گرمی کا یہ عالم ہوگا کہ برتن منہ کے سامنے لاتے ہی چہرہ کی پوری کھال جل بھن کر اور پگھل کر برتن میں گر پڑے گی اور جب یہ پانی پیٹ میں جائے گا تو پیٹ کے اندر کے تمام اعضاء آنتوں وغیرہ کو جلا کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کے پیروں پر گرا دے گا۔ (مشکوٰۃ' ج:۲' ص:۵۰۴' بحوالہ ترمذی)

قرآن مجید میں ہے: ''زقوم وتھوہڑ کا درخت جہنمیوں کو کھلایا جائے گا۔''

اور حدیث میں ہے: ''اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا میں ٹپک پڑے تو دنیا والوں کے کھانے پینے کی تمام چیزوں کو تلخ اور بدبودار بنا کر خراب کر دے گا۔''

(مشکوٰۃ' ج:۲' ص:۵۰۲' بحوالہ ترمذی)

☆......دوزخیوں کو گرم پانی جو روغنِ زیتون کے تلچھٹ کی طرح گندہ ہوگا' پینا پڑے گا جو منہ کے قریب لاتے ہی چہرے کی پوری کھال کو پگھلا کر گرا دے گا اور یہی گرم پانی ان کے سروں پر ڈالا جائے گا تو یہ پانی پیٹ میں داخل ہو کر پیٹ کے اندر کے تمام اعضاء کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کے قدموں پر گرا دے گا۔

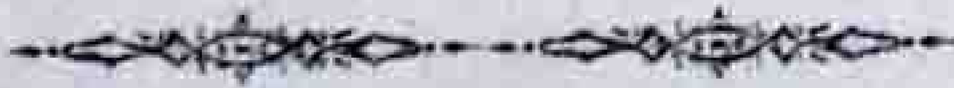
(مشکوٰۃ' ج:۲' ص:۵۰۳' بحوالہ ترمذی)

اس طرح دوزخیوں کو جہنمیوں کے بدن کا پیپ بھی پلایا جائے گا جس کو ''غساق'' کہتے ہیں اس کی بدبو کا یہ حال ہوگا کہ ایک ڈول ''غساق'' دنیا میں گرا دیا جائے تو تمام

دنیا بدبو سے بھر جائے گی۔ (مشکوٰۃ' ج:۲' ص:۵۰۳ بحوالہ ترمذی)

الحاصل جہنم میں طرح طرح کے عذابوں کے ساتھ دوزخیوں کو عذاب دیا جائے گا اور جس طرح جنت کی نعمتوں کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے نہ کسی کے دل میں اس کا خیال گزرا ہے اسی طرح جہنم کے عذابوں کو بھی نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے نہ کسی کے دل میں اس کا خیال گزرا ہے۔ غرض جہنم میں قسم قسم کے ایسے ایسے بے مثل و بے مثال عذابوں کی بھرمار ہوگی کہ دنیا میں اس کی مثال تو کہاں کوئی ان کو سوچ بھی نہیں سکتا اوپر جو کچھ ہم نے تحریر کیا ہے وہ صرف سمجھانے کے لیے چند مثالیں لکھ دیں ہیں ورنہ جو کچھ لکھا گیا وہ جہنم کے عذابوں کا ہزارواں حصہ بھی نہیں۔ بس اس کی مقدار اور کیفیتوں اور قسموں کو تو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو جہنم کے عذابوں سے بچائے اور ایسے اعمال سے محفوظ رکھے جو جہنم میں لے جانے والے ہیں۔

(جہنم کے خطرات)



(۴۷)

جو مسلمانوں کی مخالفت پر مرا......

وَرُوِیَ عَنْ صِدِّیْقِ ابْنِ اُوَیْسٍ اَنَّهٗ قَالَ سَمِعْتُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ یَقْرَأُكَ السَّلَامُ وَیَقُوْلُ بَلِّغْ اُمَّتَكَ اَنَّ مَنْ مَّاتَ مُفَارِقًا لِّلْجَمَاعَةِ لَایَشُمُّ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَّلَوْ كَانَ اَكْثَرَ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ عَمَلًا وَّلَا یَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا وَّ تَارِكُ الْجَمَاعَةِ عِنْدَكَ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ مَلْعُوْنٌ وَّیَلْعَنُهُ التَّوْرَاةُ وَالْاِنْجِیْلُ وَالزَّبُوْرُ وَالْفُرْقَانُ وَتَارِكُ الصَّلٰوةِ لَایُسْتَجَابُ لَهُ الدَّعْوَةُ وَلَا یَنْزِلُ عَلَیْهِ الرَّحْمَةُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَهْوَنُ مِنْ اُمَّتِكَ وَاَشَرُّ مِنْ شَارِبِ الْخَمْرِ وَقَاطِعِ الطَّرِیْقِ وَقَاتِلِ اَلْفِ عَالِمٍ وَّقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَا تُسَلِّمُوْا عَلَی الْیَهُوْدِ مِنْ اُمَّتِیْ قَالَ شَدَّادٌ یَّارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا یَهُوْدُ اُمَّتِكَ قَالَ مَنْ یَّسْمَعُ الْاَذَانَ وَلَمْ یَحْضُرِ الْجَمَاعَةَ وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَنْ اَعَانَ تَارِكَ الْجَمَاعَةِ بِخُبْزٍ اَوْ بِلُقْمَةٍ فَكَاَنَّمَا اَعَانَ بِقَتْلِ الْاَنْبِیَآءِ وَاِنْ مَّاتَ تَارِكُ الْجَمَاعَةِ لَا یُغْسَلُ وَلَا یُصَلّٰی وَلَا یُدْفَنُ مَقَابِرَ الْمُسْلِمِیْنَ وَتَارِكُ الصَّلٰوةِ بِالْجَمَاعَةِ لَوْصَلّٰی صَلٰوةَ اُمَّتِیْ كُلِّهَا وَحْدَهٗ وَقَرَءَ كُلَّ كِتَابٍ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَی الْاَنْبِیَآءِ وَحْدَهٗ وَصَامَ صَوْمَ اُمَّتِیْ كُلِّهَا وَحْدَهٗ وَتَصَدَّقَ صَدَقَتَهُمْ كُلَّهَا وَحْدَهٗ لَا یَشُمُّ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَلَا یَنْظُرُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَیْهِ حَیًّا وَّمَیِّتًا ۔

''صدیق بن اویس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوفرماتے سنا:

جماعت کی اہمیت

''میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک اللہ آپ کوسلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اپنی اُمت کو میرا پیغام پہنچادو بے شک جو جماعت سے مخالف ہو کر مرا وہ جنت کی خوشبو تک نہ سونگھے گا اگرچہ اس کی نیکیاں سب اہلِ زمین سے زیادہ ہوں اور اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت اس کے فرض ونفل کچھ قبول نہ کرے گا اور تارک الجماعت اے محبوب آپ کے نزدیک اور فرشتوں کے اور سب لوگوں کے نزدیک معلون ہے اور لعنت کرتی ہے اس پر تورات اور انجیل اور زبور اور قرآن اور نماز کے تارک کی نہ کوئی دعا قبول کی جائے گی اور نہ اس پر دنیا وآخرت میں رحمت اُترے گی اور آپ کی اُمت سے کمتر اور شراب پینے والے اور چور ڈاکو اور ایک ہزار عالم کے قاتل سے بھی بڑھ کر بُرا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ نے فرمایا: میری اُمت کے یہود پر سلام نہ کرو۔ حضرت شداد رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی اُمت کے یہود کون ہیں؟ فرمایا جس نے اذان کوسنا اور (بلا عذر) جماعت میں حاضر نہ ہوا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے تارک جماعت کی مدد کی ایک روٹی دے کر یا لقمہ دے کر پس گویا اس نے انبیاء علیہم السلام کے قتل پر مدد کی اور اگر جماعت کا تارک مرجائے تو نہ اسے غسل دیا جائے اور نہ اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے اور نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے اور جماعت سے نماز کے تارک نے اگر میری ساری اُمت کے برابر تنہا نمازیں پڑھیں اور ان تمام کتابوں کو جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں پر اُتارا اکیلے نے پڑھا اور میری سب اُمت کے برابر اکیلے نے روزے رکھے اور ان تمام کے صدقوں کے برابر اکیلے نے صدقہ کیا پھر بھی وہ جنت کی خوشبو تک نہ سونگھے گا اور نہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف اس کی زندگی میں نظرِ رحمت کرے گا اور نہ اس کے مرنے کے بعد۔'' (دقائق الاخبار)

(۴۰)

کافروں کا ظلم و ستم

نبوت کے پانچویں سال کے وسط کی بات ہے' کافروں کے ظلم و ستم میں بے تحاشہ اضافہ ہوگیا' جور و ستم کا سلسلہ نبوت کے چوتھے سال سے شروع ہوا تھا جو دن بدن بڑھتا چلا گیا۔ مسلمانوں کے لیے مکہ مکرمہ میں رہنا دوبھر ہو گیا اور وہ اس اذیت ناک صورتِ حال سے نجات کی تدابیر سوچنے لگے۔ ہمسایہ ملک حبشہ کا بادشاہ اصحمہ ایک عادل حکمران تھا اس کا لقب نجاشی تھا وہاں رعیت پر کوئی ظلم و ستم نہیں ہوتا تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ساتھیوں پر ظلم برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ یہ ظلم و ستم صرف فقراء اور مساکین ہی پر نہ تھا بلکہ کھاتے پیتے گھرانے بھی اس کی زد میں تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو مشورہ دیا کہ چپکے چپکے مکہ چھوڑ دو اور حبشہ چلے جاؤ تاکہ وہاں امن و سکون سے رہ سکو۔

حبشہ کی سرزمین اہلِ مکہ کے لیے اجنبی نہ تھی۔ قریش کے لوگ وہاں تجارت کے لیے جایا کرتے تھے۔ جزیرہ عرب میں حبشہ ایک تجارتی مرکز کی حیثیت سے معروف تھا۔ امام طبری فرماتے ہیں کہ حبشہ کو ہجرت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ حبشہ کی سرزمین قریش کے لیے تجارت کا مرکز تھی وہاں امن و امان تھا' ایک عادل حکمران تھا۔ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب شعب ابی طالب میں مقیم تھے تو مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں جب کہ ابن حبان نے لکھا ہے کہ قریش سردیوں کے موسم میں تجارت کے لیے حبشہ جاتے تھے۔

چنانچہ رجب ۵ ہجری میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی پہلی جماعت نے حبشہ کی جانب ہجرت کی اس جماعت میں بارہ مرد اور چار عورتیں تھیں جن میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں اس قافلے کے امیر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ ابن کثیر بیان کرتے ہیں:

''جب حضرت عثمان بن عفان اپنی بیوی رقیہ رضی اللہ عنہا سمیت ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خاصے عرصے تک ان کی خیریت و عافیت کی خبر نہ ہو سکی اچانک ایک دن ایک قریشی عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد کو اہل وعیال سمیت دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''تم نے انہیں کس حالت میں دیکھا؟''

اس خاتون نے بتایا: ''میں نے دیکھا کہ وہ اپنی بیوی کو گدھے پر سوار کیے لیے جا رہے ہیں۔'' یہ سن کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی: ''اللہ ان کا حامی و ناصر ہو۔ حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام کے بعد یہ پہلا گھرانہ ہے جس نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔''

اور رات کے اندھیرے میں پہلی ہجرت

رات کے اندھیرے میں چپکے سے نکل کر کچھ پیدل اور کچھ سوار افراد کی اس جماعت نے بحر احمر کی بندرگاہ شعیبہ کا رُخ کیا۔ خوش قسمتی سے وہاں دو تجارتی کشتیاں موجود تھیں۔ وہ روانہ ہونے ہی والی تھیں۔ نصف دینار فی کس کشتی کا کرایہ طے ہوا اور وہ انہیں اپنے دامنِ عافیت میں لے کر سمندر پار حبشہ چلی گئیں۔ قریش کو پتہ چلا تو انہوں نے ان کا پیچھا کیا مگر جب وہ ساحلِ سمندر تک پہنچے تو کشتیاں روانہ ہو چکی تھیں اس لیے انہیں نامراد واپس آنا پڑا۔ یہاں یہ حقیقت ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اسلام کے فدائی ہر قسم کی تکلیف جھیل سکتے تھے اور ان کا پیمانہ صبر لبریز ہونے والا نہیں تھا لیکن حالات اس

قدر دشوار ہو گئے تھے کہ مکہ میں رہ کر فرائضِ اسلام کا آزادی سے بجالانا ناممکن ہو گیا تھا۔
عالم یہ تھا کہ اس وقت حرمِ کعبہ میں کوئی شخص بلند آواز سے قرآن نہیں پڑھ سکتا تھا۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو انہوں نے کہا: ''میں یہ فرض ضرور ادا کروں گا۔'' لوگوں نے منع کیا لیکن وہ باز نہ آئے۔ حرم کعبہ میں گئے اور مقامِ ابراہیم کے پاس کھڑے ہو کر سورۂ رحمٰن کی تلاوت شروع کی۔ کفار ہر طرف سے ٹوٹ پڑے' ان کے منہ پر طمانچے مارنے شروع کیے۔ انہوں نے مشرکوں کے طمانچوں کی پراواہ نہ کی جہاں تک قرآن پڑھنا چاہتے تھے' پڑھ کر ہی دم لیا۔ واپس گئے تو اس حال میں تھے کہ چہرے پر زخموں کے نشان لیے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جاہ واقتدار میں دیگر رؤسائے قریش سے کم نہ تھے لیکن وہ بھی اس قدر مجبور تھے کہ بلند آواز سے قرآن نہیں پڑھ سکتے تھے۔

اولیں مہاجر صحابہ کرام علیہم الرضوان

اس کے علاوہ ہجرت سے ایک بہت بڑا فائدہ یہ بھی مطلوب تھا کہ جو شخص اسلام لے کر جہاں جاتا وہاں اسلام کی شعاعیں خود بخود پھیلتی چلی جاتی تھیں۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر سب سے پہلے گیارہ مرد اور چار عورتوں نے ہجرت کی۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:

☆......حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مع اپنی زوجہ محترمہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی تھیں۔

☆......حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ مع اپنی زوجہ محترمہ جن کا نام سیدہ سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا تھا۔ سیدنا ابوحذیفہ کا والد عتبہ قریش کا مشہور سردار تھا لیکن چونکہ سخت کافر تھا اس لیے انہیں گھر چھوڑنا پڑا۔

☆......زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھیرے بھائی' ورمشہور صحابی تھے' ہاشم کے پوتے تھے۔

☆......مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ قبیلہ بنو زہرہ سے تھے اس بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ننہیالی رشتہ دار تھے۔

☆......حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ (بن عبد الاسد) مخزومی مع اپنی زوجہ حضرت اُم سلمہ بنت ابی اُمیہ رضی اللہ عنہا یہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا وہی ہیں جو ابو سلمہ کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں۔

☆......حضرت عثمان بن مظعون جمحی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔

☆......حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ مع اپنی زوجہ جن کا نام حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا بنت ابی حشمہ تھا۔ سابقون اوّلون میں ہیں' بدر میں شریک تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سفر حج میں ان کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا تھا۔

☆......حضرت ابو سبرہ بن ابی رہم' ان کی ماں برہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ یہ سابقون فی الاسلام میں سے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اصابہ میں لکھا ہے کہ یہ ہجرت ثانیہ میں گئے۔

☆......حضرت ابو حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ بدر میں شریک تھے۔ امام زہری کا بیان ہے کہ یہ ہجرتِ ثانیہ میں گئے۔

☆......حضرت سہیل بن بیضاء قریشی تھے اور بنو فہر سے تعلق تھا۔ یہ حبشہ کی پہلی اور دوسری ہجرت دونوں میں شامل تھے۔ سن ۹ ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

☆......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مجتہدین صحابہ میں داخل ہیں۔ سابقون اوّلون میں سے ہیں' ان کے ساتھ ہجرت کے اس سفر میں ان کا بیٹا سائب بھی شامل تھا۔ مہاجرین میں مدینہ میں وفات پانے والے یہ سب سے پہلے شخص ہیں' ۲ ہجری میں فوت ہوئے۔

عام مؤرخین کا خیال ہے کہ ہجرت انہی لوگوں نے کی جن کا کوئی حامی اور مددگار نہ

تھا لیکن فہرست مہاجرین میں ہر درجے کے لوگ نظر آتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بنو امیہ سے تھے جو سب سے زیادہ صاحبِ اقتدار خاندان تھا اس قافلہ کے متعدد شرکاء مثلاً حضرت زبیر اور مصعب رضی اللہ عنہما خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور ابوسبرہ رضی اللہ عنہما بھی معمولی لوگ نہ تھے اس بناء پر زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ قریش کا ظلم وستم صرف بے کسوں تک ہی محدود نہ تھا بلکہ بڑے بڑے بااثر خاندان والے بھی ان کے ظلم وستم سے محفوظ نہ تھے۔

ایک عجیب بات

ایک عجیب بات یہ ہے کہ جو لوگ سب سے زیادہ مظلوم تھے اور جن کو انگاروں کے بستر پر لٹایا جاتا تھا یعنی حضرت بلال، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما وغیرہ ان حضرات کا نام مہاجرینِ حبشہ کی فہرست میں نظر نہیں آتا اس کی وجہ اس کے سوا کیا ہوسکتی ہے کہ یا تو ان کی بے سروسامانی اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ سفر کرنا بھی ناممکن تھا یا یہ فدایانِ حق لذتِ درد میں ایسے گم تھے کہ انہیں لطفِ ستم چھوڑنا بھی گوارا نہیں تھا۔

پہلی ہجرتِ حبشہ کو کم وبیش تین ماہ گزر چکے تھے کہ مکہ مکرمہ کے حالات میں خاصی تبدیلی واقع ہوگئی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور رضاعی بھائی حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوگئے۔ ان کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو خاصی تقویت ملی اور پھر چند دنوں بعد ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ایمان کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔ ان دونوں کا اسلام لانا مسلمانوں کے لیے عزت اور وقار کا سبب بنا۔ پہلے مسلمان دارارقم میں چھپ کر عبادت کرتے تھے مگر اب پہلی بار سرِ عام کعبہ کے نزدیک نماز ادا کی جانے لگی۔ مشرکین کے ظلم وستم جاری تھے مگر وقتی طور پر ان میں کمی آگئی اب مزاحمت کرنے والے بھی آگئے تھے اسی دوران رمضان شریف میں یہ واقعہ پیش آیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار حرم تشریف لے گئے وہاں قریش کا بہت بڑا مجمع تھا، ان کے سردار اور بڑے بڑے لوگ جمع تھے۔ آپ نے اچانک کھڑے ہوکر سورۂ نجم کی تلاوت

شروع کر دی۔ ان کفار نے اس سے پہلے عموماً قرآن سنا نہ تھا کیونکہ ان کا دائمی وطیرہ قرآن کے الفاظ میں یہ تھا:

لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ۔ (فصلت: ۲۶)

''اس قرآن کو مت سنو اور اس میں خلل ڈالو (شور مچاؤ) تا کہ تم غالب رہو۔''

قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

لیکن جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اچانک سورۂ نجم کی تلاوت کی اور ان کے کانوں میں ایک نا قابلِ بیان رعنائی و دلکشی اور عظمت والے کلامِ الٰہی کی آواز پڑی تو انہیں کچھ ہوش نہ رہا سب کے سب بے اختیار گوش بر آواز ہو گئے یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ کے آخر میں دل ہلا دینے والی آیات تلاوت فرما کر اللہ کا درج ذیل حکم سنایا اور سجدہ کیا تو سب کے سب بے قابو ہو کر سجدے میں گر گئے:

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ۔ ''اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اس کی عباددت کرو۔''

(صحیح البخاری: ۱۰۶۷، ۱۰۷۰، صحیح مسلم: ۵۷۶، سنن ابی داود: ۱۴۰۶)

اس واقعہ کی اطلاع جب مکہ کے دوسرے مشرکین کو ہوئی تو انہوں نے ان پر ہر طرف سے عتاب اور ملامت کی بوچھاڑ شروع کر دی اب ان لوگوں کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ انہوں نے اپنی جان چھڑانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ جھوٹ گھڑا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان کے بتوں کا ذکر عزت و احترام سے کرتے ہوئے یہ کہا تھا:

تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰى ۔

''یہ بلند پایہ دیویاں ہیں اور ان کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے۔''

حالانکہ یہ صریح جھوٹ تھا اور محض اس لیے گھڑ لیا گیا تھا تا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی سجدے میں گر جانے کی جو ''غلطی'' ہو گئی ہے اس کے لیے ایک ''معقول'' عذر پیش کیا جا سکے۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ جھوٹ

گھڑتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہمیشہ دسیسہ کاری اور افتراء پردازی کرتے رہتے تھے' وہ اپنا دامن بچانے کے لیے اس طرح کا جھوٹ کیوں نہ گھڑتے۔

اور مسلمانوں پہ ظلم کی آگ تیز ہوگئی

بہرحال مشرکین کے سجدہ کرنے کے اس واقعہ کی خبر حبشہ کے مہاجرین تک بھی پہنچی لیکن انہیں اس کا اصل پسِ منظر معلوم نہ ہوسکا۔ وہ یہ سمجھے کہ قریش مسلمان ہوگئے ہیں چنانچہ انہوں نے ماہِ شوال میں مکہ واپسی کی راہ لی لیکن جب اتنے قریب آگئے کہ مکہ ایک دن سے بھی کم فاصلے پر رہ گیا تو اصل حقیقت حال آشکارا ہوئی اس کے بعد کچھ لوگ تو وہیں سے حبشہ پلٹ گئے اور کچھ لوگ چھپ چھپا کر یا قریش کے کسی آدمی کی پناہ لے کر مکے میں داخل ہوئے۔

مسلمانوں میں سے جو حبشہ سے واپس ہوئے ان پر خصوصاً اور دیگر مسلمانوں پر عموماً قریش کا ظلم وستم پہلے سے بھی بڑھ گیا۔ ان کے خاندان والوں نے انہیں بہت تنگ کیا اس کا سبب یہ تھا کہ قریش کو حبشہ میں ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی جو خبر ملی تھی وہ اس پر خار کھائے بیٹھے تھے جب یہ مظالم حد سے بڑھ گئے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ایک مرتبہ پھر حبشہ ہجرت کر جانے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ ایک بڑا قافلہ جس میں بیاسی مرد اور اٹھارہ عورتیں شامل تھیں' حبشہ کی طرف ہجرت کر گیا' اسے دوسری ہجرتِ حبشہ کہا جاتا ہے۔

یہ دوسری ہجرت پہلی ہجرت کے مقابلے میں بہت زیادہ مشکلات سے اَٹی ہوئی تھی کیونکہ اب کی بار قریش پہلے سے زیادہ چوکنے تھے اور مسلمانوں کی ہر کوشش ناکام بنانے کا تہیہ کیے بیٹھے تھے لیکن مسلمان ان سے کہیں زیادہ مستعد ثابت ہوئے۔ اللہ نے ان کے لیے سفر آسان بنا دیا۔ چنانچہ وہ قریش کی گرفت میں آنے سے پہلے ہی شاہ حبشہ کے پاس پہنچ گئے۔

(زاد المعاد: ۱؍۲۴ و مختصر السیرۃ للشیخ عبداللہ: ۱۲۵)

(۴۹)

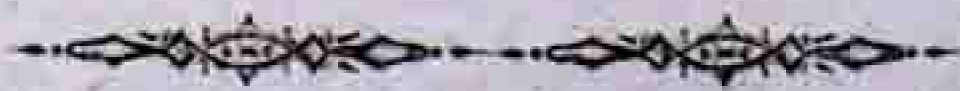
غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کی تعداد

قَالَ وَهَبُ بْنُ مُنَبِّهٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: قَرَأْتُ فِیْ بَعْضِ الْكُتُبِ الْقَدِیْمَةِ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی: وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَاُنْزِلَنَّ عَلٰی جِبَالِ الْاَرْضِ نُوْرًا یَّمْلَأُ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَاُخْرِجَنَّ مِنْ وُّلْدِ اِسْمَاعِیْلَ نَبِیًّا اُمِّیًّا یُّؤْمِنُ بِهٖ عَدَدَ نُجُوْمِ السَّمَآءِ وَنَبَاتِ الْاَرْضِ، كُلُّهُمْ یُؤْمِنُ بِیْ رَبًّا وَّبِهٖ رَسُوْلًا وَیَكْفُرُوْنَ بِمِلَلِ اٰبَآئِهِمْ وَیَفِرُّوْنَ مِنْهَا ۔ قَالَ مُوْسٰی: سُبْحَانَكَ وَتَقَدَّسَتْ اَسْمَآؤُكَ لَقَدْ كَرَّمْتَ هٰذَا النَّبِیَّ الْكَرِیْمَ وَشَرَّفْتَهٗ ۔ قَالَ اللّٰهُ یَا مُوْسٰی: اِنِّیْ اَنْتَقِمُ مِنْ عَدُوِّهٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۔ وَاُظْهِرُ دَعْوَتَهٗ عَلٰی كُلِّ دَعْوَةٍ وَّاَذَلَّ مَنْ خَالَفَ شَرِیْعَتَهٗ بِالْعَدْلِ زَیَّنْتُهٗ وَلِلْقِسْطِ اَخْرَجْتُهٗ وَعِزَّتِیْ لَاَسْتَنْقِذَنَّ بِهٖ اُمَمًا مِّنَ النَّارِ، فَتَحْتُ الدُّنْیَا بِاِبْرَاهِیْمَ وَاَخْتِمُهَا بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَمَنْ اَدْرَكَهٗ وَلَمْ یُؤْمِنْ بِهٖ وَلَمْ یَدْخُلْ فِیْ شَرِیْعَتِهٖ فَهُوَ مِنَ اللّٰهِ بَرِیْءٌ ۔

(المواہب اللدنیہ (قسطلانی) ج:۲'ص:۴۳۵)

''حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے ایک قدیم کتاب میں پڑھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میری عزت وجلال کی قسم! میں زمین کے پہاڑوں پر یقیناً نور نازل کروں گا جو کہ مشرق ومغرب کے درمیان سب کچھ بھر دے گا اور میں یقیناً

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک نبی اُمی نکالوں گا اس پر آسمان کے ستاروں اور زمین کی نباتات کے برابر لوگ ایمان لائیں گے اور وہ تمام کے تمام میرے رب ہونے پر اور ان کے رسول ہونے پر ایمان رکھیں گے اور ان کے آباء واجداد کے ادوار میں سے جو لوگ اس چیز کے منکر ہوں گے یہ ان سے کوئی بھی تعلق نہیں رکھیں گے اور ان سے دُور رہیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: تو پاک ہے تیرے نام مقدس ہیں تو نے اس نبی کریم کو عزت اور شرف عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بے شک میں دنیا و آخرت میں اس کے دشمنوں سے انتقال لوں گا اور ہر دعوت پر اس کی دعوت کو غالب کروں گا اور جو کوئی ان کی شریعت کی مخالفت کرے گا اسے ذلیل کروں گا اس کو عدل کے ساتھ زینت دوں گا اور انصاف کے ساتھ اس کو نکالوں گا اور میری عزت کی قسم! ان کے دشمنوں کے لیے ضرور آگ بھڑکاؤں گا۔ میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ دنیا کو وسعت دی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کو اختتام دوں گا جس نے ان کو پایا اور ان پر ایمان نہ لایا اور ان کی شریعت میں داخل نہ ہوا تو وہ بندہ اللہ تعالیٰ سے بری ہے۔“



(۵۰)

رزق میں برکت ہوگی

رسولِ کائنات، امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ علیہم الرضوان اپنے دینی اور دنیوی کاموں میں اصلاح طلب کرنے آتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کوئی مبارک عمل تعلیم فرمادیتے اس کے کرنے سے اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے لیے آسانی کی راہیں کھول دیتا ایسے ہی ایک صحابی اپنی کیفیت آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں بیان کررہے ہیں...... اور پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اسے ایک پاکیزہ عمل بتارہے ہیں...... آپ بھی توجہ فرمایئے! دھیان سے پڑھیے! شاید کہ آپ کا بھی کام بن جائے...... حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

"ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دنیا نے مجھ سے منہ پھیرلیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم فرشتوں کی نماز اور مخلوق کی تسبیح سے کیوں غافل ہو؟ اس کے سبب سے اللہ تعالیٰ کے ہاں رزق ملتا ہے پھر آپ نے اس کو یہ تسبیح بتائی......

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ.

کہ اس کو طلوعِ فجر کے بعد ایک سو مرتبہ پڑھو دنیا تمہارے پاس ذلیل ہوکر آئے گی پھر وہ آدمی چلا گیا، کچھ دن گزر گئے پھر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگا:

"اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اب تو میرے پاس اتنی دولت آگئی

ہے کہ اسے رکھنے کی جگہ ہی میرے پاس نہیں۔" (خصائص کبریٰ للسیوطی: ۲/۲۹۹)

سبحان اللہ! اس مبارک عمل کے پاکیزہ اثرات آپ نے دیکھ لیے...... فراخی رزق کے لیے آپ بھی یہ پڑھ سکتے ہیں۔

تنگدستی کا علاج

رزق کی کشادگی اور فراخی کے لیے گزشتہ صفحہ پر ایک مبارک عمل آپ نے پڑھا' لیجیے...... اسی نوع کا ایک اور مسنون عمل آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے لیکن ایک بات ضرور یاد رکھیے کہ اگر آپ نماز' روزہ' حلال وحرام کی پرواہ نہیں کرتے اور یہ چاہتے ہیں کہ مجھے زمین وآسمان کی ساری برکتیں مل جائیں اور میرے گھر میں چین' سکون' امن اور عافیت کا بسیرا ہو جائے تو یہ بات ناممکن ہے لہٰذا سارے احکامِ دین کی بجا آوری کے لیے پورے طور پر کوشاں رہیے اور ساتھ ہی ساتھ ان برکات کے حصول کے لیے یہ مسنون اعمال بھی کرتے رہیے...... پھر دیکھیے...... نتیجہ کیسا اچھا آتا ہے......

عن سهل بن سعد رضى الله عنه قال: جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَا اِلَيْهِ الْفَقْرَ وَضِيْقَ الْعَيْشِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا دَخَلْتَ مَنْزِلَكَ فَسَلِّمْ اِنْ كَانَ فِيْهِ اَحَدٌ اَوْلَمْ يَكُنْ فِيْهِ اَحَدٌ ثُمَّ سَلِّمْ عَلَيَّ وَاقْرَءْ (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) مَرَّةً وَّاحِدَةً ۔ فَفَعَلَ الرَّجُلُ فَاَدَارَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الرِّزْقَ حَتّٰى اَفَاضَ عَلٰى جِيْرَانِهٖ وَقَرَابَاتِهٖ ۔

"حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر اپنے فقر وفاقہ اور تنگیٔ معاش کی شکایت کی تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو یہ اعمال کیا کرو......

۱) گھر میں داخل ہوتے ہی السلام علیکم کہو (چاہے کوئی گھر میں ہو یا نہ ہو)

۲) پھر مجھ پر سلام بھیجو۔

۳) ایک مرتبہ ''قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ'' پڑھ لیا کرو۔

اس شخص نے ایسا ہی کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے گویا رزق کا دروازہ ہی کھول دیا یہاں تک کہ اس کے ہمسائے اور رشتہ دار بھی اللہ کے فضل سے نہال ہو گئے۔

(القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع، ص:۱۹۰ الباب الثانی)



(۵۱)

خوفِ خدا کا عالم

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''ایک انصاری نوجوان مسلمان ہوا اس کا نام ثعلبہ بن عبدالرحمٰن تھا' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے موزے بنایا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کسی کام کے لیے بھیجا۔ وہ چلتے ہوئے کسی انصاری آدمی کے گھر کے دروازے کے پاس سے گزرا اس کو گھر کے اندر ایک عورت غسل کرتی نظر آ گئی اور ساتھ ہی اس کو یہ خوف ہوا کہ کہیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اس بدنگاہی کا پتہ نہ چل جائے چنانچہ وہ اس خوف کی وجہ سے جدھر منہ تھا اسی طرح بھاگ نکلا اور مکہ و مدینہ کے درمیان پہاڑوں میں جا کر چھپ گیا۔ چالیس روز گزر گئے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا کہیں پتہ نہ چلا ادھر حضرت جبریل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے اور اللہ رب العزت فرما رہا ہے کہ آپ کی اُمت میں سے ایک آدمی پہاڑوں میں ہے جو مجھ سے پناہ کی درخواست کر رہا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر اور حضرت سلمان رضی اللہ اللہ تعالیٰ عنہما کو اس کی تلاش کا حکم دیا۔ دونوں حضرات حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مدینہ کے پہاڑی راستوں سے ہوتے ہوئے اس کی تلاش میں چل دیئے۔ ان کو مدینہ کا رہنے والا ذفافہ نامی ایک چرواہا ملا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ تجھے ان پہاڑوں میں کسی نوجوان کا علم ہے جس کا نام

ثعلبہ ہے؟

اس چرواہے نے کہا شاید آپ اس نوجوان کا پوچھ رہے ہیں جو جہنم کے ڈر سے بھاگا ہوا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ تجھے کیسے علم ہے کہ وہ جہنم کے ڈر سے بھاگا ہوا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جب آدھی رات ہوتی ہے تو وہ نوجوان ان پہاڑوں سے نکلتا ہے اور اپنے سر پر ہاتھ رکھے ہوئے یہ کہتا ہے:

''اے کاش! تو میری روح کو قبض کر کے روحوں میں داخل کر دیتا اور میرا جسم مردوں میں شامل ہو جاتا۔ اے کاش! تو مجھے روزِ قیامت حساب کے وقت رسوائی سے بچالے۔''

کاش! مجھے موت آجاتی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بس اسی نوجوان کی تلاش ہے۔ وہ چرواہا ان دونوں حضرات کو اپنے ساتھ لے گیا جب آدھی رات کا وقت ہوا تو وہ نوجوان پہاڑوں سے نکلا سر پر ہاتھ رکھے ہوئے یہ کہہ رہا تھا:

''ہائے! کاش! تو مجھے موت دے کر میری روح کو روحوں میں داخل کر دیتا اور میرا جسم مردوں میں شامل کر دیتا۔ اے کاش! تو مجھے روزِ قیامت حساب کے وقت رسوائی سے بچالے۔''

حضرت جابر کہتے ہیں کہ عمر اس کی طرف بڑھے اور جا کر اس کو اپنی گود میں لے لیا اس نوجوان نے کہا:

''اے عمر رضی اللہ عنہ! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے گناہ کا پتہ چل گیا ہے؟''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''مجھے تو معلوم نہیں البتہ گزشتہ کل تمہارا ذکر ہوا تھا اور مجھے اور سلمان رضی اللہ عنہما کو تمہاری تلاش کا حکم حضور نے فرمایا تھا۔''

اس نوجوان نے کہا: ''اے عمر رضی اللہ عنہ! مجھے ایسے وقت حضور پاک صلی اللہ علیہ

وسلم کی خدمت میں لے کر جانا جب کہ آپ نماز میں مشغول ہوں۔''

چنانچہ یہ دونوں حضرت ثعلبہ بن عبدالرحمٰن کو ساتھ لے آئے جب نماز کا وقت ہوا اور جماعت کھڑی ہوگئی تو حضرت عمر اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہما جلدی سے صف میں جا کر مل گئے۔ ثعلبہ نے جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سنی تو غش کھا کر گر پڑا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عمر اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہما کو فرمایا کہ ثعلبہ کہاں ہے اس کا کیا ہوا؟

انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ یہاں حاضر ہے۔''

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور جا کر ثعلبہ کو ہلایا۔ چنانچہ ثعلبہ بن عبدالرحمٰن ہوش میں آ گئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے فرمایا: ''ثعلبہ! تو مجھ سے کیوں غائب رہا؟''

انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اپنے گناہ کی وجہ سے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا:

''میں تجھے ایسی آیت نہ بتلادوں جو تیری تمام خطاؤں اور گناہوں کو مٹادے؟''

انہوں نے عرض کیا: ''ضرور بالضرور یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ آیت پڑھا کر:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ (البقرہ:۲۰۱)

انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا گناہ تو بہت بڑا ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں! بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام سب سے بڑا ہے۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو واپس گھر جانے کا حکم فرمایا۔ ثعلبہ بن عبدالرحمٰن کی مسلسل آٹھ دن بیماری کی حالت رہی پھر ایک روز حضرت سلمان حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ

ثعلبہ کے پاس تشریف لے جائیں گے کیونکہ وہ غم کی وجہ سے موت کے قریب ہو گیا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: "اُٹھو اور ثعلبہ کے پاس میرے ساتھ چلو۔"

گر وقتِ اجل سر تیری چوکھٹ پہ پڑا ہو

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ثعلبہ کے پاس پہنچے تو آپ نے ان کا سر گود میں رکھ لیا تو انہوں نے اپنا سر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی گود سے ہٹا لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تو نے اپنا سر میری گود سے کیوں ہٹا لیا؟"

انہوں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا سر اس قابل نہیں کیونکہ وہ گناہوں سے بھرا ہوا ہے۔" آپ نے پوچھا: "تجھے کیا تکلیف محسوس ہو رہی ہے؟"

انہوں نے عرض کیا: "مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میرے گوشت پوست اور ہڈیوں میں چیونٹیاں چل رہی ہیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تیری کیا خواہش ہے؟"

انہوں نے عرض کیا: "میں چاہتا ہوں کہ میرا رب مجھے معاف کر دے۔"

ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں فرمایا تھا کہ جبریل علیہ السلام حاضرِ خدمت ہوئے اور کہا: "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے اور اللہ رب العزت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرما رہے ہیں کہ اگر یہ میرا بندہ ساری روئے زمین کے برابر بھی گناہ لے کر آئے تو میں اس کے اس قدر گناہ بھی معاف کر دوں گا۔"

چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت کا یہ فرمان اس نوجوان کو بتلایا اس نے زور سے ایک چیخ ماری اور اللہ کو پیارا ہو گیا۔

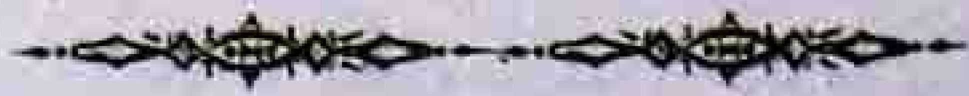
جنازے میں فرشتوں کی کثرت

راوی کہتے ہیں: ''حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے غسل اور کفن دفن کا حکم فرمایا' نمازِ جنازہ کے بعد اس کو دفن کے لیے لے جایا جا رہا تھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے پاؤں مبارک کی انگلیوں کے بل چل رہے تھے۔ دفن کے بعد ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ اپنے پاؤں مبارک کی انگلیوں کے بل چل رہے تھے اس کی کیا وجہ تھی؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب ارشاد فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبی برحق بنا کر بھیجا' اس کے جنازہ میں شریک فرشتوں کی کثرت کی وجہ سے میں اپنے پاؤں زمین پر نہیں رکھ سکتا تھا۔''

(کتاب التوابین لابن قدامہ' ص:۱۰۵تا۱۰۸)



(۵۲)

جیسا فرمایا ویسا ہی ہوا

جب بادشاہِ وقت نے امام ابو حنیفہ اور مسعر بن کدام اور شریک بن سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہم کو گرفتار کروایا تا کہ ان کو قاضی بنائے تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''میں تمہارے بارے میں اپنا اندازہ بتاتا ہوں۔ میں تو کسی حیلہ سے جان بچالوں گا اور سفیان راستہ سے بھاگ جائے گا اور مسعر مجنون بن جائے گا' شریک کو قاضی بنا دیا جائے گا۔'' جب راستہ میں جا رہے تھے تو حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

''مجھے قضائے حاجت ہے۔''

تو ان کے ساتھ ایک سپاہی چلا گیا۔ یہ ایک دیوار کی اوٹ میں بیٹھ گئے ادھر ایک کانٹوں والی کشتی گزری تو حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا:

''یہ دیوار کے پیچھے سپاہی مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔''

انہوں نے کہا: ''کشتی میں سوار ہو جاؤ۔''

یہ کشتی میں سوار ہو گئے تو انہوں نے ان کو کانٹوں میں چھپا لیا جب وہ کشتی سپاہی کے قریب سے گزری تو اس نے کشتی کو دیکھا جب بہت دیر ہو گئی تو سپاہی نے آواز دی:

''اے عبداللہ!''

جب جواب نہ آیا تو آگے بڑھا وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ یہ اپنے ساتھی کے پاس واپس آ گیا تو اس نے اس کو مارا اور گالیاں دیں جب وہ تینوں خلیفہ منصور کے پاس پہنچے تو مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ جلدی سے آگے بڑھے اور خلیفہ سے ہاتھ ملایا اور کہا:

''آپ کا کیا حال ہے؟ آپ کی باندیوں کا کیا حال ہے؟ آپ کے چوپاؤں کا کیا حال ہے؟ اے امیر المومنین! مجھے قاضی بنا دیں (یعنی مجنونوں کی سی باتیں کرنے لگے)''

ایک شخص جو خلیفہ کے سر کے قریب کھڑا تھا اس نے کہا: ''یہ مجنون ہے۔''

بادشاہ نے کہا: ''تو نے سچ کہا اس کو نکال دو۔'' تو اس کو دربار سے نکال دیا گیا۔

پھر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''اے امیر المومنین! میں نعمان بن ثابت ریشم کے کپڑے بیچنے والے کا بیٹا ہوں اور اہلِ کوفہ بالکل راضی نہ ہوں گے کہ ان پر ایک ریشم فروخت کا بیٹا قاضی بنے۔''

بادشاہ نے کہا: ''آپ نے سچ کہا: پھر شریک رحمۃ اللہ پیش کیے گئے تو انہوں نے بھی اِدھر اُدھر کی باتیں کیں لیکن بادشاہ نے کہا: ''خاموش ہو جا اب تیرے علاوہ کوئی باقی نہیں رہا۔ اپنا عہدہ قبول کر۔''

حضرت شریک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''بادشاہ سلامت! مجھے نسیان کا مرض ہے۔''

بادشاہ نے کہا: ''تو لبان چبایا کر اس سے نسیان دُور ہو جاتا ہے۔''

حضرت شریک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''میری عقل میں خفت ہے۔''

بادشاہ نے کہا: ''میں تیرے لیے فالودہ تیار کروا دیا کروں گا۔ آپ عدالت میں آنے سے قبل فالودہ کھا کر آیا کریں اس سے خفت ختم ہو جائے گی تو حضرت شریک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''میں ہر آنے والے پر حاکم ہوں گا۔'' بادشاہ نے کہا: ''میرے بیٹے پر بھی حاکم ہے۔''

شریک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''پھر مجھے عہدہ قبول ہے تو سارا قصہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا۔''

☆ ...... ایک شخص مسجد سے گزرا' تو امام اعظم علیہ الرحمہ آپ نے فرمایا: ''یہ شخص مسافر ہے اور اس کے آستین میں مٹھائی ہے اور وہ بچوں کو قرآن پڑھاتا ہے۔''

تو ایسا ہی نکلا جب آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''وہ دائیں بائیں دیکھتا

تھا اجنبی شخص ایسے ہی دیکھا کرتا ہے اور اس کی آستین پر مکھیاں تھیں اور وہ بچوں کو دیکھتا تھا میں نے جانا کہ وہ معلم ہے۔" (اخبار ابی حنیفہ)

فتویٰ دینے میں احتیاط کے تقاضے

ایک شخص جو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بغض رکھتا ہے اس نے سوال کیا:

"آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جس کی یہ صفات ہوں:

۱) وہ جنت کا طالب نہیں۔ (۲) جہنم سے ڈرتا نہیں۔ (۳) خدا تعالیٰ کا خوف نہیں رکھتا۔ (۴) مردار کھاتا ہے۔ (۵) بغیر رکوع وسجدہ کے نماز پڑھتا ہے۔ (۶) بن دیکھے گواہی دیتا ہے۔ (۷) حق سے بغض رکھتا ہے۔ (۸) فتنہ سے محبت کرتا ہے۔ (۹) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بھاگتا ہے۔ (۱۰) یہود ونصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا: "کیا تو اس شخص کو جانتا ہے؟"

اس نے کہا: "نہیں! لیکن میں اس سے زیادہ کسی کو بُرا نہیں جانتا اس لیے آپ سے پوچھا ہے۔" امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگردوں سے کہا: "تم اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟"

سب نے کہا: "بہت بُرا آدمی ہے یہ کافروں کی صفات ہیں۔"

یہ سن کر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسکرا دیئے اور فرمایا: "یہ شخص اولیاء اللہ میں سے ہے۔"

پھر اس شخص سے کہا: "اگر میں تجھے خبر دے دوں تو کیا تو مجھ پر زبان درازی سے باز آ جائے گا؟ اور ان چیزوں سے بچے گا .و مجھ کو نقصان دیں؟" اس نے کہا: "ہاں!" فرمایا:

(۱) وہ رب جنت کا طالب ہے۔

(۲) اور رب جہنم سے ڈرتا ہے۔

(۳) اس کو اللہ تعالیٰ سے خوف نہیں ہے کہ وہ اس پر ظلم کرے گا۔

(۴) مردار سے مراد مچھلی کھاتا ہے۔

(۵) جنازہ کی نماز پڑھتا ہے جس میں سجدہ، رکوع نہیں یا حضورِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہے کیونکہ درود کو بھی صلواۃ ہی کہتے ہیں۔

(۶) بن دیکھے گواہی کا مطلب ہے کہ وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

(۷) موت حق ہے اس سے بغض رکھتا ہے تا کہ مزید اللہ کی اطاعت کرے۔

(۸) فتنہ سے مراد مال اور اولاد ہے۔

(۹) بارش جو کہ رحمت ہے اس سے بھاگتا ہے۔

(۱۰) یہود کی اس قول میں تصدیق کرتا ہے کہ نصاریٰ جھوٹے ہیں اور نصاریٰ کی اس بات میں تصدیق کرتا ہے کہ یہودی جھوٹے ہیں۔ (الخیرات الحسان)

اُستاذ استاذ ہی ہوتا ہے

جب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اگر یہ لڑکا فوت ہو گیا تو ساری زمین پر اس کا قائم مقام نہیں ملے گا جب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ شفایاب ہوئے تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بات سے ان میں عجب پیدا ہو گیا۔ انہوں نے اپنی علیحدہ مجلس شروع کر دی لوگ ان کی طرف جانے لگے جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے شاگردوں میں سے ایک شاگرد کو کہا: امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں جاؤ اور اس سے یہ مسئلہ دریافت کرو کہ ایک شخص نے دھوبی کو کپڑا دیا دھونے کے لیے دو درہم کے بدلہ میں پھر اس نے کپڑا مانگا' دھوبی نے انکار کر دیا پھر دوبارہ آیا اور مطالبہ کیا تو اس نے کپڑا دے دیا تو کیا وہ اجرت کا مستحق ہو گا؟ اگر ابن یعقوب کہے ہاں۔ تو کہنا غلط ہے اگر وہ کہے نہیں تو بھی کہنا غلط ہے۔ وہ شخص گیا اور مسئلہ دریافت کیا' ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اجرت کا مستحق ہو گا اس نے کہا: غلط ہے پھر کچھ سوچ کر فرمایا اجرت کا مستحق نہ ہو گا اس نے کہا غلط ہے اسی

وقت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو دیکھا تو فرمایا تجھے دھوبی والا مسئلہ لایا ہے۔ عرض کیا جی ہاں فرمایا سبحان اللہ! جو لوگوں کو فتویٰ دینے کے لیے بیٹھا ہے اور اپنے لیے علیحدہ مجلس قائم کرتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں کچھ بیان کرے لیکن اس کا حال یہ ہے کہ اجارات کے مسئلہ کا جواب بھی اچھی طرح نہیں دے سکتا۔ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا' مجھے سکھلائیں۔ فرمایا اگر اس نے انکار کے بعد دھویا ہو تو اس کو اُجرت نہیں ملے گی اگر پہلے دھو چکا تھا تو اُجرت کا مستحق ہوگا کیونکہ اس نے اسی کے لیے دھویا تھا۔

(الخیرات الحسان)

(۵۳)

نماز باجماعت پڑھنے پہ پندرہ انعامات

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا مُؤْمِنٍ یَّتَوَضَّأُ وَیَاْتِیْ اِلَی الْمَسْجِدِ وَصَلّٰی فِیْہِ مَعَ الْجَمَاعَۃِ غَفَرَاللّٰہُ تَعَالٰی لَہٗ ذُنُوْبَہٗ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ حَفِظَ صَلٰوۃً فِیْ اَوْقَاتِھَا وَاَتَمَّ رُکُوْعَھَا وَسُجُوْدَھَا اَکْرَمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِخَمْسٍ عَشَرَ خَصْلَۃً ثَلٰثَۃً فِی الدُّنْیَا وَثَلٰثَۃً عِنْدَ الْمَوْتِ وَثَلٰثَۃً فِی الْقَبْرِ وَثَلٰثَۃً فِی الْحَشْرِ وَثَلٰثَۃً عِنْدَ لِقَاءِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَاَمَّا الثَّلٰثَۃُ الَّتِیْ فِی الدُّنْیَا فَیَزِیْدُ عُمْرَہٗ وَرِزْقَہٗ وَیَحْفَظُ نَفْسَہٗ وَاَھْلَہٗ وَاَمَّا الثَّلٰثَۃُ الَّتِیْ عِنْدَ الْمَوْتِ فَیُبَشِّرُہٗ بِالْاَمْنِ مِنَ الْخَوْفِ وَالْفَزَعِ وَدُخُوْلِ الْجَنَّۃِ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی: اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۔ وَاَمَّا الثَّلٰثَۃُ الَّتِیْ فِی الْقَبْرِ فَیُسَھِّلُ عَلَیْہِ سُوَالُ مُنْکَرٍ وَّنَکِیْرٍ وَّیُوَسِّعُ عَلَیْہِ قَبْرُہٗ وَیُفْتَحُ لَہٗ بَابٌ اِلَی الْجَنَّۃِ وَاَمَّا الثَّلٰثَۃُ الَّتِیْ فِی الْمَحْشَرِ فَیَخْرُجُ مِنَ الْقَبْرِ وَھُوَ یَتَلَألَؤُ وَجْھُہٗ کَالْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: یَسْعٰی نُوْرُھُمْ بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ الآیہ وَیُعْطٰی کِتَابَہٗ بِیَمِیْنِہٖ وَیُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا وَّاَمَّا الثَّلٰثَۃُ الَّتِیْ عِنْدَ لِقَاءِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَرَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

عَنْهُمْ وَالسَّلَامُ عَلَيْهِمْ وَالنَّظْرُ اِلَيْهِمْ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى: سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ . وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ وَّمَنْ تَهَاوَنَ بِالصَّلٰوةِ الْخَمْسِ عَاقَبَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِخَمْسٍ عَشَرَ خَصْلَةً ثَلٰثَةً فِى الدُّنْيَا وَثَلٰثَةً عِنْدَ الْمَوْتِ وَثَلٰثَةً فِى الْقَبْرِ وَثَلٰثَةً فِى الْحَشْرِ وَثَلٰثَةً عِنْدَ لِقَآءِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاَمَّا الثَّلٰثَةُ الَّتِىْ فِى الدُّنْيَا فَيُرْفَعُ الْبَرَكَةُ مِنْ رِّزْقِهٖ وَعُمْرِهٖ وَسِيْمَآءَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ وَّجْهِهٖ وَاَمَّا الثَّلٰثَةُ الَّتِىْ عِنْدَ الْمَوْتِ فَيَمُوْتُ جَآئِعًا وَّ عَطْشَانًا وَّذَلِيْلًا وَّاَمَّا الثَّلٰثَةُ الَّتِىْ فِى الْقَبْرِ فَيَضِيْقُ قَبْرُهٗ حَتّٰى يَدْخُلَ اَضْلَاعُهٗ بَعْضُهَا فِىْ بَعْضٍ وَّيُفْتَحُ لَهٗ بَابٌ مِّنْ نَّارٍ وَّاَمَّا الثَّلٰثَةُ الَّتِىْ فِى الْحَشْرِ فَيَخْرُجُ مِنْ قَبْرِهٖ مُسْوَدَّةُ الْوَجْهِ مَكْتُوْبٌ فِىْ جَبْهَتِهٖ هٰذَا آئِسٌ مِّنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَيُعْطٰى لَهٗ كِتَابُهٗ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِهٖ وَاَمَّا الثَّلٰثَةُ الَّتِىْ عِنْدَ لِقَآءِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ مومن جس نے وضو کیا اور مسجد کی طرف آیا اور اس میں نماز باجماعت ادا کی اور اس کے رکوع وسجود کو پورا کیا اللہ تعالیٰ پندرہ انعامات سے اس کی عزت افزائی کرتا ہے ان میں سے تین دنیا میں اور تین موت کے وقت اور تین قبر میں اور تین حشر میں اور تین اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت پس وہ تین انعام جو دنیا میں ہوتے ہیں اللہ اس کی عمر بڑھاتا ہے اور اس کا رزق زیادہ کر دیتا ہے اور اسے اور اس کے اہل خانہ کو اپنی حفاظت میں رکھتا ہے اور وہ تین جو موت کے وقت ہیں' اللہ اسے خوف وہراس سے امن کی اور دخول جنت کی بشارت دیتا ہے' اللہ تعالیٰ کے اس

فرمان کے تحت بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر ملائکہ اُترتے ہیں کہتے ہوئے کہ خوف نہ کرو اور نہ غم کرو اور تم خوش ہو جاؤ اس جنت کے ساتھ جس کا تم کو وعدہ دیا گیا اور تین قبر میں یہ انعام کہ اس پر نکیرین کے سوال آسان ہو جائیں گے اور اس کی قبر فراخ کر دی جائے گی اور اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھول دیا جائے گا اور وہ تین انعام جو محشر میں ہوں گے جب وہ قبر سے نکلے گا تو اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نور ان کے آگے اور ان کے دائیں بھاگتا ہوگا الایۃ اور اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ دیا جائے گا اور اس کا حساب آسان کر دیا جائے گا اور وہ تین جو اللہ سے ملاقات کے وقت ہوں گے اس سے اللہ راضی ہوگا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ سلام کہنا ہے رب رحیم کی طرف سے اور فرمایا کچھ چہرے اس دن تروتازہ اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔

بے نمازی کے لئے پندرہ عذاب

اور فرمایا جس نے پنج گانہ نماز میں سستی کی اللہ اسے پندرہ طرح سے عذاب دے گا تین طرح دنیا میں اور تین طرح موت کے وقت اور تین طرح قبر میں اور تین طرح محشر میں اور تین طرح اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت بہر حال وہ تین عذاب جو دنیا میں ہوتے ہیں اللہ اس کی روزی اور عمر سے برکت اُٹھا دیتا ہے اور صالحین کی علامت اس کے چہرہ سے مٹا دیتا ہے اور وہ تین جو موت کے وقت ہوتے ہیں وہ بھوکا پیاسا اور ذلیل ہو کر مرتا ہے اور وہ تین عذاب جو قبر میں دیئے جاتے ہیں پس اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف ہو جاتی ہیں اور اس کے لیے جہنم کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور وہ تین جو اس پر محشر کو ہوتے ہیں پس وہ قبر سے سیاہ چہرہ ہو کر اُٹھتا ہے اور اس کے چہرے پر لکھا ہوتا ہے کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونے والا ہے اور اسے اعمال نامہ پیٹھ کے پیچھے سے دیا جاتا ہے اور وہ تین سزائیں جو اسے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے وقت ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس سے کلام نہیں

فرماتا اور اس کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرماتا اور روزِ قیامت اسے گناہ سے پاک نہیں کرے گا اور اس کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ان کے بعد ان کے کچھ ایسے جانشین ہوئے جنہوں نے نمازیں ضائع کیں اور خواہشات کے پیچھے چلے عنقریب وہ دوزخ کے مقامِ غی کو پالیں گے۔"

(دقائق الاخبار للغزالی)

(۵۴)

تین غیبی خبریں

حضرت سیدنا شہر بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

''حضرت سیدنا صعب بن جثامہ اور حضرت سیدنا عوف بن مالک رحمۃ اللہ علیہما میں دینی تعلق کی وجہ سے بہت گہری دوستی تھی۔ ایک دن حضرت سیدنا صعب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت سیدنا عوف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا: ''اے میرے بھائی! ہم میں سے جو پہلے مر جائے اسے چاہیے کہ اپنے حال سے دوسرے کو آگاہ کرے کہ مرنے کے بعد اس پر کیا گزری؟'' حضرت سیدنا عوف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''کیا ایسا ہو سکتا ہے؟''

کہا: ''ہاں! ایسا بالکل ہو سکتا ہے۔''

پھر کچھ دنوں بعد حضرتِ صعب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت سیدنا عوف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں خواب میں دیکھ کر پوچھا:

''مَا فُعِلَ بِكَ یعنی آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا؟''

فرمایا: ''میری بہت سی خطائیں بخش دی گئیں۔''

حضرت سیدنا عوف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میں نے ان کی گردن میں ایک سیاہ نشان دیکھ کر پوچھا۔''

''یہ سیاہ نشان کیا ہے؟''

فرمایا: ''میں نے فلاں یہودی سے دس دینار قرض لے کر اپنے ترکش (یعنی تیر رکھنے کے تھیلے) میں رکھ دیئے تھے، تم وہ دینار اس یہودی کو واپس لوٹا دینا' یہ نشان اسی

قرض کی وجہ سے ہے۔ اے میرے بھائی! خوب توجہ سے سن! میرے مرنے کے بعد ہمارے اہل وعیال میں چھوٹا یا بڑا کوئی واقعہ ایسا رونما نہیں ہوا جس کی مجھے خبر نہ ہوئی ہو، مجھے ان کی ہر ہر بات پہنچ جاتی ہے حتیٰ کہ ابھی چند روز قبل ہماری بلی مری تھی مجھے اس کا بھی پتہ چل گیا ہے اور سنو! میری سب سے چھوٹی بیٹی بھی چھ دن بعد انتقال کر جائے گی، تم اس سے اچھا برتاؤ کرنا۔'' حضرت سیدنا عوف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جب میں بے دار ہوا تو کہا یہ ضرور ایک اہم امر ہے، میں اس کی تحقیق کروں گا۔''

جو کہا وہی ہوا

پھر میں ان کے گھر پہنچا تو گھر والوں نے خوش آمدید کہتے ہوئے کہا: ''اے عوف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ! کیا بات ہے؟ صعب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ ایک مرتبہ بھی ہمارے پاس نہیں آئے۔''

میں نے اپنی مصروفیات کا عذر بیان کر کے گھر والوں کو مطمئن کیا پھر ترکش منگوایا تو اس میں دیناروں کی تھیلی موجود تھی۔ میں نے کہا: ''فلاں یہودی کو بلا لاؤ۔''

جب وہ آیا تو میں نے کہا: ''حضرت سیدنا صعب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اوپر تمہارا کوئی مال تھا؟'' یہودی نے کہا: ''اللہ تعالیٰ صعب پر رحم فرمائے وہ تو اُمتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے بہترین افراد میں سے تھے، میرا ان سے کوئی مطالبہ نہیں۔''

میں نے کہا: ''سچ سچ بتا! کیا انہوں نے تجھ سے کچھ قرض لیا تھا؟''

یہودی بولا: ''ہاں! انہوں نے مجھ سے دس دینار قرض لیے تھے۔''

میں نے دیناروں کی تھیلی اس کی طرف بڑھائی تو کہنے لگا:

''خدا تعالیٰ کی قسم! یہ وہی دینار ہیں جو انہوں نے مجھ سے لیے تھے۔''

میں نے دل میں کہا حضرت سیدنا صعب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بتائی ہوئی ایک بات تو بالکل سچ ثابت ہو چکی ہے۔ پھر میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر والوں سے پوچھا: ''کیا حضرت سیدنا صعب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد تمہارے ہاں کوئی

نئی بات ہوئی ہے؟'' کہا: ''جی ہاں!'' میں نے پوچھا: ''وہ کیا ہے؟''

تو انہوں نے کچھ باتیں بتائیں اور کہا: ہماری ایک بلی تھی جو ابھی چند روز قبل مری ہے۔'' میں نے دل میں کہا دوسری بات بھی بالکل حق ثابت ہوگئی۔ پھر میں نے پوچھا:

''میرے بھائی صعب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی چھوٹی بچی کہاں ہے؟''

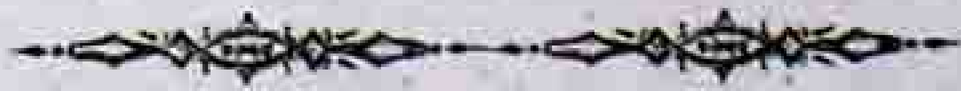
انہوں نے کہا: ''وہ باہر کھیل رہی ہے۔''

میں نے اسے بلوایا اور شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کا جسم بخار کی وجہ سے کافی گرم ہو رہا تھا۔ میں نے گھر والوں سے کہا:

''اس بچی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور اسے خوب پیار سے رکھنا۔''

پھر میں واپس چلا آیا' چھ دن بعد اس بچی کا انتقال ہوگیا اور یوں حضرت سیدنا صعب رحمۃ اللہ علیہ کی بتائی ہوئی تینوں باتیں بالکل سچ ثابت ہوئیں۔''

(عیون الحکایات)



(۵۵)

ملفوظات حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ

آپ نے ایک دفعہ کسی سے فرمایا: ''اگر تو زمین اور آسمان کے برابر بھی عبادت کرے تو وہ ہرگز نہ قبول کی جائے گی جب تک تجھے اللہ تعالیٰ پر کامل یقین نہ ہو۔''

اس نے عرض کیا: ''اس پر کیونکر یقین کروں؟''

ارشاد فرمایا: ''جو کچھ تجھے حاصل ہے اسی پر قناعت کرنا کہ اس اطاعت اور عبادت میں کسی دوسری چیز کی طرف رغبت نہ رہے۔'' (تذکرہ اولیائے عرب وعجم، ص:۸۶)

☆......حضرت ہرم رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ہمارا پروردگار ہے، پاک اور منزہ ہے اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔'' (روض الریاحین اردو ترجمہ بزم اولیاء، ص:۲۸۵)

☆......فرمایا: مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ ۔

''جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا اس سے کوئی چیز چھپ نہیں سکی۔''

(تاجدار یمن، ص:۱۳۹)

کیونکہ خدائی سے خدا پہچانا جا سکتا ہے۔'' معلوم ہوا کہ جو اللہ کو پہچان لیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ایسے علوم سے نوازتا ہے کہ اس سے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں رہتی۔ حضرت ہرم رحمۃ اللہ علیہ کے پوچھنے پر فرمایا:

نبانی فی العلیم الخبیر ۔

''تمہارا نام مجھے اس نے بتایا ہے جس کے علم وخبر سے کوئی چیز باہر نہیں۔''

میری روح نے تمہاری روح کی طرف توجہ کی اور میری روح نے تمہاری روح کو پہچان لیا۔ مومنین کی روحیں ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔ خواہ صاحب ارواح کا ایک دوسرے سے (ظاہری طور پر) کوئی تعلق نہ ہو اور نہ وہ کبھی ایک دوسرے سے ملے ہوں۔

(قصص الاولیاء، ص:۲۶۳)

اس سے بڑھ کر اولیاء اللہ کے علوم کو کیسے بیان کیا جائے کہ روح انتہائی لطیف چیز ہے۔ اللہ والوں کی روح روح کو بھی پہچان لیتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کو علومِ غیبیہ عطا فرماتا ہے۔

☆......فرمایا: ''ایک ہی طرف متوجہ اور یکسو ہو جانا چاہیے کیونکہ اس میں ہی پوری کائنات ہے اور اسی ایک کا در ہی تیرے لیے تسلی واطمینان کے لیے کافی رہے گا۔''

(لطائف نفیسہ در فضائل اویسیہ، ص:۱۳۳)

آپ کی ایک نصیحت

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے کسی نے عرض کیا:

''حضرت! مجھے کچھ نصیحت کیجیے۔'' فرمایا: ''اپنے رب کی طرف بھاگ۔''

اس نے عرض کیا: ''میری روزی کا انتظام کس طرح ہوگا؟''

فرمایا: ''افسوس ہے ان لوگوں پر جو یقین کی قوت سے خالی ہیں اور شک کے گڑھے میں پڑے ہیں۔ بھلا جو خدا کی طرف بھاگے گا اس کو پھر رزق کے لیے کوشش کی ضرورت کیا ہے؟ وہ تو خود رب العالمین کا ذمہ ہے۔'' (لطائف نفیسہ در فضائل اویسیہ اردو ترجمہ، ص:۱۳۰)

☆......روایت ہے کہ ایک کشتی میں آپ بھی سوار تھے کہ وہ کشتی ڈولنے لگی۔ لوگوں نے دعا کے لیے عرض کیا تو فرمایا:

''سب اللہ تعالیٰ کا قرب ڈھونڈو۔'' ان لوگوں نے عرض کیا: ''کیسے؟'' فرمایا: ''ترکِ دنیا سے۔'' (خلاصہ از سیرت پاک اویس قرنی، ص:۱۵۰)

☆......فرمایا: ''میرے رب کا ذکر بلند ہے اس کا قول سب سے سچا ہے اس کا کلام

سب سے اچھا ہے۔'' (قصص الاولیاء، ص: ۲٦۲)

☆...... حضرت ہرم رحمۃ اللہ علیہ نے تھوڑی دیر کے لیے صحبت میں رہنے کی اجازت چاہی تو ارشاد فرمایا: ''جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سائے میں رہو تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد مجھے رخصت فرما دیا۔'' (سیرت حضرت خواجہ اویس قرنی عاشق رسول، ص: ۱۰۰)

عبادت میں تصدیق کی اہمیت

فرمایا: اگر تو ''اللہ تعالیٰ کی اتنی بندگی کرے جتنی کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق کرتی ہے تو بھی وہ تیری عبادت قبول نہیں کرے گا جب تک تو اس کی تصدیق نہ کرے، تصدیق سے مراد یہ ہے کہ تو اس کے رازق اور کفیل ہونے پر مطمئن ہو جائے اور جسم کو اس کی بندگی کے لیے فارغ کر دے۔'' (سیرت حضرت اویس قرنی عاشق رسول، ص: ۱۲۱)

☆...... فرمایا: ''میں تو یہ جانتا ہوں کہ میں نماز شروع کروں اور ایک سجدہ میں ہی ساری رات گزار دوں اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھتے پڑھتے بے خود ہو جاؤں۔''

(حضرت اویس قرنی اور ہم، ص: ٦۳)

یہ ہے نماز کی محبت، ایک ہم ہیں کہ اولیاء اللہ سے محبت کے دعوے دار بھی ہیں اور نماز سے لگاؤ بھی نہیں۔ یہ کیسی محبت ہے؟

☆...... آپ علیہ الرحمہ کا اکثر معمول یہ تھا کہ آپ ایک رات قیام فرماتے اور جب اگلی رات آتی تو فرماتے ''ھٰذہ لیلۃ الرکوع'' یہ رکوع کی رات ہے۔ تیسری رات آتی تو فرماتے ''ھٰذہ لیلۃ السجود'' یہ سجدہ کی رات ہے اور اسی طرح ساری ساری رات کبھی قیام میں، کبھی رکوع میں اور کبھی سجدہ میں گزار دیتے۔ آپ کی عبادت و ریاضت کا یہ منفرد انداز تھا۔ آپ سے عقیدت و محبت رکھنے والے لوگ اکثر آپ سے سوال کرتے کہ آپ اتنی طاقت رکھتے ہیں کہ اتنی لمبی راتیں ایک ہی حالت میں گزار دیں؟

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ فرماتے کہ لمبی راتیں کہاں ہیں؟ کاش کہ ازل سے

ابد تک ایک ہی رات ہوتی جس میں مجھے ایک سجدہ کر کے گریہ وزاری اور بے شمار مناجات کرنے کا موقع نصیب ہوتا مگر یہاں تو یہ حال ہے کہ راتیں اس قدر چھوٹی ہیں کہ صرف ایک مرتبہ ہی سبحان ربی الاعلیٰ کہتا ہوں تو رات گزر جاتی ہے۔

(سیرت حضرت خواجہ اویس قرنی عاشق رسول' ص:۴۲)

☆......فرمایا: ''خشوع ایسی بے خبری (خود فراموشی) کو کہتے ہیں کہ اگر اس حالت میں نیزہ بھی مارا جائے تو اثر محسوس نہ ہو۔'' (سیرت حضرت خواجہ اویس قرنی عاشق رسول' ص:۴۲)

☆......حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے جب اپنے لیے دعا کے لیے فرمایا تو حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے کہا:

''میں اپنی دعا کو اپنے لیے یا کسی کے لیے خاص نہیں کرتا بلکہ روئے زمین کے تمام لوگوں کے لیے مغفرت کی دعا کرتا ہوں' مومن مرد و عورتوں کے لیے دعا کرتا ہوں۔''

(تاج دار یمن خواجہ اویس قرن' ص:۹۴)

☆......فرمایا: ''جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتا ہے' اللہ تعالیٰ اس پر اپنے خاص انعامات بھیجتا ہے اور فرشتے بھی سلامتی کی دعائیں کرتے ہیں۔''

(حضرت اویس قرنی اور ہم)

الحمدللہ! یہ اہلِ سنت و جماعت کی حقانیت کی دلیل ہے کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پیار ہے۔ آپ پہ درود و سلام کا نذرانہ پیش کرنا ہمارے ہاں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ ہم میں اکثر پیار و محبت سے مدنی تاج دار صلی اللہ علیہ وسلم پہ درود و سلام کا نذرانہ بھیجتے ہیں جو حق تعالیٰ سے دنیا' قبر و حشر وغیرہ ہر مقام پر اللہ تعالیٰ سے خاص انعامات کے حصول کا سبب ہے۔ نیز یہی وہ عمل مبارک ہے جس کے باعث فرشتے بھی سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔

ہر حال میں شکرِ خداوندی

قبیلہ مراد کے ایک شخص نے حال پوچھا تو آپ نے جواب دیا! شکر ہے۔

اس نے پوچھا: ''دنیا کا آپ کے ساتھ سلوک کیسا ہے؟''

ارشاد فرمایا: ''یہ سوال اس آدمی سے کرتے ہو جس کو شام کے بعد صبح تک اور صبح کے بعد شام تک زندہ رہنے کا بھروسہ نہیں۔ اے میرے قبیلے کے بھائی! باری تعالیٰ کے کاموں میں مسلمان کے فرض کی ادائیگی نے اس کا کوئی رفیق باقی نہیں رہنے دیا۔ اللہ کی قسم! ہم چونکہ لوگوں کو نیک کام کی تلقین کرتے ہیں اور بُرے کاموں سے روکتے ہیں اس لیے انہوں نے ہمیں اپنا جانی دشمن جان لیا ہے ان کو اس کام میں بُرے مددگار بھی مل گئے ہیں جو ہم پر تہمتیں لگاتے ہیں مگر اللہ کی قسم! ان کا برتاؤ مجھے حق کی تلقین کرنے سے باز نہیں رکھ سکتا۔''

(سیرت حضرت خواجہ اویس قرنی عاشق رسول' ص: ۱۱۷)

یہ ہے اولیاء الرحمٰن کا طریقہ مقدس جب کہ بعض نام نہاد بزرگی کے دعوے دار قرآن وسنت سے ماخوذ اعمال کے نہ خود قریب جاتے ہیں اور نہ ہی کسی دوسرے کو اس طرف راغب کرتے ہیں بلکہ وہ ہم تو ڈوبے ہیں صنم' تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے کے مصداق اس طرح راغب کرنے والوں کے دشمن بن جاتے ہیں بلکہ شیطان کی روش اختیار کرتے ہوئے اللہ کے بندوں کو صراطِ مستقیم سے روکنے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے دوست نما دشمنوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆......فرمایا: ''وحدت کی تعریف یہ ہے کہ غیر اللہ کا خیال بھی دل کی طرف سے نہ گزرے۔'' (حضرت اویس قرنی اور ہم' ص: ۶۲)

☆......حضرت ہرم بن حبان نے بیان فرمایا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے فرمایا: علیك بقلبك ۔ (لازم پکڑ اپنے دل کو) (کشف المحجوب)

☆......فرمایا:

''جب تک کسی کے دل میں شیطان کی محبت ہو اس کے سینہ میں نفس غالب ہو اور دنیا و آخرت کی فکر اور لوگوں کا اندیشہ ہو اس وقت تک کیفیت وحدت حاصل نہیں ہو

سکتی۔" (سیرت حضرت خواجہ اویس قرنی، ص: ۱۶۲)

☆......آپ سے روایت ہے کہ فرمایا:

اَلسَّلَامَۃُ فِی الْوَحْدَۃِ (یعنی سلامتی تنہائی میں ہے) (کشف المحجوب، باب: ۱۰)

مگر تنہا سے مراد ہے تنہا ہو کر اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر میں محویت اختیار کرنا، برائی اور برے دوستوں سے علیحدگی اختیار کرنا، اور تنہا فرد ہوتا ہے اور وحدت یہ ہوتی ہے کہ خدا کے سوائے کسی غیر کا خیال دل میں نہ لائے۔ (تذکرہ اولیاء عرب و عجم، ص: ۸۶)

☆......فرمایا: "دل میں حاضر رکھ کر غیر اس میں جگہ حاصل نہ کرے۔"

(تذکرہ اولیائے عرب و عجم)

☆......فرمایا: "مجھے شہرت پسند نہیں اب مجھے ملنے کی کوشش نہ کرنا۔"

(تذکرہ اولیاء عرب و عجم)

☆......حضرت ہرم علیہ الرحمہ کو فرمایا، مجھے شہرت پسند نہیں، گوشۂ خلوت میرا رفیق ہے۔" آپ کی ساری زندگی آپ کے اس قول مبارک کی شاہد ہے۔

(قصص الاولیاء، ص: ۲۶۳)

اصل جیت اس کی جو اپنے آپ کو ہارا ہوا مان لے

آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا: "میرے نزدیک یہ بات زیادہ محبوب ہے کہ میں پیچھے رہنے والے لوگوں میں رہوں۔" (اشعۃ اللمعات اردو ترجمہ، ج: ۷، ص: ۶۱۱)

☆......فرمایا: "اے ابن حبان! میں تجھ کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور تجھ پر سلام ہو۔ آئندہ مجھ کو تلاش نہ کرنا۔ میں شہرت کو پسند نہیں کرتا اور تنہائی سے محبت کرتا ہوں۔ لوگوں سے مجھے سخت تکلیف اور دکھ پہنچتا ہے تو مجھ سے ہر لحاظ سے بہتر ہے۔ آئندہ اپنی ملاقات نہیں ہوگی۔ میں جب بھی یاد آؤں میرے حق میں دعا کرنا اب تم بھی یہاں سے رخصت ہو جاؤ تاکہ میں بھی چلا جاؤں۔" (تاجدار یمن، ص: ۱۱۳)

☆......حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کی: "میں خصوصیت کے ساتھ زندگی بسر

کرنے کے خلاف ہوں، مجھے کسی چیز کی حاجت نہیں، میرا ہاتھ حاجت روا کے ہاتھ میں ہے، مجھے تو بس یادِ الٰہی سے غرض ہے، وہ میں کر رہا ہوں اور کوئی چیز درکار نہیں۔"

(قصص اولیاء، ص:۲۵۹)

☆......حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کیا میں حاکم کوفہ کو تمہارے لیے کچھ لکھ دوں؟" آپ نے عرض کی: "نہیں! مجھے کسمپرسی کی حالت میں رہنا زیادہ پسند ہے اس کے بعد آپ واپس آ گئے۔" (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ اردو ترجمہ، جلد اوّل، ص:۲۳۸)

جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں کوفہ کے گورنر کی طرف آپ کے لیے رقعہ لکھ دوں؟" آپ نے عرض کی: "میں درویش آدمی واپسی کو پسند کرتا ہوں مجھے دنیاوی عزت وتکریم کی ضرورت نہیں۔" "حقیقی عزت وہ ہے جو اللہ کی طرف سے حاصل ہوتی ہے۔ محض دنیوی عزت وتکریم کسی کام کی نہیں اس لیے مجھے عزت وتکریم وہ مطلوب ہے"۔

☆......فرمایا: "(محض) ظاہری تنہا رہنا درست نہیں کیونکہ دو آدمیوں سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔" (تذکرہ اولیائے عرب وعجم)

آخرت کی سرداری

فرمایا: "آخرت کی سرداری طلب کی تو وہ مجھے مخلوقِ خدا کو نصیحت کرنے سے ملی۔"

اگر آخرت میں سرداری چاہیے تو پھر مخلوقِ خدا کو (نصیحت کرنے کا طریقہ اپناؤ) یہ مخلوقِ خدا پہ مہربانی ہے۔ (حضرت اویس قرنی عاشق رسول، ص:۱۳۸)

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر
خدا مہربان ہو گا عرشِ بریں پر

☆......فرمایا: "موافقت دوستی کی شرط ہے۔ خواجہ صاحب رضی اللہ عنہ نے فاروقِ اعظم اور علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے بیان کیا، میں نے انہیں (محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہیں دیکھا صرف ان کی موافقت کی وجہ سے اپنے

آپ کو ان کے رنگ میں رنگا ہوا اور ان کی موافقت ہی حاصل دین ہے۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق اپنے آپ کو ڈھال لینا اس سلسلے میں خواہ جتنی بھی تکلیف اُٹھانی پڑے اسے خاطر میں نہ لانا حضرت اویس قرنی کا طریقہ ہے۔

(تاجدار یمن خواجہ اویس قرن، ص:۹۸)

☆......فرمایا: "جس نے خدا کو پہچان لیا اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی اور خدا کو پہچاننے والے ہی عارف و زاہد ہیں۔" (قصص الاولیاء، ص:۲۵۸)

☆......فرمایا: "جو کچھ تمہارے پاس ہے، مطمئن رہ کر کوشش کرو تو شریف ہو ورنہ ذلیل۔" (سیرت حضرت اویس قرنی عاشق رسول، ص:۱۳۱)

☆......فرمایا: "فقر و محتاجی کے ذریعے فخر و بندگی حاصل ہوتی ہے۔"

(حضرت اویس قرنی اور ہم، ص:۶۳)

☆......زُہد میں راحت ہے اور قناعت میں شرف ہے۔" (ایضا)

☆......"بارگاہِ الٰہی میں استغفار کرتے ہوئے عرض کرنے لگے کہ اے باری تعالیٰ! میں سونے والی آنکھ اور نہ بھرنے والے پیٹ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔"

(حضرت اویس قرنی عاشق رسول، ص:۱۸۷)

ایک شخص کو نصیحت

"ایک شخص کے متعلق یہ سنا کہ تیس سال سے وہ قبر میں ہر وقت آہ و زاری میں مشغول ہے اس کے پاس گئے اور اسے فرمایا:

"اے انسان! ہر وقت گریہ وزاری کر کے تیری آنکھوں میں آنسو بھی خشک ہو گئے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس قبر اور کفن نے تجھے اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل رکھا ہے اور یہ دونوں چیزیں تیرے راستے کی دیوار ہیں۔" (سیرت حضرت اویس قرنی عاشق رسول، ص:۱۸۶)

☆......فرمایا: "فخر اس میں ہے کہ اپنے تھوڑے بہت مال پر قانع رہ کر دوسرے کی ملکیت پر نظر نہ کرو۔" آج کل اُلٹی ہی گنگا بہنے لگی ہے، رشوت کے ذریعے چوری، ڈکیتی

کے ذریعے دولت حاصل کر کے فخر کرنا ایک معمول بن چکا ہے۔

(سیرت حضرت اویس قرنی عاشق رسول' ص: ۱۴۲)

☆......آپ سے پوچھا گیا: ''یقین کس طرح حاصل ہوگا؟''

فرمایا: ''تو اپنی تقدیر پر قانع رہ یعنی جو کچھ تیری تقدیر میں لکھا ہے اس پر مطمئن ہو جا اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے کنارہ کر لے۔'' (لطائف نفسیہ در فضائلِ اویسیہ' ص: ۱۳۱)

☆......فرمایا: ''جب زاہد طلبِ معاش کے لیے نکلے تو اس کا زُہد جاتا رہتا ہے۔''

(انطاق المفہوم ترجمہ احیاء العلوم' ج: ۴' ص: ۴۲۰)

☆......کسی نے پوچھا: ''ہماری استواری کس میں ہے؟''

فرمایا: ''اس بات پر یقین پختہ کرنا اور توکل اختیار کرنا کہ اللہ رازق ہے اپنے رزق کے بارے میں بے فکر ہو کر اللہ سے تعلق پختہ کر لے۔'' (لطائف نفسیہ در فضائل اویسیہ' ص: ۱۳۱)

☆......حضرت ہرم رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا:

''مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (ظاہری) زیارت وصحبت نصیب نہ ہوئی البتہ میں نے ان لوگوں کی زیارت کی ہے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تھی مگر میں محدث یا مفتی ہونا پسند نہیں کرتا اور میری طبیعت لوگوں سے اُکتاتی ہے۔''

(روض الریاحین اردو ترجمہ' ص: ۲۸۶)

☆......فرمایا: ''اگر جدوجہد کرتے ہوئے کامیابی کو صرف اللہ تعالیٰ کے سپرد کرو گے تو لوگوں سے بے پرواہ ہو جاؤ گے۔'' (سیرت حضرت اویس قرنی عاشق رسول' ص: ۱۴۹)

☆......فرمایا: ''(حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں شیر اور بکری ایک ہی گھاٹ سے پانی پیتے تھے اب میں دیکھتا ہوں کہ ایسا نہیں ہو رہا بلکہ شیر بکری پر حملہ آور ہو رہا ہے۔'' (تاجدار یمن' ص: ۱۱۲)

☆......فرمایا: ''ان دِلوں پر افسوس ہے جو شک میں پڑے ہوئے ہیں اور نصیحت حاصل نہیں کرتے۔'' (حضرت اویس قرنی اور ہم)

سمجھدار اور ناسمجھ کی مثال

فرمایا: ''سمجھ دار مومن' ناسمجھ مومن اور منافق۔ ان تینوں کی مثال درخت اور بارش کی طرح ہے' سرسبز و شاداب اور پھل دار درخت پر اگر پانی برستا ہے تو اس کی تراوٹ و شادابی اور حسن و خوبی میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور اگر شاداب لیکن بے پھل درخت پر برستا ہے تو اس کے پتوں میں ہریالی پیدا ہوتی ہے اور وہ پھل دینے لگتا ہے اور اگر خشک گھاس اور کمزور شاخ پر برستا ہے تو اسے توڑ پھوڑ دیتا ہے۔''

(سیرت سیدنا اویس قرنی عاشق رسول' ص:۱۰۷)

☆ ...... فرمایا: ''جو کوئی ان تینوں چیزوں (۱) اچھا کھانا (۲) عمدہ لباس پہننے (۳) امیروں کے پاس بیٹھنے کو محبوب سمجھتا ہے تو دوزخ اس کی شہ رگ سے بھی قریب ترین ہے۔''

(تذکرہ اولیائے عرب و عجم)

☆ ...... فرمایا: ''کبھی کسی گناہ کو چھوٹا نہ سمجھو۔'' (تذکرہ اولیاء عرب و عجم)

کیونکہ ہر گناہ حق تعالیٰ کی رحمت اور قریب سے دُوری کا سبب ہے۔

☆ ...... فرمایا: ''گناہ کو معمولی مت جانو بلکہ بڑا سمجھو کیونکہ اسی کے باعث تم گناہ کا ارتکاب کرتے ہو اگر گناہ کو حقیر سمجھو گے تو اللہ تعالیٰ کو بھی حقیر سمجھو گے۔''

(حضرت اویس قرنی اور ہم' ص:۶۳)

☆ ...... فرمایا: ''ہلاک ہو جائیں وہ دل جن میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد نہیں اور وہ شک میں پڑ گئے ہیں ایسے دِلوں کو نصیحت کوئی فائدہ نہیں دیتی۔''

(سیرت حضرت خواجہ اویس قرنی عاشق رسول' ص:۱۰۱)

صبح و شام کیسے گزرتے ہیں؟

کسی نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: ''آپ صبح و شام کس طرح گزارتے ہیں؟''

انہوں نے جواب دیا: ''صبح کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں رہتا ہوں اور شام کو اس کی حمد و ستائش میں۔ ویسے تم ایک ایسے انسان کا حال دریافت کرتے ہو جو صبح کو شام تک کی زندگی کا یقین نہیں رکھتا اور شام کو صبح تک کی زندگی کا کیونکہ موت اور اس کی یاد نے مومن کے لیے کوئی خوشی باقی نہیں رکھی اور مال میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان کے لیے چاندی سونے کی گنجائش باقی نہ رکھی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نے مسلمان کا کوئی دوست نہ رہنے دیا جب ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں تو وہ (لوگ جن کو نہی عن المنکر کرتے ہیں) ہمیں بُرا جانتے ہیں۔ ہماری بے حرمتی کرتے ہیں اور ہمارے مقابلہ میں اہلِ فسق کو اپنا ہم نوا بنا لیتے ہیں۔ باخدا نوبت ایں جارسید کہ مجھ پر بڑے بڑے بہتان باندھ دیتے اتنا کہہ کر حضرت اویس نے اپنا راستہ لیا اور مجھے تنہا چھوڑ گئے۔''

(روض الریاحین اردو ترجمہ بزم اولیاء ص: ۲۸۵-۲۸۴)

☆......فرمایا: ''مومن کا حق پر قائم ہونا اس کے لیے دنیا میں کوئی دوست نہیں چھوڑتا اگر لوگوں کو کوئی نیک بات بتائے یا بُرائی سے روکے تو اس پر بڑی تہمتیں لگاتے ہیں اور اس کی عزت خراب کرتے ہیں۔'' (سیرت حضرت اویس قرنی عاشق رسول ص: ۱۳۶)

☆......اگر لوگ مجھے اس لیے دشمن رکھتے ہیں کہ میں بُرائیوں سے روکتا ہوں اور اچھائیوں کی تلقین کرتا ہوں تو خدا کی قسم! ان کا یہ طریقہ مجھے حق بات کہنے سے روک نہیں سکتا۔'' (حضرت اویس قرنی اور ہم ص: ۶۴)

معلوم ہوا: آج اس گئے گزرے دَور میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا طریقہ مقدس اپنانے کی اشد ضرورت ہے۔

میں کون ہوں؟

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب پوچھا: ''تم کون ہو؟''

آپ نے جواب دیا: ''میں اونٹ چرانے والا ہوں اور اپنی قوم کا مزدور ہوں۔''

(طائف نفیسہ در فضائل اویسیہ ترجمہ ترجمہ تاجدار یمن حضرت اویس قرن ص: ۹۴)

اس مزدوری سے آنکھیں چرانا اچھا نہیں بُرا ہے۔ کیونکہ الکاسب حبیب اللہ رزق حلال کمانے والا اللہ کا دوست ہے۔

☆......فرمایا: ''اپنی ضرورتوں کو کم کرو گے تو راحت پاؤ گے۔''

(سیرت حضرت اویس قرنی عاشق رسول' ص:۱۲۹)

کیونکہ ضروریات بڑھانے سے بڑھتی ہی چلی جاتی ہیں جو انسان کبھی بھی پوری نہیں کر سکتا جو کہ پریشانی کا سبب ہے۔

☆......حضرت ہرم رحمۃ اللہ علیہ نے آسودگی حاصل کرنے کے متعلق عرض کیا تو فرمایا: ''آج تک تو ایسا کوئی شخص نہ دیکھا تھا جو اللہ تعالیٰ کو جانتا ہو اور اس کے باوجود آسودگی کی تلاش کسی انسان میں کر رہا ہو۔'' (حضرت اویس قرنی اور ہرم' ص:۶۴)

☆......فرمایا: ''میرا کام یہ ہے کہ سفر طویل ہے اور زادِ راہ قلیل ہے اسی لیے ہمہ وقت آہ وزاری کرتا ہوں۔'' (حضرت اویس قرنی اور ہرم)

☆......جو شخص لمبی امید رکھتا ہے وہ مہینہ کی امید رکھتا ہے جو مہینے کی امید رکھتا وہ سال کی امید رکھتا ہے۔ (اشعۃ اللمعات' اردو ترجمہ' ج: ۷' ص:۶۱۵)

☆......آپ نے حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے سامنے کہا:

''مجھے نادار و گمنام رہنا زیادہ پسند ہے۔''

(روض الریاحین از حضرت امام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ' ترجمہ بزم اولیاء' ص:۶۸۳)

میری مزدوری میری جیب میں ہے لیکن......

خواجہ صاحب نے حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے کہا:

''آپ اور میرے درمیان کوئی معاہدہ نہیں اور نہ آئندہ آپ مجھ سے مل سکیں گے پھر میں کھانا اور کپڑے لے کر کیا کروں گا۔ میری جیب میں میری مزدوری ہے اور جسم پر چادر ہے اور گانٹھی ہوئی جوتی پہن رکھی ہے۔ آپ مجھے ضمانت دے سکتے ہیں کہ جب تک میں اپنی کمائی ہوئی مزدوری کھاؤں زندہ بھی رہوں گا کہ نہیں۔ اے امیر المومنین!

آپ کے اور میرے سامنے ایک سخت کھائی ہے جس سے گزرنا بہت مشکل ہے وہی گزر سکے گا جس کا جسم بھوک کی وجہ سے دُبلا ہو گیا ہے' شکم سوکھ گیا ہے' جس کا وزن کم ہو گیا ہو۔'' (تاج دار یمن خواجہ اویس قرن' ص: ۹۵' ۹۴)

موت یقینی ہے

فرمایا: ''سوتے وقت موت کو سرہانے سمجھو اور جب بے دار ہو تو اسے (موت کو) سامنے سمجھو۔'' (حضرت اویس قرنی اور ہم' ص: ۶۳)

☆......فرمایا: ''اے ہرم! جب رات کو سویا کرو تو موت کو یاد کر لیا کرو اور جب بے دار ہوا کرو تو اس وقت بھی موت کو پیشِ نظر رکھو۔'' (تذکرہ اولیاء عرب و عجم' ص: ۸۵' ۸۴)

☆......فرمایا: ''اے حبان! تیرا باپ مر گیا اب قریب ہے کہ تو بھی مر جائے گا۔ کیا خبر جنت میں جائے یا دوزخ میں جب تمام انبیاء اور صدیقین اس دنیا سے رحلت کر گئے تو پھر ہم اور تم موت سے کہاں بچ سکتے ہیں۔'' (تذکرہ اولیاء عرب و عجم' ص: ۸۵' ۸۴)

☆......آپ نے حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عرض کی:

''قیامت نزدیک ہے مجھے تو اپنی آخرت کی فکر کرنی ہے۔ آپ بھی جائیں ہماری ملاقات قیامت کے روز ہو گی۔'' (تاجدار یمن خواجہ اویس قرنی' ص: ۹۱) مزید کہا:

''اب آپ واپس تشریف لے جائیں کیونکہ قیامت قریب ہے وہاں ہمیں آپ کا دیدار نصیب ہو گا۔ میں اس وقت قیامت کے راستے کے لیے توشے کی تیاری میں مشغول ہوں۔'' (کشف المحجوب' باب: ۱۰)

☆......حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب وصیت کرنے کے لیے کہا تو حضرتِ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

''اے عمر! اگر تم خدا شناس ہو تو اس سے زیادہ افضل اور کوئی وصیت نہیں کہ تم خدا کے سوا کسی دوسرے کو نہ پہچانو۔'' پھر پوچھا: ''اے عمر! کیا اللہ تعالیٰ تم کو پہچانتا ہے؟'' پھر کہا:

''اس خدا کے علاوہ تمہیں کوئی نہ پہچانے یہی تمہارے لیے افضل ہے۔''

(تذکرۃ الاولیاء باب: ۲)

اہل سنت و جماعت سے روگردانی نہ کرو

فرمایا: ''وصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اہلِ حق کی راہ کو سامنے رکھو اور موت کی یاد سے ایک لمحہ بھی غافل نہ رہو اور جب اپنی قوم میں جاؤ تو حق بات کہنے میں دریغ نہ کرو اور اہلِ سنت و جماعت سے روگردانی نہ کر کیونکہ اس معاملے میں ذرا سی لغزش بھی دین سے برگشتہ کردے گی اور پھر تمہیں دوزخ میں جانا ہوگا۔'' (تاجدار یمن ص: ۱۱۲)

معلوم ہوا کہ اہلسنت و جماعت سے وابستگی اختیار کرنا دنیا و آخرت میں انعاماتِ ربانی کے حصول کا سبب ہے۔

☆...... ہرم بن حیان کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''ہرم بن حیان! میری وصیت یہ ہے کہ کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑو، صلحائے اُمت کی صحبت اختیار کرو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ درود و سلام بھیجتے رہو۔ میں نے اپنی اور تمہاری موت کی خبر دے دی ہے۔ آئندہ کسی ساعت موت سے غافل نہ رہنا۔ واپس جا کر اپنی قوم کو بھی نصیحت کرنا اور ڈرانا۔ خبردار! جماعت کا ساتھ کبھی نہ چھوڑنا ورنہ بے دین ہو جاؤ گے اور قیامت میں آتشِ دوزخ کا ایندھن بننا پڑے گا۔''

(قصص الاولیاء ص: ۲۶۳)

اولیائے کرام کی صحبت اختیار کرنا، قرآن و سنت پہ مضبوط رہنا، مدنی تاجدار احمد مختار پہ درود و سلام بھیجتے رہنا، موت سے غفلت اختیار نہ کرنا، امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں مشغول رہنا اور اہل سنت و جماعت سے وابستگی اختیار کیے رہنا آتشِ دوزخ سے محفوظ رہنے کے اسباب ہیں اور جو ان اسباب کو ترک کرے گا وہ اپنے پاؤں پہ کلہاڑی مارنے اور دوزخ میں اپنے آپ کو دھکیلنے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ صراطِ مستقیم پر گامزن فرمائے۔

(۵۶)

نجاشی کے دربار میں کفر کی شرمندگی

یہ واقعہ اگرچہ اس سے پہلے گزر چکا ہے تاہم اس تکرار میں تفصیل بھی ہے اور ایک نئی لذت وانداز بھی اس لیے دوبارہ لکھا جارہا ہے۔

نجاشی کی بدولت مسلمان حبشہ میں امن وامان سے زندگی بسر کرنے لگے لیکن قریش مسلمانوں کے آرام وراحت کی خبریں سن سن کر پیچ وتاب کھاتے تھے۔ آخر یہ رائے ٹھہری کہ نجاشی کے پاس سفارت بھیجی جائے کہ ہمارے مجرموں کو اپنے ملک سے نکال دو اس سفارت کی کامیابی کے لیے زبردست تیاریاں کی گئیں۔ نجاشی اور اس کے درباریوں کے لیے بہت قیمتی تحائف مہیا کیے گئے اور پورے ساز وسامان سے یہ سفارت حبشہ کو روانہ ہوئی۔ سیرت نگاروں نے بڑی تفصیل سے لکھا ہے کہ مکہ کا سب سے بہترین تحفہ چمڑا تھا جو نجاشی کو بڑا پسند تھا۔ کفارِ مکہ نے بڑی مقدار میں چمڑا اکٹھا کیا۔ سفارت کے لیے عرب کے ذہین ترین فرزند عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو چُنا گیا۔ یہ سفراء نجاشی سے پہلے درباری پادریوں سے ملے۔ ان کی خدمت میں تحائف پیش کیے اور کہا: ہمارے شہر میں چند نادانوں نے ایک نیا مذہب ایجاد کیا ہے۔ ہم نے انہیں نکال دیا تو وہ آپ کے ملک میں بھاگ آئے۔ کل ہم بادشاہ کے دربار میں ان کے بارے میں درخواست پیش کریں گے۔ آپ بھی ہماری تائید فرمائیں۔ دوسرے دن سفراء دربار میں گئے، نجاشی سے درخواست کی کہ ہمارے مجرم ہمارے حوالے کردیئے جائیں۔ درباریوں نے تائید کی۔

لیکن نجاشی نے سوچا کہ اس قضیے کے تمام پہلوؤں کو اچھی طرح سننا اور جاننا ضروری ہے چنانچہ اس نے مسلمانوں کو بُلا بھیجا۔ مسلمان یہ تہیہ کر کے اس کے دربار میں آئے کہ ہم سچ ہی بولیں گے' نتیجہ چاہے کچھ بھی نکلے جب مسلمان آ گئے تو نجاشی نے پوچھا:

''یہ کون سا دین ہے جس کی بنیاد پر تم نے اپنی قوم سے بھی علیحدگی اختیار کر لی ہے اور میرے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے؟''

مسلمانوں نے اپنی طرف سے گفتگو کرنے کے لیے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی) کو مقرر کیا۔

حضرت جعفر کی تقریر نے ہلچل پیدا کر دی

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے سوالوں کے جواب میں جو تقریر فرمائی اس کا مفہوم یہ ہے:

''اے بادشاہ! ہم ایسی قوم تھے جو جہالت میں مبتلا تھی' ہم بت پوجتے تھے' مردار کھاتے تھے' بدکاریاں کرتے تھے' قرابت داروں سے تعلق توڑتے تھے' ہمسایوں سے بدسلوکی کرتے تھے' ہمارا ہر طاقت ور آدمی کمزور کو کھا رہا تھا۔ ہم اسی حالت میں تھے کہ اللہ نے کرم فرمایا' ہم ہی میں سے ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا اس کی عالی نسبی' سچائی' امانت اور پاک دامنی' ہمیں پہلے ہی سے خوب معلوم تھی۔ اس نے ہمیں اللہ کی طرف بُلایا اور سمجھایا کہ ہم صرف ایک اللہ کو مانیں اسی کی عبادت کریں اس کے سوا جن پتھروں اور بتوں کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے تھے انہیں چھوڑ دیں اس نے ہمیں سچ بولنے' امانت ادا کرنے' قرابت جوڑنے' پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے اور حرام کاری و خونریزی سے باز رہنے کا حکم دیا۔ فواحش میں ملوث ہونے' جھوٹ بولنے' یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورت پر جھوٹی تہمت لگانے سے منع کیا اس نے ہمیں یہ بھی حکم دیا کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اس نے ہمیں نماز' روزہ

اور زکوٰۃ کا حکم دیا......"

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اسلام کے مختلف پہلوؤں پر اسی طرح روشنی ڈالتے ہوئے کہا: "ہم نے اس پیغمبر کو سچا مانا' اس پر ایمان لائے اور اس کے لائے ہوئے دین کی پیروی کی۔ ہم نے ایک اللہ کی عبادت کی اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا اس پیغمبر نے جن باتوں کو حرام بتایا انہیں حرام مانا' جن کو حلال بتایا انہیں حلال جانا اس پر ہماری قوم ہم سے بگڑ گئی اس نے ہم پر ظلم و ستم کیا۔ ہمیں ہمارے دین سے پھیرنے کے لیے فتنے کھڑے کر دیئے' ہمیں سخت سزاؤں سے دوچار کیا تا کہ ہم اللہ کی عبادت چھوڑ کر بت پرستی کی طرف پلٹ جائیں اور جن گندی چیزوں کو حلال سمجھتے تھے' انہیں پھر سے حلال سمجھنے لگیں جب انہوں نے ہم پر شدید مظالم ڈھائے' ہم پر زمین تنگ کر دی جب وہ ہم لوگوں اور ہمارے دین کے درمیان روک بن کر کھڑے ہو گئے تو ہم نے ہجرت کی اور آپ کے ملک کی راہ لی' دوسروں پر آپ کو ترجیح دی' آپ کی پناہ میں رہنا پسند کیا' ہمیں پوری امید تھی کہ آپ کے ہاں ہم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔"

نغمۂ جبریل ہے انسان کا گانا نہیں

نجاشی نے پوچھا: "وہ پیغمبر جو کچھ لائے ہیں کیا وہ تمہارے پاس ہے؟"

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: "جی ہاں!" نجاشی نے کہا: "ذرا مجھے بھی سناؤ۔"

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے پُرسوز آواز میں سورۂ مریم کی ابتدائی آیات تلاوت فرمائیں۔ نجاشی اللہ کا مقدس کلام سن کر اس قدر رویا کہ اس کی داڑھی تر ہو گئی۔ نجاشی کے درباری بھی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی تلاوت سن کر اس طرح پھوٹ پھوٹ کر روئے کہ ان کے صحیفے تر ہو گئے۔ نجاشی نے کہا: یہ کلام اور وہ کلام جو عیسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے' دونوں ایک ہی شمع دان کی کرنیں ہیں اس کے بعد نجاشی نے عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو مخاطب کر کے حکم دیا کہ تم دونوں چلے جاؤ۔ میں ان لوگوں کو تمہارے حوالے نہیں کر سکتا نہ یہاں ان کے خلاف کوئی چال چلی جا سکتی ہے۔

اس کے حکم پر وہ دونوں وہاں سے نکل گئے لیکن پھر عمرو بن عاص نے عبداللہ بن ربیعہ سے کہا: ''اللہ کی قسم! کل ان کے بارے میں ایسی بات لاؤں گا کہ ان کی ہریالی کی جڑ کاٹ کر رکھ دوں گا۔''

عبداللہ بن ربیعہ نے کہا: ''نہیں! ایسا نہ کرنا ان لوگوں نے اگرچہ ہمارے دین سے اختلاف کیا ہے لیکن ہیں تو بہرحال اپنے ہی لوگ''

مگر عمرو بن عاص نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور اپنی رائے پر اصرار کیا۔

دوسری سازش بھی ناکام

اگلا دن آیا تو عمرو بن عاص نے نجاشی سے کہا:

''اے بادشاہ! یہ لوگ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے بارے میں ایک بُری بات کہتے ہیں۔''

اس پر نجاشی نے مسلمانوں کو پھر بُلا بھیجا۔ وہ پوچھنا چاہتا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مسلمان کیا کہتے ہیں؟ اس دفعہ مسلمانوں کو گھبراہٹ ہوئی لیکن انہوں نے طے کیا کہ ہم بہرحال سچ ہی بولیں گے۔ چنانچہ جب مسلمان نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے اور اس نے ان کے سامنے اپنا سوال رکھا تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ہم عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وہی بات کہتے ہیں جو ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے، اس کے رسول، اس کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ نے کنواری پاک دامن حضرت مریم علیہا السلام کی طرف القاء کیا تھا۔''

اس پر نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اُٹھایا اور بولا: ''اللہ کی قسم! جو کچھ تم نے کہا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے اس تنکے کے برابر بھی بڑھ کر نہ تھے۔''

اس پر نجاشی کے درباری علماء نے ''ہونہہ'' کی آواز لگائی۔ نجاشی نے کہا:

''ہاں! چاہے تم لوگ ''ہونہہ'' ہی کہو۔'' اس کے بعد نجاشی نے مسلمانوں سے کہا:

''جاؤ! تم لوگ میری مملکت میں محفوظ و مامون ہو جو تمہیں گالی دے گا اس پر تاوان عائد کیا جائے گا۔ مجھے گوارا نہیں کہ تم میں سے کسی آدمی کو ستاؤں، تمہیں ستانے کے بدلے سونے کا پہاڑ بھی دیا جائے تو مجھے قبول نہیں۔'' اس کے بعد نجاشی نے اپنے حاشیہ نشینوں کو حکم دیا:

''ان دونوں کو ان کے ہدیئے واپس کر دو، مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں۔''

(مسند احمد بن حنبل: ۲۰۲/۱ و مستدرک الحاکم: ۳۱۰/۲ والسیرۃ النبویۃ لابن ہشام: ۳۷۰/۱)

یوں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سرخرو فرمایا اور کفارِ مکہ کے سفیر خائب و خاسر ہو کر واپس چلے آئے۔

(۵۷)

بود در توریت نامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَقِيْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قُلْتُ اَخْبِرْنِيْ عَنْ صِفَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّوْرَاةِ . قَالَ اَجَلْ وَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمَوْصُوْفٌ فِي التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ صِفَتِهٖ فِي الْقُرْاٰنِ (يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا) وَحِرْزًا لِلْاُمِّيِّيْنَ، اَنْتَ عَبْدِيْ وَرَسُوْلِيْ سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ، لَيْسَ بِفَظٍّ وَّلَا غَلِيْظٍ وَّلَا سَخَّابٍ فِي الْاَسْوَاقِ وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَةَ بِالسَّيِّئَةِ وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَغْفِرُ، وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللّٰهُ حَتّٰى يُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِاَنْ يَقُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ . وَيَفْتَحُ بِهَا اَعْيُنًا عُمْيًا، وَّآذَانًا صُمًّا، وَّقُلُوْبًا غُلْفًا .

’’عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ (مشہور تابعی) روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے ملا اور ان سے کہا: حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات تورات میں ہیں، ان میں سے مجھے بھی کچھ بتائیں۔ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! اللہ کی قسم! آپ کی جو صفات تورات میں ہیں ان میں سے بعض قرآن مجید میں بھی موجود ہیں۔ (مثلاً)

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا

آپ اُمیوں کے لیے جائے پناہ ہیں۔ آپ میرے بندے اور رسول ہیں، میں نے

آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ آپ تند خو اور سخت مزاج نہیں ہیں نہ ہی بازاروں میں شور کرنے والے ہیں برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ آپ درگزر فرماتے ہیں۔ آپ کا وصال نہیں ہوگا جب تک کہ آپ اپنی اُمت میں پیدا ہوئے بگاڑ سنوار نہیں لیں گے اور لوگ کہیں گے لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰهُ اللہ ان کے وسیلہ سے نابینا آنکھیں، بہرے کان اور غلاف چڑھے دل کھول دے گا۔"

(صحیح البخاری کتاب البیوع باب کراہیۃ السخب فی السوق، مسند احمد ج:۲، ص:۱۷۴، دلائل النبوۃ (بیہقی) ج:۱، ص:۳۷۴، شرح السنۃ (بغوی) ج:۷، ص:۱۴، ابن عساکر ج:۳، ص:۳۸۸، مشکوٰۃ شریف، ص:۵۱۲، الوفاء (ابن جوزی) ص:۳۰، المواہب اللدنیۃ (قسطلانی) ج:۲، ص:۴۳۱)

دیکھنے والے کہا کرتے ہیں اللہ اللہ

عَنْ اُمِّ دَرْدَآءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ لِکَعْبٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: کَیْفَ تَجِدُوْنَ صِفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی التَّوْرَاةِ؟ قَالَ نَجِدُهٗ فِی التَّوْرَاةِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِسْمُهُ الْمُتَوَکِّلُ لَیْسَ بِفَظٍّ وَّلَا غَلِیْظٍ وَّلَا سَخَّابٍ بِالْاَسْوَاقِ . اُعْطِیَ الْمَفَاتِیْحَ لِیُبْصِرَ اللّٰهُ بِهٖ اَعْیُنًا عُوْرًا، وَیُسْمِعَ بِهٖ آذَانًا وَّقْرًا، وَیُقِیْمَ بِهٖ اَلْسِنَةً مُعْوَجَّةً حَتّٰی یَشْهَدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ یُعِیْنُ الْمَظْلُوْمَ وَ یَمْنَعُهٗ .

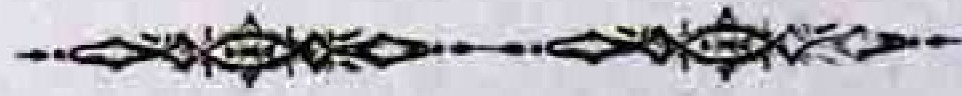
(دلائل النبوۃ (بیہقی) ج:۱، ص:۳۷۷، شرف المصطفیٰ، ج:۱، ص:۱۵۹، ابن عساکر ج:۱، ص:۳۴۳، ج:۳، ص:۳۹۴، المواہب اللدنیۃ (قسطلانی) ج:۲، ص:۴۳۰)

"حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ لوگ تورات میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا صفات پاتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تورات میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پاتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم تند خو اور سخت دل نہیں ہیں اور نہ ہی آپ بازاروں میں

شور وغل کرنے والے ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے چابیاں دی ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے وسیلہ سے اندھی آنکھوں کو بصارت دے، بہرے کانوں کو سماعت دے، کج زبانوں کو قائم کرے یہاں تک کہ وہ کہنے لگیں:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ ۔

وہ مظلوم کی مدد کرتے ہیں اور اس پر ظلم کو روکیں گے۔"



(۵۸)

آتا ہے غریبوں پہ انہیں پیار کچھ ایسا

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ میری نظر کمزور ہے اور وہ نالہ جو میری قوم کے اور مسجد کے درمیان ہے' بارشیں آتی ہیں تو بہنے لگتا ہے اور میرے لیے (مسجد) پہنچنا دشوار ہو جاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ تشریف لائیں اور میرے غریب خانہ میں نماز پڑھیں تاکہ میں اس جگہ کو نماز کی جگہ بنالوں۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں ایسا کروں گا۔''

اگلے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دن چڑھے تشریف لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مانگی تو میں نے آپ کو اجازت دے دی۔

آپ بیٹھے نہیں بلکہ فرمایا کہ تم اپنے گھر میں کہاں چاہتے ہو کہ میں نماز پڑھوں؟ پس میں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کر دیا جو مجھے پسند تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ نماز پڑھیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف بنالی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھیں اور سلام پھیر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم نے بھی سلام پھیر دیا۔''

(بخاری: ۱۱۸۶' مسلم: ۶۵۷-۲۲)

(۵۹)

سرمایۂ فروغِ امامت ہے فاطمہ رضی اللہ عنہا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

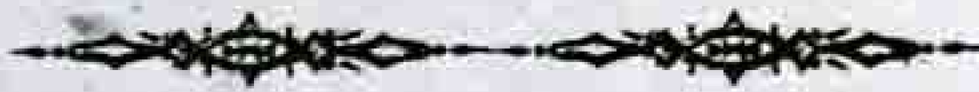
''نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحب زادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اس مرض میں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی' بُلایا اوران کے کان میں کوئی بات کہی جس سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا روئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ انہیں بُلایا اوران کے کان میں ایک بات کہی جس سے وہ ہنس پڑیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ان سے اس بات کے بارے میں پوچھا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبردی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اسی درد میں وفات پاجائیں گے۔ یہ سن کر میں روئی تھی اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی کہ میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملوں گی۔ یہ سن کر میں ہنسی تھی۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ان کے رونے اوران کے ہنسنے کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاجائیں گے اوراس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ خبر دی کہ میں مریم بنت عمران کے بعد جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہوں گی اس وجہ سے میں ہنسی تھی۔''

حضرت علاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

''اے بیٹی! رومت! جب میں وصال کر جاؤں تو انا للہ و انا الیہ راجعون کہنا اس لیے ہر انسان کے لیے مصیبت کے وقت اس آیت کے کہہ لینے سے اس مصیبت کا اجر ملتا ہے۔''او کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(ماخوذ از صحابہ کرام علیہم الرضوان کے آنسو)



(۶۰)

ایک پیچیدہ مسئلہ اور اس کا حل

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ علماء شہر کے ساتھ ایک ولیمہ میں تشریف لے گئے' جہاں دو بہنیں دو بھائیوں سے بیاہی گئی تھیں۔ صاحب خانہ بہت چیختا ہوا نکلا کہ ہمیں بڑی مصیبت پہنچ گئی کیونکہ دلہنیں تبدیل ہوگئیں اور ان سے صحبت بھی ہوگئی۔ (یعنی اپنی منکوحہ کے علاوہ سے) اس مجلس میں حضرت سفیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا:

''کوئی بات نہیں کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے رجوع کروایا تھا۔ فرمایا کہ عورت سے صحبت کی وجہ سے مہر لازم ہوگیا اور ہر عورت اپنے شوہر کے پاس لوٹ جائے۔''

لوگوں نے اس جواب کو پسند فرمایا اس مجلس میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ خاموش بیٹھے تھے' ان سے مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: آپ بھی کچھ فرمائیں۔

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کے خلاف اور کیا کہیں گے؟

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''دونوں لڑکوں کو میرے پاس لاؤ' ان کو حاضر کیا گیا' امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہر ایک سے پوچھا کہ جس لڑکی سے تو نے صحبت کی ہے وہ تجھے پسند ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! پھر ہر ایک سے فرمایا کہ اس لڑکی کا کیا نام ہے جو تیرے بھائی کے پاس ہے اس نے کہا فلانی' فرمایا کہو کہ میں نے اس کو طلاق دی (دونوں نے کہا ہم نے طلاق دی) پھر ان لڑکیوں سے جن سے صحبت کی تھی' نئی شادی یعنی نکاح کرا دیا۔ لوگوں نے اس جواب کو

پہلے جواب سے بھی زیادہ پسند کیا۔ یہ سن کر محدث مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ اُٹھے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور لوگوں سے فرمایا تم مجھے اس کی محبت کے بارے میں ملامت کیا کرتے تھے (یعنی میری ان سے محبت ان کی کمال عقل اور کمال علم کی وجہ سے ہے)''

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو فیصلہ حضرت سفیان نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حوالے سے دیا اور وہ فتویٰ جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ایک دوسرے کے منافی نہیں ہیں بلکہ دونوں درست ہیں۔

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ اس لیے درست ہے کہ یہ وطی بالشبہ ہے اس میں مہر لازم ہوتا ہے اور نکاح باطل نہیں ہوتا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ اس لیے درست تھا کہ حضرت سفیان کے فتویٰ کے مطابق بعض مرتبہ اس میں فساد کا خطرہ ہوتا ہے (مثلاً) اگر ہر ایک اپنے خاوند کے پاس لوٹ آتی حالانکہ اس سے محبت ہو چکی ہے اور اس کے خاوند کا غیر اس کے باطنی محاسن پر مطلع ہو چکا ہے' خطرہ تھا کہ وہ کہیں اس کی محبت میں معلق نہ ہو گیا ہو اور جب وہ اس سے چھین کر دوسرے کو دی جائے کہیں اس کی محبت بڑھ نہ جائے اس لیے بظاہر حکمت کا تقاضہ یہی تھا جو اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو الہام فرمایا یا یوں کہہ لیجیے کہ اگر وہ دونوں حضرت سفیان کے فتویٰ کے مطابق رہتے تو جس فساد کا خوف تھا اس پر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مطلع ہو کر یہ فرمایا کہ ہر شخص اپنی منکوحہ کو طلاق دے دے اور جس سے محبت کی ہے اس سے نکاح کر لے کیونکہ وطی بالشبہ سے عدت لازم نہیں ہوتی اور جس سے وطی ہو اس سے نکاح جائز ہے اس مصلحت کی بناء پر کسی نے کوئی بات نہیں فرمائی۔ حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ پر خاموش رہے اور لوگوں نے اس کو پسند کیا اسی لیے تو حضرت مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیشانی کو چوما۔ (فقاہت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ)

(٦١)

شرک وکفر کی ''تعریف''

شرک اکبر الکبائر یعنی تمام بڑے بڑے گناہوں میں سب سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔
اس کے بارے میں خداوند قدوس نے قرآن مجید میں فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ج
وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰی اِثْمًا عَظِیْمًا ۔ (النساء، رکوع:۷)

''بے شک اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو گناہ اس سے کم ہیں ان کو جس کے لیے چاہے گا، بخش دے گا اور جس نے خدا کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑے گناہ کا طوفان باندھا۔''

اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا ۔ (النساء، رکوع:۱۶)

''اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے وہ دُور کی گمراہی میں پڑ گیا۔''

شرک کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ وہ اس گناہ کو کبھی بھی نہیں بخشے گا۔ باقی شرک کے سوا دوسرے تمام گناہوں کو جس کے لیے وہ چاہے گا، بخش دے گا اور مشرک ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ضرور جہنم میں جائے گا۔ مشرک کی کوئی عبادت مقبول نہیں بلکہ عمر بھر کی عبادت شرک کرنے سے غارت و برباد ہو جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ ۔

''اگر تو نے شرک کر لیا تو ضرور تیرا عمل برباد ہو جائے گا۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سا گناہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ بڑا ہے؟'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''یہ ہے کہ تم اللہ کے لیے کوئی شریک ٹھہراؤ حالانکہ اسی نے تم کو پیدا کیا ہے۔''

(مشکوۃ جلد اوّل ص:۱۶ بحوالہ بخاری و مسلم)

ان کے علاوہ دوسری بہت سی آیات اور حدیثیں بھی شرک کی ممانعت میں وارد ہوئی ہیں لہٰذا جہنم کے عذاب سے بچنے کے لیے شرک سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔

علامہ تفتازانی کی صراحت

شرک کسے کہتے ہیں اور شرک کی حقیقت کیا ہے؟ اس کے بارے میں علامہ سعدالدین تفتازانی نے اپنی کتاب ''شرح عقائد'' میں تحریر فرمایا ہے:

اَلْاِشْرَاکُ هُوَ اِثْبَاتُ الشَّرِيْكِ فِى الْاُلُوْهِيَّةِ بِمَعْنٰى وُجُوْبِ الْوُجُوْدِ كَمَا لِلْمَجُوْسِ اَوْ بِمَعْنٰى اِسْتِحْقَاقِ الْعِبَادَةِ كَمَا لِعَبَدَةِ الْاَصْنَامِ .

''شرک کے معنی یہ ہیں کہ خدا کی الوہیت میں کسی کو شریک ٹھہرانا یا تو اس طرح کہ خدا کے سوا کسی کو واجب الوجود مان لیا جیسا کہ مجوسی کہتے ہیں یا اس طرح کہ خدا کے سوا کسی کو عبادت کا حق دار مان لینا جیسا کہ بت پرستوں کا عقیدہ ہے۔''

علامہ تفتازانی نے اس عبارت میں فیصلہ کر دیا کہ شرک کی دو ہی صورتیں ہیں۔ **ایک یہ کہ خدا کے سوا کسی کو واجب الوجود مانا جائے۔ دوسری یہ کہ خدا کے سوا کسی کو عبادت کے لائق مان لیا جائے۔**

لہٰذا انبیاء اولیاء کو محبت سے پکارنا یعنی یارسول اللہ! یاغوث کہنا' بزرگوں سے مدد طلب کرنا' بزرگوں کے مزاروں پر چادر پھول ڈالنا' فاتحہ پڑھنا' بزرگوں کو خدا کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا' بزرگوں کے مزاروں کے سامنے مراقبہ کرنا' بزرگوں کے مزاروں کا ادب کرنا' بزرگوں کے فاتحہ کے کھانوں اور مٹھائیوں کو تبرک سمجھ کر کھانا جو نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا بھر میں سنی مسلمانوں کا دستور وطریقہ ہے' یہ ہرگز ہرگز شرک نہیں کیونکہ کوئی مسلمان بھی انبیاء اولیاء اور دوسرے بزرگوں یعنی پیروں اور اماموں اور شہیدوں کو واجب الوجود یالائق عبادت نہیں مانتا ہے بلکہ تمام مسلمان ان بزرگوں کو اللہ کا بندہ مان کر ان کی تعظیم کرتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کی تعظیم سے خوش ہو جائے لہٰذا سنیوں کے یہ اعمال ہرگز ہرگز شرک نہیں ہو سکتے ہاں البتہ جو جاہل لوگ قبروں کو سجدہ کرتے ہیں اگر وہ لوگ ان بزرگوں کو قابلِ عبادت سمجھ کر سجدہ کریں تو یہ کھلا ہوا شرک ہوگا اور اگر ان بزرگوں کی تعظیم کے لیے سجدہ کریں تو یہ اگرچہ شرک نہیں ہوگا مگر ناجائز وحرام اور بہت سخت گناہ ہوگا لہٰذا مسلمانوں کو قبروں کے سجدہ سے خود بھی بچنا چاہیے اور دوسروں کو بھی روکنا چاہیے۔

سجادہ نشینوں اور مجاوروں کی ذمہ داری

خاص کر خانقاہوں کے سجادہ نشین اور مزاروں کے مجاورین حضرات کا فرض ہے کہ وہ قبروں پر سجدہ کرنے والے جاہل زائرین کو قبروں کو سجدہ کرنے سے روکیں اور خلافِ شرع حرکت کرنے والے زائرین کو خانقاہوں اور مزاروں سے باہر کر دیں ورنہ وہ بھی ان جاہل زائرین کے گناہوں میں شریک ٹھہریں گے اور قہر قہار وغضبِ جبار میں گرفتار ہو کر عذابِ نار کے حق دار ٹھہریں گے مگر افسوس کہ سجادہ نشین ومجاورین حضرات چند پیسوں اور چند بتاشوں کے لالچ میں گنوار قسم کے زائرین اور اُجڈ عورتوں کو خانقاہوں اور مزاروں میں جانوروں کی طرح گھس پڑنے کی اجازت دے دیتے ہیں اور یہ اُجڈ اور گنوار قبروں پر سر ٹیک ٹیک کر علانیہ سجدہ کرتے ہیں اور سجادہ نشین ومجاورین اپنی آنکھوں

سے ان حرکتوں کو دیکھتے ہیں مگر دم نہیں مار سکتے اور اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ وہابی سنیوں کو طعنہ دیتے ہیں بلکہ بہت سے مسلمان ان قبیح حرکتوں کو دیکھ کر سنیت سے متنفر ہو کر وہابی ہو جاتے ہیں۔ (نعوذ باللہ منہ)

☆......شرک کی طرح کفر بھی وہ بڑا گناہ ہے جو معاف نہیں ہو سکتا اور مشرک کی طرح کافر بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ قرآن مجید کی سینکڑوں آیتوں اور حدیثوں میں کافروں کے لیے جہنم کے عذاب کی وعید شدید آئی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں بار بار اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ ''اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (البقرہ: آیت ۲۱۷)

''اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے پھر کافر ہو کر مرے تو اس کا سارا عمل دنیا و آخرت میں اکارت کر دیا جائے گا اور وہ لوگ دوزخی ہیں ان کو ہمیشہ اسی دوزخ میں رہنا ہے۔'' اور ایک آیت میں یہ فرمایا ہے:

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (البقرہ رکوع: ۸)

''ہاں! کیوں نہیں جو گناہ کمائے اور اس کا گناہ اس کو گھیرے (یعنی وہ کافر ہو جائے) تو وہ دوزخ والوں میں سے ہے انہیں ہمیشہ اس میں رہنا ہے۔''

کفر اور اس کی نحوست

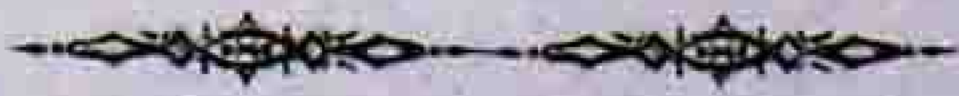
بہر حال خلاصہ یہ ہے کہ کافر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ضرور جہنم میں جائے گا۔

دینِ اسلام کی ضروریات میں سے کسی ایک بات کا انکار کرنا یا اس میں شک کرنا یا

اس سے ناراض ہونا یا اس کو حقیر سمجھنا یا اس کی توہین کرنا یہ سب کفر ہے۔ مثلاً خدا کی ذات وصفات اور توحید کا انکار کرنا یا خدا کے رسولوں اور نبیوں میں سے کسی رسول اور نبی کا انکار کرنا یا خدا کی کتابوں میں سے کسی کتاب کا انکار کرنا یا فرشتوں کا انکار کرنا یا قیامت کا انکار کرنا یا کسی نبی ورسول یا فرشتہ یا قرآن یا کعبہ کی توہین کرنا اسی طرح بعض کام بھی کفر ہیں جیسے بت کو سجدہ کرنا یا بت پرستی کی جگہوں کی تعظیم کرنا یا شعار کفر یعنی کفار کی دینی علامتوں پر عمل کرنا مثلاً جنیو پہننا' سر پر چٹیا رکھنا یا عیسائیوں کی صلیب پہننا یہ سب کفر کی باتیں ہیں۔ غرض ہر وہ عقیدہ وعمل کفر ہے جس سے اسلام کی تکذیب یا توہین ہوتی ہو۔

اگر کوئی کفر سرزد ہو جائے تو فوراً ہی اس سے توبہ کر کے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہونا اور بیوی سے دوبارہ نکاح کر لینا ضروری ہے ورنہ اگر کفر سے توبہ کیے بغیر مر گیا تو ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ (نعوذ باللہ منہ)

جو مسلمان ہو کر کفر کرے اس کو شریعت میں ''مرتد'' کہتے ہیں اور دنیا میں مرتد کی یہ سزا ہے کہ اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی اور ان تین دنوں میں علماء کرام اس کو سمجھائیں گے اور توبہ کا مطالبہ کریں گے اگر وہ توبہ کر کے پھر مسلمان ہو گیا تو خیر ورنہ تیسرے دن بادشاہ اسلام اس کو قتل کرا دے گا۔ (جہنم کے خطرات)



(۶۲)

بادشاہ کی توبہ

حضرت سیدنا ابو بکر قرشی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت سیدنا عباد بن عباد مہلبی کو ارشاد فرماتے سنا:

''بصرہ کے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ نے امورِ سلطنت کو خیر باد کہہ کر زہد وتقویٰ کی راہ اختیار کر لی مگر پھر دوبارہ سلطنت وحکومت کی طرف مائل ہوا اور دنیا کا عیش وعشرت طلب کرنے کی ٹھان لی۔ چنانچہ اس نے ایک شان دار محل بنوایا اس میں اعلیٰ قسم کے قالین بچھوائے اور ہر طرح کے ساز وسامان سے اس عظیم الشان محل کو آراستہ کرایا اور ایک کمرہ مہمانوں کے لیے خاص کر دیا وہاں عمدہ بستر بچھائے جاتے، انواع واقسام کے کھانے چُنے جاتے۔ بادشاہ لوگوں کو بلاتا تو وہ عظیم الشان محل اور بادشاہ کی ٹھاٹ باٹھ (شان وشوکت) دیکھ کر تعریف وخوشامد کرتے ہوئے واپس چلے جاتے۔ یہ سلسلہ کافی عرصہ تک چلتا رہا، بادشاہ مکمل طور پر دنیا کی رنگینیوں میں گم ہو چکا تھا اس کے اس عظیم الشان محل میں ہر طرح کے آلاتِ موسیقی اور لہو ولعب کا سامان تھا۔ وہ ہر وقت دنیوی مشاغل میں مگن رہتا۔ ایک دن اس نے اپنے خاص وزیروں، مشیروں اور عزیزوں کو بُلا کر کہا:

''تم اس عظیم الشان محل میں میری خوشیوں کو دیکھ رہے ہو، دیکھو! میں یہاں کتنا پُر سکون ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے تمام بیٹوں کے لیے بھی ایسے ہی عظیم الشان محلات بنواؤں، تم لوگ چند دن میرے پاس رُکو، خوب عیش کرو اور مزید محلات بنانے کے سلسلے میں مجھے مفید مشورے دو تاکہ میں اپنے بیٹوں کے لیے بہترین محلات بنانے

میں کامیاب ہو جاؤں۔"

چنانچہ وہ لوگ اس کے پاس رہنے لگے۔ دن رات لہو ولعب میں مشغول رہتے اور بادشاہ کو مشورہ دیتے کہ اس طرح محل بنواؤ فلاں چیز اس کی آرائش کے لیے منگواؤ' فلاں معمار سے بنواؤ' الغرض روزانہ اسی طرح مشورے ہوتے اور عظیم الشان محلات بنانے کی ترکیبیں سوچی جاتیں۔ ایک رات وہ تمام لوگ لہو ولعب میں مشغول تھے کہ محل کی کسی جانب سے ایک غیبی آواز نے سب کو چونکا دیا۔ کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا:

یا ایها البانی الناسی منیته
لاتاملن فان الموت مکتوب
علی الخلائق ان سروا وان فرحوا
فالموت حتف لذی الآمال منصوب
لاتبنین دیار الست تسکنها
وراجع النسك کیما یغفر الحوب

دلا غافل نہ ہو یکدم یہ دنیا چھوڑ جانا ہے

"اے اپنی موت کو بھول کر عمارت بنانے والے! لمبی لمبی امیدیں چھوڑ دے کیونکہ موت لکھی جا چکی ہے۔ لوگ خواہ خود ہنسیں یا دوسروں کو ہنسائیں بہر حال موت ان کے لیے لکھی جا چکی ہے اور بہت زیادہ امید رکھنے والے کے سامنے تیار کھڑی ہے۔ ایسے مکانات ہرگز نہ بنا جن میں تجھے رہنا ہی نہیں تو عبادت و ریاضت اختیار کرتا کہ تیرے گناہ معاف ہو جائیں۔"

دِلا غافل نہ ہو یکدم' یہ دنیا چھوڑ جانا ہے
باغیچے چھوڑ کر خالی' زمین اندر سمانا ہے
تو اپنی موت کو مت بھول' کر سامان چلنے کا
زمیں کی خاک پر سونا ہے' اینٹوں کا سرہانہ ہے

جہاں کے شغل میں شاغل، خدا کے ذکر سے غافل
کرے دعویٰ کہ یہ دنیا، مرا دائم ٹھکانہ ہے
غلام اِک دَم نہ کر غفلت، حیاتی پر نہ ہو غرہ
خدا کی یاد کر ہر دَم، کہ جس نے کام آنا ہے

ایک غیبی آواز

اس غیبی آواز نے بادشاہ اور اس کے تمام ہمراہیوں کو خوف میں مبتلا کر دیا۔ بادشاہ نے اپنے دوستوں سے کہا: ''جو غیبی آواز میں نے سنی کیا تم نے بھی سنی؟''

سب نے یک زباں ہو کر کہا: ''جی ہاں! ہم نے بھی سنی ہے۔''

بادشاہ نے کہا: ''جو چیز میں محسوس کر رہا ہوں کیا تم بھی محسوس کر رہے ہو؟''

پوچھا: ''آپ کیا محسوس کر رہے ہیں؟''

کہا: ''میں اپنے دل پر کچھ بوجھ سا محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے لگتا ہے کہ یہ میری موت کا پیغام ہے۔'' لوگوں نے کہا: ''ایسی کوئی بات نہیں، آپ کی عمر دراز اور اقبال بلند ہو آپ پریشان نہ ہوں۔'' پھر بادشاہ نے لوگوں کی طرف توجہ نہ دی اس کا دل چوٹ کھا چکا تھا۔ غیبی آواز نے اس کا سارا عیش ختم کر دیا تھا۔ وہ روتے ہوئے کہنے لگا:

''تم میرے بہترین دوست اور بھائی ہو، تم میرے لیے کیا کچھ کر سکتے ہو؟''

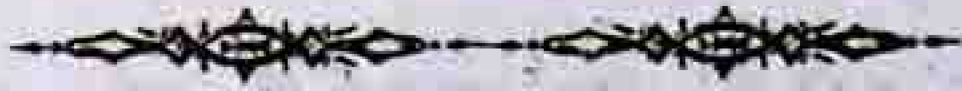
لوگوں نے کہا: ''عالی جاہ! آپ جو چاہیں حکم فرمائیں، آپ کا ہر حکم مانا جائے گا۔''

بادشاہ نے شراب کے تمام برتن توڑ ڈالے اس کے بعد بارگاہِ خداوندی میں اس طرح عرض گزار ہوا: ''اے میرے پاک پروردگار! میں تجھے اور یہاں موجود تیرے بندوں کو گمراہ بنا کر تیری طرف رجوع کرتا اور اپنے تمام گناہوں اور زیادتیوں پر نادم ہو کر توبہ کرتا ہوں۔ اے میرے خالق! اگر تو مجھے دنیا میں کچھ مدت اور باقی رکھنا چاہتا ہے تو مجھے دائمی اطاعت و فرماں برداری کی راہ چلا دے اور اگر مجھے موت دے کر اپنی طرف بُلانا چاہتا ہے تو مجھ پر کرم کر دے اور اپنے کرم سے میرے گناہوں کو بخش دے۔''

بادشاہ اسی طرح مصروفِ التجار رہا اور اس کا درد بڑھتا گیا پھر اس نے ان کلمات کی تکرار شروع کر دی: ''اللہ کی قسم!''''موت''''اللہ کی قسم!''''موت''

بس یہی کلمات اس کی زبان پر جاری تھے کہ اس کا طائرِ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گیا اس دَور کے فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین فرمایا کرتے تھے:

''اس بادشاہ کا خاتمہ توبہ پر ہوا ہے۔'' (عیون الحکایات)



(۶۳)

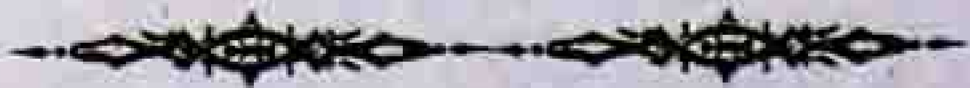
اَلواح موسیٰ علیہ السلام اور ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ لَمَّا اَعْطَی اللّٰہُ تَعَالٰی مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ الْاَلْوَاحَ نَظَرَ فِیْھَا فَقَالَ اِلٰھِیْ لَقَدْ اَکْرَمْتَنِیْ بِکَرَامَۃٍ لَمْ تُکْرِمْ بِھَا اَحَدًا قَبْلِیْ ۔ فَاَوْحَی اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَیْہِ ۔ یَامُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ اَتَدْرِیْ لِمَ فَعَلْتُ؟ قَالَ لَا یَارَبِّ ۔ قَالَ لِاَنِّیْ نَظَرْتُ اِلٰی قُلُوْبِ خَلْقِیْ ۔ فَلَمْ اَرَ قَلْبًا اَشَدُّ تَوَاضُعًا لِیْ مِنْ قَلْبِکَ ۔ فَلِذٰلِکَ اصْطَفَیْتُکَ عَلَی النَّاسِ بِرِسَالَتِیْ وَبِکَلَامِیْ فَخُذْ مَا اٰتَیْتُکَ بِجِدٍّ وَّمُوَاظَبَۃٍ وَّکُنْ مِّنَ الشَّاکِرِیْنَ ۔ مُتْ عَلٰی تَوْحِیْدٍ وَّعَلٰی حُبِّ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَمَنْ مُحَمَّدٌ یَارَبِّ؟ قَالَ الَّذِیْ کَتَبْتُ اسْمَہٗ عَلٰی سَاقِ الْعَرْشِ قَبْلَ اَنْ اَخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بِاَلْفَیْ عَامٍ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلِیْ وَحَبِیْبِیْ وَخِیَرَتِیْ مِنْ خَلْقِیْ ۔

(شرف المصطفیٰ، ج:۱،ص:۱۶۶، الدر المنثور (سیوطی) ج:۶،ص:۴۱۸)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات کی تختیاں عطا فرمائیں تو انہوں نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! تو نے مجھے وہ عزت عطا فرمائی جو مجھ سے پہلے کسی کو بھی نہیں عطا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ اے موسیٰ علیہ السلام! کیا تو جانتا ہے کہ میں نے تجھے تورات کیوں

عطا فرمائی؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: یا اللہ! میں نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام اس لیے کہ میں نے اپنی تمام مخلوق کے دِلوں کو دیکھا تو میں نے تیرے دل کو سب سے زیادہ تواضع کرنے والا پایا اس لیے میں نے تجھے لوگوں پر اپنا رسول اور کلیم منتخب فرمالیا پس جو کچھ میں نے تجھے دیا ہے اسے بہت مضبوطی سے پکڑو اور شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ اور میری توحید اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں موت قبول کرنا۔ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے میں نے ان کا نام ساقِ عرش پر لکھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے رسول میرے حبیب اور مخلوق میں سے میرے منتخب کیے ہوئے ہیں۔''



(۶۴)

گناہوں سے بچنے کا بہترین نسخہ

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا:
''میں نے اپنے نفس پر بہت زیادتی کی ہے' مجھے کوئی ایسی نصیحت کیجیے کہ میں گناہوں سے باز آجاؤں۔'' آپ نے فرمایا: ''اگر تو پانچ چیزوں کو قبول کرلے اوران پر قادر ہوجائے تو تمہیں کوئی گناہ نقصان نہیں دے گا اور کوئی لذت ہلاک نہیں کرے گی۔''

۱) پہلی بات یہ ہے: اِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَعْصِیَ اللّٰہَ فَلَا تَاْکُلْ رِزْقَہٗ۔
''کہ جب تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارادہ کرے تو اس کا رزق نہ کھا۔''
اس نے کہا: ''تو میں کہاں سے کھاؤں' زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا رزق ہے۔''
آپ نے فرمایا: ''کیا یہ اچھی بات ہے کہ تم اس کا رزق بھی کھاؤ اور نافرمانی بھی کرو؟'' اس نے کہا: ''نہیں!''

۲) دوسری بات یہ ہے: اِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَعْصِیَہٗ فَلَا تَسْکُنْ شَیْئًا مِنْ بِلَادِہٖ۔
''جب تو اللہ کی نافرمانی کرنا چاہے تو اس کے ملک میں نہ رہ۔''
اس نے کہا: ''یہ بات تو پہلی سے بھی بڑی ہے۔''
آپ نے فرمایا: ''کیا یہ اچھی بات ہے کہ تم اس کا رزق بھی کھاؤ اور اس کے ملک میں بھی رہو اور نافرمانی بھی کرو؟'' اس نے کہا: ''نہیں!''

۳) تیسری بات یہ ہے: اِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَعْصِیَهٗ وَاَنْتَ تَحْتَ رِزْقِهٖ وَفِیْ بِلَادِهٖ فَانْظُرْ مَوْضِعًا لَّا یَرَاكَ فِیْهِ مُبَارِزًا لَّهٗ فَاعْصِهٖ فِیْهِ۔

''جب تو اللہ کی نافرمانی کرنا چاہے حالانکہ تو اس کا رزق بھی کھاتا ہے اس کے شہر میں بھی رہتا ہے تو ایسی جگہ تلاش کر جہاں وہ تجھے دیکھتا نہ ہو۔''

نوجوان نے کہا: ''یہ کیسے ممکن ہے حالانکہ وہ پوشیدہ چیزوں کا بھی جاننے اور دیکھنے والا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''کیا یہ اچھی بات ہے کہ تم اس کا رزق بھی کھاؤ اس کے ملک میں بھی رہو اور تم اس کے سامنے ہی نافرمانی بھی کرو؟'' اس نے کہا: ''نہیں!''

۴) چوتھی بات یہ ہے: اِذَا جَاءَ كَ مَلَكُ الْمَوْتِ لِیَقْبِضَ رُوْحَكَ فَقُلْ لَهٗ اَخِّرْنِیْ حَتّٰی اَتُوْبَ تَوْبَةً نَّصُوْحًا وَاَعْمَلَ عَمَلًا صَالِحًا۔

''جب ملک الموت تیری روح قبض کرنے کے لیے آئے تو اس سے کہنا مجھے تھوڑی مہلت دے تاکہ میں توبۃ النصوح کرلوں اور نیک اعمال کرلوں۔''

نوجوان نے کہا: ''وہ میری بات نہیں مانے گا۔''

فرمایا: ''اے نوجوان! جب تو اس بات کی قدرت نہیں رکھتا کہ توبہ کرنے کے لیے موت کو اپنے سے دُور کرسکے اور تجھے یقین ہے کہ جب موت کا وقت آجائے گا تو تاخیر ناممکن ہے تو پھر بتا تیرے لیے خلاصی کی کیا صورت ہے؟'' اس نے کہا: ''کوئی نہیں!''

۵) پانچویں بات یہ ہے: اِذَا جَاءَ كَ الزَّبَانِیَةُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ لِیَاْخُذُوْكَ اِلَی النَّارِ فَلَا تَذْهَبْ مَعَهُمْ۔

''جب قیامت کے دن جہنم کے فرشتے زبانیہ تیرے پاس آئیں تاکہ تمہیں پکڑ کے آگ میں لے جائیں تو ان کے ساتھ نہ جانا۔''

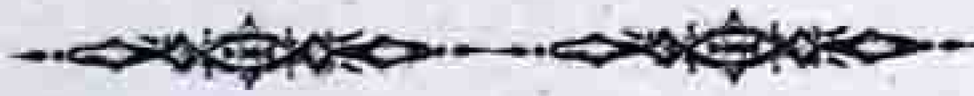
نوجوان نے کہا: ''وہ مجھے نہیں چھوڑیں گے اور میری بات نہیں مانیں گے۔''

فرمایا: ''تو پھر تو نجات کی امید کیسے رکھتا ہے؟'' نوجوان نے کہا:

يَا اِبْرَاهِيْمُ حَسْبِيْ حَسْبِيْ اَنَا اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ .

''اے ابراہیم! مجھے یہ نصیحت کافی ہے' واللہ کافی ہے۔ میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں اور اس کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔''

پھر وہ شخص سچے دل سے اور پورے یقین سے اللہ کی عبادت میں لگا رہا یہاں تک موت نے ان کے درمیان جدائی ڈال دی۔ (الدرۃ الفاخرۃ)



(۶۵)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی فقہ

اسماعیل بن حماد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

''جب حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادے حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ استاد کے پاس سورۂ فاتحہ پڑھنے کے لائق ہو گئے تو امام صاحب نے ان کے استاد کو پانچ سو درہم بطورِ ہدیہ ارسال فرمائے تو وہ استاذ صاحب حیرت میں پڑ گئے اور کہنے لگے کہ میں نے کون سا ایسا کام کیا ہے کہ مجھے اتنا زیادہ انعام دیا گیا؟ امام صاحب کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ خود ان استاد صاحب کی خدمت میں تشریف لے گئے اور معذرت کے انداز میں ارشاد فرمایا: جناب! آپ نے میرے بچے کو جو سکھایا ہے اسے حقیر نہ سمجھیے۔ اللہ کی قسم! اس وقت ہمارے پاس اور زیادہ ہوتا تو ہم قرآن مجید کی تعظیم میں اسے بھی آپ کی خدمت میں بخوشی پیش کر دیتے۔'' (عقود الجمان، ص: ۲۳۳)

☆ ...... حضرت ربیع کہتے ہیں: ''میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۱۴ھ) سے سنا......

مَنْ اَرَادَ الْفِقْهَ فَلْيَلْزَمْ اَبَا حَنِيْفَةَ وَاَصْحَابَهٗ فَاِنَّ النَّاسَ كُلُّهُمْ عِيَالٌ عَلَيْهِ فِي الْفِقْهِ.

تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عیال ہیں، میں نے ان سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا جو فقہ کی معرفت چاہتا ہے اس کے لیے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کے بغیر چارہ نہیں۔ (تاریخ بغداد ج: ۱۳، ص: ۳۴۶، تبییض الصحیفہ، ص: ۱۱۲)

☆......امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۷۹ھ) نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا:

''سبحان اللہ! میں نے ان جیسا آدمی نہیں دیکھا۔''

نیز فرمایا: ''اگر وہ اس ستون کے بارے میں دعویٰ کریں کہ سونے کا ہے تو اسے دلیل سے ثابت کر دیں گے۔'' (الخیرات الحسان)

☆......امام احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۴۱) نے فرمایا:

''سبحان اللہ! وہ علم، ورع و زہد اور فکرِ آخرت میں ایسے مقام پر فائز تھے جس پر کوئی نہیں پہنچ سکتا۔'' (مناقب ذہبی)

اِذَا صَحَّ حَدِيْثٌ فَهُوَ مَذْهَبِيْ کا صحیح معنی

آپ اللہ کے ولی تھے اور مسلمانوں کے رہنما اور عامل بالحدیث تھے۔ آپ نے خود فرمایا ہے: اِذَا صَحَّ حَدِيْثٌ فَهُوَ مَذْهَبِيْ.

میں نے صحیح احادیث کو اپنا مذہب بنایا ہے۔ نیز فرمایا:

''سب سے پہلے میں قرآنِ کریم کی طرف رجوع کرتا ہوں جو چیز قرآن میں نہ ملے اس کو سنت اور ان آثار سے لیتا ہوں جو سند صحیح کے ساتھ منقول ہوں پھر خلفاء اربعہ کے فیصلوں کی طرف رجوع کرتا ہوں اگر پھر بھی مطلوبہ حکم نہ ملے تو پھر بقیہ صحابہ کرام کے فیصلوں کی طرف رجوع کرتا ہوں اور جب تابعین کی باری آتی ہے تو مجھے بھی اختیار ہے کہ میں بھی اجتہاد کروں جیسے انہوں نے اجتہاد کیا۔'' (الشعرانی، المیزان، ج:۱، ص:۶۱)

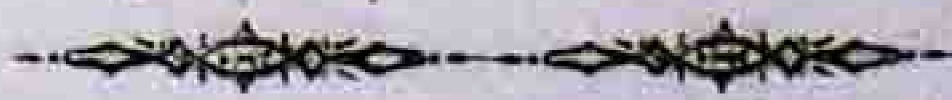
نیز فرمایا:

مَا جَآءَ نَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَبِیْ وَاُمِّیْ فَعَلَى الرَّأْسِ وَالْعَيْنِ وَمَا جَآءَ عَنِ الصَّحَابَةِ اِخْتَرْنَا وَمَا كَانَ مِنْ غَيْرِ ذٰلِكَ فَهُمْ رِجَالٌ وَّنَحْنُ رِجَالٌ .

(مناقب ذہبی، تبییض الصحیفہ، ص:۱۱۷)

جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک پہنچی' میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں وہ بات سر آنکھوں پر (یعنی لائق اطاعت ہوگی) اور جو باتیں صحابہ کرام علیہم الرضوان سے منقول ہوں (تو اختلاف کی صورت میں) ہم ان میں سے کسی ایک کے قول کو اختیار کرتے ہیں اور جو چیز تابعین سے منقول ہو تو وہ ہم جیسے آدمی ہیں (ہمارے زمانہ کے لوگ ہیں کیونکہ امام صاحب خود تابعی ہیں کئی صحابہ کی زیارت کی ہے)

ڈاکٹر سباعی نے السنہ میں اور ابوزہرہ نے کتاب ''ابوحنیفہ'' میں اور ڈاکٹر مصطفیٰ نے ''الائمۃ الاربعۃ'' میں بیان کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے تدوین فقہ میں اپنے ذاتی علوم پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ چالیس چوٹی کے علماء پر مشتمل ایک مجلس قائم کی (جس کو آج کی اصطلاح میں قانون ساز اسمبلی کہہ لیجیے) جس میں ہر ہر مسئلہ پر تفصیلی گفتگو ہوتی اور پھر آخر میں جو حکم دلائل سے ثابت ہو جاتا اس کو لکھا جاتا حتیٰ کہ ایک ایک مسئلہ پر تین تین دن تک بحث وتمحیص ہوتی رہتی۔ نیز اس قدر احتیاط تھی کہ اگر ایک رُکن بھی موجود نہ ہوتا تو اس کا انتظار کیا جاتا اور اس سے مشورہ کر کے مسئلہ کو آخری شکل دی جاتی اس مجلس میں اس دَور کے بڑے بڑے مفسرین محدثین اور فقہاء شامل تھے۔



(٦٦)

خوفِ خدا اور فکرِ آخرت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے' فرمایا کہ ایک شخص آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا اور کہا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس چند غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹی باتیں کرتے ہیں اور میرے معاملات میں خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں لہٰذا میں انہیں گالی دیتا ہوں اور انہیں میں مارتا ہوں اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں کہ (عنداللہ) میں ان کے حق میں کیسا ہوں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب قیامت قائم ہوگی اس وقت پورا حساب ہوگا کہ انہوں نے تمہاری کتنی خیانت کی' تمہاری نافرمانی کی اور تمہیں جھٹلایا اور اس کے بدلے میں تمہاری طرف سے کتنی سزا ملی اب اگر تمہاری طرف سے انہیں دی ہوئی سزا ان کے گناہوں کے اندازہ کے مطابق ہوگی تب تو معاملہ برابر برابر ہوگا کہ نہ تم پر کچھ ہوگا اور نہ ان پر اور اگر تمہاری سزا ان کے گناہوں سے کم ہوئی تو تمہارے لیے بہتر ہوگا (تمہارے حق میں نیکی جمع ہوگی) اور اگر تمہاری طرف کی سزا ان کے قصور سے بھی بڑھ کر ہوئی تو تمہاری طرف کی بھلائی ان کو بطورِ قصاص دے دی جائے گی۔''

یہ سن کر وہ شخص کنارہ پر ہو گیا اور چیخ و پکار کر کے رونے لگا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں پڑھا:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ط

وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ۝

''اور ہم قیامت کے دن انصاف کا ترازو کھڑا کر دیں گے تب کسی شخص پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا تو اسے اس وقت لے آئیں گے (حساب لیں گے) اور ہم حساب کرنے کے لیے بہت ہی کافی ہیں۔''

یہ سن کر اس شخص نے کہا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنے اور ان کے درمیان بھلائی کی کوئی صورت نہیں پاتا سوائے اس کے کہ انہیں جدا کر دوں۔ لہٰذا میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ یہ سب کے سب آزاد ہیں۔''

میں اہل جنت سے ہوں

☆...... حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میرے باپ کا سر میری گود میں تھا اور وہ جان کنی میں تھے' میری دونوں آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا اٹھیں۔ انہوں نے میری طرف دیکھا اور کہا: ''اے میرے بیٹے! تجھے کس چیز نے رُلایا؟''

میں نے کہا: ''آپ کے مرتبہ کی وجہ سے اور جو کچھ تکلیف آپ پر میں دیکھ رہا ہوں۔''

فرمایا: ''تم میرے اوپر رو مت! اللہ پاک مجھے کبھی بھی سزا نہ دے گا اور میں اہلِ جنت سے ہوں۔ بے شک اللہ پاک مومنین کو ان کی ان نیکیوں کا بدلہ دے گا جو انہوں نے اللہ کے لیے کیں۔''

اور فرمایا: ''لیکن کفار کے عذاب میں ان نیکیوں کے بدلہ میں فقط تخفیف کر دی جائے گی پس جب ان کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو اللہ پاک فرمائے گا کہ ہر عمل کرنے والا اپنے عمل کا ثواب اس سے طلب کرے جس کے لیے عمل کیا ہے۔''

☆...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''ہم حج یا عمرہ سے آئے تھے تو لوگوں نے ذوالحلیفہ میں ہم سے ملاقات کی اور انصار کے بچے اپنے گھر والوں سے مل رہے تھے جب حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے یہ لوگ ملے تو انہوں نے حضرت اُسید رضی اللہ عنہ کو ان کی بیوی کی وفات کی اطلاع دی۔ اُسید نے منہ پر چادر ڈالی اور رونا شروع کر دیا۔ میں نے ان سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت کرے آپ تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور آپ کے پہلے اور پرانے کارنامے جو ہیں اُن کا کیا کہنا اور تم ایک عورت کی وجہ سے روتے ہو؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں انہوں نے اپنا سر چادر میں سے نکالا اور کہا: قسم ہے میری عمر کی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ کہا۔ حق تو یہی ہے کہ میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بعد کسی پر نہ روؤں اور ان کے لیے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جو کچھ کہ فرمایا میں نے پوچھا کہ ان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تھا؟ کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اللہ کا عرش سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات سے حرکت کھا گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان میں چلا کرتے تھے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے لیے حق یہ ہے کہ میں نہ روؤں جب کہ میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی موت کی وجہ سے عرش کے پائے ہل گئے۔ ایک روایت میں اس طرح ہے مجھے کیا ہوا کہ میں نہ روؤں اور میں نے سنا ہے اس کے بعد باقی جملہ نقل کیا۔

فیصلہ کون کر سکتا ہے؟

شعبی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کے درمیان کوئی جھگڑا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میرے اور اپنے درمیان کسی آدمی کو فیصل مقرر کر لو۔''

ان دونوں حضرات نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنا فیصل مقرر کر لیا۔ یہ دونوں حضرات ان کے پاس تشریف لائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ہم دونوں تمہارے پاس اس لیے آئے ہیں تا کہ ہمارے درمیان فیصلہ دو۔''

حضرت زید رضی اللہ عنہ اپنے گھر ہی میں بیٹھ کر فیصلہ دیا کرتے تھے جب یہ دونوں حضرات ان کے پاس پہنچے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنے بستر کے صدر حصہ پر بٹھانا چاہا اور کہا: ''آیئے امیر المومنین! یہاں تشریف رکھیے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یہ پہلا ظلم ہے جو تمہارے فیصلہ میں جاری ہوا۔ میں اپنے صاحبِ معاملہ کے پاس بیٹھوں گا۔''

یہ دونوں حضرات ان کے سامنے بیٹھ گئے۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے دعویٰ پیش کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکار کیا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ابی رضی اللہ عنہ سے کہا: ''امیر المومنین کو قسم کھانے سے معافی دو۔ (شرعی قاعدہ کی بناء پر اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو مدعا علیہ سے قسم لی جاتی ہے) اور میں قسم کی معافی کا کسی کے لیے سوائے ان کے سوال نہیں کرتا ہوں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی اور پھر فرمایا: زید اس وقت تک فیصلہ نہیں کر سکتے جب تک عمر اور مسلمان رعایا ان کے نزدیک برابر نہ ہوں۔ شعبی سے اس طرح پر ہے کہ کھجوروں کے کانٹے پر حضرت ابی بن کعب اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما میں نزاع ہو گیا۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ رو دیئے اور کہا: ''کیا اے عمر! تمہاری حکومت میں اور ایسا ہو؟''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میرے اور اپنے درمیان مسلمانوں میں سے کسی آدمی کو فیصل بنا لو۔'' حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''حضرت زید رضی اللہ عنہ کو فیصل بناتا ہوں۔''

راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر رضامندی دی اور دونوں چلے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور پھر پوری حدیث نقل کی۔

(ماخوذ از صحابہ کرام علیہم الرضوان ۔ تنسو)

(۶۷)

سانپ نما جن

حضرت حسین بن خالد علیہ الرحمہ کہتے ہیں: ''ایک مرتبہ عبید بن ابرص اپنے رفقاء کے ہمراہ کسی کام سے جا رہے تھے راستے میں ریتلی زمین پر ایک سانپ لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔ دوستوں نے پکار کر کہا: ''اے عبید! تیرے قریب خوف ناک اژدہا ہے اس سے بچ اور اسے مار ڈال۔'' عبید نے کہا: ''شدتِ پیاس کی وجہ سے اس کی یہ حالت ہو گئی ہے یہ تو اس لائق ہے کہ اسے پانی پلایا جائے۔'' دوستوں نے کہا: ''اے عبید! یہ بہت خطرناک ہے یا تو تو اسے قتل کر دے ورنہ ہم اسے مار ڈالیں گے۔''

عبید نے کہا: ''میں تمہاری طرف سے اسے کافی ہوں' تم بے فکر رہو۔''

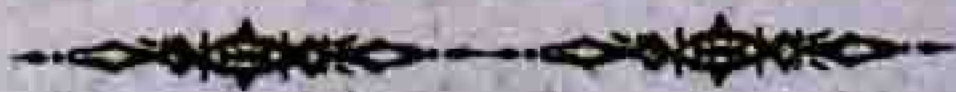
یہ کہہ کر اس نے سانپ کو پانی پلایا اور کچھ پانی اس کے سر پر ڈال دیا پھر سانپ ایک جانب روانہ ہو گیا۔ دورانِ سفید عبید راستہ بھول گیا اور اس کا اونٹ بھی گم ہو گیا۔ یہ بہت پریشان ہوا کیونکہ اس ویران جگہ میں کوئی ایسا نہ تھا جو اسے راہ بتاتا اچانک اسے ایک غیبی آواز سنائی دی: ''اے رستہ بھٹکے ہوئے وہ مسافر جس کا اونٹ گم ہو چکا ہے اور کوئی بھی ایسا نہیں جو تیرا رفیقِ سفر بنے۔ یہ لے ہماری طرف سے اونٹ لے جا اور اس پر سوار ہو کر چلتا رہ جب رات ختم ہو جائے اور صبح کا اُجالا پھیلنے لگے تو اس اونٹ سے اُتر جانا۔''

جیسے ہی یہ آواز ختم ہوئی اچانک عبید کے پاس ایک اونٹ نمودار ہو گیا' وہ اس پر سوار ہوا اور ساری رات سفر کرتا رہا جب صبح ہوئی تو اس راستہ تک پہنچ چکا تھا جس سے اچھی

طرح واقف تھا۔ وہ اونٹ سے اُترا اور پکار کر کہنے لگا: ''اے اونٹ والے! تو نے مجھے بہت بڑی تکلیف اور ایسے بیابان جنگل سے نجات دی جس میں اچھے اچھے واقف کار بھی رستہ بھول جاتے ہیں۔ کیا تو ہمارے پاس صبح نہیں کرے گا؟ تا کہ ہم جان جائیں کہ اس وادی میں کس نے ہم پر نعمتوں کے ساتھ سخاوت کی۔ ہمارے پاس آ اور تعریف پا کر امن سے واپس چلا جا۔''

اچانک ایک غیبی آواز سنائی دی: ''میں ایک جن ہوں' میں تیرے سامنے اژدہے کی صورت میں تپتی ہوئی ریت پر شدتِ پیاس سے تڑپ رہا تھا' میری حالت یہ تھی کہ مجھ پر حملہ کرنا بالکل آسان تھا ایسے کڑے وقت میں جب کہ پانی پینے والا بھی بخل کرتا ہے لیکن تم نے پانی سے مجھے سیراب کیا اور کنجوسی نہ کی۔ نیکی باقی رہتی ہے اگرچہ طویل عرصہ گزر جائے اور بُرائی خبیث شے ہے اسے کوئی اپنا زادِ راہ نہیں بناتا۔''

اے مسلمانو! یہ ایک جن تھا جو اژدہے کی شکل میں شدتِ پیاس سے تڑپ رہا تھا۔ عبید نے ترس کھا کر اسے پانی پلایا اور اس پر احسان کیا تو جن نے بھی احسان فراموشی نہ کی اور جب عبید راستہ بھول گیا تو اس کی مدد کی اور اسے منزلِ مقصود تک پہنچا دیا۔ حقیقت ہے کہ جو کسی کے ساتھ احسان کرتا ہے اس پر بھی احسان کیا جاتا ہے جو کسی کا بھلا سوچتا ہے اس کے ساتھ بھی بھلائی والا معاملہ کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں لوگوں کے لیے نقصان دہ نہ بنائے بلکہ فائدہ دینے والے عظیم لوگوں میں شامل فرمائے اور ہمیں ایسا جذبہ عطا فرمائے کہ ہماری وجہ سے کسی مسلمان کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کے لیے ہر دم کوشاں رہیں اور پوری دنیا میں دینِ اسلام کا ڈنکا بجا دیں۔ (عیون الحکایات)



(۶۸)

دُور ہے جو میرے احمد سے وہ مجھ سے دُور ہے

قَالَ وَهَبُ بْنُ مُنَبِّهٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَمَّا اَخَذَ مُوْسَى الْاَلْوَاحَ مِنْ رَّبِّهٖ نَظَرَ فِيْهَا، فَاِذَا فِيْهَا صِفَةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُمَّتِهٖ . فَقَالَ مُوْسٰى اَىْ رَبِّ كَيْفَ اَقْرَأُ الْاَلْوَاحَ عَلٰى اُمَّتِىْ وَفِيْهَا فَضْلُ مُحَمَّدٍ وَّاُمَّتِهٖ؟ كَيْفَ اَمُنُّ عَلَيْهِمْ بِفَضْلِ غَيْرِهِمْ . قَالَ اللهُ تَعَالٰى: يَامُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَعِزَّتِىْ وَجَلَالِىْ وَارْتِفَاعِ مَكَانِىْ فَوْقَ خَلْقِىْ اِنِّىْ لَا اَرْضٰى عَبْدًا لَّايَقْبَلُ فَضْلَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُقِرُّ بِهٖ وَلَا يَعْلَمُ اَنَّهٗ اَفْضَلُ الْخَلَائِقِ عِنْدِىْ . وَاُقْسِمُ بِعِزَّتِىْ لَاَظْهَرَنَّ مَا كَتَبْتُ لَكُمْ فِى التَّوْرَاةِ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدِىْ وَرَسُوْلِىْ وَمَا اُعْطِىَ عِيْسٰى فِى الْاِنْجِيْلِ فَاِنْ اَقَرَّ جَمِيْعُ خَلْقِىْ بِذٰلِكَ وَاِلَّا سَلَّطْتُ عَلَى الْمُنْكِرِيْنَ لِفَضْلِهٖ وَفَضْلِ اُمَّتِهٖ مَلَائِكَتِىْ وَلَاُضْرِبَنَّهُمْ بِالصَّوَاعِقِ . وَكَانَ ذٰلِكَ نَكَالِىْ عَلَيْهِمْ . يَامُوْسٰى: اِنَّ فَاتِحَةَ التَّوْرَاةِ بِصِفَةِ مُحَمَّدٍ وَّنُبُوَّتِهٖ وَاِنَّ خَاتِمَةَ الْاِنْجِيْلِ بِصِفَةِ اَصْحَابِهٖ . وَاِنَّ فَاتِحَةَ الزَّبُوْرِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ خَيْرُ مَنْ تَظِلُّهُ السَّمَآءُ . وَاِنَّهٗ صَاحِبُ الْمَلْحَمَةِ وَنَبِىُّ الرَّحْمَةِ وَقَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ وَاِمَامُ الْمُتَّقِيْنَ وَ نُوْرُ الْعِبَادِ وَرَبِيْعُ الْبِلَادِ وَ مَعْدَنُ الْخَيْرِ وَكَهْفُ الْعِلْمِ وَمَعْدَنُ

الْحِکْمَةِ . (شرف المصطفیٰ ج:۶ ص:۱۷۰)

حضور اور حضور کی امت کے فضائل

''حضرت وہب بن منبہ نے بیان کیا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے تورات کی تختیاں لیں تو ان میں دیکھا کہ ان میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اُمت کے اوصاف تھے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ! میں یہ تختیاں اپنی اُمت پر کیسے پڑھوں کہ ان میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اُمت کے فضائل ہیں۔ میں ان کے غیر کی فضیلت بتا کر ان کو کیسے احسان مند کروں؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! اور مخلوق پر اپنی بلند مکانی کی قسم! میں ایسے بندے پر راضی نہیں ہوں گا جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت قبول نہیں کرے گا اور ان کی رسالت کا اقرار کرے گا' قریب ہوگا اور نہ ہی وہ یہ جانتا ہے میرے ہاں وہ تمام مخلوقات میں سے زیادہ فضیلت والے ہیں۔ میں اپنی عزت کی قسم اُٹھاتا ہوں کہ جو میں نے تمہارے لیے تورات میں لکھا ہے کہ بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے بندے اور میرے رسول ہیں یہ میں ضرور ظاہر کروں گا اور یہی کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل میں بھی فرمایا گیا۔ پس اگر میری تمام مخلوق ان کو تسلیم کر لے گی تو فیہا وگرنہ انکار کرنے والوں پر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اُمت کی فضیلت کے اظہار کے لیے اپنے فرشتے مقرر کر دوں گا اور انہیں بجلیوں سے مار مار کر باعثِ عبرت بنا دوں گا۔ اے موسیٰ! تورات کی ابتدا میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کے بیان سے ہے اور انجیل کی ابتدا ان کے صحابہ علیہم الرضوان کی صفات کے بیان سے ہے اور بے شک زبور کی ابتدا میں ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بہترین ہیں جن پر آسمان سایہ فگن ہے اور بے شک آپ زبردست مجاہد بھی ہیں اور نبی رحمت بھی اور چمکتی ایڑھی والوں کے سردار بھی ہیں اور متقین کے امام بھی' عبادت گزاروں کا نور بھی ہیں اور ملکوں کی بہار بھی' بھلائی کی کان' علم کی آماجگاہ بھی ہیں اور حکمت کی کان بھی ہیں۔

(۶۹)

علماء ہی اولیاء ہیں

یحییٰ بن یحییٰ بیان کرتے ہیں ”جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مرض الموت طویل ہوا اور وقتِ آخر آنے کو ہوا تو مدینہ منورہ اور دوسرے شہروں سے تمام علماء اور فقہاءٔ امام صاحب کے مکان پہ جمع ہو گئے تاکہ امام وقت کی آخری ملاقات سے فیض یاب اور ان کی وصیتوں سے بہرہ مند ہوں۔“

یحییٰ بن یحییٰ کہتے ہیں: ”اس وقت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی عیادت کرنے والے مجھ سمیت ایک سو تیس علماء حاضر تھے۔ میں بار بار امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاتا اور سلام عرض کرتا تھا تاکہ اس آخری وقت میں امام کی نظر مجھ پر پڑ جائے اور وہ نظر میری سعادت اخروی کا ذریعہ بن جائے میں اسی کیفیت میں تھا کہ امام نے آنکھیں کھولیں اور ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں کبھی ہنسایا اور کبھی رُلایا اس کے حکم سے زندہ رہے اور اسی کے حکم سے جان دیتے ہیں۔“

اس کے بعد خود ہی فرمایا: ”موت آ گئی اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا وقت قریب ہے۔“ حاضرین نے عرض کیا: ”اس وقت آپ کے باطن کا کیا حال ہے؟“

فرمایا: ”میں اس وقت اولیاء اللہ کی مجلس کی وجہ سے بہت خوش ہوں کیونکہ میں اہلِ علم کو اولیاء اللہ گردانتا ہوں اللہ تعالیٰ کو حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد علماء سے زیادہ کوئی شخص پسند نہیں ہے۔ نیز میں اس لیے بھی خوش ہوں کہ میری تمام زندگی علم کی تحصیل اور اس کی تعلیم میں گزری ہے اور میں اس سلسلے میں اپنی تمام مساعی کو مستجاب اور مشکور

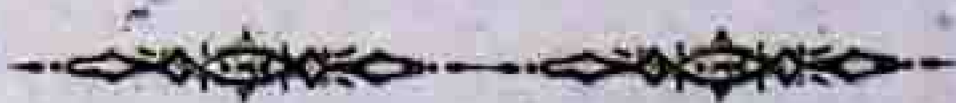
گمان کرتا ہوں اس لیے کہ تمام فرائض اور سنن اور ان کے ثواب کی تفصیلات ہمیں زبانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوئیں مثلاً حج کا اتنا ثواب ہے اور زکوٰۃ کا اتنا اور ان تمام معلومات کو سوائے حدیث کے طالبِ علم کے کوئی نہیں جان سکتا اور یہی اصل میں نبوت کی میراث ہے۔"

یحییٰ بن یحییٰ کہتے ہیں: "اس کے بعد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ربیع کی ایک روایت بیان کی کہ کسی شخص کو نماز کے مسائل بتلانا روئے زمین کی تمام دولت صدقہ کرنے سے بہتر ہے اور کسی شخص کی دینی اُلجھن دُور کردینا سو حج کرنے سے افضل ہے۔

اور ابن شہاب زہری کی روایات سے بتایا: "کسی شخص کو دینی مشورہ دینا سو غزوات میں جہاد کرنے سے بہتر ہے۔"

راوی کہتے ہیں اس گفتگو کے بعد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی بات نہیں کی اور اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی وسیع رحمتوں کا سایہ کرے۔ آمین!

(دبستان المحدثین از شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، ص: ۱۳۹)



(۷۰)

حضرت کعب بن مالک کا مفصل واقعہ

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے غزوہ کیے' میں ان میں سے کسی میں پیچھے نہیں رہا مگر غزوۂ تبوک میں اور غزوۂ بدر میں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اس آدمی پر جو غزوۂ بدر میں پیچھے رہا' عتاب نہیں فرمایا۔ (غزوۂ بدر میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے تجارتی قافلہ کا ارادہ کر کے (مدینہ سے باہر) تشریف لے گئے' اللہ پاک نے مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کا مقابلہ کرا دیا جس کا پہلے سے کوئی وعدہ نہ تھا۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لیلہ عقبہ میں حاضر ہوا یہ وہی جگہ تھی جہاں ہم لوگوں نے اسلام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی اور مجھے بدر کی حضوری سے یہ رات زیادہ محبوب ہے گو لوگوں میں غزوۂ بدر کا تذکرہ لیلہ عقبہ سے زیادہ ہے' میرا قصہ (غزوۂ تبوک میں نہ شریک ہو سکنے کا اس طرح ہے) غزوۂ تبوک میں جس وقت کہ میں پیچھے رہا تھا' میں دولت مند بھی تھا اور مجھ میں قوت بھی تھی' خدا کی قسم! میرے پاس اس سے پہلے کبھی دو سواریاں نہ تھیں۔ میں نے اس غزوہ کے لیے دو سواریاں جمع کر رکھی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ تھی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ کا ارادہ کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم توریہ (اشارہ اور کنایہ) سے کام لیتے جب غزوۂ تبوک پیش آیا' انتہائی سخت گرمی کا موسم تھا' سفر بھی نہایت طویل تھا' جنگل اور پھر دشمن کی تعداد بھی کثیر تھی' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر بات بہت واضح کر دی تھی تاکہ اس غزوہ کے لیے اچھی طرح تیاری کر لیں اور آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے بڑی صفائی کے ساتھ بیان کر دیا تھا کہ فلاں جگہ کا ارادہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مسلمان کثیر تعداد میں شریک ہوئے جس تعداد کو کسی رجسٹر میں ضبط نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جس کسی آدمی نے اس غزوہ میں جانے سے چھپنے کا ارادہ کیا اس نے یہ یقین کر لیا کہ ہماری بات اسی وقت تک پوشیدہ رہے گی جب تک اللہ پاک کی طرف سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نہ اُترے۔''

غزوۂ تبوک کا حال

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ غزوہ ایسے وقت کیا کہ کھجوروں کا پکنا اور درختوں کا سایہ اچھا معلوم ہو رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تیاری کی میں بھی تیاری کے ارادہ سے صبح کرتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چلوں گا اور لوٹ آتا اور کچھ بھی کام نہ کرتا اور اپنے دل میں یہ گمان رکھتا تھا کہ مجھے تو ہر طرح کی قدرت ہے جب چاہوں چل دوں گا اسی نفسانی دھوکہ کی وجہ سے میں کچھ نہ کر سکا۔ لوگ مکمل تیاری کر چکے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان چل دیئے لیکن میں نے سامان کی کوئی تیاری نہ کی اور یونہی اپنے جی میں کہتا رہا کہ ایک یا دو دن میں تیاری کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کے ساتھ جا ملوں گا جب لشکر چلا گیا تو میں صبح کو اُٹھا کہ تیاری کروں مگر نہ کر سکا اور لوٹ آیا پھر اسی طرح اگلے دن تیاری کے لیے اُٹھا اور لوٹ آیا اور کچھ بھی تیاری نہ کر سکا روزانہ میرا یہی معمول ہوتا یہاں تک کہ مسلمان چل دیئے اور غزوہ میں پہنچنے کا وقت مجھ سے چھوٹ گیا۔ میں نے ارادہ بھی کیا کہ اب کوچ کر کے ان سے جا ملوں اور کاش! میں ایسا کر لیتا لیکن مجھے اس کی بھی قدرت نہ ہوئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چلے جانے کے بعد جب میں گھر سے نکلتا اور لوگوں میں چکر لگاتا تو مجھے یہ دیکھ کر بہت قلق ہوتا کہ مدینہ میں وہی لوگ نظر آتے تھے جن پر دین کے بارے میں طعنہ دیا گیا تھا اور جو نفاق کے ساتھ متہم تھے یا وہ کمزور لوگ نظر آتے تھے جن کو اللہ پاک نے معذور گردانا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب تک آپ تبوک نہ پہنچ لیے میں

یاد نہ آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کے ہمراہ تبوک میں تشریف فرما تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کعب کہاں ہے؟

''کعب کہاں ہے؟''

بنی مسلمہ کے ایک آدمی نے جواب دیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان کو اپنی چادر کے سنوارنے اور اپنے کاندھوں پر نظر کرنے نے روکا۔''

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم نے نہایت نامناسب بات کہی۔ خدا کی قسم! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جہاں تک مجھے علم ہے میں نے کعب رضی اللہ عنہ میں بھلائی ہی پائی۔''

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کی اطلاع ملی تو فکر اور رنج نے مجھے گھیر لیا اور میں نے جھوٹ کے گھڑنے کا ارادہ کیا اور یہ اس وجہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سے کل کسی طرح میں بھی نکلوں اور اس بارے میں میں نے اپنے گھر کے ہر رائے دہندہ سے امداد بھی طلب کی جب مجھے یہ اطلاع دی گئی کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم آج شام کو تشریف لانے والے ہیں تو وہ ساری غلط بیانی جو میں نے سوچ رکھی تھی' میرے دل سے ختم ہوگئی اور مجھے یقین آ گیا کہ میں اس خطا سے کبھی بھی جھوٹ کے ذریعے بَری نہیں ہوسکتا اب تو میں نے سچ بولنے کا پختہ ارادہ کرلیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو تشریف لے آئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس تشریف لاتے تو مسجد میں جاتے دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر وہیں لوگوں سے ملنے کے لیے تشریف فرما رہتے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غزوہ میں نہ جانے والے لوگ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذر بیان کرنا شروع کیا اور قسمیں کھائیں اور ان غزوہ میں نہ جانے

والوں کی تعداد اسی سے کچھ اوپر تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ظاہر بیانی کو مان لیا اور ان سے بیعت کی اور ان کے لیے استغفار کیا اور ان کے باطن کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کیا۔ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ مسکرائے لیکن مسکراہٹ میں غصہ کے آثار نمایاں تھے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آؤ!''

دربارِ رسالت میں حضرت کعب کی پیشی

میں آگے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا: ''تمھیں غزوہ سے کیا چیز مانع آئی؟ کیا تم نے سواری نہیں خریدی تھی؟''

میں نے عرض کیا: ''بے شک خدا کی قسم! میں نے سواری خریدی تھی اگر میں آپ کے علاوہ کسی اور دنیا والے کے پاس بیٹھتا تو میرا خیال ہے کہ میں اس کی ناراضگی سے عذر کے ذریعے بَری ہو جاتا اور میں اپنے دعویٰ کے لیے دلیل پر دلیل لاتا لیکن میں خدا کی قسم! یقین رکھتا ہوں کہ اگر آج غلط بیانی کے ذریعے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرلوں تو عنقریب ہی اللہ پاک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ پر ناراض کر دے گا اور اگر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ بات عرض کرتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر ضرور ناراض ہوں گے لیکن مجھے اس سچ میں اللہ کی طرف سے معافی کی قوی امید ہے۔ خدا کی قسم یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لیے کوئی عذر نہ تھا اور خدا کی قسم! جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں پیچھے رہا تو مجھ میں قوت بھی تھی اور دولت بھی تھی جو اس سے قبل کبھی نہ تھی۔''

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس نے سچی بات کہی۔''

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جاؤ! یہاں تک کہ اللہ پاک تمہارے بارے میں فیصلہ نافذ کرے۔'' چنانچہ میں وہاں سے چلا بنی مسلمہ کے کچھ لوگ اُٹھے اور میرے

پیچھے ہولیے اور مجھ سے کہا: ''خدا کی قسم! ہم نے تیری کوئی خطا اس سے پہلے نہیں جانی تھی' کیا تو اس بات عاجز تھا کہ تو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسی طرح کا عذر گھڑتا جیسا کہ پیچھے رہ جانے والوں نے عذر تراشا ہے اور تمہارے گناہ کے بدلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار کرنا کافی تھا۔''

ارادے میں تبدیلی

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ برابر مجھے ملامت کرتے رہے یہاں تک کہ میرا ارادہ بھی ہوا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس جا کر اپنے بارے میں کچھ جھوٹ بول آؤں پھر میں نے ان لوگوں سے دریافت کیا:

''کیا میرے جیسا اس معاملہ میں کوئی اور بھی میرا ساتھی ہے؟''

بنی مسلمہ کے لوگوں نے کہا: ''ہاں! دو آدمی اور ہیں کہ انہوں نے بھی تیرے جیسا بیان دیا ہے اور ان سے بھی وہی کہا گیا ہے جو تم سے کہا گیا۔'' میں نے دریافت کیا: ''وہ دو آدمی کون ہیں؟''

ان لوگوں نے بتایا ایک تو مرارہ رضی اللہ عنہ بن ربیع عمری ہیں' دوسری بلالے رضی اللہ عنہ بن اُمیہ واقفی۔'' جب ان لوگوں نے دو بھلے آدمیوں کا جو غزوۂ بدر میں شریک رہے ہیں جن میں اخلاقی خوبیاں تھیں' تذکرہ کیا تو میں نے ان دونوں کا ذکر سنا اور اپنے گھر چلا گیا۔ ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو فقط ہم تینوں سے جو غزوہ میں شریک نہیں ہوئے تھے' کلام کرنے تک سے منع کر دیا۔ لوگوں نے ہم سے اجنبیت برتی اور سارے کے سارے ہم سے بدل گئے' مجھے روئے زمین پر اپنا آپ بھی بُرا لگنے لگا اور اپنے وطن کی سرزمین اجنبی اور اوپری دِکھائی دینے لگی' ہم لوگ پچاس رات تک اسی طرح رہے ہمارے دونوں ساتھیوں نے انتہائی ذلت محسوس کی اور اپنے گھر میں بیٹھ رہے اور سوائے رونے کے ان کا کچھ کام نہ تھا لیکن میں جواں مرد کی طرح قوم میں چلتا اور بہادر بنا پھرتا۔ میں مسلمانوں کے ساتھ گھر سے نکل کر نماز میں بھی شریک ہوتا اور

بازاروں میں بھی چکر لگاتا لیکن مجھ سے کوئی بات نہ کرتا۔

تیری نظر نہ ہو تو قیامت ہے زندگی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد اپنی مجلس میں تشریف فرما ہوتے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتا اور اپنے جی میں یہ کہتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں لب مبارک نے میرے سلام کے جواب میں حرکت فرمائی یا نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی نماز پڑھتا اور کن انکھیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتا جاتا جب میں اپنی نماز میں لگ جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف توجہ فرماتے اور جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منہ پھیرا لیتے جب ایک مدت طویل مسلمانوں کی اس بے رُخی سے گزر گئی تو میں' ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا' یہ میرے چچیرے بھائی اور لوگوں میں سے مجھے زیادہ محبوب تھے' میں نے انہیں سلام کیا' اللہ کی قسم! انہوں نے بھی میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے کہا: "اے ابوقتادہ! میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم یہ جانتے ہو کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں؟"

وہ چُپ لگا گئے' میں نے دوبارہ ان کو قسم دے کر یہی سوال کیا لیکن وہ پھر بھی خاموش رہے۔ میں نے سہ بارہ ان کو قسم دے کر یہی سوال کیا تو انہوں نے کہا:

"اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتا ہے۔"

میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور میں واپس آ گیا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں مدینہ کی گلیوں میں پھر رہا تھا کہ اہلِ شام کے غلہ فروشوں میں سے جو مدینہ میں غلہ بیچنے آتے تھے ایک غلہ فروش کہہ رہا تھا کہ کوئی مجھے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا پتہ بتا دے۔ لوگوں نے اسے اشارہ سے بُلایا' وہ نبطی میرے پاس پہنچا اور مجھے بادشاہ غسان کا ایک خط جو ریشم کے کپڑے پر لکھا ہوا تھا دیا جس کا مضمون حسب

ذیل ہے:

شاہِ غسان کا خط

''اما بعد! مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تمہارے صاحب نے تم پر ظلم کیا ہے' اللہ پاک تم کو ذلت اور ضائع ہونے کی جگہ نہ رکھے تم ہم سے مل جاؤ ہم تمہاری قدر دانی کریں گے۔''

جب میں نے اسے پڑھا تو میں نے اپنے جی میں کہا یہ ایک اور مصیبت آئی میں نے اس خط کو لیا اور دہکتے ہوئے تنور میں جھونک دیا۔ ہم تینوں نے اس کسمپرسی کے عالم میں پچاس راتوں میں سے چالیس راتیں کاٹیں کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد میرے پاس آیا اور اس نے کہا: حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے بھی علیحدہ ہو جاؤ۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ علیحدہ ہونے سے کیا مطلب ہے؟ کیا میں اس کو طلاق دے دوں؟ قاصد نے کہا نہیں بلکہ اس کے ساتھ نہ رہو اور اس کے قریب نہ جانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی اسی جیسا پیغام پہنچا۔ میں نے اپنی بیوی کو حکم دیا کہ تو اپنے میکے چلی جا اور ان کے پاس اس وقت تک رہ کہ اللہ پاک ہمارے اس امر کا فیصلہ دے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہلال بن اُمیہ کی بیوی نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہلال بن امیہ بوڑھے اور ناکارہ ہیں' ان کے پاس کوئی خادم بھی نہیں تو کیا آپ کو یہ امر ناگوار ہے کہ میں ان کی خدمت کرتی رہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں لیکن وہ تمہارے قریب نہ آنے پائیں۔ انہوں نے کہا خدا کی قسم! ان میں تو کسی چیز کی طرف حرکت کرنے کی گنجائش نہیں اور خدا کی قسم! وہ اس واقعہ کے بعد آج تک برابر رو ہی رہے ہیں۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن مالک فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے بعض گھر والوں نے کہا: تو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی عورت کے بارے میں اجازت طلب کر جیسا کہ ہلال رضی اللہ عنہ بن اُمیہ

نے عورت سے خدمت لینے کے بارے میں اجازت طلب کی۔ میں نے کہا خدا کی قسم! میں عورت کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب نہ کروں گا۔ خدا جانے جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرنے جاؤں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرمائیں جب کہ میں جوان آدمی ہوں۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن مالک فرماتے ہیں کہ اس حالت پر بھی دس راتیں اور گزر گئیں یہاں تک کہ پچاس راتیں بائیکاٹ کے وقت سے پوری ہو گئیں' ان پچاس راتوں کے بعد فجر کی نماز پڑھ کر میں اپنے گھروں کی چھتوں میں سے ایک چھت پر بیٹھا ہوا تھا' اپنی اسی حالت پر کہ مجھ پر اپنا آپ بھاری تھا اور روئے زمین باوجود کشادگی کے تنگ تھی' میرے کان میں ایک پکارنے والے کی آواز آئی جو سلع پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ کر بلند آواز سے کہہ رہا تھا: ''اے کعب! خوشخبری حاصل کرو!''

اور میں سجدے میں گر گیا

یہ سن کر میں فوراً سجدہ میں گر پڑا اور یقین کر لیا کہ کشادگی کا دروازہ کھل گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھنے کے بعد ہم لوگوں کی توبہ قبول کیے جانے کا لوگوں میں اعلان کرایا' بشارت دینے والوں نے ہمیں آ کر بشارت دی اور ہمارے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی پہنچ کر بشارت دی' ایک گھوڑ اسوار خوش خبری کے لیے گھوڑا دوڑاتا میرے پاس چلا' اتنے میں ایک اسلمی بھائی بھاگ کر پہاڑی پر چڑھا اور اس نے تو وہیں سے بلند آواز سے پکار کر بشارت دی' یہ آواز سوار سے پہلے مجھ تک پہنچ گئی جب میرے پاس وہ شخص پہنچا جس نے پہاڑی پر سے خوش خبری دی تھی' میں نے اپنے دونوں کپڑے اُتار کر اس خوش خبری سنانے کے عوض میں اسے پہنا دیئے اور خدا کی قسم! میرے پاس اس دن ان کپڑوں کے سوا اور کچھ نہ تھا پھر میں نے بطورِ عاریت دو کپڑے لے کر پہنے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے چل دیا' راستے میں جماعت کی جماعت مجھے توبہ قبول کیے جانے کی مبارک باد دیتی تھی کہ مبارک ہو۔

اللہ نے تمہاری توبہ قبول کی۔ میں مسجد میں داخل ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد صحابہ کرام علیہم الرضوان کا مجمع تھا' مجھے دیکھ کر طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ لپکے اور مصافحہ کیا اور مبارک باد دی۔ خدا کی قسم! مہاجرین میں سے ان کے علاوہ کوئی اور مجھے دیکھ کر نہ کھڑا ہوا میں طلحہ رضی اللہ عنہ کے اس سلوک کو کبھی نہ بھولوں گا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک خوشی سے دمک رہا تھا۔ فرمایا: ''خوش خبری حاصل کرو ایسے دن کی بھلائی کی جب سے تمہاری ماں نے جنا ہوگا ایسا دن نہ گزرا ہوگا۔''

تیرے کرم سے میری سلامت ہے زندگی

میں نے عرض کیا: یہ بشارت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یا اللہ کی جانب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری جانب سے نہیں بلکہ اللہ کی جانب سے ہے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک خوشی کے موقع پر اس طرح منور ہوتا جس طرح کہ چاند کا ٹکڑا اور ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسرت کو اسی چیز سے پہچانتے تھے جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا تو میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری توبہ میں سے یہ بھی ہے کہ میں اپنے تمام مال سے دست بردار ہو جاؤں اور اللہ اور اللہ کے رسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صدقہ کردوں۔'' حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اپنے کچھ مال کو روک لو اس میں تمہارے لیے بھلائی ہے۔''

میں نے عرض کیا: میں اپنا خیبر والا حصہ روک لیتا ہوں اور میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ پاک نے مجھے سچ کی بدولت نجات دی اور میری توبہ میں سے یہ بھی ضروری ہے کہ اب جب تک میری حیات ہے میں سوائے سچ کے کچھ نہ بولوں گا۔ پس

خدا کی قسم! جہاں تک مجھے مسلمانوں کا علم ہے جن کو اللہ پاک نے سچائی میں آزمایا ہے جب سے میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا وعدہ کیا میں نے جھوٹ کا استعمال نہیں کیا اور مجھے اللہ پاک سے اس چیز کی قوی امید ہے کہ اللہ پاک جھوٹ سے میری حفاظت کرے گا جب تک کہ میری زندگی ہے۔

نزولِ آیاتِ قرآنی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ پاک نے یہ آیات نازل فرمائیں:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (سورۂ توبہ رکوع: ۱۴)

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین وانصار کے حال پر بھی جنہوں نے ایسی تنگی کے وقت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چکا تھا پھر اللہ نے اس (گروہ) کے حال پر توجہ فرمائی بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب پر بہت ہی مشفق مہربان ہے اور ان تین شخصوں کے حال پر بھی (توجہ فرمائی) جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب (ان کی پریشانی کی یہاں نوبت پہنچی کہ) زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگی کرنے لگی اور وہ خود اپنی ہی جان سے تنگ آ گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ خدا (کی گرفت) سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اسی کی طرف رجوع

کیا جائے (اس وقت وہ خالص توجہ کے قابل ہوئے) پھر ان کے حال پر (بھی خاص) توجہ فرمائی تا کہ وہ آئندہ بھی رجوع کیا کریں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت توجہ فرمانے والے ہیں' بڑے رحم کرنے والے ہیں۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

خدا کی قسم! جب سے مجھ کو اللہ پاک نے اسلام کی ہدایت دی اللہ پاک نے اس سے بڑا انعام میرے اوپر کبھی نہیں کیا کہ میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ بولا تھا اور یہ بھی اللہ کا بڑا انعام ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹ نہیں بولا جو میری تباہی کا باعث بنتا جیسا کہ وہ لوگ تباہ ہو گئے جنہوں نے جھوٹ بولا۔ اللہ پاک نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے جنہوں نے اس وقت جھوٹ بولا جب کہ وحی اُتر رہی تھی وہ سخت ترین کلمہ اللہ پاک نے ان لوگوں کے لیے کہا جو کسی کے لیے نہ کہا ہوگا:

منافقین کا حال

سَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ۡ وَّمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءً ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ○ (سورۃ توبہ: ع: ۱۲)

''ہاں! اب وہ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھا جائیں گے (کہ ہم معذور تھے) جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے تا کہ تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو سو تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو وہ لوگ بالکل گندے ہیں اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے ان کاموں کے بدلہ میں جو کچھ وہ کیا کرتے تھے یہ اس لیے قسمیں کھائیں گے کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ سو اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تو ایسے شریر لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔''

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم تینوں ان لوگوں سے علیحدہ رہے جن کی ظاہر بیانی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان لوگوں نے قسم کھائی تھی' قبول فرما کر

ان سے بیعت لی اور ان کے لیے استغفار کی اور ہمارے بارے میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک تاخیر سے کام لیا کہ اللہ پاک نے اس بارے میں فیصلہ دیا ہم تینوں کے بارے میں اللہ پاک کا یہ ارشاد ہے: وعلی الثلاثة الذین خلفوا اس آیت میں اللہ پاک نے جو خلفوا فرمایا ہے اس میں ہم لوگوں کے غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ اس میں ہم لوگوں کی توبہ کے مؤخر کیے جانے کا تذکرہ ہے کہ ہماری توبہ ان لوگوں سے مؤخر رکھی گئی جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھوٹی قسمیں کھائی تھیں اور عذر بیان کیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عذر کو قبول کر لیا تھا۔

(خلاصہ مختلف کتب احادیث وسیر ماخوذ از صحابہ کرام علیہم الرضوان کے آنسو)



(۷۱)

مسلمانوں کا ناحق قتل

مسلمان کا خونِ ناحق کرنا جہنم میں لے جانے والا گناہِ کبیرہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دنیا کا ہلاک ہو جانا اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل ہونے سے ہلکا ہے۔
(خزائن العرفان، ص:۱۳۶) قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ○ (النساء، رکوع:۱۳)

''اور جو کوئی جان بوجھ کر مسلمان کو قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' دوسری آیت میں یہ ارشاد فرمایا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ (الانعام، رکوع:۱۹)

''اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی ہے اسے ناحق قتل نہ کرو یہ تمہیں حکم فرمایا ہے کہ تمہیں عقل ہو۔'' ایک دوسری آیت میں یوں ارشاد فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۔ (النساء، رکوع:۴)

''اور اپنی جانیں قتل نہ کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔''

ایک اور آیت میں ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ (الانعام، رکوع:۱۸)

''اور اپنی اولاد کو مفلسی کے باعث قتل نہ کرو ہم تمہیں اور انہیں رزق دیں گے۔''

ایک اور آیت میں یہ بھی فرمایا:

وَاِذَا الْمَوْءُ دَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۔(التکویر)

''اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ کس خطا پر ماری گئی ہے۔''

احادیث مبارکہ

اب اس مضمون کے بارے میں چند حدیثیں بھی پڑھ لیجیے جو بہت رِقت انگیز و عبرت خیز ہیں۔''

۱) حضرت ابوسعید و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر تمام آسمان و زمین والے ایک مسلمان کا خون کرنے میں شریک ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان سبھوں کو منہ کے بل اوندھے کر کے جہنم میں ڈال دے گا۔ (مشکوٰۃ جلد دوم، ص:۳۰۰ بحوالہ ترمذی)

۲) حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قیامت کے دن) مقتول کی رگوں سے خون بہتا ہوگا اور وہ اپنے قاتل کے سر کا اگلا حصہ اپنے ہاتھ سے پکڑے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے خدا (عزوجل) کے حضور حاضر ہوگا کہ اے میرے پروردگار (عزوجل) اس نے مجھ کو قتل کیا ہے یہاں تک کہ وہ عرش کے قریب پہنچ کر خدا (عزوجل) کے دربار میں اپنا مقدمہ پیش کرے گا۔

(مشکوٰۃ، ج:۲، ص:۳۰۱، بحوالہ ترمذی)

۳) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر گناہ کے بارے میں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بخش دے گا لیکن جو شرک کی حالت میں مر گیا اور جس نے کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر دیا ان دونوں کو نہیں بخشے گا۔

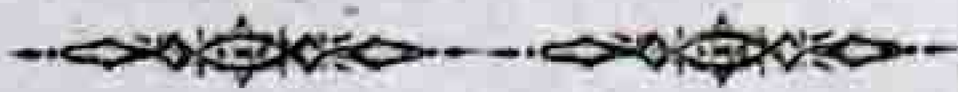
(مشکوٰۃ، ج:۲، ص:۳۰۱، بحوالہ ابوداؤد وغیرہ)

۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ایک مسلمان کے قتل میں مدد کرے اگرچہ ایک لفظ بول کر

ہی مدد کرے تو وہ اس حال میں (قیامت کے دن) اللہ (عزوجل) کے دربار میں حاضر ہوگا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان یہ لکھا ہوگا کہ یہ اللہ (عزوجل) کی رحمت سے مایوس ہو جانے والا ہے۔ (مشکوۃ، ج:۲، ص:۳۰۲، بحوالہ ابن ماجہ)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کسی مسلمان کو قتل کرنا بہت ہی سخت گناہِ کبیرہ ہے پھر اگر مسلمان کا قتل اس کے ایمان کی عداوت سے ہو یا قاتل مسلمان کے قتل کو حلال جانتا ہو تو یہ کفر ہوگا اور قاتل کافر ہو کر ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں جلتا رہے گا اور اگر صرف دنیاوی عداوت کی بناء پر مسلمان کو قتل کر دے اور اس قتل کو حلال نہ جانے جب بھی آخرت میں اس کی یہ سزا ہے کہ وہ مدت دراز تک جہنم میں رہے گا۔

دنیا میں مقتول کے وارثوں کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہیں تو قاتل کو قتل کر کے قصاص لے لیں اور اگر چاہیں تو ایک سو اونٹ یا اس کی قیمت قاتل سے بطورِ خون بہا کے لے لیں اور اگر چاہیں تو قاتل کو معاف کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم



(۷۲)

لوگوں کو مشکلات سے نکالنے والا امام

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک سید کے بیٹے کے جنازہ کے لیے تشریف لے گئے جس میں کوفہ کے بڑے بڑے لوگ اور بڑے بڑے علماء (قاضی وغیرہ) بھی تھے اس لڑکے کی ماں شدتِ غم کی وجہ سے ننگے سر اور ننگا چہرہ باہر آئی اور جنازہ پر اپنا دوپٹہ ڈال دیا جب اس کے خاوند نے یہ کیفیت دیکھی تو اس کو اپنی بے عزتی سمجھا تو اس نے کہا اگر تو اسی جگہ سے نہ لوٹے تو تجھے طلاق' یہ سن کر عورت نے قسم کھالی کہ اگر ہیں جنازہ سے پہلے لوٹوں تو میرے سارے غلام آزاد (ابھی جنازہ راستہ میں تھا) یہ سن کر لوگ رُک گئے اور کسی نے اس بارے میں کوئی بات نہ کہی اس شخص نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی بات اور بیوی کی قسم کا ذکر کیا تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا: تو اپنی بات دوبارہ کہہ اس نے دوبارہ کہا تو فرمایا (صفیں درست کرلو اور جو لوگ جنازگاہ جاچکے ہیں ان کو یہیں بُلالو) پھر جنازہ پڑھانے کا حکم دیا پھر عورت کو لوٹ جانے کا حکم دیا (کیونکہ اب نہ طلاق واقع ہوئی اس لیے کہ عورت اسی جگہ سے لوٹ گئی اور نہ اس کے غلام آزاد ہوئے کیونکہ وہ جنازہ کے بعد گئی) یہ فیصلہ دیکھ کر قاضی ابن شبرمہ رحمۃ اللہ علیہ چلا اُٹھے کہ (اے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) اب عورتیں تجھ جیسا بچہ جننے سے عاجز آگئیں۔ تیرے لیے علم سے مسئلہ نکالنے میں کوئی مشقت نہیں۔ (الخیرات الحسان)

اور دہریے لاجواب ہوگئے

دہریوں کی ایک جماعت نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو قتل کرنا چاہا (اس پر کہ وہ

اس مخلوق کے خالق کے قائل ہیں) امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پہلے مناظرہ کرلو پھر جو تمہارا ارادہ ہو کرلینا۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم کیا کہتے ہو ایک کشتی سامان سے بھری ہوئی بڑا وزن لے کر ایسے سمندر میں جس میں بڑے طوفان بڑی لہریں اُٹھتی ہیں بغیر ملاح کے چلتی ہے۔ وہ کہنے لگے یہ تو ممکن نہیں۔

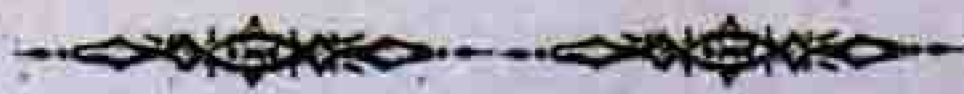
امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ بات عقل کے مطابق ہے کہ یہ دنیا جس میں تبدیلی اور اس کے احوال بدلنا اور اس کے امور کا تغیر وغیرہ یہ سب کسی صانع اور مدبر کے بغیر ہی چل رہے ہیں اس پر انہوں نے توبہ کی اور اپنی تلواریں نیام میں ڈال کر چلے گئے۔ (فقاہت امام ابوحنیفہ)

☆...... محدثین میں سے ایک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی غیبت کرتے ایسی مصیبت میں پھنس گئے کہ اس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ واقعہ یہ ہوا کہ اس نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو آج کی رات مجھ سے طلاق طلب کرے اور میں تجھے طلاق نہ دوں تو تجھے طلاق۔ عورت نے کہا اگر میں آج کی رات طلاق طلب نہ کروں تو میرا غلام آزاد یہ لاینحل مسئلہ جب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش ہوا تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تو طلاق طلب کر (اس نے طلاق طلب کی) اور مرد سے کہا تو یوں کہہ تجھے طلاق ہے اگر تو چاہے پھر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں سے کہا جاؤ کسی پر کچھ (کفارہ وغیرہ نہ طلاق نہ غلام آزاد) نہیں پھر اس شخص سے کسی نے کہا: جس نے تجھے ایسا مسئلہ لاینحل بتایا ہے اس کی بدخوئی سے توبہ کر اس نے توبہ کی پھر وہ ہر نماز کے بعد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے دعائے خیر کرتے تھے۔ (ایضاً)

دیوار میں کھڑکی کا مسئلہ

ایک شخص نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ میں اپنی دیوار میں کھڑکی کھولنا چاہتا ہوں۔ امام صاحب نے فرمایا بالکل کھولو لیکن پڑوسی کے گھر میں نہ جھانکنا اس کے پڑوسی نے قاضی ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت میں شکایت کی تو قاضی صاحب نے

صاحبِ خانہ کو کھڑکی کھولنے سے منع کر دیا اس نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آ کر قاضی صاحب کی شکایت کی۔ امام صاحب نے کہا تو دروازہ کھول لے (جب اس نے ارادہ کیا) تو اس کے پڑوسی نے پھر قاضی ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے صاحبِ خانہ کو منع کر دیا اس نے پھر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے آ کر کہا: امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تیری دیوار کتنے کی ہے اس نے کہا تین دینار کی فرمایا اس کو گرا دے میں تمہیں تین دینار دے دوں گا (جب اس نے گرانے کا ارادہ کیا) تو اس کے پڑوسی نے پھر قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی تو قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا وہ اپنی دیوار گرانا چاہتا ہے تو مجھے کہتا ہے کہ میں اس کو منع کر دوں؟ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے صاحبِ دیوار سے کہا جا گرا دے جو چاہے کر تو اس کے پڑوسی نے کہا پھر کھڑکی بہتر ہے (اس وقت آپ کھڑکی کی اجازت نہیں دیتے تھے اب دیوار گرانے کی اجازت دے رہے ہو)۔ قاضی صاحب نے (پریشان ہو کر) کہا جب وہ ایسے شخص کے پاس جاتا ہے جو میری غلطی کو ظاہر کرتا ہے (یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس) جب میری غلطی واضح ہو گئی تو اب میں کیا کروں سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں۔ (الخیرات الحسان)



(۷۳)

احسان مند سانپ

منقول ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں مالک بن حریم ہمدانی اپنی قوم کے چند افراد کے ہمراہ (مکہ شریف کے بازار) عکاظ کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں لوگوں کو شدید پیاس لگی لیکن آس پاس کہیں پانی موجود نہ تھا بالآخر انہوں نے مجبور ہو کر ہرن شکار کیا اور اس کا خون پی کر گزارہ کیا جب سارا خون ختم ہو گیا تو اسے ذبح کیا اور لکڑیاں ڈھونڈنے چلے گئے۔ مالک اپنے خیمے میں سو گیا اس کے ساتھیوں نے راستہ میں ایک سانپ دیکھا تو اسے مارنے کے لیے دوڑے، سانپ خیمے میں داخل ہو گیا۔ لوگوں نے پکار کر کہا:

''اے مالک! تیرے قریب خطرناک سانپ ہے، جلدی سے اسے مار ڈال۔''

لوگوں کی چیخ و پکار سن کر مالک جاگ گیا اس نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا اژدہا اس کے خیمے میں پناہ لیے ہوئے ہے اور لوگ اسے مارنا چاہتے ہیں اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ''میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم میں سے کوئی بھی اسے نقصان نہ پہنچائے، میں تمہاری طرف سے اسے کافی ہوں۔''

چنانچہ لوگ اسے مارنے سے رُک گئے اور اژدہا صحیح و سالم ایک جانب چلا گیا پھر مالک نے اس طرح کہا:

''مجھے میرے قابلِ تعظیم ساتھی نے پڑوسی کی تکریم کی وصیت کی لہٰذا میں نے اپنے پڑوسی کی اس وقت حفاظت کی جب کوئی اس کا محافظ نہ تھا۔ اے لوگو! میں تم پر فدا ہو جاؤں کہ تم نے میرے پڑوسی کو چھوڑ دیا اگرچہ وہ سانپ ہے

اور تم اس کا خون ہرگز نہیں بہا سکتے جو پناہ لے چکا کیونکہ اس کو پناہ دینے والا اس کا ضامن ہے اور ہر طرف سے اس کی حفاظت کرنے والا ہے۔''

اس کے بعد مالک اور اس کے ساتھیوں نے جانب منزل کوچ کیا' راستہ میں انہیں ایسی شدید پیاس لگی کہ زبانیں خشک ہو گئیں پھر اچانک ایک آواز سنائی دی:

''اے مسافرو! اگر تم سارا دن اپنے جانوروں کو چلاتے رہو تب بھی آج پانی تک نہیں پہنچ سکتے ہاں! ایسا کرو کہ تم دن بھر چلو پھر ''شامہ'' چلے جاؤ وہاں تمہیں ایک ریت کے ٹیلے کے پاس بہت سا پانی مل جائے گا اور تمہاری کمزوری دُور ہو جائے گی یہاں تک کہ تم خوب پانی پینا اور اپنی سواریوں کو پلانا اور مشکیزے بھی بھر لینا۔''

یہ غیبی آواز سن کر سب لوگ ''شامہ'' پہنچے وہاں ایک پہاڑی کی جڑ سے چشمہ بہہ رہا تھا' سب نے خوب سیر ہو کر پانی پیا' سواریوں کو پلایا' مشکیزے اور برتن بھی بھر لیے اور ''عکاظ'' کی جانب چل دیئے۔ واپسی پر اسی مقام پر پہنچے جہاں پانی کا چشمہ تھا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اب اس چشمے کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ وہ ابھی حیرت کی وادیوں میں گم تھے کہ ایک غیبی آواز سنائی دی' کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا:

''اے مالک! میری طرف سے اللہ تعالیٰ تجھے اچھی جزا عطا فرمائے۔ یہ میری طرف سے تمہیں الوداع اور سلام ہے۔ ہرگز کسی کے ساتھ نیکی کرنا نہ چھوڑنا۔ بے شک! جو کسی کو بھلائی سے محروم کرتا ہے وہ خود بھی ضرور محروم کیا جاتا ہے اور خیر خواہی و بھلائی کرنے والا اپنی موت تک قابلِ رشک رہتا ہے۔ فائدہ اُٹھا کر ناشکری کرنا بہت بُری عادت ہے۔ سنو! میں وہی سانپ ہوں جس کو تم نے موت سے نجات دی تھی' میں نے اس احسان کا شکریہ ادا کر دیا کیونکہ شکریہ ادا کرنا قابلِ رشک شے اور بہت ضروری امر ہے۔''

پھر وہ غیبی آواز بند ہو گئی اور سارے مسافر حیرت سے منہ کھولے رہ گئے۔

(عیون الحکایات)

(۷۴)

حضرت ابوذر غفاری کا قبولِ اسلام

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ قبیلہ غفار کے ایک فرد تھے' انہیں خبر پہنچی کہ مکہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں۔ انہوں نے اپنے بھائی سے کہا: ''اس شخص کے پاس جاؤ اس سے گفتگو کرو پھر مجھے اس کی خبر دو۔''

وہ روانہ ہوئے' مکہ پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی پھر اپنے بھائی ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آ گئے۔ ابوذر نے پوچھا: ''کیا خبر لائے؟''

انہوں نے کہا: ''اللہ کی قسم! میں نے ایک شخص کو دیکھا ہے کہ وہ خیر اور مکارم اخلاق کا حکم دیتا ہے' بُرائی سے روکتا ہے اس کا کلام حقیقت پر مبنی ہے' شعر و شاعری نہیں ہے۔''

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''تم نے اپنی خبر سے میری تشفی نہیں کی۔''

انہوں نے دامن جھاڑا اور اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اپنا تھیلا' پانی کا مشکیزہ' توشہ اور عصا سنبھالا اور مکہ آن پہنچے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے نہیں تھے اور کسی سے پوچھنا بھی نہیں چاہتے تھے۔ وہ زمزم کا پانی پیتے رہے اور مسجد ہی میں ٹھہر گئے یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ رات کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزرے' انہوں نے خیال کیا کہ یہ شخص مسافر معلوم ہوتا ہے' دریافت کیا تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے تصدیق کی: ''ہاں! میں مسافر ہوں۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''تو آؤ گھر چلو۔''

وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل دیے۔ دونوں چُپ چاپ رواں دواں

تھے نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کچھ پوچھا نہ انہوں نے انہیں کچھ بتلایا۔ صبح ہوئی تو وہ پھر مسجد آ گئے تاکہ کسی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتا پتہ معلوم کریں لیکن کوئی آدمی ایسا نہ ملا جو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ بتاتا یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر وہاں سے گزرے اور انہیں اپنے ساتھ لے گئے۔ صبح ہوئی تو وہ پھر مسجد آ گئے اور مسجد ہی میں قیام فرما رہے یہاں تک کہ رات ہو گئی حسبِ معمول حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر ان کے پاس سے گزرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

''کیا تمہیں ابھی تک اپنی منزل معلوم نہیں ہوئی؟''

انہوں نے کہا: ''ابھی معلوم نہیں ہو سکی۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میرے ساتھ چلو۔''

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''تم اس شہر میں کس غرض سے آئے ہو؟''

وہ بولے: ''اگر تم ظاہر نہ کرو تو بتاؤں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں تمہاری بات کسی پر ظاہر نہ کروں گا۔''

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ یہاں ایک شخص ہے اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ پہلے میں نے اپنے بھائی کو بھیجا تھا کہ اس سے گفتگو کرے۔ وہ واپس آیا لیکن اس کی خبر سے مجھے تسلی نہیں ہوئی لہٰذا اب میں خود ہی اس شخص سے ملنے آیا ہوں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم صحیح شخص کے پاس پہنچ گئے ہو۔ میں اس وقت وہیں جا رہا ہوں، تم بھی میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ جہاں میں جاؤں تم بھی وہیں داخل ہو جانا اگر مجھے کسی شخص سے کسی قسم کا اندیشہ ہو گا تو میں دیوار کے قریب رُک جاؤں گا اور ظاہر یہ کروں گا کہ میں اپنی جوتی ٹھیک کر رہا ہوں مگر تم برابر چلتے رہنا۔''

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل پڑے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ

عنہ نے عرض کیا: ”مجھے اسلام کے بارے میں بتائیے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینِ حنیف کی وضاحت فرمائی تو انہوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔

ہر جفا ہر ستم گوارا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہِ شفقت فرمایا:

”ابوذر! ابھی اس بات کو خفیہ رکھو اپنے شہر لوٹ جاؤ جب ہمارے غلبہ کی خبر ملے تو ہمارے پاس آ جانا۔“

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: ”قسم اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ معبوث کیا ہے! میں ان لوگوں کے سامنے اعلانِ حق کروں گا۔“

پھر وہ مسجد گئے وہاں قریش موجود تھے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اے قریش کی جماعت! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔“

کفار میں غصے اور تشویش کی لہر دوڑ گئی۔ انہوں نے کہا: ”اس بے دین کی خبر لو۔“

لوگ کھڑے ہوئے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو مارنے لگے۔ اتنا مارا کہ وہ مرنے کے قریب ہو گئے اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ آ پہنچے۔ وہ ابوذر رضی اللہ عنہ پر جھک گئے پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا: ”نادانو! تمہاری خرابی ہو تم غفار کے آدمی کو قتل کر رہے ہو؟ ان کا شہر تمہاری تجارتی منڈی کی گزرگاہ ہے اسے مار کر وہاں سے کیسے گزرو گے؟“

یہ سن کر لوگ ان کے پاس سے ہٹ گئے۔ دوسرے دن صبح طلوع ہوئی تو انہوں نے حمایت حق میں پھر وہی کلمے دہرائے۔ لوگوں نے پھر کہا اس کی خبر لو انہوں نے پھر اسی طرح ان کی پٹائی کی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ پھر آئے ان پر جھک گئے اور وہی بات جتلائی جو پہلے دن کہی تھی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ واپس چلے آئے اور اپنی قوم

سے اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا۔ (صحیح البخاری، حدیث: ۳۵۲۲، ۳۸۶۱)

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد ابوذر رضی اللہ عنہ اپنی والدہ اور بھائی انیس کے ساتھ پھر مکہ روانہ ہوئے، مکہ کے سامنے پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ انیس نے کہا: ''مجھے مکہ میں کچھ کام ہے، میں مکہ جاتا ہوں، تم یہیں ٹھہرو۔''

ابوذر رضی اللہ عنہ وہیں ٹھہر گئے۔ انیس گئے خاصی دیر کے بعد آئے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''اتنی دیر کیوں لگائی؟''

وہ کہنے لگے: ''میں مکہ میں ایک شخص سے ملا، وہ تمہارے دین پر ہے، وہ کہتا ہے کہ اللہ نے اسے بھیجا ہے۔'' ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''لوگ اسے کیا کہتے ہیں؟''

انیس نے کہا: ''لوگ اسے شاعر، کاہن اور جادوگر کہتے ہیں۔''

انیس خود بھی شاعر تھے، کہنے لگے: ''میں نے کاہنوں کی باتیں بھی سن رکھی ہیں لیکن جو کلام یہ شخص پڑھتا ہے وہ کاہنوں کا کلام نہیں۔ میں نے اس کے کلام کا موازنہ شاعروں کے کلام سے بھی کیا لیکن کسی شخص کی زبان پر ایسے مؤثر اور موزوں شعر نہیں آسکتے۔ اللہ کی قسم! وہ سچا ہے اور اس کے مخالف لوگ جھوٹے ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ''اب تم یہیں رہو، میں اسے جا کر دیکھتا ہوں۔''

کافروں کا ظلم وستم

وہ مکہ آئے ایک ناتواں شخص کو منتخب کیا اس سے پوچھا: ''وہ شخص کہاں ہے جسے تم صابی کہتے ہو؟'' اس فتنہ پرور ناتواں شخص نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی بات سنتے ہی شور مچا دیا اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے کہا: ''یہ صابی آگیا ہے۔''

یہ سن کر سارے وادی والے ڈھیلے اور ہڈیاں لے کر ان پر پل پڑے اتنا مارا کہ وہ بے ہوش ہو گئے۔ ہوش آیا تو پھر کھڑے ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ خون آلود ہونے کی وجہ سے وہ ایک لال بت معلوم ہو رہے ہیں فوراً زمزم کے پاس گئے۔ خون دھویا، پانی پیا پھر تیس دن وہاں ٹھہرے، زمزم کے علاوہ ان کے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں تھی لیکن

محض زم زم کا پانی پی پی کر ہی وہ موٹے تازے اور شگفتہ وشاداب ہو گئے اور فاقوں کے باوجود ناتوانی کا ذرہ بھر احساس نہیں ہوا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے چاندنی رات تھی' مکہ والے سو رہے تھے اس وقت بیت اللہ خالی تھا' کوئی شخص طواف نہیں کر رہا تھا صرف دو عورتیں موجود تھیں وہ اساف اور نائلہ نامی بتوں کو پکار رہی تھیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اساف کا نکاح نائلہ سے کر دو وہ پھر بھی باز نہیں آئیں' بتوں کو پکارتی رہیں جب وہ دوبارہ ان کے پاس سے گزریں تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پھر ان بتوں کو بُرا بھلا کہا۔ دونوں عورتیں بہت چلائیں اور پاؤں پٹختی ہوئی چلی گئیں۔ وہ کہہ رہی تھیں: ''کاش! اس وقت کوئی ہمارا آدمی ہوتا''۔ راستے میں ان عورتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ملے' وہ پہاڑ سے اُتر رہے تھے انہوں نے ان عورتوں سے پوچھا: ''کیا بات ہے؟'' انہوں نے کہا: ''ادھر ایک صابی آیا ہوا ہے۔ کعبہ کے پردوں میں چھپا بیٹھا ہے۔''

انہوں نے پوچھا: ''وہ کیا کہتا ہے؟'' عورتوں نے کہا: ''وہ فحش بات کہتا ہے۔''

دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد میں) تشریف لائے۔ حجرِ اسود کو بوسہ دیا پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے طواف کیا اور نماز پڑھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللهِ ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: ''تم کون ہو؟''

ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''غفار کا ایک شخص ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اُٹھایا اور اپنی مبارک انگلیاں اپنی پیشانی پر رکھیں۔ ابوذر رضی اللہ عنہ یہ سمجھے کہ غفار کہنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزرا ہے۔ وہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ تھامنے کے لیے آگے بڑھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے زیادہ جانتے تھے اس لیے انہوں نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو روکا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اُٹھایا اور پوچھا: ''تم کب یہاں آئے؟''

ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''تیس دن ہو گئے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''تمہیں کھانا کون کھلاتا ہے؟''

ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''زم زم کے پانی کے علاوہ مجھے کھانے پینے کو اور کچھ نہیں ملا۔ میں اسی سے موٹا ہو گیا ہوں۔ بھوک یا ناتوانی بھی معلوم نہیں ہوتی۔''

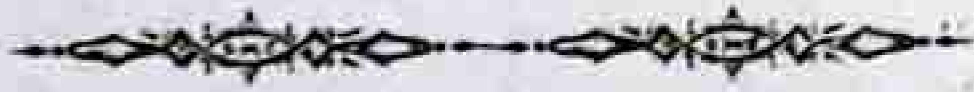
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زم زم کا پانی برکت والا ہے' یہ کھانے کی طرح پیٹ بھر دیتا ہے۔'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ''آج مجھے انہیں کھانا کھلانے کی اجازت دیجیے۔''

پھر وہ چلے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا دروازہ کھولا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو اطمینان سے بٹھایا پھر انہیں طائف کی کشمش نکال نکال کر کھلانے لگے۔ یہ پہلا کھانا تھا جو انہوں نے مکہ میں کھایا' وہ کچھ دیر وہاں ٹھہرے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے ایک کھجور والی زمین دِکھائی گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ یثرب کے علاوہ کوئی اور جگہ نہیں ہے لہٰذا تم ابھی چلے جاؤ اور اپنی قوم میں تبلیغ کرو۔ ممکن ہے اللہ تمہارے ذریعے سے انہیں نفع پہنچائے اور تمہیں ثواب عطا فرمائے۔''

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ وہاں سے رخصت ہو گئے۔ انیس کے پاس آئے۔ انیس نے پوچھا: ''تم نے کیا کیا؟'' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں مسلمان ہو گیا ہوں اور ان کی نبوت کی تصدیق کرتا ہوں۔'' انیس نے کہا: ''تمہارے دین سے مجھے بھی نفرت نہیں ہے' میں بھی اسلام قبول کرتا ہوں۔''

پھر وہ دونوں اپنی والدہ کے پاس گئے' انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا اب انہوں نے اونٹوں پر اپنا سامان لادا اور اپنی قوم غفار میں پہنچے۔ ان کی تبلیغ و دعوت سے آدھی قوم مسلمان ہو گئی باقی آدھی قوم نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائیں گے تو ہم بھی مسلمان ہو جائیں گے۔ ان لوگوں نے اپنا وعدہ پورا کیا جونہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو باقی قوم بھی مسلمان ہو گئی۔

(صحیح مسلم حدیث: ۲۴۷۳' ۲۴۷۴)



(۷۵)

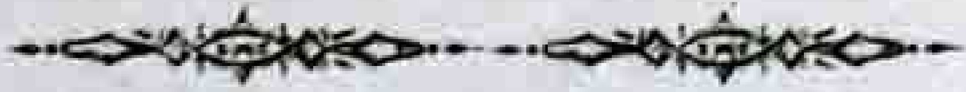
نور والا آیا ہے

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ سَمِعَ بِحَدِيْثٍ قَالَ رُجُلَانِ يُحَدِّثُ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ وَكَعْبٌ خَلْفَهُمَا يَسْمَعُ لَايَعْلَمَانِ بِمَكَانِهٖ اِذْ قَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ: رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ اَوْ قَالَ رَأَيْتُ الْبَارِحَةَ كُلَّ نَبِيٍّ فِى الْاَرْضِ . مَعَ كُلِّ نَبِيٍّ مِّنْهُمْ اَرْبَعَةُ مَصَابِيْحَ مِصْبَاحٌ بَيْنَ يَدَيْهِ وَمِصْبَاحٌ خَلْفَهٗ وَمِصْبَاحٌ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَمِصْبَاحٌ عَنْ يَّسَارِهٖ . وَمَعَ كُلِّ رَجُلٍ مِّمَّنْ مَّعَهٗ مِصْبَاحٌ . اِذْ قَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ فَاَضَاءَتِ الْاَرْضُ . كُلُّ شَعْرَةٍ فِىْ رَأْسِهٖ مِصْبَاحٌ . قُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ قَالُوْا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . فَقَالَ كَعْبٌ لِلْمُحَدِّثِ يَا عَبْدِ اللهِ عَمَّنْ تُحَدِّثُ؟ قَالَ: عَنْ رُؤْيَا الْبَارِحَةَ . فَقَالَ كَعْبٌ وَّاللهِ لَكِنَّكَ نَشَرْتَ التَّوْرَاةَ فَقَرَاْتَ هٰذَا فِيْهَا .

''حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ انہوں نے یہ حدیث سنی کہ دو آدمی آپس میں گفتگو کر رہے تھے' ان میں سے ایک آدمی دوسرے کو بتا رہا تھا جب کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے پیچھے ان کی باتیں سن رہے تھے جب کہ انہیں معلوم نہ تھا۔ وہ آدمی اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ میں نے گزشتہ رات خواب دیکھا کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام زمین پر موجود ہیں ہر ہر نبی کے ساتھ چار چار چراغ

ہیں۔ایک چراغ ان کے سامنے‘ایک پیچھے‘ایک دائیں اور ایک بائیں ہیں اور ان کے ہر اُمتی کے پاس ایک ایک چراغ ہے لیکن ایک ہستی ایسی ہے کہ اس کے سر کے ہر ہر بال میں چراغ ہے جس کی روشنی سے زمین چمک رہی ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا: یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کرنے والے سے کہا: اے اللہ کے بندے! یہ روایت تم نے کس راوی سے بیان کی ہے؟اس نے جواب دیا کہ میں نے گزشتہ رات خواب دیکھا ہے حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! تم نے ضرور تورات کھولی ہے اور تم نے اسی میں پڑھا ہے۔“

(ابن عساکر‘ ج:۳‘ ص:۳۹۰‘ نوادر الاصول (حکیم ترمذی) ج:۱‘ ص:۲۳۱‘ خصائص کبریٰ (سیوطی) ج:۱‘ ص:۲۸‘ مختصر ابن منظور‘ ج:۲‘ ص:۴۲‘ الوفاء (ابن جوزی) ص:۳۵‘ السیرۃ النبوۃ (احمد بن زینی دحلان) ج:۱‘ ص:۳۲۸‘ حجۃ اللہ علی العالمین (نبہانی) ج:۱‘ ص:۲۱۰)



(۷۶)

کھانے میں برکت

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب سے نکاح فرمایا تو (میری والدہ ماجدہ) اُم سلیم نے مجھ سے فرمایا:

''کاش! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی ہدیہ پیش کریں۔'' میں نے عرض کی: ''ایسا ہی کیجیے۔''

پس انہوں نے کھجوریں' گھی اور پنیر ہانڈی میں ڈال کر حلوہ تیار کیا اور پھر میرے ہاتھوں آپ کی خدمت میں روانہ کیا۔ میں اسے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھ سے فرمایا: ''اسے رکھ دو۔''

اور حکم دیا: ''فلاں فلاں آدمیوں کو بُلا لاؤ اور ان کے علاوہ اور جتنے ملیں انہیں بھی۔''

ان کا بیان ہے کہ میں نے وہی کیا جو آپ نے حکم فرمایا تھا جب میں لوٹ کر واپس آیا تو دیکھا کہ کاشانۂ اقدس حاضرین سے بھرا ہوا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا:

''وہ کتنے آدمی تھے؟'' فرمایا: ''تقریباً تین سو۔''

پس میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ اقدس حلوہ پر رکھا اور جو اللہ نے چاہا' وہ پڑھا پھر آپ نے اس کھانے کے لیے دس آدمیوں کو بُلایا اور ان سے فرمایا:

''اللہ کا نام لے کر کھاؤ اور ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے۔''

وہ فرماتے ہیں: ”جب (دس دس کر کے) سب کھا چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے انس! اس برتن کو اُٹھا دو۔“

حضرت انس کہتے ہیں: ”میں فیصلہ نہیں کر سکا کہ جس وقت میں نے برتن رکھا اس وقت اس میں کھانا زیادہ تھا یا جب میں نے وہ برتن اُٹھایا اس وقت کھانا زیادہ تھا۔“

(بخاری کتاب النکاح، مسلم، مشکوۃ)

جو لائے ہیں وہ کھلا بھی سکتے ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اُم سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا: ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز میں نقاہت محسوس کی ہے، لگتا ہے آپ کو بھوک لگی ہے کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟“ انہوں نے کہا: ”ہاں!“

پھر انہوں نے جو کی کچھ روٹیاں نکال کر ان کو اپنے دوپٹے میں لپیٹا اور ان کو میرے کپڑوں کے نیچے چھپا دیا اور کپڑے کا کچھ حصہ مجھ پر ڈال دیا پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ان روٹیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا، میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ کچھ صحابہ علیہم الرضوان بھی تھے۔ میں ان کے پاس کھڑا ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تم کو ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟“ میں نے کہا: ”ہاں!“

آپ نے فرمایا: ”کیا کھانے کے لیے؟“

میں نے کہا: ”جی ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے کہا چلو۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے چل پڑا حتیٰ کہ میں نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ

کے پاس جا کر ان کو یہ خبر دی۔ حضرت ابوطلحہ نے کہا:

"اے اُم سلیم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سب لوگوں کو لے کر آ گئے ہیں لیکن ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں ہے کہ ان کو کھلا سکیں۔"

کھانے پہ کچھ پڑھنا

انہوں نے کہا: "اللہ اور اس کا رسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ آئے حتیٰ کہ وہ دونوں گھر میں داخل ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے اُمِ سلیم! جو کچھ تمہارے پاس ہے' وہ لے آؤ!"

وہ جا کر ان روٹیوں کو لے آئیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان روٹیوں کو توڑنے کا حکم دیا سو ان کو توڑا گیا (یعنی ان کے ٹکڑے کیے گئے) حضرت اُم سلیم کے پاس گھی کا ایک کُپہ تھا' وہ انہوں نے ان روٹیوں پر نچوڑ دیا وہ سالن کے قائم مقام ہو گیا پھر اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی مشیت سے کچھ پڑھا۔ پھر فرمایا:

"دس دس آدمیوں کو آنے کی اجازت دو۔"

انہوں نے دس آدمیوں کو اجازت دی۔ انہوں نے کھانا کھایا حتیٰ کہ سیر ہو گئے اور پھر چلے گئے۔ پھر فرمایا: "دس آدمیوں کو آنے کی اجازت دو۔"

پھر انہوں نے کھانا کھایا حتیٰ کہ سیر ہو کر چلے گئے۔ پھر فرمایا: "دس آدمیوں کو آنے کی اجازت دو۔" (یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا) حتیٰ کہ پوری قوم کھا کر سیر ہو گئی اور ان کی کل تعداد ستر یا اسی تھی۔ (مسلم' کتاب الاشربہ' مشکوٰۃ کتاب الفضائل)

☆......اس سے ملتی جلتی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جس میں ایک ہزار آدمیوں کا ذکر ہے۔ (ایضاً)

(۷۷)

حضرت ابوبکر صدیق اور انکے والد ماجد رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما وغیرہ سے روایت ہے کہ جس دن کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کی گئی۔ آپ اپنی زوجہ حبیبہ بنت خارجہ بن زید بن ابی زہیر جو قبیلہ حارث بن خزرج سے تھیں' ان کے پاس موضع سخ میں تھے' آپ نے اپنے لیے حجرہ اون سے بنا رکھا تھا اس کے اوپر کوئی اور اضافہ نہیں کیا یہاں تک کہ آپ اپنے اس مکان میں منتقل ہو گئے جو مدینہ میں تھا' آپ اپنے اسی مقام میں جو سخ میں تھا' بیعت کے بعد بھی چھ ماہ تک رہے پا پیادہ مدینہ آتے جاتے رہے' کبھی اپنے گھوڑے پر سوار ہو جاتے ایک تہبند باندھے رہتے اور ایک گیرو میں رنگی ہوئی چادر اوڑھے رہتے۔ آپ وہاں سے مدینہ آتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے' عشا کی نماز پڑھ کر موضع سخ اپنے گھر والوں کے پاس چلے جاتے جب آپ موجود ہوتے تو لوگوں کو نماز پڑھاتے جس دن آپ حاضر نہ ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے' جمعہ کے دن اوّل دن میں آپ سخ ہی میں رہتے سر اور ڈاڑھی پر خضاب فرماتے اور اس وقت وہاں سے تشریف لاتے کہ لوگوں کو جمعہ پڑھاتے' تجارت کیا کرتے تھے ہر دن صبح کے وقت بازار میں خرید و فروخت کرتے اور آپ کے پاس بکریوں کا ایک ریوڑ تھا جو شام کے وقت واپس آتا تھا بسا اوقات ان کے چرانے کے لیے خود تشریف لے جاتے اور کبھی کوئی اور ان کے لیے بکریوں کو چرالاتا' قبیلہ کی بکریوں کا دودھ دوھ دیتے جب آپ سے بیعتِ خلافت کی گئی قبیلہ کی ایک جاریہ نے کہا: اب تو

ہمارے لیے ہمارے گھروں کے جانور نہ دوہے جائیں گے۔ یہ بات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سن لی۔

خلیفہ وقت لوگوں کے لئے دودھ دوہ رہا ہے

فرمایا ایسا نہیں ہے میری عمر کی قسم! میں ان بکریوں کا دودھ تمہارے لیے ضرور دوہوں گا اور مجھے یہ امید ہے کہ جس کام میں داخل ہوا ہوں یہ میری ان عادتوں میں تبدیلی نہ کرے گا جو میں کیا کرتا تھا چنانچہ آپ قبیلوں کی بکریوں کا دودھ دوہتے رہے اور بسا اوقات قبیلہ کی اس لڑکی سے فرماتے: ”اے بچی! کیا تجھے پسند ہے کہ تیرے لیے دودھ میں جھاگ اُٹھا دوں؟ یا جھاگ نہ اُٹھاؤں؟“ کبھی وہ بچی کہتی: ”جھاگ نہ اُٹھائیے“۔

پس جس طرح پر وہ لڑکی کہتی آپ ویسے ہی کرتے پس اسی طرح خلافت کے بعد چھ ماہ سخ میں ٹھہرے اس کے بعد آپ مدینہ ہی آ گئے اور وہاں رہنے لگے اور اپنے کام (خلافت) میں غور کرنے کے بعد فرمایا: ”خدا کی قسم! تجارت کے ہوتے ہوئے لوگوں کا کام ٹھیک نہیں ہوسکتا‘ لوگوں کا کام جبھی صلاحیت پذیر ہوگا جب ان کے لیے ہر کام سے فراغت حاصل کی جائے اور ان کے حالات میں غور وفکر کی جائے اور میرے بال بچوں کے لیے وہ چیز بھی ضروری ہے جس سے ان کی گزر اوقات ہو سکے چنانچہ آپ نے تجارت چھوڑ دی اور بیت المال سے روزانہ کے لیے صرف اتنی مقدار لیتے تھے کہ جس سے اپنی اور اپنے بال بچوں کی گزر اوقات ہو اور حج اور عمرہ کرلیں اور وہ مقدار جو آپ کے لیے سالانہ مقرر کی گئی چھ ہزار درہم تھی جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا فرمایا: جو کچھ ہمارے پاس مسلمانوں کا مال ہے اسے واپس کرو میں اس مال سے ایک پائی بھی نہیں لینا چاہتا۔ میری وہ زمین جو فلاں جگہ ہے اور فلاں جگہ ہے مسلمانوں کے لیے ہے اس کے بدلے کہ جو میں نے ان کے مال سے (بیت المال) سے لیا ہے۔“

چنانچہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالہ کی اور اس کے علاوہ دودھالی اونٹنیاں اور

سیقل کرنے والا غلام اور ایک چادر جو پانچ درہم کی تھی' یہ بھی دی اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آپ نے اپنے بعد والے کو مشقت میں ڈال دیا۔''

اے اباجان آپ نہ کھڑے ہوں

اور ان راویوں نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ۱۱ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا اور خود عمرہ کے لیے رجب ۱۲ھ میں تشریف لے گئے۔ مکہ معظّمہ میں چاشت کے وقت داخل ہوئے' اپنے مکان پہ پہنچے۔ آپ کے والد حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے' ان کے پاس چند نوجوان بیٹھے ہوئے ان سے بات کر رہے تھے اتنے میں ان سے کہا گیا کہ یہ تمہارے صاحب زادہ آ گئے۔ حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر کھڑے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جلدی کی کہ اپنی اونٹنی کو بٹھائیں اور اس سے اُتر پڑے اور اونٹنی کھڑی ہوئی تھی اور کہنا شروع کیا: ''اے اباجان! آپ نہ کھڑے ہوں۔''

یادِ مصطفیٰ اور صحابہ کی آہ و بکا

پھر اپنے والد سے ملے اور والد کو سینے سے چمٹا لیا اور حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی چُوم لی اور بڑے میاں نے آپ کی آمد کی خوشی میں رونا شروع کر دیا اور عتاب بن اُسید' سہیل بن عمرو' عکرمہ بن ابی جہل اور حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم بھی مکہ میں تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سلام کیا اور اس طرح کیا سلام علیک یا خلیفۃ رسول اللہ! اور ان سب نے آپ سے مصافحہ کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ان کے سلام میں سن کر رونا شروع کر دیا اس کے بعد ان حضرات نے حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کو سلام کیا۔ حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''اے عتیق! یہ جماعت ہے ان کی صحبت کو اچھا رکھنا۔''

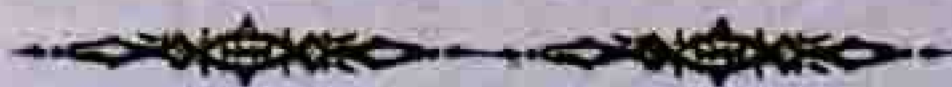
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:

''اے ابا جان! کسی گناہ سے پھرنا اور کسی عبادت کی قوت بغیر اللہ پاک کے نہیں، میری گردن میں ایک ایسے بڑے کام کا طوق ڈالا گیا ہے جس کی مجھ میں قوت اور طاقت نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی امداد سے۔''

اس کے بعد گھر میں تشریف لے جا کر غسل کیا اور باہر آئے۔ ان کے ساتھی ان کے پیچھے چلے آپ نے ان کو ہٹایا اور اس کے بعد فرمایا اپنی رفتار کے ساتھ چلو۔ آپ سے لوگ ملے اور ان کے آگے آگے چل رہے تھے اور انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تلقین صبر کرتے اور آپ برابر رو رہے تھے یہاں تک کہ آپ بیت اللہ پہنچے، طواف کے لیے اضطباع کیا اس کے بعد رُکن (حجرِ اسود) کا استلام کیا اور سات پھیرے طواف کے ادا فرمائے اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں پھر اپنے مکان پہ واپس آ گئے جب ظہر کا وقت ہوا گھر سے نکلے اور پھر بیت اللہ کا طواف کیا اس کے بعد دار الندوہ کے قریب بیٹھ گئے اور فرمایا: ''کیا کسی کو اپنے دبے ہوئے حقوق کے بارے میں شکایت ہے یا اپنے کسی حق کا اسے مطالبہ کرنا ہے؟''

آپ کے پاس کوئی نہیں آیا اور سب نے آپ کے والیوں کی بھلائی کے ساتھ تعریف کی اس کے بعد آپ نے عصر کی نماز ادا فرمائی اور بیٹھ گئے۔ لوگوں نے آپ کو رخصت کیا پھر آپ وہاں سے نکلے اور مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی جب ۱۲ھ ہوا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ہمراہ اسی سال حج ادا کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا تھا۔

(ماخوذ از صحابہ کرام علیہم الرضوان کے آنسو)



(۷۸)

فقاہت وفراست کا تاج دار

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اس نے کہا: ''مجھے مہلت دو تاکہ میں اپنی نبوت کی دلیل لاؤں۔'' امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''جو اس سے دلیل یعنی نشانی طلب کرے گا' وہ بھی کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تکذیب کی کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔'' (الخیرات الحسان)

☆..... امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری شادی کی تو ان کی پہلی بیوی یعنی اُم حماد نے کہا: ''آپ اس کو تین طلاق دے دیں ورنہ میں آپ کے قریب بھی نہیں آؤں گی۔''

اس پر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تدبیر کی۔ نئی بیوی سے کہا:

''جب میں اُم حماد کے پاس جاؤں تو آ کر یہ مسئلہ پوچھنا کہ عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ اپنے خاوند سے علیحدگی اختیار کرے؟''

اس نے ایسا ہی کیا اس پر اُم حماد کہنے لگی: ''بہر حال آپ نئی بیوی کو طلاق دیں۔''

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''میری جو بیوی اس گھر سے باہر ہو اس کو تین طلاق۔''

اس پر وہ یعنی اُم حماد راضی ہو گئیں اور نئی بیوی کو طلاق بھی نہیں ہوئی کیونکہ اُم حماد

نے یہ سمجھا کہ یہ بیوی اس گھر سے باہر رہتی ہے لیکن وہ اس وقت اسی مکان میں تھی اور یہی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نیت تھی۔ (اخبار ابی حنیفہ وصاحبیہ)

☆......ایک رافضی (یعنی شیعہ) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: ''آپ بتائیں صحابہ علیہم الرضوان میں سب سے بڑا بہادر کون تھا؟''

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اہلِ سنت کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ بڑے بہادر تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ خلافت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حق ہے اس لیے ان کے سپرد کردی تھی لیکن تمہارے نزدیک (یعنی شیعہ کے نزدیک) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑے بہادر تھے کیونکہ تم کہتے ہو کہ خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق تھا لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جبراً چھین لی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے، نہ لے سکے یہ سن کر وہ رافضی حیران ہوگیا۔'' (فقاہت ابوحنیفہ)

ایک شخص نے رمضان کے دن میں قسم کھائی کہ اگر میں آج کے دن میں اپنی بیوی سے صحبت نہ کروں تو اس کو طلاق۔ لوگ پریشان تھے کہ اب اس مصیبت سے کس طرح نکلے گا (کیونکہ اگر صحبت کرتا ہے تو روزہ کا کفارہ لازم آتا ہے اگر نہیں کرتا تو بیوی کو طلاق ہوتی ہے) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا:

''بیوی کو لے کر سفر پر چلا جا' راستہ میں صحبت کر لینا (کیونکہ سفر میں روزہ توڑنے کی اجازت ہے اس لیے نہ اس کے ذمہ کفارہ آیا اور نہ طلاق ہوئی۔'' (ایضاً)

☆......امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا: ''آپ نے مدینہ منورہ کے علماء کو کیسا پایا؟''

فرمایا: ''ان میں ایک سفید رنگ کا آدمی کامیاب ہوا ہے یعنی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کیونکہ وہ نیکی اور فراست میں سچے ہیں کیونکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہی علم اور فلاح کے کمال کو پہنچے ہیں۔ اہلِ مدینہ میں ان کے زمانہ میں کوئی دوسرا ان کے درجہ کو نہیں پہنچ

سکا۔"

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "جب تم کسی اچھے حافظہ والے کو دیکھو تو اس کی جمع کردہ احادیث سے فائدہ اُٹھاؤ۔" (مناقب کردری)

خارجیوں کی پسپائی

ایک روایت ہے کہ جب خارجی لوگ کوفہ میں آئے تو ان کا مذہب اپنے علاوہ سب کو کافر کہنے کا تھا۔ تو کسی نے کہا: "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہاں کے بڑے شیخ ہیں۔" تو خارجیوں نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بلوایا اور کہا: "تم کفر سے توبہ کرو۔"

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "میں نے ہر قسم کے کفر سے توبہ کی۔"

کسی نے کہا: "انہوں نے تمہارے کفر سے توبہ کی ہے۔"

انہوں نے پھر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کروا دیا اور پوچھا: "آپ نے تو ہمارے کفر سے توبہ کی ہے۔" امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "تم نے یہ بات علم یعنی دلیل سے کہی ہے یا صرف گمان یعنی اٹکل پچو سے کہی ہے؟" انہوں نے کہا: "صرف گمان سے۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "(اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ) گمان گناہ ہے اور وہ تمہارے نزدیک کفر ہے تم اپنے کفر سے توبہ کرو۔" انہوں نے کہا: "تو بھی توبہ کر۔"

(امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں بھی تمہارے کفر سے توبہ کرتا ہوں)

(الخیرات)

یاد رہے بعض حاسدین نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں تنقید کی ہے اور ایسی باتیں گھڑی ہیں جن سے وہ بَری ہیں اس قسم کے واقعات کو لے کر وہ کہتے ہیں کہ امام صاحب دو مرتبہ کافر ہو گئے تھے پھر ان کو توبہ کروائی گئی حالانکہ یہ واقعہ خارجیوں کے ساتھ پیش آیا اور یہ نقص نہیں ہے بلکہ آپ کی رفع شان کا واقعہ ہے کیونکہ آپ کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو ان سے مناظرہ کرتا' اللہ تعالیٰ آپ پر کروڑوں رحمتیں برسائے۔

(۷۹)

ملتا ہے کیا نماز میں سجدے میں آ کے دیکھ

رُوِیَ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ الْعَبْدُ اِلَى الصَّلٰوةِ وَقَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَيَوْمٍ وَّلَدَتْهُ اُمُّهٗ وَاِذَا قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ كُتِبَ لَهٗ بِكُلِّ شَعْرَةٍ عَلٰى بَدَنِهٖ عِبَادَةُ سَنَةٍ فَاِذَا قَرَءَ الْفَاتِحَةَ فَكَاَنَّمَا حَجَّ وَاعْتَمَرَ وَاِذَا رَكَعَ فَكَاَنَّمَا تَصَدَّقَ بِوَزْنِهٖ ذَهَبًا وَّاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ نَظَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَيْهِ بِالرَّحْمَةِ وَاِذَا قَالَ فِىْ سُجُوْدِهٖ سُبْحَانَ رَبِّىَ الْاَعْلٰى فَكَاَنَّمَا اَعْتَقَ رَقَبَةً وَّاِذَا تَشَهَّدَ اَعْطَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ثَوَابَ اَلْفِ عَالِمٍ وَّاَلْفِ شَهِيْدٍ وَّاِذَا سَلَّمَ وَ فَرَغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ فَتَحَ اللّٰهُ لَهٗ ثَمَانِيَةَ اَبْوَابَ الْجَنَّةِ يَدْخُلُ مِنْ اَىِّ بَابٍ شَآءَ بِلَا حِسَابٍ وَّلَا عَذَابٍ .

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور اللہ اکبر کہتا ہے تو گناہوں سے ایسے ستھرا ہو جاتا ہے جیسے اسی دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا اور جب وہ کہتا ہے کہ میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں تو اس کے بدن کے ہر بال کے بدلے اس کے لیے سال کی عبادت کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے پھر جب وہ سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے پس گویا کہ اس نے حج اور عمرہ کیا اور جب وہ رکوع کرتا ہے تو گویا کہ اس نے اپنے وزن کی مقدار

صدقہ کیا اور جب وہ سمع اللّٰہ لمن حمدہ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظرِ رحمت فرماتا ہے اور جب وہ سجدہ میں سبحان ربی الاعلٰی پڑھتا ہے پس گویا کہ اس نے غلام آزاد کر دیا اور جب وہ تشہد پڑھتا ہے تو اللہ اسے ایک ہزار عالم اور ایک ہزار شہید کا اجر عطا کرتا ہے اور جب وہ سلام کہہ کر اپنی نماز سے فارغ ہوتا ہے تو اللہ اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیتا ہے جس دروازے سے وہ چاہے بلا حساب و بلا عذاب جنت میں جائے۔"

(دقائق الاخبار)

(۸۰)

جنت کی حور اور مدنی دولہا

حضرت سیدنا ادریس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''ہمارا لشکر دشمنانِ اسلام کی سرکوبی کے لیے ''روم'' کی جانب رواں دواں تھا' راستے میں مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً سے ایک نوجوان آیا اور مجاہدین میں شامل ہو گیا۔ دشمن کے علاقے میں پہنچ کر ہم نے ایک شہر کا محاصرہ کر لیا۔ ہم تین مجاہد ایک ساتھ تھے' ایک میں اور دوسرا ''زِیاد'' نامی مدنی نوجوان تھا اور تیسرا دوست بھی مدینہ منورہ شریف کا رہنے والا تھا۔ ایک دن ہم پہرا دے رہے تھے کہ صبح کے وقت ہم میں سے ایک شخص کھانا لینے چلا گیا اب میں اور زِیاد نامی مدنی نوجوان ایک ساتھ تھے' اتنے میں منجنیق سے پتھر پھینکا گیا جو زِیاد کے قریب آ گرا' پتھر کا ایک ٹکڑا زِیاد کے گھٹنے پر لگا جس سے اتنی شدید چوٹ لگی کہ وہ فوراً بے ہوش ہو گیا۔ ہم کافی دیر اس کے قریب کھڑے رہے لیکن اس نے حرکت نہ کی پھر بے ہوشی کی حالت میں یکا یک اس کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی' وہ اتنا ہنسا کہ داڑھیں ظاہر ہونے لگیں پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے دوبارہ ہنسا اس کے بعد رونے لگا پھر خاموش ہو گیا کچھ دیر بعد اسے ہوش آیا تو اُٹھ بیٹھا اور کہنے لگا: ''یہ مجھے کیا ہوا' میں کہاں ہوں؟''

ہم نے کہا: ''کیا تجھے یاد نہیں کہ منجنیق کا ایک پتھر تجھے لگا تھا؟''

اس نے کہا: ''کیوں نہیں! مجھے یاد ہے۔''

ہم نے کہا: ''اس کے بعد تجھ پر بے ہوشی طاری ہو گئی اور ہم نے بے ہوشی کے عالم

میں تجھے اس اس طرح دیکھا ہے ہمیں بتاؤ آخر معاملہ کیا ہے؟''

مدنی نوجوان کا بیان

مدنی نوجوان نے کہا: ''ہاں! میں تمہیں ساری بات بتاتا ہوں۔ سنو! جب راہِ خدا میں مجھے پتھر لگا اور میں بے ہوش ہو گیا تو میں نے دیکھا کہ مجھے ایک ایسے وسیع و عالی شان کمرے میں لے جایا گیا جو زبرجد اور یاقوت سے بنا ہوا تھا پھر ایک ایسے بستر پر لے جایا گیا جس میں ہیرے جواہرات سے مزین بہترین چادریں بچھی ہوئی تھیں وہاں عمدہ قسم کے قیمتی تکیے رکھے ہوئے تھے ابھی میں اس بستر پر بیٹھا ہی تھا کہ میں نے زیورات کی جھنکار (آواز) سنی۔ مڑ کر دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ ایک انتہائی حسین و جمیل لڑکی بہترین لباس میں ملبوس اور عمدہ زیورات سے مزین میرے سامنے موجود تھی میں نہیں جانتا کہ وہ زیادہ خوب صورت تھی یا اس کے لباس و زیورات۔ وہ میرے سامنے آ کر بیٹھی ''خوش آمدید'' کہا اور بڑے پیار بھرے انداز میں میری جانب دیکھتے ہوئے یوں گویا ہوئی: ''اے میری راحت و سکون! اے میرے سرتاج! مرحبا! میں تمہاری دُنیوی بیوی کی طرح نہیں ہوں۔'' پھر اس نے میری بیوی کا اس انداز میں ذکر کیا کہ میں ہنسنے لگا پھر وہ میری دائیں طرف میرے پہلو میں آ کر بیٹھ گئی۔

میں نے پوچھا: ''تو کون ہے؟''

کہا: ''میں تیری جنتی بیویوں میں ایک ناز والی بیوی ہوں۔''

میں نے اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھانا چاہا تو بولی: ''کچھ دیر رُک جاؤ ان شاء اللہ آج ظہر کی نماز کے وقت تم ہمارے پاس آ جاؤ گے۔''

اس کی یہ بات سن کر میں رونے لگا' ابھی میں رو ہی رہا تھا کہ اپنی بائیں جانب زیورات کی جھنکار سنی' مڑ کر دیکھا تو اسی کی طرح ایک اور خوب صورت دوشیزہ موجود تھی اس نے بھی وہی کہا جو پہلی نے کہا تھا جب میں نے ہاتھ بڑھانا چاہا تو بولی: ''تھوڑی دیر رُک جاؤ ان شاء اللہ ظہر کے وقت تم ہمارے پاس پہنچ جاؤ گے۔''

میں پھر رونے لگا۔ بس اس کے بعد مجھے ہوش آ گیا اور اب میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔"

ہم اس کی بات سن کر بہت حیران ہوئے اور وقت کا انتظار کرنے لگے جیسے ہی ظہر کا وقت ہوا اور مؤذن نے اذان کہی، وہ مدنی نوجوان زمین پر لیٹا اور اس کی روح عالمِ بالا کی طرف پرواز کر گئی۔ (عیون الحکایات)



(۸۱)

بدکاری جرمِ عظیم ہے

یہ وہ جرمِ عظیم ہے کہ دنیا کی تمام قوموں کے نزدیک فعل قبیح اور جرم و گناہ ہے اور اسلام میں یہ کبیرہ گناہ اور دنیا و آخرت میں ہلاکت کا سبب اور جہنم میں لے جانے والا بدترین فعل ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا ۔

''اور تم لوگ زنا کے قریب مت جاؤ یقیناً یہ بے حیائی اور خدا کی ناراضگی ہے اور یہ بہت ہی بُری راہ ہے۔''

اللہ اکبر! زنا کرنا تو بہت ہی بُری بات ہے۔ ارشادِ ربانی (عزوجل) ہے کہ زنا کے قریب بھی مت جاؤ یعنی ان باتوں سے بھی بچتے رہو جو تمہیں زنا کاری کی طرف لے جائیں۔ چنانچہ ایک دوسری آیت میں یہ ارشاد فرمایا:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ○ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ (النور رکوع: ۳)

''(اے رسول) مسلمان مردوں کو حکم دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے بے شک اللہ کو ان کاموں کی خبر ہے اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔''

زنا کاری کی مذمت وممانعت کے بارے میں مندرجہ ذیل چند حدیثیں بھی پڑھ لیجیے۔

احادیث مبارکہ

۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''زنا کرنے والا جتنی دیر تک زنا کرتا رہتا ہے اس وقت تک وہ مومن نہیں رہتا۔''

(مشکوۃ، ج:۱، ص:۱۷، بحوالہ بخاری و مسلم)

مطلب یہ ہے کہ زنا کاری کرتے وقت ایمان کا نور اس سے جدا ہو جاتا ہے پھر اگر وہ اس کے بعد توبہ کر لیتا ہے تو اس کا نورِ ایمان پھر اس کو مل جاتا ہے ورنہ نہیں۔

۲) حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیاتِ بینات کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''(۱) شرک نہ کرو (۲) چوری نہ کرو (۳) زنا کاری نہ کرو (۴) اس جان کو نہ قتل کرو جس کو اللہ نے حرام فرمایا ہے مگر حق کے ساتھ (۵) کسی بے قصور کو بادشاہ کے سامنے قتل کے لیے پیش نہ کرو (۶) جادو مت کرو (۷) سود مت کھاؤ (۸) کسی پاک دامن عورت کو زنا کی تہمت نہ لگاؤ (۹) جہاد کفار کے وقت میدانِ جنگ چھوڑ کر نہ بھاگو (۱۰) اور خاص یہودیوں کے لیے یہ کہ سنیچر کے دن کا احترام کریں۔'' (مشکوۃ، ج:۱، ص:۱۷، بحوالہ ترمذی وابوداؤد وغیرہ)

۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک شخص نے سوال کیا: ''کون سا گناہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ بڑا ہے؟''

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ''یہ ہے کہ تم اللہ کے لیے کوئی شریک ٹھہراؤ حالانکہ اللہ (عزوجل) ہی نے تم کو پیدا کیا ہے۔''

اس شخص نے کہا: ''پھر اس کے بعد کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟''

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ''یہ ہے کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرو

کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی۔''

اس پر اس شخص نے کہا: ''پھر اس کے بعد کون سا گناہ زیادہ بڑا ہے؟''

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ''یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرو۔'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق قرآن شریف میں نازل فرما دی ہے:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۔

''وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے اور اس جان کو قتل نہیں کرتے جس کو اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور وہ لوگ زنا نہیں کرتے۔'' (مشکوٰۃ، ج:۱، ص:۱۶، بحوالہ بخاری و مسلم)

زنا کار کی سزا

زنا بہت سخت حرام اور گناہِ کبیرہ ہے جس کی سزا آخرت میں جہنم کا عذاب ہے اور دنیا میں زنا کار کی یہ سزا ہے کہ زنا کار مرد و عورت اگر کنوارے ہوں تو بادشاہ اسلام ان کو مجمع عام میں ایک سو دُرے لگوائے گا اور اگر وہ شادی شدہ ہوں تو انہیں عام مجمع کے سامنے سنگ سار کرا دے گا یعنی ان پر پتھر برسا کر ان کو جان سے مار ڈالے گا۔

اور دنیا میں خداوندی عذاب کے بارے میں ایک حدیث میں یہ آیا ہے کہ کثر فیھم الموت یعنی زنا کار قوم میں بکثرت موتیں ہوں گی۔ (مشکوٰۃ، ج:۲، ص:۴۵۹)

اور ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اخذوا بالسنۃ یعنی زنا کار قوم قحط میں مبتلا کر دی جائے گی۔ (مشکوٰۃ، ج:۲، ص:۳۱۳)

الغرض دنیا و آخرت میں اس فعلِ بد کا انجام ہلاکت و بربادی ہے لہٰذا مسلمانوں کو لازم ہے کہ اپنے معاشرہ کو اس ہلاکت خیز بدکاری کی نحوست سے بچائیں خداوند کریم (عزوجل) اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے طفیل میں ہر مسلمان مرد و عورت کو اس بلا عظیم سے محفوظ رکھے۔ (آمین بحرمۃ طٰہٰ و یٰسین)

(۸۲)

عم المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبولِ اسلام

انہی دنوں ابوجہل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صفا پہاڑی کے پاس جا کر اذیت پہنچائی، سب وشتم کیا اور اسلام کے بارے میں نہایت ناگوار باتیں کہیں۔ یہ سارا ماجرا کسی نے عم رسول اکرم حمزہ بن عبدالمطلب کو جا سنایا۔ جناب حمزہ کو بڑا طیش آیا وہ فوراً ابوجہل کی طرف گئے اس کے پاس پہنچ کر اس کے سر پر اتنے زور سے کمان ماری کہ وہ شدید زخمی ہو گیا۔ چند مخزومی ابوجہل کی مدد کے لیے آئے اور سیدنا حمزہ سے کہنے لگے: ''جناب حمزہ! معلوم ہوتا ہے کہ آپ صابی اور بے دین ہو چکے ہیں؟''

حمزہ نے کہا: ''مجھے مسلمان ہونے سے کون روک سکتا ہے اب ایسے حقائق واضح ہو چکے ہیں جن کی روشنی میں (علانیہ) شہادت دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان کا فرمان حق ہے۔ واللہ! میں اس سے ہرگز پیچھے نہ ہٹوں گا اگر تم میں ہمت ہو تو مجھے روک کر دکھاؤ۔'' ابوجہل نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ''چلو چھوڑو! میں نے بھی اس کے برادرزادے کو نہایت بُری طرح سب وشتم کیا ہے۔''

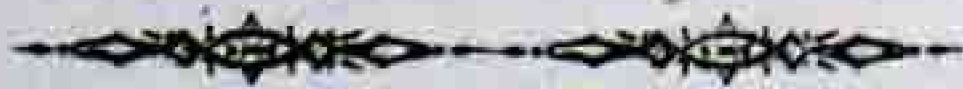
جب حمزہ مسلمان ہو گئے تو قریش سمجھ گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مضبوط اور محفوظ ہو گئے ہیں۔ بقول ابن اسحاق پھر حمزہ رضی اللہ عنہ گھر واپس آئے تو شیطان نے وسوسے ڈالنے شروع کر دیئے۔ آپ قریش کے رئیس ہیں، آبائی دین چھوڑ کر (معاذ اللہ) اس بے دین کے پیچھے لگ گئے اس سے تو موت بہتر ہے چنانچہ حمزہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دل میں کہا: ''میں کیا کر چکا ہوں۔ الٰہی! اگر یہ دین اچھا ہے تو میرے دل میں

اس کی سچائی کا یقین پیدا فرما اور نہ مجھے اس حیرت سے نجات کا ذریعہ بتا۔"

رات بھر اسی ادھیڑ بن میں رہے۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: "یا ابن اخی! اے بھتیجے! میں ایک مخمصے اور اُلجھن میں پھنس گیا ہوں اس سے خلاصی نہیں پا رہا' مجھ جیسے دانش ور کا ششدر ہونا اور پریشان رہنا کہ آیا اسلام رشد و ہدایت ہے یا گمراہی ہے' نہایت اذیت ناک بات ہے۔ مجھے اپنی دعوت وضاحت سے سمجھائیے' میں آپ کی بات سمجھنے کا بہت مشتاق ہوں۔"

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وعظ و نصیحت فرمائی' دوزخ سے خوف دِلایا اور جنت کی خوش خبری سنائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ و نصیحت کے باعث اللہ تعالیٰ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے دل میں ایمان کی شمع روشن کر دی تو انہوں نے کہا: "میں تہ دل سے گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور میں آپ کے دین کی علانیہ اور کھل کر تبلیغ کروں گا۔ مجھے ساری کائنات بھی دے دی جائے تب بھی مجھے اپنا پہلا دین پسند نہیں۔" چنانچہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا شمار ان افراد میں ہوا جن کی بدولت اللہ تعالیٰ نے دین کو مضبوط و مستحکم فرمایا۔

(البدایۃ والنہایۃ: ۳۹/۳' ودلائل النبوۃ للبیہقی: ۲/ ۲۱۳-۲۱۴)



(۸۳)

جن کے زیرِ لوا آدم و من سوا

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَامُوْسٰی مَنْ لَّمْ یُؤْمِنْ بِاَحْمَدَ مِنْ جَمِیْعِ الْمُرْسَلِیْنَ وَلَمْ یُصَدِّقْهُ وَلَمْ یَشْتَقْ اِلَیْهِ کَانَتْ حَسَنَتُهٗ مَرْدُوْدَةً عَلَیْهِ وَمَنَعْتُهٗ حِفْظَ الْحِکْمَةِ وَلَا اَدْخُلُ فِیْ قَلْبِهٖ نُوْرَ الْهُدٰی وَاَمْحُوْا اِسْمَهٗ مِنَ النُّبُوَّةِ . یَامُوْسٰی مَنْ اٰمَنَ بِاَحْمَدَ وَصَدَّقَهٗ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ . وَمَنْ کَفَرَ بِاَحْمَدَ وَکَذَّبَهٗ مِنْ جَمِیْعِ خَلْقِیْ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ . اُولٰٓئِکَ هُمُ النَّادِمُوْنَ . اُولٰٓئِکَ هُمُ الْغَافِلُوْنَ .

(مطالع المسرات (مترجم) ص:۶۳۱۰' شرف المصطفیٰ 'ج:۱' ص:۱۷۳ (تقارب)

''اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام! تمام انبیاء میں سے جو بھی احمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لایا اور ان کی تصدیق نہ کی اور اسے ان کی طرف اشتیاق پیدا نہ ہوا تو اس کی نیکیاں اس پر ضائع ہو جائیں گی اس سے اس کی دانائی ختم ہو جائے گی اور میں اس کے دل میں ہدایت کا نور داخل نہیں کروں گا اور اس کا نام نبیوں کی فہرست سے مٹا دوں گا۔ اے موسیٰ! جو بھی احمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے گا وہی لوگ کامیاب ہوں گے اور جس (نبی) نے احمد کا انکار کیا اور میری مخلوق میں سے جس نے بھی ان کو جھٹلایا تو وہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں وہی لوگ نادم ہونے والے ہیں' وہی لوگ غفلت والے ہیں۔''

(۸۴)

رحمت حق بہانہ می جوید

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم سے پہلی اُمتوں میں سے ایک شخص نے ننانوے قتل کیے پھر اس نے زمین والوں سے پوچھا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اسے ایک بڑا راہب (عیسائیوں میں تارک الدنیا عبادت گزار) کا پتہ بتایا گیا وہ شخص اس راہب کے پاس گیا اور یہ کہا: اس نے ننانوے قتل کیے ہیں، کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا نہیں اس شخص نے اس راہب کو بھی قتل کر کے سو کی گنتی پوری کر دی۔

پھر اس نے زمین والوں سے پوچھا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اس کو ایک عالم کا پتہ دیا گیا اس شخص نے کہا: اس نے سو قتل کیے ہیں کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ عالم نے کہا، ہاں! توبہ کی قبولیت میں کیا چیز حائل ہو سکتی ہے؟ فلاں فلاں جگہ جاؤ وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں، تم ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اپنی زمین کی طرف واپس نہ جاؤ کیونکہ وہ بُری جگہ ہے وہ شخص روانہ ہوا جب وہ آدھے راستہ پر پہنچا تو اس کو موت نے آلیا اور اس کے متعلق رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں اختلاف ہو گیا۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ شخص توبہ کرتا ہوا اور دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہوا آیا تھا اور عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے بالکل کوئی نیک عمل نہیں کیا پھر ان کے پاس آدمی کی صورت میں ایک فرشتہ آیا۔ انہوں نے اس کو اپنے درمیان حکم (فیصل) بنایا اس

نے کہا دونوں زمینوں کی پیمائش کر و وہ جس زمین کے زیادہ قریب ہو اسی کے مطابق اس کا حکم ہو گا جب انہوں نے پیمائش کی تو وہ اس زمین کے زیادہ قریب تھا جہاں اس نے جانے کا ارادہ کیا تھا تو رحمت کے فرشتوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔'' اور بخاری کی ایک روایت میں ہے:

''پس جس بستی کی طرف وہ جا رہا تھا' اللہ تعالیٰ نے اسے نزدیک ہونے کا حکم دیا اور جس بستی سے وہ آیا تھا اسے دُور ہونے کا حکم دیا پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ اس کی جائے وفات سے دونوں بستیوں کا فاصلہ ماپ لو تو اس بستی سے ایک بالشت نزدیک نکلا چنانچہ اس کی مغفرت کر دی گئی۔

☆......اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کریم کو بندے کا کوئی عمل اگر پسند آ جائے تو اس کی لاکھ خطاؤں کے باوجود اس کی معافی کی کوئی راہ نکل آتی ہے اور یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس کریم رب کی وسیع مغفرت کو دیکھ کر انسان بے دریغ خطائیں کرنے لگ جائے اور گناہ کے کاموں کو نہ چھوڑے۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ اللہ بڑا غفور و رحیم ہے اور صحیح انسانی روش یہ ہے کہ انسان حتیٰ الوسع غلطیوں سے بچے' حرام سے اجتناب کی پوری کوشش کرے اس کے باوجود اگر غلطی ہو جائے' خطا سرزد ہو جائے تو انتہائی ندامت کے ساتھ معافی کی درخواست کرے اور اللہ کریم سے اس کی وسیع رحمت کے سبب پُر امید رہے۔ بے شک وہ خطاؤں کا معاف کرنے والا ہے' اسے معاف کر دینا پسند بھی ہے اور اس کی شانِ کریمی کے لائق بھی۔ (بخاری و مسلم کتاب التوبہ)



(۸۵)

حضرت خباب بن ارتؓ رضی اللہ عنہ

ابووائل شفیق بن سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

''ہم لوگ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ان کے مرض میں آئے۔ انہوں نے فرمایا اس تابوت (چھوٹے سے گھر) میں اسی ہزار درہم ہیں۔ خدا کی قسم! نہ تو میں نے ان کی تھیلی پر تاگا باندھا اور نہ میں نے سائل سے انہیں روکا اس کے بعد رو دیئے۔ ہم نے عرض کیا: آپ کو کس چیز نے رُلایا؟ فرمایا میں اس بات پر روتا ہوں کہ میرے ساتھی چلے گئے اور دنیا نے انہیں کچھ نقصان نہیں پہنچایا اور ہم ان کے بعد باقی رہے اور ہم نے (متاع) دنیا کے لیے کوئی موضع سوائے مٹی کے نہ پایا۔ ادریس کی روایت میں یہ بھی ہے کہ مجھے تمنا تھی کہ یہ دنیا ایسی ہوتی یعنی مینگنی وغیرہ ہوتی۔ حدیث قیس رضی اللہ عنہ میں ہے کہ پھر حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم سے پہلے ایسی قوم گزر گئی جنہوں نے دنیا سے کچھ نہ حاصل نہ کیا' ان کے بعد ہم باقی رہے یہاں تک کہ دنیا سے ہم نے وہ حاصل کیا کہ ہم میں سے بعض یہ بھی نہیں جانتے کہ اسے مٹی کے سوا اور کہاں رکھے؟ اور بے شک مسلمان آدمی کو ہر چیز میں جس میں وہ خرچ کرے' اجر ملے گا بجز اس چیز کے جس کو مٹی میں لگایا۔''

(ماخوذ از صحابہ کرام علیہم الرضوان کے آنسو)

(۸۶)

نماز کی دل کشی اور جاذبیت

ایک انگریز تاجر کی ووکنگ مسجد میں آمد ورفت تھی وہ جب بھی مسجد میں آتا' بڑے شوق سے وضو کرتا' نہایت ہی انکساری سے نماز پڑھتا' بہت دیر تک سجدہ میں گرا رہتا اور ایسی محویت کے ساتھ دعا کرتا کہ پاس بیٹھے ہوئے لوگ بھی اس کے سوز وگداز کو محسوس کرتے۔

ایک دن مسجد کے امام صاحب نے پوچھا: ''آپ کے قبولِ اسلام کا سبب کیا ہے؟''

انگریز نے جواب دیا: ''نماز کا جادو۔'' (یعنی نماز کی کشش)

امام صاحب نے پوچھا: ''مگر نماز تو آپ نے قبولِ اسلام کے بعد پڑھی ہوگی؟''

اس نے جواب دیا: ''نہیں! نہیں! میری نماز پہلے تھی اور قبولِ اسلام بعد میں ہوا۔''

امام صاحب نے پھر کہا: ''یہ بڑی عجیب بات ہے میں سمجھ نہ سکا۔ ذرا تفصیل سے آپ بتانا چاہیں گے کہ اسلام سے پہلے نماز تک آپ کی رسائی کیسے ہوئی؟''

اس پر اس نے کہا: ''امام صاحب! میرے قبولِ اسلام کا واقعہ یقیناً بڑا عجیب ہے۔ وہ اس طرح کہ ۱۹۱۲ء سے میں مشرقی افریقہ کے برطانوی علاقہ کینیا میں آباد ہوں اور وہاں میری بہت بڑی تجارت ہے۔ مذہبی اعتبار سے میں پروٹسٹنٹ عیسائی تھا اور اپنے عقیدہ میں بہت سخت تھا میری روح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیغام پر حد درجہ مطمئن تھی اگرچہ کاروبار کے سلسلہ میں میرے وقت کا بڑا حصہ بیرونِ ممالک کے سفر میں گزرتا

تھا لیکن کاروبار کی سخت مشغولیت بھی مجھے انجیل کے مطالعہ اور مذہبی جلسوں کی شرکت سے باز نہ رکھتی تھی۔ انجیل کا ایک نسخہ ہر وقت میرے ساتھ ہوتا تھا اور میرا اعتقاد تھا کہ میری روح کا زیور یہی ہے۔

ایمان قبول کرنے سے پہلے ہی نماز

امام صاحب! اس دوران مجھے مصر جانے کا اتفاق ہوا اور وہاں پہلی مرتبہ میں نے اسلام کی تاریخی شوکتوں کی سیاحت کی۔ میں نے دریائے نیل دیکھ کر فرعون کی پوزیشن سمجھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی حقیقی صورت سے بھی آگاہ ہوا۔ میں نے وہاں کے مشہور تاریخی اور دینی ادارے جامعہ ازہر کی زیارت کی' مسجد محمد علی کبیر' مسجد محمد حسین اور مسجد سیدہ کو دیکھا ان زیارتوں کا میرے دل پر خاص اثر ہوا اس کے بعد میں کثرت سے مصر جانے لگا۔ آہستہ آہستہ میری یہ حالت ہوگئی کہ میں جب بھی کاروبار سے ذرا فارغ ہوتا ایک اندرونی جذبہ میرے دل کو پکڑ لیتا اور کشاں کشاں مجھے اسلامی مسجدوں میں لے جاتا۔ میں وہاں خدا پرستی کی کچھ ایسی دل نواز کیفیتیں دیکھتا تھا کہ جن سے دل کبھی سیر نہ ہوتا تھا۔

وہاں ایک شخص ایک اونچے مینار پر کھڑا ہو جاتا اور نہایت دل کشی کے ساتھ ایک روحانی گیت گاتا یعنی اذان جس سے مسجد کی فضائیں جھومنے لگتیں اس کے بعد امیر اور غریب' گورے اور کالے' چھوٹے اور بڑے سب مسلمان جوق در جوق مسجد میں داخل ہوتے' عمامے اور عبائیں اُتار کر ننگے پاؤں پانی کے حوض کے گرد بیٹھ جاتے پھر یہ لوگ اپنا ہاتھ منہ دھوتے' دانت صاف کرتے' میں دیکھتا کہ ہر مسلمان جسم کے ان تمام حصوں کو جہاں گرد پڑ سکتی ہے یا جس سے کاروبار کے وقت کام پڑتا ہے' بڑی احتیاط سے کئی مرتبہ دھو کے صاف اور اُجلا کر لیتا اس کے بعد سب لوگ حوض سے اُٹھتے' کپڑے پہنتے اور قطاریں بنا کر مسجد کے دالان میں بڑی محبت سے بیٹھ جاتے۔

اس کے بعد پھر وہی گیت یعنی اقامت کہی جاتی اور تمام حاضرین نہایت ہی ادب

اور وقار کے ساتھ صفیں بنا لیتے۔ یہ منظر دیکھ کر مجھے میدانِ جنگ کی منظم اور مرتب صفیں یاد آ جاتیں پھر نماز شروع ہو جاتی اور تمام مسجد میں ہیبت و جلال اور سکون و سکوت کی کیفیتیں چھا جاتیں پھر دل لبھا دینے والے رکوع و سجود کے مناظر میری آنکھوں کو دیکھنے کے لیے ملتے۔ یہ مناظر ایسے مؤثر ہوتے تھے کہ جس شخص میں ذرا بھی عقل و احساس موجود ہو وہ ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ان چیزوں کا لازمی طور سے دل پر اثر پڑتا تھا اور دیکھنے والے کو اللہ کی شان نظر آتی تھی اور انسان محسوس کرتا تھا کہ گویا میں اس دنیا سے بلند ہو کر کسی دوسرے عالم میں کھنچا چلا جا رہا ہوں۔"

"سچ پوچھیے! نماز کی دل کشی اور جاذبیت کا اثر گویا جادو کی طرح میرے دل پر اثر انداز ہو رہا تھا اور نماز کے عمل کی خوش نمایوں نے میرے دل کو جیت لیا۔ سجدہ ریز ہونے نے میری فطرت کو زیر کر لیا جب وہ حوض کے کنارے بیٹھتے تو مجھے حسرت ہوتی کہ کاش میں ان کے ساتھ شامل ہو سکتا جب وہ قطاریں باندھتے تو میں خیال کرنے لگتا اے کاش! میں بھی دوڑ کر ان کے ساتھ مل جاؤں جب وہ سجدے میں گرتے تو میرا دل بیٹھ جاتا کہ میں ان کے ساتھ کیوں شامل نہیں؟ میں مسجد میں خوشی کے ساتھ داخل ہوتا تھا لیکن جب نماز کے بعد واپس لوٹتا تو محسوس کرتا تھا کہ گویا دوسروں کے دامنِ مراد پھولوں سے بھرے ہیں اور میرا دامن خالی ہے۔ اسلام نے نماز کی خوش نمائی کی راہ سے مجھ پر حملہ کیا اور مجھ پر اسلام کا عمل تسخیر شروع ہو گیا۔ نماز کے دل گداز نظارے اور اسلامی عبادت کی روح پرور کیفیتیں مجھ میں اسلام کی کشش بھرنے لگیں اور میرے آبائی عقائد میں ضعف آنا شروع ہو گیا۔ میں اکثر دل کے چمن کو شکوک کے کانٹوں سے پاک کرنے کی کوشش کرتا تھا لیکن میری یہ تمام کوششیں بے کار تھیں۔ مجھ پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دینی علوم کی خواہش غالب آ گئی اور اب میں مطالعۂ اسلام کے لیے بہت بے چین ہو گیا۔

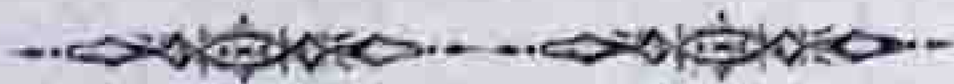
تو میں نمازیوں کی صف میں شامل ہو گیا

میں اسلامی تعلیمات کا بڑے غور سے مطالعہ کرنے لگا جس قدر میرا مطالعہ بڑھا

اسی قدر میرے شوق کا دامن پھیلتا چلا گیا۔ آخر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ مجھے عربی زبان ضرور سیکھنا چاہیے اس دُھن میں کئی سال گزر گئے جس قدر اسلام کے متعلق میری بحث و تحقیق کا سلسلہ بڑھتا چلا گیا اسی قدر میری روحانی پیاس بڑھتی چلی گئی۔ آخر کار میں پوری طرح اسلام کی طرف مائل ہو گیا۔ ایک دن میں نے اذان سنی...... ناگہاں کسی چیز نے میرے دل کو کھینچا اور میں نمازیوں کی صف میں شامل ہو گیا۔

الحمدللہ! کہ اب میں پورے طور سے مسلمان ہوں اور میری رائے ہے کہ کوئی دین اور مذہب اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ایک نماز ہی کو لیجیے صرف اس ایک چیز میں ایسے لطیف، عجیب، اور عظیم الشان سبق موجود ہیں جو ساری دنیا کی نجات اور رہنمائی کے لیے کافی ہیں۔ اس میں لطافت اور پاکیزگی ہے اس میں غسل و وضو کے پاکیزہ ضابطے ہیں، اس میں عجیب قسم کی ورزش ہے اس میں اتحاد و اجتماع ہے اس میں مساوات و ہمدردی ہے ان خوبیوں کے بعد یہ بہترین عبادت ہے اس کے علاوہ نماز میں امام کی اطاعت اور اہلِ اسلام کے اجتماعی نظام کا راز بھی پوشیدہ ہے۔ باقی رہے بندے کا خدا سے راز و نیاز کا سلسلہ تو یہ ایک ایسا کرشمہ ہے جسے ہم محسوس تو کر سکتے ہیں مگر بیان نہیں کر سکتے۔''

(حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم غیر مسلم دانشوروں کی نظر میں' ص: ۹۴' سویرا پبلی کیشنز لاہور)



(۸۷)

ایک ناپاک جانور کی پسندیدہ عادات

ہم نے اس سے پہلے واقعات کے کسی مجموعہ میں قلیوبی کے حوالے سے یہ روایت لکھی ہے اب اصل عربی عبارت کے ساتھ دقائق الاخبار للغزالی کے حوالے سے بیان کر رہے ہیں تاکہ اس دور کا انسان کم از کم اپنے اندر یہ صفات ہی پیدا کرے تو بات بن جائے۔

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْبَغِیْ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ یَّکُوْنَ اَخْلَاقُهٗ کَاَخْلَاقِ الْکَلْبِ وَفِیْهِ خَمْسَةُ اَخْلَاقٍ اَلْاَوَّلُ یَکُوْنُ جَآئِعًا اَبَدًا وَّهٰذَا مِنْ اَخْلَاقِ الصَّالِحِیْنَ وَالثَّانِیْ لَایَکُوْنُ لَهٗ مَوْضِعٌ وَّهٰذَا مِنْ اٰثَرِ الصَّالِحِیْنَ وَالثَّالِثُ اَنَّهٗ لَایَنَامُ بِاللَّیْلِ وَهٰذَا مِنْ اَفْعَالِ الصَّالِحِیْنَ وَالرَّابِعُ لَایَکُوْنُ لَهٗ مَالٌ حَتّٰی یَرِثَهُ الْوَارِثُ وَهٰذَا مَعِیْشَةُ الصَّالِحِیْنَ وَالْخَامِسُ اَنْ لَّا یُفَارِقَ مِنْ بَابِ صَاحِبِهٖ وَاِنْ طَرَدَهٗ فِیْ یَوْمٍ مِّائَةَ مَرَّةٍ وَّهٰذَا مِنْ وَّفَاءِ الصّٰلِحِیْنَ وَقَالَ عَلِیٌّ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ طُوْبٰی لِمَنْ کَانَ عَیْشُهٗ کَعَیْشِ الْکَلْبِ وَفِیْهِ عَشْرُ خِصَالٍ اَلْاَوَّلُ لَیْسَ لَهٗ مَالٌ وَّالثَّانِیْ لَیْسَ لَهٗ قَدْرٌ وَّالثَّالِثُ الْاَرْضُ کُلُّهَا بَیْتٌ لَّهٗ وَالرَّابِعُ فِیْ اَکْثَرِ الْاَوْقَاتِ یَکُوْنُ جَآئِعًا وَّالْخَامِسُ فِیْ غَالِبِ اَوْقَاتِهٖ یَکُوْنُ سَاکِتًا وَّالسَّادِسُ یَحُوْلُ حَوْلَ بَیْتِ صَاحِبِهٖ بِاللَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالسَّابِعُ

يَقْنَعُ بِمَا يُدْفَعُ اِلَيْهِ وَالثَّامِنُ لَوْ ضَرَبَ صَاحِبُهُ مِائَةَ جَلْدَةٍ لَا يَتْرُكُ بَابَ دَارِ صَاحِبِهِ وَالتَّاسِعُ يَأْخُذُ عَدُوَّ صَاحِبِهِ وَلَا يَأْخُذُ صَدِيْقَهُ وَالْعَاشِرُ اِذَا مَاتَ لَمْ يَتْرُكْهُ مِنَ الْمِيْرَاثِ شَيْئًا .

''حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مناسب ہے کہ مومن کے لیے چند عادتیں کتے کی عادتوں جیسی ہوں اور وہ پانچ خصلتیں ہیں۔ اوّل یہ کہ ہمیشہ بھوک برداشت کرتا رہے اور یہ صالحین کی عادات سے ہے۔ ثانی یہ کہ اس کے پاس مکان نہ ہو اور یہ صالحین کی علامت ہے۔ تیسری یہ کہ رات کو بےدار رہے اور یہ صالحین کے کاموں سے ہے۔ چوتھی یہ کہ اپنے پاس جمع نہ رکھے کہ کوئی وارث مالک ہو اور یہ صالحین کی معیشت ہے۔ پانچویں یہ کہ اپنے مالک کا دروازہ نہ چھوڑے اگرچہ دن میں اسے وہ سو بار دھکے دے اور یہ صالحین کی وفاء سے ہے۔'' اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

''خوشی و خوبی ہے اس شخص کے لیے جس کا زندگی گزارنا کتے کی مانند ہو اور کتے میں دس عادتیں اچھی ہیں اوّل اس کے پاس مال نہیں ہوتا۔ دوم وہ کچھ قدر نہیں رکھتا۔ سوم سب زمین اس کا گھر ہے۔ چہارم وہ اکثر اوقات بھوکا رہتا ہے۔ پنجم وہ اکثر اوقات خاموش رہتا ہے۔ ششم وہ رات و دن اپنے مالک کے گھر کے گرد گھومتا رہتا ہے۔ ہفتم وہ اس پر قناعت کرتا ہے جو لقمہ مالک اسے ڈالتا ہے۔ ہشتم اگر اس کا مالک اسے سو ڈنڈے مارے پھر بھی وہ مالک کا دروازہ نہیں چھوڑتا۔ نہم وہ اپنے مالک کے دشمن کو کاٹتا ہے' مالک کے دوست کو نہیں کاٹتا۔ دہم جب وہ مرتا ہے تو اپنی کچھ میراث نہیں چھوڑتا۔''

(دقائق الاخبار)

(۸۸)

غلام کو آزادی مل گئی

حضرت سیدنا زیاد بن ابی زیاد مدنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''مجھے میرے آقا ابن عیاش بن ابی ربیعہ نے امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اپنے کسی کام سے بھیجا جب میں ان کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو اس وقت ایک کاتب ان کے پاس بیٹھا لکھ رہا تھا۔ میں نے ''السلام علیکم'' کہا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ''وعلیکم السلام'' کہا اور کاتب کو احکامات لکھوانے میں مصروف رہے۔ میں نے پھر کہا ''السلام علیک یا امیر المومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' اس وقت ایک خادم بصرہ سے آنے والی شکایت سنا رہا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے میرا دوسرا سلام سن کر ارشاد فرمایا:

''اے ابن ابی زیاد! ہم تیرے پہلے سلام سے غافل نہیں۔''

پھر مجھ سے بیٹھنے کو کہا تو میں دروازے کی چوکھٹ کے پاس بیٹھ گیا۔ کاتب بصرہ سے آنے والی شکایات سنا رہا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ سرد آہیں بھر رہے تھے جب آپ رضی اللہ عنہ اس کام سے فارغ ہوئے تو کمرے میں موجود تمام لوگوں کو باہر جانے کا حکم دیا سوائے میرے وہاں کوئی بھی باقی نہ رہا۔ سردیوں کا موسم تھا میں نے اونی جبہ پہنا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ میرے سامنے بیٹھ گئے اور میرے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا:

''واہ بھئی! تم سردیوں میں گرم جبہ پہن کر کتنے پُرسکون ہو۔''

پھر مجھ سے اہلِ مدینہ کے صالحین، بچوں، عورتوں اور مردوں کے متعلق حال دریافت کیا یہاں تک کہ ہر ہر شخص کے بارے میں پوچھا پھر مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً و

تعظیماً کے حکومتی نظام کے متعلق پوچھا۔ میں نے تفصیل بتائی تو آپ رضی اللہ عنہ بڑے غور سے ہر ہر بات سنتے رہے پھر فرمایا: ''اے ابن زیاد! تم دیکھ رہے ہو کہ میں کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں؟''

میں نے کہا: ''امیر المومنین! آپ کو خوش خبری ہو میں آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں خیر ہی کی امید رکھتا ہوں۔''

پھر عاجزی کرتے ہوئے فرمانے لگے: ''افسوس! ہائے افسوس! کیسی خیر' کیا بھلائی! میں لوگوں کو ڈانٹتا ہوں لیکن مجھے کوئی نہیں ڈانٹتا' میں لوگوں کو زدوکوب کرتا ہوں لیکن مجھے کوئی نہیں مارتا' میں لوگوں کو تکلیف پہنچاتا ہوں لیکن مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچاتا۔''

آپ رضی اللہ عنہ یہ کلمات دہراتے جاتے اور روتے جاتے یہاں تک کہ مجھے آپ پر ترس آنے لگا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے میری حاجات پوری فرمائیں اور میرے آقا کی طرف لکھ کر بھیجا: ''یہ غلام ہمارے ہاتھوں فروخت کردو۔''

پھر اپنے بستر کے نیچے سے بیس دینار نکالے اور مجھے دیتے ہوئے فرمایا:

''یہ لو! انہیں اپنے استعمال میں لانا اگر تمہارا غنیمت میں حصہ بنتا تو وہ بھی ضرور تمہیں دیتا لیکن کیا کروں تم غلام ہو اس لیے مالِ غنیمت میں تمہارا کچھ حصہ نہیں۔''

میں نے دینار لینے سے انکار کیا تو فرمایا: ''یہ میں اپنی ذاتی رقم میں سے تمہیں دے رہا ہوں۔'' میں نے پھر انکار کیا مگر آپ رضی اللہ عنہ کے پیہم (مسلسل) اصرار سے مجبور ہو کر مجھے وہ دینار لینے ہی پڑے پھر میں واپس آ گیا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے میرے آقا کو پیغام بھیجا: ''یہ غلام ہمارے ہاتھوں فروخت کردو۔''

لیکن انہوں نے مجھے بیچا نہیں بلکہ آزاد کر دیا اس طرح امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ کی برکت سے ایک غلام کو آزادی نصیب ہو گئی۔''

(عیون الحکایات)

(۸۹)

غیر فطری فعل کا گناہ

یہ گندہ اور گھناؤنا کام زنا کاری سے بھی بڑھ کر شدید گناہِ کبیرہ ہے اور جہنم میں لے جانے والا بدترین کام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قومِ لوط کو جنہوں نے سب سے پہلے یہ فعل بد کیا تھا قرآن مجید میں بار بار ان لوگوں کو بدترین مجرم ''ظالمین'' کہیں ''فاسقین'' فرما کر ان لوگوں کے جرموں کا اعلان اور اس فعلِ بد کی مذمت کا بیان فرمایا اور قرآن مجید کی بہت سی سورتوں میں جا بجا اس کا بھی ذکر فرمایا کہ قومِ لوط پر ان کی بداعمالی کی سزا میں شدید پتھراؤ اور زلزلہ کا عذاب بھیج کر ان کی بستیوں کو اُلٹ پلٹ کر دیا اور پوری آبادی کو تہس نہس کر کے اس قوم کو دنیا سے نیست و نابود کر دیا۔ چنانچہ سورۂ اعراف میں فرمایا:

وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ○ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ○ (الاعراف رکوع:۹)

''اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کو بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے جہاں میں کسی نے نہ کی تم تو مردوں کے پاس شہوت سے جاتے ہو عورتیں چھوڑ کر بلکہ تم حد سے گزر گئے ہو۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی ہلاکت کا بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ○

(الاعراف رکوع:۱۰)

''اور ہم نے ان پر (پتھروں کا) ایک مینہ برسا دیا تو دیکھو مجرموں کا کیسا انجام ہوا۔''

دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

وَلُوطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا وَّ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ط اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ٥ (الانبیاء، ع:۵)

''اور حضرت لوط (علیہ السلام) کو ہم نے حکومت اور علم دیا اور انہیں اس بستی سے نجات بخشی جو گندے کام کرتی تھی۔ بے شک وہ لوگ بُری قوم اور فاسق لوگ تھے۔''

احادیث مبارکہ

۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سب سے زیادہ جس چیز کا مجھے اپنی اُمت پر خوف ہے وہ قومِ لوط کا عمل ہے۔''

(مشکوۃ، ج:۲، ص:۳۱۲)

۲) حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا ہے۔ تم لوگ عورتوں سے ان کے پیچھے کے مقام میں جماع نہ کرو۔''

(مشکوۃ، ج:۲، ص:۲۷۶، بحوالہ ترمذی وغیرہ)

۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو کسی مرد یا عورت کے پچھلے مقام میں جماع کرے اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرمائے گا۔'' (مشکوۃ، ج:۲، ص:۲۷۶، بحوالہ ترمذی)

۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس کو تم قومِ لوط کا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل و مفعول دونوں کو قتل کر دو۔''

(ترمذی، ج:۲، ص:۱۷۶)

۵) ایک روایت میں ہے:

''جو قوم لوط کا عمل کرے وہ ملعون ہے۔'' (ترمذی، ج:۱، ص:۱۷۶)

۶) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''آخری زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے جو ''لوطیہ'' کہلائیں گے اور یہ تین قسم کے لوگ ہوں گے۔ ایک تو وہ جو صرف لڑکوں کی صورتیں دیکھیں گے اور ان سے بات چیت کریں گے۔ دوسرے وہ ہوں گے جو لڑکوں سے مصافحہ اور معانقہ بھی کریں گے۔ تیسرے وہ لوگ ہوں گے جو ان لڑکوں کے ساتھ بد فعلی کریں گے۔ تو ان سبھوں پر اللہ (عزوجل) کی لعنت ہے مگر جو لوگ توبہ کرلیں گے اللہ تعالیٰ ان کی توبہ کو قبول فرمائے گا اور وہ لعنت سے بچے رہیں گے۔'' (کنز العمال، ج:۷، ص:۱۸۸، بحوالہ دیلمی)

۷) حضرت وکیع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''جو شخص قومِ لوط کا عمل کرتے ہوئے مرے گا اس کی قبر اس کو قومِ لوط میں پہنچا دے گی اور اس کا حشر قومِ لوط کے ساتھ ہوگا۔'' (کنز العمال، ج:۵، ص:۱۸۸)

یاد رکھیں دنیا میں بھی لوطی کی سزا بہت سخت ہے چنانچہ حضرت امام شافعی و حضرت امام مالک و حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کا یہ مذہب ہے کہ لوطی خواہ کنوارہ ہو یا شادی شدہ، سنگ سار کر کے مار ڈالا جائے۔ (ترمذی، ج:۱، ص:۱۷۶)

اور حنفی مذہب یہ ہے کہ اس کے اوپر دیوار گرادیں یا اونچی جگہ سے اسے اوندھا کر کے گرائیں اور اس پر پتھر برسائیں یا اسے قید میں رکھیں یہاں تک کہ مر جائے یا توبہ کرے یا چند بار یہ فعل بد کیا ہو تو بادشاہِ اسلام اسے قتل کر ڈالے الغرض اغلام بازی نہایت ہی خبیث فعل ہے بلکہ یہ زنا سے بھی بدتر ہے اسی لیے اس میں شرعی حد مقرر نہیں

کہ بعض اماموں کے نزدیک حد قائم کرنے سے آدمی اس گناہ سے پاک ہو جاتا ہے اور یہ اتنا شدید اور بڑا گناہ ہے کہ جب تک توبہ خالصہ نہ ہو اس گناہ سے پاکی نہ حاصل ہوگی اور اس گناہ کو حلال جاننے والا کافر ہے یہی مذہب جمہور ہے۔

(درمختار، بحر وغیرہما، بہارِ شریعت، ج:۹، ص:۹۲)



(۸۹)

ابوجہل بھاگ گیا

سیرت کا قاری چشم تصور سے پندرہ صدیاں پہلے مکہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف کو دیکھ رہا ہے جہاں قریشِ مکہ کی ایک ٹولی ابوجہل کے اردگرد بیٹھی ہوئی ہے۔ سامنے ابراہیم علیہ السلام کا تعمیر کردہ مقدس گھر ہے۔ اسلام بتدریج پھیلتا جارہا ہے' کافروں کی ساری کوششیں اور توانائیاں اس دعوتِ حق کو روکنے میں لگی ہوئی ہیں مگر حق کی آواز مسلسل گونج رہی ہے اور بلند سے بلندتر ہوتی جارہی ہے۔ ابوجہل جو اُمتِ مسلمہ کا فرعون ہے اس کا سب سے من بھاتا موضوع یہ ہے کہ مسلمانوں کو تکلیف واذیت کیسے پہنچائی جائے۔ اچانک اس نے پہلو بدلا اس کے چہرے سے حسد' حقد اور عناد صاف ظاہر تھا اس نے رازداری سے کہا:

''اے قریش! آپ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے دین کی عیب چینی' ہمارے آباء واجداد کی بدگوئی' ہماری عقلوں کی تنقیص اور ہمارے معبودوں کی تذلیل سے باز نہیں آرہا اس لیے میں اللہ سے یہ عہد کررہا ہوں کہ میں ایک بہت بھاری اور مشکل سے اُٹھایا جانے والا پتھر لاؤں گا اور جب یہ سجدہ کرے گا تو اس بھاری پتھر سے اس کا سر کچل کر رکھ دوں گا اب اس کے بعد تمہاری مرضی ہے کہ تم میری تائید کرو یا نہ کرو' مجھے بے یارومددگار چھوڑ دو یا میری حمایت میں اُٹھ کھڑے ہو۔ بنوعبدمناف میرے ساتھ جو جی چاہے کریں اس کی مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ مجھے یہ کام ہر حال میں کرنا ہے۔ حد ہوگئی ہے اب اس کا خاتمہ ضروری ہے۔''

لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اس کے مکروہ اور فاسد عزائم ان کے دِلوں کے بھی ترجمان تھے۔ انہوں نے تائید میں اپنے سر ہلائے اور کہا:

وہ شمع کیوں بجھے جسے روشن خدا کرے

''ابوالحکم! بھلا ایسا ہوسکتا ہے کہ ہم تمہیں بنوعبد مناف کے سپرد کریں ایسا کبھی نہیں ہوگا تم جو کرنا چاہتے ہو کر گزرو' ہم تمہارے ساتھ ہیں۔''

اگلے روز صبح سویرے ابوجہل نے ایک بہت بڑا پتھر اُٹھالیا اور بیت اللہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرنے لگا۔ پتھروں کے پجاری صحن حرم میں جمع ہورہے تھے' وہ بے چینی سے منتظر تھے کہ ابھی ایک بڑا اقدام ہونے والا ہے۔ ابوجہل اپنی بات کا بڑا پکا ہے وہ ضرور اپنے منصوبے پر عمل کرے گا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ وہ روزانہ بیت اللہ شریف تشریف لاتے' بیت المقدس کی طرف منہ کرتے اور نماز پڑھتے تھے۔ درمیان میں ان کے جدامجد ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کا بنایا ہوا کعبہ ہوتا جس کی تولیت صدیوں سے ان کے خاندان کے سپرد تھی۔ آج بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسبِ معمول تشریف لائے' چہرے کا رُخ بیت المقدس کی طرف کرلیا' نماز کے لیے کھڑے ہوئے' قیام کیا پھر رکوع میں چلے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے حضور سجدہ کررہے ہیں جو ہر مشکل اور پریشانی میں ان کا حامی وناصر ہے ادھر سجدے میں جاتے ہیں ادھر ابوجہل اپنے ناپاک ارادے پر عمل کے لیے اپنی جگہ سے اُٹھتا ہے۔ بھاری پتھر اس نے اپنے ہاتھوں میں اُٹھا رکھا ہے' بہت سی نگاہیں ابوجہل کا تعاقب کررہی ہیں اب وہ آگے بڑھا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا' پتھر مارنے کے لیے اپنے ہاتھ بلند کیے ارے! یہ کیا؟ پتھر اس کے ناپاک ہاتھوں سے گر پڑا اب وہ تھر تھر کانپنے لگا' چہرے کا رنگ اُڑ گیا' شکست خوردہ حالت میں پیچھے ہٹا اور بھاگ نکلا۔ قبیلے کے وہ لوگ جو تماشہ دیکھنے کے لیے وقت سے پہلے ہی جمع ہوگئے تھے' نہایت تعجب سے ابوجہل کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے

ایک شخص نے بے ساختہ پوچھا:

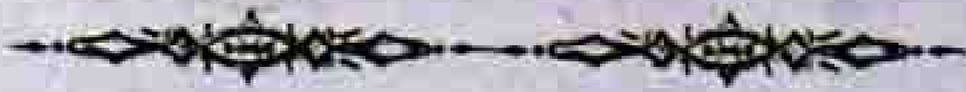
"مالك يا ابا الحكم" "ارے ابوالحکم! تمہیں کیا ہو گیا؟"

اس کے چہرے کا رنگ اُڑا ہوا تھا اور جسم بے چارگی کی تصویر بنا ہوا تھا۔ بڑی مشکل سے زبان نے اس کا ساتھ دیا اس نے رُک رُک کر کہنا شروع کیا:

"کل جس منصوبے کا میں نے اعلان کیا تھا اس پر عمل درآمد کے لیے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف بڑھا جب میں ان کے قریب ہوا تو میں نے اپنے اور ان کے درمیان آگ کے شعلے اُگلتی خندق دیکھیں، بہت سی خوف ناک چیزیں اور پر مجھے نظر آئے۔ میں خوف زدہ ہو کر پیچھے کو بھاگا۔"

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ اللہ کے فرشتے تھے اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کی بوٹی بوٹی نوچ لیتے۔"

(صحیح مسلم، حدیث: ۲۷۹۷، ودلائل النبوۃ للبیہقی: ۱۸۹/۲)



(۹۰)

گر کر قدموں پہ قربان ہو گیا

عَنْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ بِمَخْرَجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَقِیَهٗ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَنْتَ ابْنُ سَلَامٍ عَالِمُ یَثْرَبَ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ: بِاللّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلٰی مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ هَلْ تَجِدُ صِفَتِیْ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی اَنْزَلَ عَلٰی مُوْسٰی؟ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ: اُنْسُبْ رَبَّكَ یَا مُحَمَّدُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَارْتَجَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ) فَقَالَ ابْنُ سَلَامٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَشْهَدُ لَكَ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّ اللّٰهَ مُظْهِرُكَ وَ مُظْهِرُ دِیْنِكَ عَلَی الْاَدْیَانِ، وَاِنِّیْ لَاَجِدُ صِفَتَكَ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی (یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا) اَنْتَ عَبْدِیْ وَرَسُوْلِیْ سَمَّیْتُكَ الْمُتَوَکِّلَ . لَیْسَ بِفَظٍّ وَّلَا غَلِیْظٍ وَّلَا سَخَّابٍ فِی الْاَسْوَاقِ وَلَا تَجْزِیُ السَّیِّئَةَ بِالسَّیِّئَةِ مِثْلَهَا وَلٰکِنْ تَعْفُوْ وَتَصْفَحُ . وَلَنْ یَّقْبِضَكَ اللّٰهُ حَتّٰی تَسْتَقِیْمَ بِكَ الْمِلَّةُ الْعَوْجَآءَ . حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَیَفْتَحُ اَعْیُنًا عُمْیًا، وَآذَانًا صُمًّا، وَّقُلُوْبًا غُلْفًا .

(طبقات ابن سعد ج:۱ ص:۲۷۰ دلائل النبوۃ (بیہقی) ج:۱ ص:۳۷۶ ابن عساکر ج:۳ ص:۳۸۷ المواہب اللدنیۃ (قسطلانی) ج:۲ ص:۴۳۰ تفسیر درمنثور (سیوطی) تحت سورۃ الاعراف آیت نمبر:۱۵۶ مسند الدارمی (کماذکر السیوطی فی الخصائص) الخصائص الکبریٰ (سیوطی) ج:۱ ص:۱۹)

''حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بارے میں سنا تو آپ سے ملاقات کی۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ آپ ہی اہلِ یثرب کے عالم ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا: آپ کو اس اللہ تعالیٰ کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر طورِ سینا میں تورات نازل فرمائی کیا آپ اس کتاب میں جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر اُتاری اس میں میری صفات پاتے ہو؟ انہوں نے کہا: آپ اپنے رب کی تعریف بیان فرمائیں۔ آپ نے کچھ توقف فرمایا تو جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور سورۂ اخلاص پیش کرتے ہوئے عرض کیا:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ .

تو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو غالب کرے گا اور آپ کے دین کو تمام دینوں پر غالب کرے گا اور میں اللہ تعالیٰ کی کتاب میں آپ کی صفات پاتا ہوں:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ....

آپ میرے بندے اور رسول ہیں میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ آپ تندخو اور سخت مزاج نہیں ہیں نہ ہی بازاروں میں شوروغل کرنے والے ہیں۔ بُرائی کا بدلہ ویسی بُرائی سے نہیں دیتے بلکہ آپ درگزر فرماتے ہیں۔ آپ کا وصال نہیں ہوگا یہاں تک کہ آپ بگڑی اُمت کو سنوار لیں گے اور لوگ کہیں گے لا الٰہ الا اللہ آپ کے وسیلہ سے نابینا آنکھیں بہرے کان اور غلاف چڑھے دل کھول دیئے جائیں گے۔

(۹۱)

پڑھ کر کلمہ مسلمان ہو گیا

امریکہ میں ایک فلم کمپنی کے مالک کو نماز پڑھتے لوگوں کی فلم بنانے کا شوق ہوا تو اس نے چند عرب والوں سے جو امریکہ میں مقیم تھے' اپنا یہ خیال ظاہر کیا اور کہا: آپ لوگوں میں جو خوش الحان مؤذن ہو اور دل نشین آواز والا قاری ہو اس کو لایئے اور دس پندرہ آدمی پیچھے اقتداء کرنے والے بھی آ جائیں۔ میں نماز کی فلم بناؤں گا۔ چنانچہ عشا کے وقت یہ سب فلم سٹوڈیو میں آئے۔ مؤذن نے اذان کہی' کمپنی کا مالک پوری توجہ سے سن رہا تھا اس پر کچھ عجیب سا اثر ہونے لگا پھر نماز شروع ہوئی تو قاری صاحب جو امام تھے جوں جوں تلاوت کرتے جاتے' خدا کی شان وہ آدمی سن سن کے روتا جاتا۔ نماز ختم ہوئی تو فلم کمپنی کے مالک نے امام صاحب سے کہا: ''میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔''

انہوں نے اسے غسل کرنے کو کہا جب وہ غسل کر کے پاک صاف ہو کر آیا تو اسے کلمہ پڑھایا اور یوں وہ مسلمان ہو گیا پھر وہ کہنے لگا:

''آپ ایک دو گھنٹہ روزانہ مجھے قرآن مجید اور تعلیماتِ اسلام کا سبق پڑھا دیا کریں گے؟'' امام صاحب نے فرمایا: ''ضرور! یہ تو میرا اسلامی فرض ہے۔''

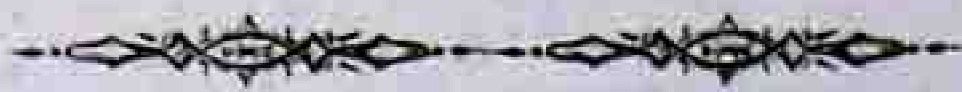
بعد ازاں اس نے فلم کمپنی بھی بند کر دی' دوستوں نے بہت فون کیے' پوچھا: ''تمہیں کیا ملا؟''

اس نے کہا: ''مجھے اسلام سے سکونِ قلب اور راحتِ جاں نصیب ہوئی ہے جو کسی چیز سے حاصل نہیں ہوئی تھی۔ میں نے کپڑے کا بزنس کیا' ڈالر بہت کمائے مگر سکون نہ ملا

پھر اور کوئی کاروبار کیے' مال خوب جمع کیا مگر دل ہمیشہ اطمینان سے خالی اور بے چین رہا اب مجھے کسی کاروبار کی ضرورت نہیں ہے' میرے پاس دولت اتنی ہے کہ سات پشتیں کھا سکتی ہیں۔ اک سکون کی دولت چاہیے تھی سو وہ مجھے اللہ تعالیٰ نے عطا کر دی ہے بس اب میں اسی دولت میں ترقی چاہتا ہوں اور اسی کو دل سے لگانا چاہتا ہوں' مجھے خدا بس یہی نصیب کرے۔"

یہ بات حقیقت ہے کہ کفار کے قلوب کو سکون و اطمینان نصیب نہیں گو ظاہر میں سامانِ راحت ہزار ہیں۔ یہ دولت صرف اسلام ہی کے دامن میں اللہ نے رکھی ہے اور یہیں سے ہی نصیب ہوتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ سچے دل سے اسلامی احکام پر انسان عمل پیرا ہو۔

(قرآنِ کریم کے حیرت انگیز واقعات از طاہر رحیمی)



(۹۲)

وہ امام جس کی عظمت کو زمانہ سلام کرے

ضحاک مروزی جب کوفہ میں آیا تو اس نے قتلِ عام کا حکم دے دیا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قمیص اور چادر پہنے ہوئے اس کے پاس گئے اور اس سے کہا: ''تو نے قتلِ عام کا حکم کیوں دیا؟'' اس نے کہا: ''یہ لوگ مرتد ہو گئے ہیں۔''

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''کیا پہلے ان کا دین کچھ اور تھا کہ اب یہ اس سے پھر گئے یا یہی دین تھا جس پر وہ اب ہیں؟'' ضحاک نے کہا: ''آپ اپنی بات لوٹائیں۔''

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پھر دوبارہ بات کہی تو ضحاک نے کہا:

''ہم غلطی پر ہیں تو اس نے قتل کا حکم واپس لے لیا۔''

لوگوں نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے نجات پائی۔ (مناقب کردری)

☆...... امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ (بڑے محدث تھے) لیکن ان کی تیز مزاجی سے لوگ پریشان رہتے تھے اسی تیز مزاجی کا نتیجہ تھا کہ ایک دن اپنی بیوی سے کہنے لگے:

''اگر تو نے مجھے آٹا ختم ہونے کی اطلاع دی تو تجھے طلاق یا لکھ کر بھیجے تو بھی طلاق اگر کسی کو قاصد بنا کر روانہ کرے تو بھی طلاق یا کسی کے پاس تو اس کا تذکرہ کرے تا کہ وہ بعد میں مجھے بتلائے تو بھی طلاق اگر اشارہ سے بتائے تو بھی طلاق۔''

اس سے ان کی بیوی بڑی پریشان ہوئی (کہ اب کوئی حل نہ تھا اطلاع کرتی ہے تو طلاق ورنہ فاقہ) کسی نے اس سے کہا:

''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جا۔''

اس نے جا کر قصہ بیان کیا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا:

''جب آٹا کی تھیلی خالی ہو جائے اور استاد محترم سو جائے تو ان کے کپڑوں سے تھیلی باندھ دینا جب وہ بے دار ہو کر اس کو دیکھیں گے تو آٹے کا ختم ہونا خود سمجھ جائیں گے۔''

امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی نے ایسا ہی کیا جب بے دار ہو کر دیکھا تو بے ساختہ فرمانے لگے: ''خدا کی قسم! یہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تدبیر ہے جب تک وہ زندہ ہے ہم کیسے عزت پا سکتے ہیں۔ اس نے تو ہمیں عورتوں میں بھی رسوا کر دیا ان کو یہ جتلا کر ہماری عقل وفہم قلیل ہے۔'' (فقاہت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ)

حکام کی خواہش اور امام کی بے نیازی

گورنر ابن ہبیرہ کی انگوٹھی میں ایک نگ تھا جس پر لکھا ہوا تھا عطاء من عبدالله۔ کہنے لگا: ''مجھے یہ ناپسند ہے کہ غیر کے نام سے مہر لگاؤں اور اس کا مٹانا بھی ممکن نہیں۔''

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا (اور نقطہ بدل دو پھر ہو جائے گا عطاء من عنداللہ

اس حاضر جوابی پر ابن ہبیرہ بڑا حیران ہوا اور کہنے لگا: ''حضرت آپ اکثر ہمارے پاس تشریف لایا کریں۔''

امام صاحب نے فرمایا: ''میں تیرے پاس کیا کروں گا؟ اگر تو مجھے اپنے قریب کرے گا تو فتنہ میں ڈال دے گا اور اگر تو مجھے اپنی مجلس سے دور کرے گا تو مجھے رسوا کرے گا اور میرے پاس کوئی ایسی چیز ہے نہیں کہ میں تجھ سے ڈروں۔''

یہی جواب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ منصور اور امیر کوفہ عیسیٰ کو بھی دیا تھا جب انہوں نے کہا تھا کہ آپ ہمارے پاس کثرت سے تشریف لاتے رہا کریں۔

(عقود الجمان)

☆...... امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوسی کا مور چوری ہو گیا اس نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے

کہا: ''خاموش رہ کسی کو اس کی خبر نہ دینا۔''

جب اگلے روز نماز کے لیے مسجد میں سب لوگ جمع ہو گئے تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اس کو شرم کرنی چاہیے جو اپنے پڑوسی کا مور چوری کرتا ہے اور پھر نماز پڑھنے آتا ہے حالانکہ مور کے پر کا اثر اس کے سر پر ہے۔''

یہ سن کر ایک شخص سر پر ہاتھ پھیرنے لگ گیا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص سے کہا: ''اے فلاں! اس کا مور واپس کرو۔'' اس نے مور واپس کر دیا۔ (الخیرات)

اُڑتا پرندہ ہنڈیا میں جا گرے تو

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: ''پکتی ہنڈیا میں پرندہ گر کر مر گیا اس کا کیا حکم ہے؟''

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا: ''بتاؤ''

انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت پیش کی: ''اس کا شوربا گرا دیا جائے اور اس کا گوشت دھو کر استعمال کر لیں۔''

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''یہ اس صورت میں ہے جب سکون ہو لیکن جب ہنڈیا جوش مار رہی ہو اس وقت گوشت بھی گرا دیا جائے گا۔''

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: ''اس کی کیا وجہ ہے؟''

فرمایا: ''اس صورت میں اس کی نجاست صرف ظاہر تک اثر کرتی ہے اور جوش مارنے کے وقت اس کا اثر گوشت کے اندر تک چلا جاتا ہے۔''

(فقاہت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ)

(۹۳)

مرنے کے بعد روح کا گھر آنا

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِذَا خَرَجَ الرُّوْحُ مِنْ بَنِیْ آدَمَ فَاِذَا مَضٰی ثَلٰثَۃُ اَیَّامٍ ۔ یَقُوْلُ الرُّوْحُ یَا رَبِّ ائْذَنْ لِیْ حَتّٰی اَمْشِیْ وَاَنْظُرُ اِلٰی جَسَدِیَ الَّذِیْ کُنْتُ فِیْہِ فَیَاْذَنُہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فَیَجِیْءُ اِلٰی قَبْرِہٖ وَیَنْظُرُ مِنْ بَعِیْدٍ وَّ قَدْ سَالَ الْمَآءُ مِنْ جَسَدِہٖ وَمِنْ مِنْخَرَیْہِ وَمِنْ فَمِہٖ فَیَبْکِیْ بُکَآءً طَوِلًا ثُمَّ یَقُوْلُ یَاجَسَدِیَ الْمِسْکِیْنَ وَیَاحَبِیْبِیْ ھَلْ تَذْکُرُ اَیَّامَ حَیٰوتِكَ وَھٰذَا مَنْزِلُ الْبَلَاءِ وَالْوَحْشَۃِ وَالْغَمِّ وَالْکُرْبَۃِ وَالْحُزْنِ وَالنَّدَامَۃِ ثُمَّ یَمْضِیْ فَاِذَا کَانَتْ خَمْسَۃُ اَیَّامٍ یَقُوْلُ یَا رَبِّ ائْذَنْ لِیْ حَتّٰی اَنْظُرَ اِلٰی جَسَدِیْ فَیَاْذَنُ اللّٰہُ تَعَالٰی لَہٗ فَیَاْتِیْ اِلٰی قَبْرِہٖ وَیَنْظُرُ مِنْ بَعِیْدٍ وَّقَدْ سَالَ الدَّمُ مِنْ جَسَدِہٖ وَمِنْ مِنْخَرَیْہِ وَمِنْ فَمِہٖ وَ اُذُنَیْہِ وَصَدِیْدٌ وَّقَیْحٌ فَیَبْکِیْ بُکَآءً طَوِیْلًا فَیَقُوْلُ یَاجَسَدِیَ الْمِسْکِیْنَ اَتَذْکُرُ اَیَّامَ حَیٰوتِكَ وَھٰذَا مَنْزِلُ الْغَمِّ وَالْھَمِّ وَالْمِحْنَۃِ وَالدِّیْدَانِ وَالْحَیَّۃِ وَالْعَقَارِبِ وَاَکَلَتِ الدِّیْدَانُ لَحْمَكَ وَفَرَّقَتْ جِلْدُكَ وَتَفَرَّقَتْ اَعْضَآؤُكَ ثُمَّ یَمْضِیْ فَاِذَا کَانَ سَبْعَۃُ اَیَّامٍ یَقُوْلُ یَارَبِّ ائْذَنْ لِیْ حَتّٰی اَنْظُرَ اِلٰی جَسَدِیْ فَیَاْذَنُ اللّٰہُ تَعَالٰی لَہٗ فَیَاْتِیْ اِلٰی قَبْرِہٖ وَیَنْظُرُ مِنْ بَعِیْدٍ وَّقَدْ وَقَعَ فِیْہِ الدُّوْدُ فَیَبْکِیْ بُکَآءً شَدِیْدًا وَ

يَقُوْلُ يَاجَسَدِىَ الْمِسْكِيْنَ اَتَذْكُرُ اَيَّامَ حَيٰوتِكَ اَيْنَ اَوْلَادُكَ وَاٰبَاۤؤُكَ وَعَشِيْرَتُكَ وَدَارُكَ وَاَقَارِبُكَ وَاَيْنَ اِخْوَانُكَ وَاَصْدِقَاۤؤُكَ وَاَيْنَ رُفَقَاۤؤُكَ وَجِيْرَانُكَ الَّذِيْنَ يَرْضُوْنَكَ فِىْ جَوَارِكَ الْيَوْمَ فَيَبْكُوْنَ عَلَىَّ وَعَلَيْكَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

وَرَوٰى عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ الْمُؤْمِنُ دَارَتْ رُوْحُهٗ حَوْلَ دَارِهٖ شَهْرًا يَنْظُرُ اِلٰى مَاخَلَّفَهٗ مِنْ عِيَالِهٖ كَيْفَ يُقَسَّمُ مَالُهٗ وَكَيْفَ يُؤَدّٰى دُيُوْنُهٗ فَاِذَا تَمَّ شَهْرٌ يَّنْظُرُ اِلٰى جَسَدِهٖ وَيَدُوْرُ حَوْلَ قَبْرِهٖ سَنَةً وَّيَنْظُرُ مَنْ يَّدْعُوْا لَهٗ وَمَنْ يَّحْزُنُ عَلَيْهِ فَاِذَا تَمَّتْ سَنَةٌ رُفِعَتْ رُوْحُهٗ اِلٰى حَيْثُ يَجْتَمِعُ فِيْهِ الْاَرْوَاحُ اِلٰى يَوْمٍ يُّنْفَخُ فِى الصُّوْرِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى: تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا وَيُقَالُ الرُّوْحُ فِيْهَا بِمَعْنَى الرَّحْمَةِ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كَمَا قُرِئَ وَالرُّوْحُ بِالْفَتْحِ وَالضَّمِّ مَعْنَاهُ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اَىْ مَعَهُمُ الرَّوْحُ وَالرَّيْحَانُ وَيُقَالُ الرُّوْحُ مَلَكٌ عَظِيْمٌ يُّنَزِّلُ الرَّحْمَةَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا قِيْلَ مَعْنَاهُ رُوْحُ بَنِىْ اٰدَمَ وَقِيْلَ مَعْنَاهُ رُوْحُ جِبْرِيْلَ وَيُقَالُ رُوْحُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الْعَرْشِ يَسْتَاْذِنُ فِىْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ مِنَ اللّٰهِ بِالنُّزُوْلِ يُسَلِّمُ عَلٰى جَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ مِنَ الشَّفَقَةِ عَلَيْهِمْ وَيُقَالُ رُوْحُ الْاَقْرِبَاۤءِ مِنْ اَمْوَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَئْذَنْ لَّنَا بِالنُّزُوْلِ اِلٰى مَنَازِلِنَا حَتّٰى نَرٰى اَوْلَادَنَا وَعِيَالَنَا فَيَنْزِلُوْنَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ كَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدٍ اَوْ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ اَوْلَيْلَةُ عَاشُوْرَاءَ اَوْ يَوْمُ الْجُمُعَةِ اَوْ لَيْلَةُ

الْجُمُعَةِ الْاُوْلٰی مِنْ رَجَبٍ اَوْلَیْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ ۔ یَخْرُجُ الْاَمْوَاتُ مِنْ قُبُوْرِهِمْ فَیَقُوْمُوْنَ عَلٰی اَبْوَابِ بُیُوْتِهِمْ وَ یَقُوْلُوْنَ ارْحَمُوْا عَلَیْنَا فِیْ هٰذِهِ اللَّیْلَةِ بِصَدَقَةٍ اَوْ لُقْمَةٍ فَاِنَّا مُحْتَاجُوْنَ اِلَیْهَا فَاِنْ لَّمْ تَقْدِرُوْا بِهَا فَاذْكُرُوْنَا بِرَكْعَتَیْنِ فِیْ هٰذِهِ اللَّیْلَةِ الْمُبَارَكَةِ هَلْ مِنْ اَحَدٍ یَّذْكُرُوْنَا وَهَلْ مِنْ اَحَدٍ یَّرْحَمُ عَلَیْنَا وَهَلْ مِنْ اَحَدٍ یَّذْكُرُوْنَا فِیْ غُرْبَتِنَا یَامَنْ سَكَنَ فِیْ دَارِنَا وَیَامَنْ نَكَحَ نِسَآءَنَا وَیَامَنْ اَقَامَ فِیْ اَوْسَعِ قُصُوْرِنَا وَنَحْنُ اَضْیَقِ قُبُوْرِنَا وَیَامَنْ قَسَّمَ اَمْوَالَنَا وَیَامَنْ اسْتَذَلَّ اَوْلَادَنَا هَلْ مِنْ اَحَدٍ مِّنْكُمْ مَّنْ یَّتَفَكَّرُ فِیْ غُرْبَتِنَا وَفَقْرِنَا وَ كُتُبُنَا مَطْوِیَّةٌ وَّكُتُبُكُمْ مَنْشُوْرَةٌ وَّلَیْسَ لِلْمَیِّتِ فِی اللَّحْدِ ثَوَابٌ فَلَا تَنْسَوْنَا بِكِسْرَةِ خُبْزِكُمْ وَدُعَائِكُمْ فَاِنَّا مُحْتَاجُوْنَ اِلَیْكُمْ اَبَدًا فَاِنْ وَّجَدُوا الصَّدَقَةَ وَالدُّعَآءَ مِنْهُمْ یَرْجِعُوْنَ فَرِحًا مَّسْرُوْرًا وَّاِنْ لَّمْ یَجِدُوْا یَرْجِعُوْنَ مَحْرُوْمًا مَّحْزُوْنًا آئِسًا ۔

روح کی پکار اور آہ و بکا

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدم زادوں کی روح جسم سے نکلتی ہے تو جب تین دن گزرتے ہیں روح عرض کرتی ہے یا میرے پروردگار! مجھے اذن بخش تا کہ میں جاؤں اور اس بدن کو دیکھوں جس میں تھی تو اللہ تعالیٰ اسے اذن دیتا ہے پس وہ میت کی قبر کی طرف آتی ہے اور اسے دُور سے دیکھتی ہے اور میت کے جسم اور ناک اور منہ سے پانی جاری ہو رہا ہوتا ہے پس بہت دیر روتی ہے پھر کہتی ہے کہ اے میرے مسکین جسم اور اے میرے پیارے! کیا تو زندگی کے دن یاد کرتا ہے یہ تو بلا اور وحشت اور غم اور تکلیف اور پریشانی اور ندامت کی جگہ ہے پھر جب پانچ دن گزرتے ہیں تو روح عرض کرتی ہے اے میرے رب! مجھے اجازت بخش تا کہ میں اپنے بدن کو دیکھوں تو اللہ تعالیٰ اسے

اجازت دیتا ہے پس وہ میت کی طرف آتی ہے اور اسے دُور سے دیکھتی ہے اور تحقیق اس کے جسم اور ناک ومنہ اور کانوں سے خون اور زرد پانی اور پیپ بہہ رہے ہوتے ہیں تو روح بہت دیر تک روتی ہے پھر کہتی ہے اے میرے مسکین بدن کیا تجھے زندگی کے دن یاد آتے ہیں اور یہ تو غم والم اور پریشانی اور کیڑوں سانپوں اور بچھوؤں کا گھر ہے اور کیڑے تیرا گوشت کھا گئے اور تیری کھال کو جسم سے جدا کر دیا اور تیرے اعضاء کو متفرق کر دیا پھر جب میت کو مرے بعد سات دن ہوتے ہیں تو روح عرض کرتی ہے کہ اے میرے پروردگار! مجھے اذن دے تا کہ میں اپنے جسم کو دیکھوں تو اللہ تعالیٰ اسے اذن دیتا ہے پس روح میت کی قبر کی طرف آتی ہے اور اسے دُور سے دیکھتی ہے اور تحقیق اس میں کیڑے پڑ چکے ہوتے ہیں پس بہت روتی ہے اور کہتی ہے اے میرے مسکین جسم کیا تجھے زندگی کے دن یاد آتے ہیں۔ کہاں ہے تیری اولاد اور آباء اور اقارب اور تیرا گھر و زمین اور کہاں ہیں تیرے بھائی اور دوست اور کہاں ہیں تیرے رفقاء اور ہمسائے جو تیری ہمسائیگی میں خوش تھے کہ وہ مجھ اور تجھ پر قیامت تک روئیں۔''

روح کے بارے میں تحقیق کہ وہ کیا ہے

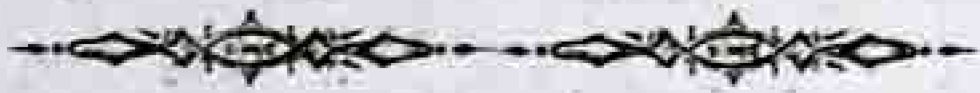
اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب مومن مرتا ہے تو اس کی روح اس کے گھر کے گرد ایک ماہ تک گھومتی ہے اور اس کے پسماندگان اہل وعیال کو دیکھتی ہے کہ وہ اس کا مال کیسے بانٹتے ہیں اور اس کے قرض کیسے چکاتے ہیں۔ پس جب ماہ گزرتا ہے تو وہ اپنے جسم کی طرف دیکھتی اور اس کی قبر کے گرد ایک سال گھومتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کے لیے کون دعا کرتا ہے اور اس پر کون غم کرتا ہے پھر جب سال گزرتا ہے تو روح اوپر چلی جاتی ہے جہاں دوسرے مومنین کی روحیں جمع رہیں گی اس دن تک کہ جس میں صور پھونکا جائے گا جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اُتریں گے اس میں ملائکہ اور روح اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت میں روح سے مراد وہ رحمت ہے جو مومن پر اُترتی ہے۔ جس طرح کہ والروح کو فتح اور ضمہ کے

ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ معنی اس کا ہے کہ فرشتے اُترتے ہیں اور روح یعنی ان کے ساتھ روح اور ریحان (جنت کی خوشبو) اُترتی ہے اور کہا گیا ہے کہ روح ایک عظیم فرشتے کا نام ہے جو اللہ کے حکم سے مومن پر اُترتا ہے جیسے کہ ارشاد ہے کہ (جس دن روح اور فرشتے صف بنائے کھڑے ہوں گے) کہا گیا ہے کہ بنی آدم کی روح اور کہا گیا ہے کہ روح سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں اور کہا گیا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مراد ہے اس رات (لیلۃ القدر) کو عرش کے نیچے اللہ سے اذن مانگتی ہے' دنیا پر اُترنے اور تمام مومنین اور مومنات پر سلام کہنے کو ان پر شفقت کی بناء پر اور کہا گیا ہے کہ مراد اقرباء اموات مومنین کی ارواح ہے جو عرض کرتی ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنے گھروں پر اُترنے کا اذن دے تاکہ ہم اپنی اولاد اور عیال کو دیکھیں تو وہ لیلۃ القدر کو اترتی ہیں۔

روح ثواب کی منتظر رہتی ہے

جس طرح کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب عید کا دن ہو یا عاشورہ کی رات یا جمعہ کا روز یا رجب کی پہلی جمعرات یا نصف شعبان کی رات تو فوت شدگان اپنی قبروں سے نکلتے ہیں اور اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑے ہوکر کہتے ہیں کہ اس رات میں ہم پر رحم کر و صدقہ یا ناداروں کو روٹی کا لقمہ دے کر ہم اس ثواب کے محتاج ہیں۔ پس اگر تم اس کی طاقت نہیں رکھتے تو اس شب مبارکہ میں دو رکعت نماز کے (ایصال ثواب) سے ہی ہمیں یاد کرلو کیا ہے کوئی تم میں جو ہمیں یاد کرے کیا ہے کوئی تم میں جو ہم پر رحم کھائے کیا ہے کوئی تم میں جو ہماری غربت میں ہمیں یاد کرے اے وہ شخص جس نے ہمارے گھر میں سکونت کی! اے وہ شخص جس نے ہماری عورتوں سے نکاح کیا! اے وہ شخص جس نے ہمارے کشادہ محلوں میں قیام کیا اور ہم اپنی تنگ قبروں میں ہیں۔ اے وہ جس نے ہمارے اموال کو تقسیم کیا! اے وہ جس نے ہماری اولاد کو خوار کیا' کیا ہے تم میں سے کوئی جو ہماری غربت اور محتاجی کے بارے میں سوچے اور اب ہمارے اعمال نامے

لپیٹے جا چکے ہیں اور تمہارے اعمال نامے کھولے ہوئے ہیں اور میت کے لیے (اپنے عمل کا) ثواب منقطع ہو چکا ہے تو تم اپنی روٹی کھاتے وقت اور دعا کے وقت ہمیں مت بھولو۔ پس بے شک ہم تمہارے ہمیشہ محتاج ہو چکے۔ پس اگر فوت شدگان ان سے صدقہ یا دعا پا لیتے ہیں تو خوشی و مسرت سے واپس لوٹتے ہیں اور اگر نہ پائیں تو محروم اور غم زدہ اور ناامید ہو کر لوٹتے ہیں۔ (دقائق الاخبار)



(۹۴)

انوکھا مبلغ

حضرت سیدنا ابوموسیٰ اشعری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''ایک مرتبہ ہم لوگ سمندری راستے سے جہاد کے لیے جا رہے تھے' ہماری کشتی سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی جانب منزل بڑھی جا رہی تھی' اتنے میں ایک غیبی آواز نے سب کو حیران کر دیا' کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا: ''اے کشتی والو! رُکو! میں تمہیں ایک اہم بات بتاتا ہوں۔''

یہی آواز چھ' سات بار سنائی دی تو میں کشتی کے چبوترے پر کھڑا ہو گیا اور کہا: ''تو کون ہے اور کہاں ہے؟ کیا تو جانتا ہے کہ ہم اس وقت کہاں ہیں؟ ہم بیچ سمندر میں کس طرح ٹھہر سکتے ہیں؟''

ابھی میں نے اپنی بات مکمل کی ہی تھی کہ انوکھے مبلغ کی غیبی آواز گونجی: ''کیا میں تمہیں ایک ایسی بات کی خبر نہ دوں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمۂ کرم پر لازم کر لیا ہے؟''

میں نے کہا: ''کیوں نہیں! ہمیں ضرور ایسی شے کے متعلق بتائیے۔''

آواز آئی: ''سنو! اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمۂ کرم پر یہ بات لازم کر لی ہے کہ جو کوئی گرمیوں کے دنوں میں رضائے الٰہی کے لیے اپنے آپ کو پیاسا رکھے گا' اللہ تعالیٰ قیامت کی ہلاکت خیز گرمی میں اسے سیراب فرمائے گا۔''

پھر حضرتِ سیدنا ابوموسیٰ اشعری علیہ الرحمہ نے ایسا معمول بنایا کہ ایسے شدید گرم دنوں میں بھی روزہ رکھتے جن میں انسان گرمی کی شدت میں بھُن جاتا تھا۔''

(عیون الحکایات)

(۹۵)

چوری اور اس کی سزا

چوری بھی گناہِ کبیرہ اور جہنم میں لے جانے والا حرام کام ہے۔ قرآن مجید اور حدیثوں میں اس حرام کام کی بکثرت مذمت وممانعت آئی ہے اور دنیا وآخرت میں اس کی بڑی سخت سزا ہے۔ دنیا میں خداوند قدوس نے چور کی یہ سزا مقرر فرمائی ہے کہ قرآن مجید میں فرمایا:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً ۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (المائدہ، ع:٦)

''اور جو مرد یا عورت چور ہو تو ان کا ہاتھ کاٹو ان کے کرتوت کا بدلہ اور اللہ کی طرف سے سزا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔''

اور حدیث شریف میں ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آیاتِ بینات کا بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ولا تسرقوا یعنی چوری مت کرو۔

دوسری حدیث میں ہے: لَا يَسْرُقُ السَّارِقُ حِيْنَ يَسْرُقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ ۔

''یعنی چور جس وقت چوری کرتا ہے اس وقت مومن نہیں رہتا۔''

(مشکوٰۃ، ج:۱، ص:۱۷، بحوالہ بخاری ومسلم)

مطلب یہ ہے کہ چوری کرتے وقت اس گناہ کی نحوست سے اس کا نورِ ایمان اس سے الگ ہو جاتا ہے اور پھر جب وہ اس گناہ سے توبہ کر لیتا ہے تو اس کا نورِ ایمان پھر اس

کو مل جاتا ہے۔ چور نے اگر دس درہم یا اس سے زیادہ مالیت کی چوری کی ہے تو اس کا داہنا ہاتھ گٹے سے کاٹ لیا جائے گا اور اس کے کٹے ہوئے ہاتھ کو اس کی گردن میں لٹکا کر شہر میں گشت کرایا جائے گا تا کہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو پھر اگر دوبارہ چوری کی تو اس کا بایاں پاؤں ٹخنے سے کاٹا جائے گا۔ ہاتھ کاٹنے کے بعد اگر چوری کا مال چور کے پاس موجود ہو تو مالک کو وہ مال دِلا دیا جائے گا اور اگر چور کے پاس سے وہ مال ضائع ہو گیا ہو تو چور سے اس کا تاوان نہیں لیا جائے گا۔ (تفسیر خزائن العرفان' ص:۱۶۵' بحوالہ تفسیر احمدی)

واضح رہے کہ ڈاکہ ڈالنا' لوٹ مار کرنا' کسی کی زمین یا مال و جائے داد کو غصب کر لینا' کسی سے عاریت کے طور پر کوئی سامان لے کر واپس نہ کرنا' کسی سے قرض لے کر اس کو ادا نہ کرنا' کسی کی امانت میں خیانت کرنا وغیرہ یہ سب چوری کی طرح گناہِ کبیرہ ہیں اور یہ سب قہر قہار و غضب جبار میں گرفتار ہونے کا سبب اور عذابِ نار کا باعث ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(جہنم کے خطرات)



(۹۶)

وہ جس کی شان میں داؤد نے نغمہ سرائی کی

ذَکَرَ وَھْبُ بْنُ مُنَبِّہٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فِیْ قِصَّۃِ دَاوٗدَ النَّبِیِّ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَمَا اَوْحٰی اِلَیْہِ فِی الزَّبُوْرِ: یَادَاوٗدُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّہٗ سَیَأْتِیْ مِنْ بَعْدِكَ اسْمُہٗ اَحْمَدُ وَمُحَمَّدٌ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَادِقًا، سَیِّدًا لَّا اَغْضَبُ عَلَیْہِ اَبَدًا وَّلَا یُغْضِبُنِیْ اَبَدًا، وَقَدْ غَفَرْتُ لَہٗ قَبْلَ اَنْ یَّعْصِیَنِیْ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ ۔

(دلائل النبوۃ (بیہقی) ج:۱ص:۳۸۰'ابن عساکر ج:۳'ص:۳۹۶'البدایۃ والنہایۃ (ابن کثیر) ج:۶' ص:۶۲' الخصائص الکبریٰ (سیوطی) ج:۱' ص:۲۶' تفسیر درمنثور (سیوطی) تحت سورۃ الاعراف' آیہ نمبر:۱۵۶' حجۃ اللہ علی العٰلمین (نبہانی) ج:۱ص:۱۹۸)

وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعہ میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زبور میں وحی فرمائی کہ اے داؤد علیہ السلام! بے شک تیرے بعد عنقریب ایک نبی آئے گا جس کا نام احمد اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا۔ سچے اور سردار ہوں گے' میں ان پر کبھی بھی ناراض نہیں ہوں گا اور نہ ہی وہ مجھے ناراض کریں گے اور میں نے ان کی کسی بھی لغزش سے پہلے ہی ان کے لیے اذن مغفرت و بخشش دے دیا ہے۔"

☆...... نقل است کہ داؤد علیہ السلام مناجات کرد کہ خداوندا من درزبور نوری مشاہدہ کردہ ام ساطع کہ ہر کہ بتلاوت آں مشغول میشوم محراب من درجنبش واہتزازمی

آید ودل مرا روح وراحت فرد میگیردو صومعه من منور میگردد خداوند آن چه نوراست ۔ حق تعالیٰ فرمود آن نور محمد است صلی اللہ علیہ والہ وسلم لاجلہ خلقت الدنیا والاخرۃ وآدم و حوآ والجنۃ والنار ۔ داود علیہ السلام آواز برآورد نام محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم برزبان راندو گفت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وبیکبار طیورو حوش وھوام و کوہ ودشت و بیاباں ھمہ بجواب اودر آمدند و زبان بگفتار قد صدقت یا داود بکشادند فلذلک قولہ تعالیٰ ولقد اتینا داود منا فضلا یاجبال اوبی معہ والطیر بعدازاں دیگر ہر بار کہ خواستی تابتلاوت زبور اشتغال نماید ابتدا بکلمۃ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نمودی ۔

(معارج النبوۃ (معین کاشفی) رُکن دوم ص:۱۲)

ذکر مصطفیٰ سے محراب وجد کرنے لگا

''حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا' اے اللہ! میں جب بھی زبور کی تلاوت شروع کرتا ہوں تو مجھے ایک نور نظر آتا ہے اور ساتھ ہی میرا محراب خوشی سے جھومنے لگتا ہے اور اس وقت میرا دل وجگر انتہائی راحت محسوس کرتا ہے۔ میرا کمرہ روشن ومنور ہو جاتا ہے۔ اے اللہ! یہ نور کیسا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا' اے داؤد! یہ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ میں نے اسی نور کی وجہ سے دنیا' آخرت' حضرت آدم' حضرت حوا علیہما السلام' جنت اور دوزخ کو پیدا فرمایا تب حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام نے بلند آواز سے نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم پکارا تو پرندے' جنگلی' وحشی' کوہ ودشت' بیاباں اور صحرا سے ایک گونج اُٹھی کہ اے داؤد آپ نے صحیح نام پکارا اسی مضمون کو کلامِ الٰہی میں بیان کیا

گیا:

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا یَا جِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَالطَّیْرَ .

اس دن کے بعد جب بھی آپ زبور شریف کی تلاوت فرمانے لگتے تو لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ لیتے تھے۔"

حضرت مقاتل بن سلیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

قَالَ وَجَدْتُ مَكْتُوْبًا فِی الزَّبُوْرِ: اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلِیْ اِلَی الْعَرَبِ فَیَقْهَرُ الْعَجَمَ، وَیَفْتَحُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ اِلٰی مَغَارِبِهَا، وَهُوَ خَیْرُ الْاَنْبِیَآءِ وَسَیِّدُهُمْ وَاَفْضَلُ الْخَلْقِ وَاَكْرَمُهُمْ عَلَیَّ، فَطُوْبٰی لِمَنْ اٰمَنَ بِهٖ، وَطُوْبٰی لِمَنِ اتَّبَعَهٗ وَطُوْبٰی لِمَنْ هَاجَرَ مَعَهٗ وَطُوْبٰی لِمَنِ اقْتَدٰی بِهٖ .

(شرف المصطفیٰ، ج:۱، ص:۱۶۲)

جو دلوں کو فتح کرے وہی فاتحِ زمانہ

میں نے تورات میں لکھا ہوا پایا کہ بے شک میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے تمام عرب کی طرف رسول ہیں۔ پس وہ عجم پر غلبہ پائیں گے، زمین کے مشارق و مغارب تک فتح کریں گے اور وہ انبیائے کرام علیہم السلام میں سے بہترین اور ان کے سردار ہیں۔ میری مخلوق میں سے افضل ترین اور مجھ پر سب سے زیادہ معزز ہیں۔ پس سعادت ہے ان کے لیے جو ان پر ایمان لائیں گے۔ پس سعادت ہے ان کے لیے جو ان کی پیروی کریں گے۔ سعادت ہے ان کے لیے جو ان کے ساتھ ہجرت کریں گے۔ سعادت ہے ان کے لیے جو ان کی اقتداء کریں گے۔

☆...... وَفِیْ زَبُوْرِ دَاوٗدَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مِنْ مَزْبُوْرِ اَرْبَعَةٍ وَّاَرْبَعِیْنَ فَاضَتِ النِّعْمَةُ مِنْ سَیْفِكَ مِنْ هٰذَا . بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ اِلَی الْاَبَدِ . تَقَلَّدْ اَیُّهَا الْجَبَّارُ السَّیْفَ . فَاِنَّ شَرَآئِعَكَ وَسُنَنَكَ مَقْرُوْنَةٌ بِهَیْبَةِ

یَمِیْنِکَ ۔ وَسِهَامُکَ مَسْنُوْنَةٌ وَّجَمِیْعُ الْاُمَمِ یَخِرُّوْنَ تَحْتَکَ ۔

(المواہب اللدنیہ (قسطلانی) ج:۲،ص:۴۳۵، مدارج النبوۃ (شیخ محقق) ج:۱،ص:۱۰۱ (فارسی)

"حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور کے چوالیسویں مزبور میں موجود ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہونٹوں سے نعمتیں جاری ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ابد تک برکتیں دی ہیں۔ اے طاقت ور اپنی شمشیر نیام میں کر بے شک آپ کی شریعت وحکمت اور آپ کی سنت آپ کے دائیں ہاتھ میں ہے اور آپ کے تیر تیز ہیں اور تمام اُمتیں کے آپ کے سامنے سرنگوں ہوں گی۔"

یہ گھٹائیں اُسے منظور بڑھانا تیرا

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قَالَ قَرَاْتُ فِیْ زُبُوْرِ دَاوٗدَ عَلَیْهِ السَّلَامُ ذِکْرَ نَبِیِّنَا اَنَّهٗ یَجُوْزُ مِنَ الْبَحْرِ اِلَی الْبَحْرِ ۔ وَمِنْ لَّدُنِ الْاَنْهَارِ اِلٰی مُنْقَطِعِ الْاَرْضِ ۔ وَاَنْ یَّخِرَّ اَهْلُ الْجَزَآئِرِ بَیْنَ یَدَیْهِ عَلٰی رُکْبِهِمْ وَیَلْحَسَ اَعْدَآءُهُ التُّرَابَ مِنْ تَحْتِ قَدَمَیْهِ ۔ وَتُدِیْنَ لَهُ الْاُمَمُ بِالطَّاعَةِ وَالْاِنْقِیَادِ' لِاَنَّهٗ یُخَلِّصُ الْمُضْطَهَدَ مِمَّنْ هُوَ اَقْوٰی مِنْهُ' وَیَرْاَفُ بِالضُّعَفَآءِ وَالْمَسَاکِیْنَ' وَیُصَلِّیْ فِیْ کُلِّ وَقْتٍ' وَیُبَارِکُ عَلَیْهِ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَیَدُوْمُ ذِکْرُهٗ مَعَ ذِکْرِ اللّٰهِ اِلَی الْاَبَدِ ۔

(ابن عساکر ج:۳،ص:۵۱۸، المجالسۃ وجواہر العلم (دینوری) ج:۱،ص:۱۶۶، حدیث نمبر:۷۵۹، موسوعۃ الدفاع عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (باب البشارۃ الرابعۃ) ج:۲،ص:۹۳)

میں نے حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور شریف میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک پڑھا ہے جو کچھ یوں ہے کہ آپ ایک سمندر سے دوسرے سمندر کی طرف چلیں گے۔ نہروں سے بنجر زمین کی طرف چلیں گے اور یہ کہ اہلِ جزائران کے سامنے گھٹنوں کے بل گریں گے یعنی ان کے فرماں بردار ہو جائیں گے اور ان کے دشمن

ان کے قدموں کی خاک مبارک چومیں گے اور اقوام اور ناقدین اطاعت کرتے ہوئے آپ کی فرماں برداری کریں گے کیونکہ وہ کمزوروں کو طاقت وروں سے نجات دِلائیں گے۔ کمزوروں اور مسکینوں پر نرمی کریں گے اور وہ تمام اوقات میں نماز پڑھیں گے ہر دن ان پر برکتوں کا نزول ہوتا رہے گا اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ ان کا ذکر مبارک بھی ہمیشہ جاری رہے گا۔"



(۹۷)

اے اللہ! اس کے لیے نور پیدا فرما دے

سیدنا طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ ملکِ یمن کے ایک قبیلہ دَوس سے تعلق رکھتے تھے۔ مکہ مکرمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ ایمان ہوئے اور چند روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے پھر آپ نے انہیں قبیلہ دَوس کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے مامور فرمایا اس موقع پر انہوں نے عرض کیا:

''اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی ایسی نشانی عطا فرما دیں جسے دیکھ کر دَوس قبیلہ کے لوگ میری بات مان لیں اور ایمان لے آئیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی......

اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ لَهٗ .

''اللہ! اس کے لیے روشنی پیدا فرما دے۔''

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک تیز روشنی چمکنے لگی ان کو اندیشہ ہوا کہ لوگ کہیں یہ نہ کہنے لگیں کہ اپنے آباء کے دین کو چھوڑنے کی وجہ سے اس کی صورت بدل گئی ہے اس لیے انہوں نے یہ دعا کی:

''اے اللہ! یہ روشنی چہرے کی بجائے کسی اور چیز میں منتقل فرما دے۔''

چنانچہ پھر وہ روشنی ان کے لیے کوڑے کے سرے پر چمکنے لگ گئی اور اتنی تیز تھی کہ اندھیری رات میں قندیل کی طرح نظر آتی تھی اور اس وجہ سے انہیں ذوالنور یعنی روشنی والا کہا جاتا تھا۔

یہ جب اپنی قوم کی جانب گئے اور انہیں اسلام کی جانب بلایا تو شروع میں ان کی دعوت پر صرف ان کے والد اور ان کی بیوی نے اسلام قبول کیا' دوسرے لوگ آپ کا مذاق اُڑانے لگے۔ یہ وہاں سے لوٹ کر دوبارہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے یہ درخواست کی: ''میرے قبیلہ دَوس کے لوگ ایمان نہیں لاتے' آپ ان کی ہلاکت کے لیے بددعا فرما دیجیے۔''

آپ کی ذاتِ گرامی تو تمام عالمین کے لیے سراپا رحمت بن کر آئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا کی بجائے یوں دعا فرمائی...... اَللّٰھُمَّ اھْدِ دَوْسًا وَّاْتِ بِھِمْ ۔

''اے اللہ! قبیلہ دوس کو ہدایت عطا فرما اور ان کو یہاں (ایمان کے ماحول میں) لے آ۔''

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کی برکت سے قبیلہ دوس کے ستر' اسی گھرانے مسلمان ہو گئے اور یہ لوگ فتح خیبر کے موقع پر ۷ھ میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی اسی سال حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے بھی حضرت طفیل بن عمرو دَوسی رضی اللہ عنہ کی دعوت پر ایمان قبول کیا۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کے ثمرات و برکات' ص: ۱۵' ۱۴)

(۹۸)

ابن مبارک کا امامِ اعظم سے سوال

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا:

''ایک شخص کے دو درہموں کے ساتھ دوسرے شخص کا ایک درہم مل گیا پھر ان میں سے دو گم ہو گئے لیکن یہ معلوم نہیں کہ کون سے ضائع ہوئے؟'' تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''جو درہم باقی ہے وہ ان میں بطریق اثلاث تقسیم ہوگا یعنی جس کے دو تھے اس کو دو حصے اور جس کا ایک تھا اس کو ایک حصہ ملے گا۔''

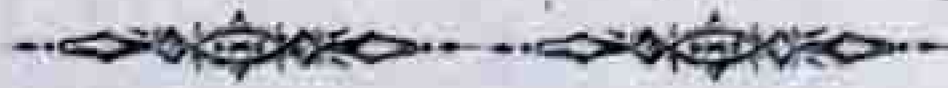
حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

''پھر میں ابن شبرمہ سے ملا' ان سے بھی یہی مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے کہا یہ مسئلہ کسی اور سے بھی پوچھا ہے؟ میں نے کہا' ہاں! ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے۔ فرمانے لگے' انہوں نے فرمایا ہوگا باقی درہم بطریق اثلاث تقسیم ہوگا۔ میں نے کہا' ہاں! فرمانے لگے' اللہ کے بندے نے غلطی کی پھر فرمایا جو درہم گم ہو گئے ان میں سے ایک تو یقینی طور پر دو والے کا ہے اور دوسرا دونوں کا اور تیسرا ان کے درمیان نصف و نصف تقسیم ہوگا۔ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے اس جواب کو پسند کیا پھر میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملا' وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اگر ان کی عقل کو نصف اہلِ زمین سے تولا جاتا تو ان کی عقل بڑھ جاتی تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے پوچھا کیا تو ابن شبرمہ سے ملا تھا اور اس نے تجھے درہم کی تقسیم میں اس طرح کہا ہے؟ میں نے عرض کیا' جی ہاں!

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب تین درہم آپس میں خلط ملط ہو گئے تو ان میں شرکت لازم ہو گئی تو ایک درہم والے کے لیے ہر درہم میں ایک تہائی ہو گیا اور دو درہم والے کے لیے ہر درہم میں دو تہائی حصہ ہو گیا۔ پس جو درہم بھی گم ہو گیا' وہ دونوں کا اپنے اپنے حصہ کے بقدر گم ہو گیا اور جو باقی رہا وہ بھی اپنے اپنے حصہ کے بقدر باقی رہا۔"

(مناقب کردریؒ)

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا وہ ظاہر ہے اس کے لیے جو اس قاعدہ کلیہ کو مانتا ہے کہ عدم تمیز کے ساتھ اختلاط شرکت مال مشترک کی تقسیم لازم ہے اور جو ابن شبرمہ نے کہا یہ اس کے نزدیک ہے جو شرکت کو تسلیم نہیں کرتا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ دو گم شدہ درہموں سے ایک یقینی طور پر دو والے کا ہے باقی دو میں سے ہر ایک کا ایک ایک ہے لیکن اب فی الحال صرف ایک موجود ہے کسی کے لیے اس میں کوئی وجہ ترجیح نہیں ہے اس لیے ان میں آدھو آدھ تقسیم ہو گا۔



(۹۹)

روح، جسم میں کس مقام پہ ہے؟

وقد قیل ان الروح فی الفؤاد او فی بعض اجزآء البدن لافی جمیع البدن لکنھا فی جزء من اجزآئه والدلیل علیه

"اور تحقیق کہا گیا ہے کہ روح کا مقام دل ہے یا بدن کے کچھ اجزاء تمام بدن اس کا مقام نہیں لیکن روح اس کے اجزاء میں ایک جز میں ہوتی ہے اور دلیل اس مدعا کی یہ ہے کہ ایک شخص کثیر زخموں سے زخمی ہوتا ہے مگر مرتا نہیں اور ایک شخص ایک ہی زخم سے زخمی ہوتا ہے اور مر جاتا ہے اس لیے کہ وہ ایک زخم اس جگہ ہوتا ہے جہاں روح ہو اور اس میں حلول کیے ہوئے اور کہا گیا ہے کہ روح تمام بدن میں حلول کیے ہوتی ہے اسی لیے موت تمام بدن کو آتی ہے اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے محبوب فرما دیجیے وہی اسے زندہ فرمائے گا جس نے اسے ابتدا سے پیدا کیا۔

روح اور روان میں فرق

اگر سوال کیا جائے کہ روح اور روان میں کیا فرق ہے؟ تو میں کہوں گا ان دونوں میں کوئی فرق نہیں جس طرح کہ بدن ہاتھ اور پاؤں کے ساتھ جاتا اور آتا ہے اور روح ایک جگہ رہتی ہے پس اس کا مقام جسم میں غیر معین ہے اور روان کا مقام دو ابروؤں کے درمیان ہے اور جب روح نکلتی ہے تو بندہ لازماً مر جاتا ہے مگر جب روان نکلے تو بندہ سو جاتا ہے جس طرح کہ پیالہ میں پانی ڈالا جائے اور اسے مکان میں رکھا جائے اور اس پر

دریچہ سے سورج کی دھوپ پڑے اور سورج کی شعاعیں چھت پر پڑتی ہوں تو وہ حرکت کرتا ہے حالانکہ پیالہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتا ایسے ہی روح بدن میں ساکن رہتی ہے اور شعاعیں اس کی عرش تک جاتی ہیں اور وہ شعاعیں روان ہے پس خواب میں ملکوت کو دیکھتا ہے پھر جب آدمی سوتا ہے روح نکلتی ہے یعنی روان اس کے ناک سے اور آسمان پر جاتی ہے تو روان عالمِ ملکوت میں کام میں نفس کی قائم مقام ہوتی ہے۔ پس اگر کہا جائے کہ جب مومن کی روح آسمان پر چڑھ کر کام میں نفس کی قائم مقام ہوتی ہے تو کافر کی روح کہاں جاتی ہے تو کہا گیا ہے کہ کافر کی روح بھی آسمان کی طرف جاتی ہے مگر اسے شیطان روک لیتے ہیں تو وہ شیطانوں کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ پس اگر کہا جائے کہ جب روح یعنی روان خواب میں نکل جائے تو ممکن ہے کہ آدمی سانس نہ لے سکے۔ کہا گیا ہے کہ یہ وہ وجوہ ہیں جن سے ایک کو علماء نے بیان کیا ہے کہ آدمی سے روح یعنی روان چلتی ہے مگر اس میں زندگی اور نفس دونوں باقی رہتے ہیں اس لیے کہ باقی رہنا روان کے سبب نہیں کیا تو نے نہیں دیکھا جو عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا چار مخلوق کے لیے روح ہے۔ انس و جن و ملائکہ و شیاطین اور باقی سب مخلوق کے لیے نفس و حیات ہے اور محمد ابن الترمذی نے کہا: روحیں دو ہیں ایک وہ جس کے ساتھ زندگی اور نفس قائم ہے دوسری وہ جس کے سبب حرکت ہے پس جب کوئی سوتا ہے تو اس سے وہ روح نکلتی ہے جس کے سبب حرکت ہے نہ کہ وہ روح نکلتی ہے جس سے زندگی اور نفس قائم ہو۔'' (دقائق الاخبار)



(۱۰۰)

پرندے کے ذریعے رزق

حضرت سیدنا مسعر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ ایک عابد پہاڑ پر رہ کر عبادت کیا کرتا تھا' اسے رزق اس طرح ملتا کہ ایک سفید پرندہ روزانہ اسے دو روٹیاں دے دیتا۔ عابد روٹیاں کھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا اور دن رات عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتا۔ ایک مرتبہ جب اسے دو روٹیاں دی گئیں تو ایک سائل آ گیا اس نے ایک روٹی اسے دے دی پھر ایک اور سائل آیا تو آدھی روٹی اسے دے دی اور آدھی اپنے لیے رکھ لی پھر اپنے آپ سے کہا:

''بخدا! آدھی روٹی نہ تو مجھے کفایت کرے گی اور نہ ہی سائل کا گزارہ ہوگا' بہتر یہی ہے کہ ایک بھوکا رہے تاکہ دوسرے کا گزارہ ہو جائے۔''

پس اس نے سائل کو ترجیح دیتے ہوئے روٹی اسے دے دی۔ سائل دعائیں دیتا ہوا چلا گیا۔ عابد نے وہ رات بھوک میں کاٹی پھر خواب دیکھا' کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا:

''جو مانگنا ہے' مانگ لو۔'' عابد نے کہا: ''میں تو مغفرت کا طالب ہوں۔''

آواز آئی: ''یہ چیز تو تمہیں دی جا چکی ہے اس کے علاوہ کچھ چاہیے تو بتاؤ۔''

ان دنوں لوگ قحط سالی میں مبتلا تھے اور بارش بالکل نہ ہوئی تھی۔ عابد نے کہا:

''میں چاہتا ہوں کہ لوگ بارش سے سیراب ہو جائیں۔''

عابد کی دعا قبول ہوئی اور موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ (عیون الحکایات)



(۱۰۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فاروق کیسے بنے؟

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اسلام لائے دو دن گزرے تھے' یہ بدھ کا دن' نبوت کا چھٹا سال اور ذوالحجہ کا مہینہ تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ الٰہی میں اپنے مبارک ہاتھ اُٹھائے اور عرض کیا:

''اے اللہ! عمر بن خطاب اور عمرو بن ہشام (ابوجہل) میں سے جو شخص تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعے سے اسلام کو قوت عطا فرما۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پسند فرمایا اور اگلے دن یعنی جمعرات کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرلیا۔ سیرت نگاروں نے ان کے اسلام لانے کا واقعہ بڑی تفصیل کے ساتھ اور مختلف پہلوؤں سے بیان کیا ہے اس سے پہلے کہ ہم ان کے اسلام لانے کا واقعہ بیان کریں' مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شخصی زندگی کے حوالے سے چند باتیں بتا دی جائیں۔ ان کا تعلق بنوعدی سے تھا۔ وہ آل اسماعیل میں سے ہیں اور ان کا نسب اوپر جا کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جاتا ہے۔ یہ بڑے تنومند تھے اور لمبے قد کے مالک تھے' جسم نہایت طاقت ور تھا' اپنی تند مزاجی اور سخت خوئی کی وجہ سے بہت مشہور تھے۔ مسلمانوں کے سخت دشمن تھیں' ان کے خاندان کی ایک لونڈی مسلمان ہوگئی اسے اس قدر مارتے تھے کہ مارتے مارتے خود تھک جاتے تھے اس کے بعد کہتے تھے:

''میں نے تجھے کسی مروت کی وجہ سے نہیں بلکہ محض تھک جانے کی وجہ سے چھوڑا

ہے۔ وہ ایک طرف اپنے آباء واجداد کی ایجاد کردہ رسموں کا بڑا احترام کرتے تھے اور دوسری طرف ایمان اور عقیدے کی راہ میں مسلمانوں کی پختگی اور مصائب جھیلنے کے سلسلے میں ان کی قوت برداشت کو خوش گوار حیرت اور پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ وہ مدت تک اسلام اوراس کی واضح تعلیمات کے بارے میں سوچتے رہے' ان کے دل میں سب سے پہلے اسلام کا بیج کب بویا گیا؟'' اس بارے میں خود بیان کرتے ہیں:

قرآنی آیات نے انقلاب بپا کر دیا

''ایک مرتبہ انہیں رات گھر سے باہر بسر کرنی پڑی' وہ حرم پہنچے اور خانہ کعبہ کے پردوں میں گھس گئے اس وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ زبانِ مبارک پر سورۂ حاقہ کی آیات کی تلاوت جاری تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے کان اس خوب صورت آواز اور حکمت بھرے کلام پر لگا دیئے۔ واہ! کیا خوب صورت کلام ہے اس کا ربط کتنا شان دار ہے اور اس کے الفاظ کتنے پاکیزہ اور روح پرور ہیں' وہ حیرت زدہ رہ گئے مگر دل ہی دل میں کہنے لگے یہ تو واقعی شاعر ہے قریش ٹھیک ہی تو کہتے ہیں اسی دوران اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت نمبر ۴۰' ۴۱ کی تلاوت فرمائی:

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ○ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۔

''یہ ایک بزرگ رسول کا قول ہے' یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے' تم لوگ کم ہی ایمان لاتے ہو۔''

اب دل میں خیال گزرا کہ اس نے تو میرے دل کی بات جان لی ہے یقیناً یہ کاہن ہے اب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ حاقہ کی اگلی آیات کی تلاوت فرمائی:

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ○ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔

''یہ کسی کاہن کا بھی قول نہیں ہے تم لوگ کم ہی نصیحت حاصل کرتے ہو یہ تو اللہ رب

العالمین کی طرف سے نازل کیا گیا کلام ہے۔" یہ آیات سن کر اسلام ان کے دل میں جاگزیں ہوگیا۔

ایک اور واقعہ بخاری شریف کی حدیث: ۳۸۶۶ میں موجود ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فاروق اعظم فرماتے ہیں

"ایک مرتبہ میں بتوں کے قریب سو رہا تھا' ایک شخص ایک بچھڑا لایا' بت پر اسے ذبح کر دیا اس کے حلق سے اس قدر زور کی آواز نکلی کہ میں نے ایسی شدید چیخ کبھی نہیں سنی تھی پھر یہ آواز میرے کانوں سے ٹکرائی:

یَا جَلِیْحُ، اَمْرٌ نَجِیْحُ، رَجُلٌ فَصِیْحُ یَقُوْلُ: لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

"اے کھلے دشمن! ایک بات بتلاتا ہوں جس سے تجھے تیری مراد مل جائے۔ ایک فصیح وخوش بیان شخص یوں کہتا ہے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔"

یہ سنتے ہی تمام لوگ (جو وہاں موجود تھے) چونک پڑے اور وہاں سے چل دیئے۔ میں نے کہا میں تو نہیں جاؤں گا دیکھوں گا کہ اس کے بعد کیا ہوتا ہے پھر یہی آواز آئی:

"اے سخت دشمن! تجھے ایک بات بتلاتا ہوں جس سے مراد بر آئے۔ ایک فصیح شخص یوں کہہ رہا ہے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ۔" اس وقت میں کھڑا ہوگیا ابھی کچھ دیر نہیں گزری تھی کہ لوگ کہنے لگے:

"یہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے سچے رسول ہیں......"

اس صورت حال نے انہیں اسلام سے قریب تر کر دیا۔

اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کمائی دانائی ثابت ہوئی۔ پکارنے والا کوئی فرشتہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی بشارت دے رہا تھا۔

ان کے اسلام لانے کا جو فوری سبب بنا وہ یہ ہے کہ ایک دن وہ خود جنابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تمام کرنے کی نیت سے تلوار لے کر نکل پڑے۔ ابھی راستے ہی

میں تھے کہ نعیم بن عبداللہ نحام عدوی سے ملاقات ہوگئی اس نے تیور دیکھ کر پوچھا:

''عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟''

عمر نے کہا: ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔''

اس نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر کے بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کیسے بچ سکو گے؟

عمر نے کہا: ''معلوم ہوتا ہے تم بھی اپنا پچھلا دین چھوڑ کر بے دین ہو چکے ہو۔''

اس نے کہا: ''عمر! ایک عجیب بات نہ بتا دوں؟ تمہاری بہن اور بہنوئی بھی تمہارا دین چھوڑ کر بے دین ہو چکے ہیں۔''

حضرت عمر کا بہن اور بہنوئی سے سلوک

یہ سن کر عمر غصے سے بے قابو ہو گئے۔ سیدھے بہن اور بہنوئی کے گھر پہنچے وہاں انہیں حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سورۂ طٰہٰ پر مشتمل ایک صحیفہ پڑھا رہے تھے۔ قرآن پڑھانے کے لیے وہاں آنا جانا حضرت خباب رضی اللہ عنہ کا معمول تھا۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے عمر بن خطاب جیسے جری انسان کی آہٹ سنی تو گھر کے ایک گوشے میں چھپ گئے ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا نے صحیفہ چھپا دیا لیکن عمر گھر کے قریب پہنچ کر حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی قرأت سن چکے تھے۔ چنانچہ پوچھا:

''یہ دھیمی دھیمی آواز کیسی تھی جو تم لوگوں کے ہاں میں نے سنی تھی؟''

انہوں نے کہا: ''کچھ نہیں بس ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''غالباً تم دونوں بے دین ہو چکے ہو۔''

بہنوئی نے پوچھا: ''اچھا عمر! یہ بتاؤ اگر حق تمہارے دین کی بجائے کسی اور دین میں ہو تو؟'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اتنا سننا تھا کہ اپنے بہنوئی پر چڑھ دوڑے، اوپر بیٹھ کر انہیں بُری طرح مارنے لگے۔ ان کی بہن نے لپک کر بھائی کو اپنے شوہر سے الگ کیا تو

بہن کو ایسا چانٹا مارا کہ چہرہ خون آلود ہو گیا۔ ابن اسحاق کی روایت ہے کہ ان کے سر میں چوٹ آئی۔ بہن نے جوش غضب میں کہا: ''عمر! اگر تیرے دین بھی بجائے دوسرا ہی دین برحق ہو تو؟''

اور پھر بلند آواز سے کلمہ توحید پکارا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔

''میں شہادت دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور میں شہادت دیتی ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔''

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر مایوسی کے بادل چھا گئے' انہیں اپنی بہن کے چہرے پر خون دیکھ کر شرم بھی محسوس ہوئی۔ کہنے لگے:

''اچھا یہ کتاب جو تمہارے پاس ہے ذرا مجھے بھی پڑھنے کو دو۔''

بہن نے کہا:

ناپاک لوگ پاک کتاب کو نہیں چھو سکتے

''تم ناپاک ہو اس کتاب کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔ اُٹھو پہلے غسل کرو۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غسل کیا پھر کتاب لی اور پڑھنے لگے۔ کہنے لگے:

''یہ تو بڑے پاکیزہ نام ہیں۔'' اس کے بعد سورۂ طٰہٰ سے

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ۔

تک کی قرأت کی۔ کہنے لگے:

''یہ تو بڑا عمدہ اور بڑا محترم کلام ہے' مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ بتاؤ۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ فقرے سن کر حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ اندر سے باہر آ گئے۔ کہنے لگے:

''عمر خوش ہو جاؤ۔ مجھے امید ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعرات کی

رات تمہارے بارے میں جو دعا کی تھی (کہ اے اللہ! عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام کے ذریعے اسلام کو قوت پہنچا) وہ تمہارے حق میں قبول ہو گئی ہے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ صفا کے پاس دارِ ارقم میں تشریف فرما ہیں۔"

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار حمائل کی اور اس گھر کے پاس پہنچ کر دروازے پر دستک دی۔ ایک آدمی نے اُٹھ کر دروازے کی جھری سے جھانکا تو دیکھا کہ عمر تلوار حمائل کیے موجود ہیں۔ لپک کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی' سارے لوگ سمٹ کر یکجا ہو گئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "کیا بات ہے؟"

لوگوں نے کہا: "عمر آئے ہیں۔"

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "بس! عمر ہے' دروازہ کھول دو۔ اگر وہ خیر کی نیت سے آیا ہے تو اسے ہم عطا کریں گے اور اگر کوئی بُرا ارادہ لے کر آیا ہے تو ہم اسی کی تلوار ہی سے اس کا کام تمام کر دیں گے۔"

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف فرما تھے' آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی' وحی نازل ہو چکی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے' بیٹھک میں ان سے ملاقات ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کپڑے اور تلوار پکڑ کر انہیں سختی سے جھٹکتے ہوئے فرمایا: "عمر! کیا تم اس وقت تک باز نہیں آؤ گے جب تک اللہ تعالیٰ تم پر بھی ویسی ہی ذلت و رسوائی اور عبرت ناک سزا نازل نہ فرما دے جیسی ولید بن مغیرہ پر نازل ہو چکی ہے؟ یا اللہ! یہ عمر بن خطاب ہے۔ یا اللہ! اسلام کو عمر بن خطاب کے ذریعے قوت و عزت عطا فرما۔"

پڑھ کر کلمہ مسلمان ہو گئے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ انہوں نے بلند آواز سے کہا: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔

''میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔''

یہ سن کر گھر کے اندر موجود صحابہ علیہم الرضوان نے اس زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ مسجد الحرام والوں کو بھی سنائی دیا۔ معلوم رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زور آوری کا حال یہ تھا کہ کوئی ان سے مقابلے کی جرأت نہ کرتا تھا اس لیے ان کے مسلمان ہو جانے سے مشرکین میں کہرام مچ گیا اور انہیں بڑی ذلت و رسوائی محسوس ہوئی۔

دوسری طرف ان کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو بڑی عزت و قوت' شرف و اعزاز اور مسرت و شادمانی نصیب ہوئی۔ ابن اسحاق نے اپنی سند سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان روایت کیا۔ فرماتے ہیں: ''جب میں مسلمان ہوا تو میں نے سوچا کہ مکے کا کون شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا اور سخت ترین دشمن ہے؟''

پھر میں نے جی ہی جی میں کہا: ''یہ ابوجہل ہے۔''

اس کے بعد میں اس کے گھر گیا اس کا دروازہ کھٹکھٹایا' وہ باہر آیا' مجھے دیکھ کر بولا: اَھْلًا وَّسَھْلًا۔ ''خوش آمدید' خوش آمدید! کیسے آنا ہوا؟''

میں نے کہا: ''تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ میں اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا چکا ہوں اور جو کچھ وہ لے کر آئے ہیں اس کی تصدیق کر چکا ہوں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ (یہ سنتے ہی) اس نے فوراً دروازہ بند کر دیا اور بولا: ''اللہ تیرا بُرا کرے اور جو کچھ تو لے کر آیا ہے اس کا بھی بُرا کرے۔''

حضرت عمر کے ایمان نے ہلچل مچا دی

امام ابن جوزی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ جب کوئی شخص مسلمان ہو جاتا تو لوگ اس کے پیچھے پڑ جاتے' اسے زدوکوب کرتے اور وہ بھی جواباً انہیں مارتا تھا اس لیے جب میں مسلمان ہوا تو اپنے ماموں عاصی بن ہاشم کے پاس گیا اور اسے اپنے قبول اسلام کی اطلاع دی۔ وہ مجھ سے منہ موڑ کر گھر کے اندر گھس گیا پھر

میں قریش کے ایک بڑے آدمی کے پاس گیا' اسے خبر دی' وہ بھی گھر کے اندر گھس گیا۔

ابن ہشام اور ابن جوزی کا بیان ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو جمیل بن معمر جمحی کے پاس گئے' یہ شخص کسی بات کا ڈھول پیٹنے میں پورے قریش میں سب سے آگے تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بتایا: ''میں مسلمان ہو گیا ہوں۔''

اس نے سنتے ہی بڑے زور سے چیخ کر کہا: ''خطاب کا بیٹا بے دین ہو گیا ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے کھڑے تھے۔ بولے: ''یہ جھوٹ کہتا ہے' میں تو مسلمان ہوا ہوں۔''

یہ سن کر لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑے اور مار پیٹ شروع ہو گئی۔ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مار رہے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کی پٹائی کر رہے تھے یہاں تک کہ سورج سر پر آ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھک کر بیٹھ گئے' لوگ سر پر سوار تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''جو بن پڑے' کر لو۔ اللہ کی قسم! اگر ہم لوگ تین سو کی تعداد میں ہوتے تو پھر مکے میں تم رہتے یا ہم ہی رہتے۔''

اس کے بعد مشرکین نے اس ارادے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر پر حملہ بول دیا کہ انہیں جان سے مار ڈالیں۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر کے اندر تھے کہ اس دوران ابو عمرو عاص بن وائل سہمی آ گیا۔ وہ دھاری دار یمنی چادر کا جوڑا اور ریشمی گوٹے سے آراستہ کرتا زیب تن کیے ہوئے تھا اس کا تعلق قبیلہ بنو سہم سے تھا اور یہ قبیلہ زمانہ جاہلیت میں ہمارا حلیف تھا اس نے پوچھا: ''کیا بات ہے؟'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں مسلمان ہو گیا ہوں اس لیے آپ کی قوم مجھے قتل کرنا چاہتی ہے۔'' عاص نے کہا: ''یہ ناممکن ہے۔'' عاص کی یہ بات سن کر مجھے اطمینان ہو گیا اس کے بعد عاص وہاں سے نکلا لوگوں سے ملا اس وقت حالت یہ تھی کہ لوگوں کی بھیڑ سے وادی کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ عاص نے پوچھا: ''کہاں کا ارادہ ہے؟'' لوگوں نے کہا: ''ہمیں خطاب کا بیٹا مطلوب ہے جو بے دین ہو گیا ہے۔''

عاص نے کہا: ''اس طرف کوئی راہ نہیں (یعنی میں عمر کی حفاظت کا ذمہ دار ہوں)''
یہ سنتے ہی لوگ واپس چلے گئے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی: ۲/۲۱۵-۲۲۱، وأسد الغابۃ: ۴/۱۳۹-۱۴۲)

حق آیا تو باطل بھاگ گیا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر یہ کیفیت تو مشرکین کی ہوئی، رہے مسلمان تو ان کے احوال کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: ''میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کس وجہ سے آپ کا لقب فاروق پڑا؟ انہوں نے کہا: ''مجھ سے تین دن پہلے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔'' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے اسلام لانے کا واقعہ بیان کر کے آخر میں کہا:

''جب میں مسلمان ہوا تو میں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ خواہ زندہ رہیں خواہ مریں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیوں نہیں! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم لوگ حق پر ہو خواہ زندہ رہو یا موت سے دوچار ہو جاؤ۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''اسی وقت میں نے کہا پھر چھپنا کیسا؟ اس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ ہم ضرور باہر نکلیں گے۔''

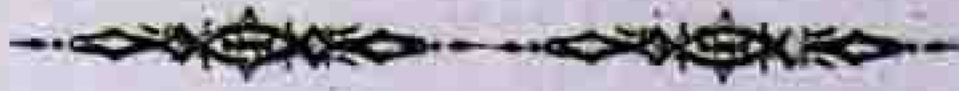
چنانچہ ہم دو صفوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمراہ لے کر باہر آئے۔ ایک صف میں حمزہ رضی اللہ عنہ تھے اور ایک میں میں تھا۔ ہمارے چلنے سے چکی کے آٹے کی طرح ہلکا ہلکا غبار اُڑ رہا تھا یہاں تک کہ ہم مسجد حرام میں داخل ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ''قریش نے مجھے اور حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو ان کے دلوں پر ایسی چوٹ لگی کہ اب تک نہ لگی تھی وہ لوگ مرجھا کر رہ گئے بس اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

میرا لقب فاروق رکھ دیا۔" (الاصابہ مختصر: ۵۱۹/۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: "ہم خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھنے پر قادر نہ تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو ہم خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے لگے۔" (اسد الغابہ: ۱۴۴/۴)

حضرت صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو اسلام پردے سے باہر آ گیا اس کی علانیہ دعوت دی گئی۔ ہم حلقے لگا کر بیت اللہ کے گرد بیٹھے' بیت اللہ کا طواف کیا اور جس نے ہم پر سختی کی ہم نے اس سے انتقام لیا اور اس کے مظالم کا جواب دیا۔

(صحیح البخاری' حدیث: ۳۶۸۴' السیرۃ النبویۃ فی ضوء المصادر الاصلیۃ' ص: ۲۱۵)



(۱۰۲)

وہ جس کے واسطے شاہ سلیمان نے گدائی کی

عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ عَقِیْلٍ قَالَ اِنْطَلَقْنَا فِیْ وَفْدٍ فَاَتَیْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قَائِلٌ مِّنَّا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَلَا سَاَلْتَ رَبَّکَ مُلْکًا کَمُلْکِ سُلَیْمَانَ؟ فَضَحِکَ وَقَالَ: لَعَلَّ صَاحِبَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَفْضَلُ مِنْ مُلْکِ سُلَیْمَانَ ۔ اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَبْعَثْ نَبِیًّا اِلَّا اَعْطَاہُ دَعْوَۃً فَمِنْھُمْ مَنِ اتَّخَذَ دُنْیَاہُ فَاُعْطِیَھَا ۔ وَمِنْھُمْ مَنْ دَعَا بِھَا عَلٰی قَوْمِہٖ اِذَا عَصَوْہُ فَاُھْلِکُوْا ۔ وَاِنَّ اللّٰہَ اَعْطَانِیْ دَعْوَۃً فَاخْتَبَاْتُھَا عِنْدَ رَبِّیْ شَفَاعَۃً لِّاُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج:۶' ص:۳۲۳' المستدرک (حاکم) ج:۱' ص:۶۸' مختصر المستدرک (حاکم) ج:۱' ص:۸۷' مجمع الزوائد (ہیثمی) ج:۱۰' ص:۳۷۰' کتاب السنۃ (ابن ابی عاصم) ج:۲' ص:۳۹۳' کنز العمال (علی متقی) ج:۱۴' ص:۶۶۹' الترغیب والترہیب (منذری) ج:۴' ص:۴۳۳' المطالب العالیہ (عسقلانی) حدیث نمبر:۴۶۲۷' شواہد الحق (نبہانی) ص:۹۹)

"حضرت عبدالرحمٰن بن عقیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا: ہم ایک وفد میں تھے چنانچہ ہم حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے' ہم میں سے ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اللہ تعالیٰ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت کی طرح حکومت کا سوال کیوں نہیں کرتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور ارشاد فرمایا: تمہارے صاحب اللہ تعالیٰ کے ہاں حضرت سلیمان علیہ السلام سے افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی بھیجا اس کو ایک خصوصی دعا کا اذن دیا اور اس کی

وہ دعا قبول فرمائی ان میں سے جس نے دنیا طلب کی اسے عطا فرما دی گئی جس نے اپنی نافرمانی کرنے والی قوم پر بددعا کی تو وہ قوم برباد ہوگئی اور اللہ نے مجھے دعا کا اختیار دیا تو میں نے قیامت کے دن اپنی اُمت کی شفاعت کے لیے اپنے رب کے پاس اس دعا کو بچالیا ہے۔"

☆...... كَانَ فَصُّ خَاتَمِ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ سَمَاوِيًا فَأُلْقِيَ إِلَيْهِ فَأَخَذَهُ فَوَضَعَهُ فِي خَاتَمِهِ وَكَانَ نَقْشُهُ: أَنَا اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدِيْ وَرَسُوْلِيْ .

(مسند شامیین (طبرانی) حدیث نمبر:۳۰۳۷، ابن عساکر، ج:۲۲، ص:۲۵۲، خصائص کبریٰ (سیوطی) ج:۱، ص:۱۴، کنز العمال (علی متقی) ج:۱۱، ص:۴۲۲، حجۃ اللہ العالمین (نبہانی) ج:۶ ص:۳۴۴)

"حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت سلیمان بن داوٗد علیہما السلام کی انگوٹھی کا نگینہ آسمانی تھا جو ان کو پیش کیا گیا تھا تو انہوں نے پکڑ کر اپنی انگوٹھی میں لگالیا اس نگینہ پر لکھا تھا کہ میں اللہ ہوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے بندے اور رسول ہیں۔"



(۱۰۳)

لمحہ فکریہ برائے خواتین

رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو اگر چہ اپنے زیورات سے کیوں نہ ہو کیونکہ میں نے بہت سی عورتوں کو جہنم میں جلتے دیکھا۔ بے شک تم لعن طعن بہت کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری بھی زیادہ کرتی ہو۔'' (المستدرک للحاکم)

تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام جب کچھ بڑے ہو گئے اور قبیلہ بنو جرہم سے فصیح عربی زبان بھی سیکھ لی۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا وفات پا چکی تھیں تو آپ نے اسی قبیلہ کی ایک عورت عمارہ بنت سعد سے شادی کر لی۔

ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے سیدنا اسمائیل علیہ السلام کو ملنے آئے' آپ گھر میں موجود نہ تھے۔ بہو سے ملاقات ہوئی وہ آپ کو پہچانتی نہ تھی' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے احوال پرسی کی؟ تو اس نے جواب دیا کہ ہم بہت بُرے حال میں ہیں' بڑی تنگی اور زبوں حالی کا شکار ہیں یعنی اپنی تنگی اور فقر کا شکوہ کیا اور اپنے حالات کے متعلق اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی نہ ہوئی اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

''جب آپ کے خاوند آئیں تو انہیں میری جانب سے سلام کہنا اور یہ پیغام دینا کہ اپنے گھر کی چوکھٹ تبدیل کر لیں۔''

جب سیدنا اسماعیل علیہ السلام واپس گھر آئے تو ان کی بیوی نے بڑے میاں کا

سارا ماجرا کہہ سنایا۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا:

''وہ میرے والد تھے' انہوں نے مجھے اس بات کا حکم دیا ہے کہ میں تجھ سے علیحدگی اختیار کرلوں لہٰذا تم اپنے والدین کے گھر چلی جاؤ۔''

یوں وہ عورت اللہ کی رضا پر راضی نہ رہنے کی پاداش میں اچھی رفاقت سے محروم ہو گئی۔ اس کے بعد سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے دوسرا نکاح فرمالیا۔ آپ کی یہ بیوی بڑی صابرہ وشاکرہ اور ہر حال میں اللہ کی رضا پر خوش رہنے والی تھیں۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر سیدنا ابراہیم علیہ السلام سیدنا اسماعیل علیہ السلام سے ملنے آئے تو حسبِ سابق گھر پر اپنے فرزند سے ملاقات نہ ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے متعلق ان سے پوچھا تو اس بہو نے عرض کیا: ''وہ تلاشِ رزق میں کہیں باہر گئے ہوئے ہیں۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: ''تمہارے گھر کے حالات کیسے ہیں؟''

اس شاکرہ عورت نے جواب دیا: ''الحمدللہ! ہم بہت اچھے حال میں ہیں۔''

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی برکتیں عطا فرمائے جب تمہارے شوہر آئیں تو انہیں میرا سلام کہنا اور ساتھ یہ کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو قائم رکھنا۔'' سیدنا اسماعیل السلام گھر آئے تو ان کی زوجہ نے بتایا:

''ایک خوش شکل بزرگ آئے تھے اور ان کے ساتھ یہ بات چیت ہوئی۔''

سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ میرے والد گرامی تھے اور دروازے کی چوکھٹ یا دہلیز سے مراد تم ہو اور انہوں نے مجھے یہ حکم دیا کہ میں تمہیں اپنے ساتھ رکھوں اور تم سے اچھا برتاؤ کروں اور یہ تمہاری شکر گزاری کا صلہ ہے۔''

آپ نے پڑھ لیا نا کہ بے صبری کے باعث بُرے حالات آتے ہیں اور رضائے رب پر راضی رہنے کے انعامات ملتے ہیں۔

(جہنم کی مستحق عورتیں' ص:۲۱)

(۱۰۴)

عوام وخواص کا امام

کوفہ کے قاضی یحییٰ بن سعید نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے پر اہلِ کوفہ نے جو کیا تھا اس جماع کا انکار کر دیا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگردوں کو ان سے مناظرے کے لیے بھیجا ان میں امام ابویوسف اور امام زفر بھی تھے۔ انہوں نے جا کر عرض کیا: ''حضرت آپ اس غلام کے بارے میں کیا کہتے ہیں جس کے دو مالک ہوں' ایک ان میں سے آزاد کر دے۔''

فرمانے لگے: ''یہ جائز نہیں کیونکہ اس میں دوسرے کا نقصان ہے اور یہی چیز اس سے مانع ہے۔'' انہوں نے عرض کیا: ''حضرت اگر دوسرا بھی آزاد کر دے؟''

فرمانے لگے: ''پھر جائز ہے۔''

انہوں نے عرض کیا: ''آپ نے دو متضاد باتیں کہیں اگر پہلا عتق لغو وفضول تھا تو جب دوسرے نے آزاد کیا تو وہ غلام ہی تھا پھر عتق کیسے نافذ ہوگا؟''

اس پر قاضی صاحب لاجواب ہو گئے اور خاموش ہو گئے۔ (تاریخ بغداد)

☆......امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا:

''مؤذنین اقامت کے وقت کھانستے ہیں' کیا شریعت میں اس کی کوئی اصل ہے؟''

آپ نے فرمایا: ''وہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہ اقامت شروع کرنے لگے ہیں کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کبھی میں رات کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ نماز میں مشغول ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانس کر مجھے اپنی نماز کی اطلاع کر دیتے۔'' (فقاہت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ)

مرکز علم و حکمت

☆...... حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا:

''میں نے اپنی بیوی سے قسم کھائی ہے کہ میں تجھ سے اس وقت تک نہ بولوں گا جب تک تو خود نہ بولے گی (اس کے بعد) اس نے بھی قسم کھائی کہ میں تجھ سے اس وقت تک نہ بولوں گی جب تک تو نہ بولے گا۔'' امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''تم دونوں میں سے کسی پر بھی کفارہ نہیں کیونکہ قسم نہیں ٹوٹی۔''

جب حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فتویٰ سنا تو غصہ کی حالت میں تشریف لائے اور فرمایا: ''آپ حرام کو حلال کرتے ہیں اس کی کیا دلیل ہے؟ (یعنی صحبت کو جائز قرار دیتے ہو کیونکہ حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا تھا کہ ایک فرد پر ضرور کفارہ آئے گا)''

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''جب اس کی بیوی نے اس کی قسم کے بعد قسم اُٹھائی تو اس نے کلام کر لیا جس سے اس کی قسم ختم ہو گئی اب اگر یہ اس سے بات چیت کرے گا تو اس پر کفارہ نہیں آئے گا اور نہ ہی اس پر گناہ ہو گا کیونکہ عورت کا کلام کرنا قسم کے بعد تھا جس سے اس کی قسم ختم ہو گئی۔''

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر فرمانے لگے: ''آپ پر ایسے علوم کھولے جاتے ہیں جس سے ہم غافل ہیں' بے خبر ہیں۔'' (مناقب موفق: ۱۴۳)

☆...... امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا:

''میرا بھائی فوت ہو گیا ہے اس نے میراث میں چھ سو دینار چھوڑے ہیں لیکن مجھے

صرف ایک دینار ملا ہے۔''

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: ''تمہاری میراث کس نے تقسیم کی؟''

اس نے کہا: ''داوَد طائی نے''۔

اس پر آپ نے فرمایا: ''تیرے لیے صرف اتنا ہی حصہ ہے۔''

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا: ''کیا تیرے بھائی نے دو بیٹیاں' ماں' بیوی' بارہ بھائی' ایک بہن اپنے پیچھے نہیں چھوڑی؟'' اس نے کہا: ''بالکل''

فرمایا: ''دو ثلث یعنی چار سو بیٹیوں کا چھٹا حصہ یعنی سو ماں کا' ایک ثمن یعنی پچھتر بیوی کے' باقی پچیس رہ گئے چونکہ مرد کو عورت سے ڈبل حصہ ملتا ہے اس لیے ہر بھائی کو دو دو ملے اور تجھے ایک ملا۔'' (الخیرات)



(۱۰۵)

شراب نوشی اور اس کا حکم

شراب کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم الخبائث یعنی تمام گناہوں کی جڑ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کو حرام فرمایا اور حدیثوں میں بھی کثرت سے اس کی حرمت و مخالفت کا ذکر آیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ وَ یَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝

”اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے کے تیر ناپاک ہی ہیں، شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں بیر اور دشمنی ڈلوا دے شراب اور جوئے میں اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے تو کیا تم اس سے باز آئے۔“ (المائدہ، ع:۱۴) شراب کی بُرائی کے بارے میں چند حدیثیں بھی پڑھ لیجیے:

۱) حضرت وائل حضرمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ طارق بن سوید رضی اللہ عنہما نے شراب کے بارے میں دریافت کیا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع فرما دیا تو انہوں نے کہا: ”میں تو صرف دوا ہی کے لیے شراب بناتا ہوں۔“

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ”یہ دوا نہیں ہے بلکہ یہ ایک بہت بڑی بیماری ہے۔“ (مشکوٰۃ، ج:۲، ص:۳۱۷، بحوالہ مسلم)

شراب کی نحوست

۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شراب پی لے گا' چالیس دن تک اس کی نماز مقبول نہیں ہوگی لیکن اگر اس نے توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا پھر اگر دوبارہ اس نے شراب پی لی تو پھر چالیس دن تک اس کی نماز مقبول نہیں ہوگی لیکن اگر اس نے توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالے گا پھر اگر اس نے تیسری مرتبہ شراب پی لی تو پھر چالیس دنوں تک اس کی نماز مقبول نہیں ہوگی لیکن اس کے بعد اگر اس نے توبہ کی تو اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی اور قیامت کے دن اس کو جہنم میں دوزخیوں کی پیپ کی نہر میں سے پلایا جائے گا۔''

(مشکوٰۃ' ج:۲' ص ۳۱۸' بحوالہ ترمذی وغیرہ)

۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''جو چیز زیادہ مقدار میں نشہ لائے تو اس کی تھوڑی سی مقدار بھی حرام ہے۔''

(مشکوٰۃ' ج:۲' ص:۳۱۷' بحوالہ ترمذی وابوداؤد وغیرہ)

۴) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے یہاں ایک یتیم لڑکے کی شراب رکھی ہوئی تھی تو جب سورۂ مائدہ نازل ہوئی (اور شراب حرام ہوگئی) تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا اور یہ بھی کہا:

''وہ شراب ایک یتیم کی ہے۔'' تو آپ نے فرمایا: ''اس کو بہادو۔''

(مشکوٰۃ' ج:۲' ص:۳۱۸' بحوالہ ترمذی وغیرہ)

شرابیوں سے جہاد کرنے کا حکم

۵) حضرت ویلیم حمیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا: میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم ایک ٹھنڈی زمین میں رہتے ہیں اور ہم بہت سخت محنت کے کام کرتے ہیں اور ہم گیہوں کی شراب بناتے ہیں تا کہ ہم اس کو پی کر اپنے

کاموں کی طاقت اور اپنے شہروں کی سردی پر قابو پالیں۔''

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ نشہ لاتی ہے؟'' تو میں نے کہا: ''جی ہاں!''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر اس سے بچو۔''

میں نے کہا: ''ہمارے یہاں کے لوگ اس کو نہیں چھوڑ سکتے۔''

ارشاد فرمایا: ''اگر لوگ اس کو نہ چھوڑیں تو تم ان لوگوں سے جہاد کرو۔''

(مشکوٰۃ' ج:۲' ص:۳۱۸ بحوالہ ابوداؤد)

۶) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''تین آدمی جنت میں نہیں داخل ہوں گے۔

(۱) دائمی طور پر شراب پینے والا (۲) رشتہ داریوں کو کاٹنے والا (۳) جادو کی تصدیق کرنے والا۔'' (مشکوٰۃ' ج:۲' ص:۳۱۸' بحوالہ احمد)

۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

''دائمی طور پر شراب پینے والا اگر اسی حالت میں مر گیا تو وہ دربارِ خداوندی میں (قیامت کے دن) اس طرح آئے گا جیسے کہ ایک بت پرست۔''

(مشکوٰۃ' ج:۲' ص:۳۱۸' بحوالہ احمد وابن ماجہ)

۸) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

''میں اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ شراب پی لوں یا اس ستون کی عبادت کرلوں (یعنی یہ دونوں حرام اور گناہ کے کام ہیں' ان دونوں سے یکساں طور پر بچنا چاہیے۔)''

(مشکوٰۃ' ج:۲' ص:۳۱۸ بحوالہ نسائی)

دس افراد پہ لعنت

۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے شراب کے بارے میں دس آدمیوں پر لعنت فرمائی ہے۔
(۱) شراب نچوڑنے والے (۲) شراب نچڑوانے والے پر (۳) شراب پینے والے پر
(۴) شراب اُٹھانے والے پر (۵) اس پر جس کی طرف شراب اُٹھا کر لے جائی گئی
(۶) شراب پلانے والے پر (۷) شراب بیچنے والے پر (۸) شراب کی قیمت کھانے والے پر (۹) شراب خریدنے والے پر (۱۰) اس پر جس کے لیے شراب خریدی گئی ہو۔''

(مشکوۃ' ج:۱ ص:۲۴۳' بحوالہ ترمذی وابن ماجہ)

شراب اور تاڑی کا پینا اور اس کی تجارت اور اس کو کھانے یا لگانے کی دواؤں میں ملانا سب حرام ہے اور شراب و تاڑی ناپاک ہیں اگر یہ بدن اور کپڑوں پر لگ جائیں تو بدن اور کپڑا ناپاک ہو جائے گا اور ایک قطرہ شراب یا تاڑی کا کنویں میں گر جائے تو کنواں ناپاک ہو جائے گا اور کنویں کا کل پانی نکال کر کنویں کو پاک کرنا ضروری ہے۔ دنیا میں تاڑی شراب پینے والے کی سزا یہ ہے کہ اس کو اسی کوڑے مارے جائیں گے اور آخرت میں ان لوگوں کی سزا جہنم کا دردناک عذاب ہے۔ (عجائب وغرائب القرآن)



(۱۰۶)

بدن سے نکلنے کے بعد روح کا مقام

واما مسکن الروح بعد القبض.................

بہر حال قبض ہونے کے بعد روح کا مسکن پس تحقیق کہا گیا ہے کہ اس کا مسکن اسرافیل کا صور ہے اس میں سوراخ ہیں' پیدائشِ آدم علیہ السلام سے تا قیامت جان داروں کی تعداد کے برابر اگر نعمت کے لائق ہو تو وہاں اسے نعمت دی جاتی ہے اگر عذاب کے لائق ہو تو وہاں اسے عذاب کیا جاتا ہے اور کہا گیا ہے کہ مومنین کی ارواح جنت میں سبز پرندوں کے بدنوں میں رہتی ہیں اور کفار کی ارواح جہنم کے طبقہ سجین میں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دوزخ میں سیاہ پرندوں کے بدنوں میں ہوتی ہیں اور کہا گیا ہے کہ بے شک مومنین کی روحیں جب قبض کی جاتی ہیں تو انہیں رحمت کے فرشتے عزت و اعزاز کے ساتھ ساتھ ساتویں آسمان پر لے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسمان سے ندا کرنے والا ندا کرتا ہے کہ اسے علیین میں لکھ دو پھر اس کو دنیا میں واپس کر دو تو مومن کی روح کو اس کے بدن میں لوٹا دیا جاتا ہے اور اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور وہ جنت میں اپنا مقام دیکھتا ہے قیامِ قیامت تک اور کہا گیا ہے کہ جب کفار کی روحیں نکالی جاتی ہیں تو عذاب کے فرشتے انہیں اُٹھا کر دنیا کے آسمان (پہلے آسمان) پر لے جاتے ہیں پس اس کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور حکم دیا جاتا ہے کہ اس کو واپس اس کی قبر کی طرف لے جاؤ اور اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے اور اس کا جہنم کی جانب دروازہ کھول دیا جاتا ہے پس اس میں اپنا ٹھکانہ قیامت آنے تک دیکھتا رہتا ہے

اور اسی پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ فرمایا: ''حتیٰ کہ مردے تمہارے جوتوں کی آہٹ کو سنتے ہیں مگر وہ کلام سے روکے گئے ہیں۔''

اور بعض علماء سے بعد از موت ارواح کا مقام پوچھا گیا تو انہوں نے کہا:

روح کے بارے میں مختلف اقوال

''انبیاء علیہم السلام کی ارواح جنت میں ہیں اور لحد میں اپنے ابدان کے لیے انس رکھنے والی اور اپنے رب کو سجدہ کرنے والی ہوتی ہیں اور شہداء کی ارواح فردوس وسط جنت میں سبز پرندوں کے قالبوں میں جہاں چاہیں' جنت میں اُڑتی ہیں پھر وہ رات کو عرش سے معلقہ قندیلوں میں ٹھہرتی ہیں اور مسلمانوں کے چھوٹے بچوں کی روحیں جنت کے گرد گھومتی رہتی ہیں' قیامت تک انہیں کوئی ٹھکانہ نہیں ملتا پھر وہ مومنین کی خدمت کے لیے مقرر ہوں گے بہر حال مسلمانوں کی ارواح جن پر قرضے اور حق تلفی کے مطالب ہیں' فضا میں معلق رہتی ہیں نہ وہ جنت میں پہنچ سکتی ہیں اور نہ آسمان پر جا سکتی ہیں جب تک ان سے قرضے اور حقوق ادا نہ ہوں اور بہر حال فساق مسلمانوں کی ارواح جو گناہوں پر ہی بلا توبہ مرے پس ان کو قبروں میں ان کے بدن کے ساتھ عذاب دیا جائے گا اور کافروں اور منافقوں کی روحیں نارِ جہنم کے طبقہ سجین میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گی۔''

کہا گیا ہے کہ ارواح جسم لطیف ہے اور مخلوق ہے پس روح کا اطلاق اللہ پر جائز نہیں اسی لیے نہیں کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ روح والا ہے اس لیے کہ محال ہے اللہ کا محل اجسام ہونا اور تحقیق کیا گیا ہے کہ روح عرض ہے اور عرض وہ ہے کہ جس کا قیام وجود غیر پر موقوف ہو اور روایت کی گئی ہے کہ یہود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ سے روح اور اصحابِ کہف اور ذی القرنین کے متعلق پوچھا اس پر سورۂ کہف اُتری اور روح کے بیان میں یہ آیت نازل ہوئی ''اور آپ سے دربارۂ روح پوچھتے ہیں' فرما دیجیے کہ روح کی حقیقت کو اللہ ہی جانتا ہے'' اور کہا گیا ہے کہ معنی یہ ہے کہ تحقیق روح مخلوق نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے امر سے ہے اور اللہ کا امر اس کا کلام ہے (جو کہ مخلوق نہیں

حالانکہ یہ قول درست نہیں اس لیے کہ معنی اس آیت کا ہم نے بیان کر دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ معنی اس کا یہ ہے کہ روح کا وجود میرے رب کے کن کہنے سے ہے تو وہ وجود میں آ گئی اور بے شک اللہ کا امر دو طرح پر ہے۔ اللہ کا امر دو طرح پر ہے ایک امر لازم کرنے کو جس طرح کہ عبادات کا امر اور دوسرا امر تکوین جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: كُونُوا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا اَوْ خَلْقًا ۔ ''پتھر ہو جاؤ یا لوہا یا اور مخلوق۔'' اور دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۔

''اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کو چاہے تو اسے فرما دیتا ہے ہو جا پس وہ فوراً ہو جاتی ہے۔''

اور بہرحال اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ اسے روح الامین لے کر اُترتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''جس دن جبریل کھڑا ہو گا اور سب فرشتے صف باندھے کوئی نہ بول سکے گا مگر جسے رحمٰن نے اذن دیا اور اس نے ٹھیک بات کہی'' اور کہا گیا ہے کہ روح سے مراد جبریل امین ہے اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ایک بڑا فرشتہ ہے جو تنہا صف کے برابر ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''پس جب میں آدم علیہ السلام کو پورا کر لوں اور اس میں اپنی روح پھونک لوں۔''

پس اس آیت میں اضافت بطورِ خلق ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اضافت تکریمی ہے جس طرح کہا جاتا ہے کہ اللہ کی اونٹنی اور اللہ کا گھر اور بہرحال اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''پس ہم نے اس میں اپنی روح کو پھونکا۔''

تو یہ اضافت بطورِ تکریم ہے اور کہا گیا ہے کہ مراد اس سے کہ ہم نے اس میں روح پھونکی جبریل کا پھونکنا ہے اور اسی تقدیر پر ہی فرمایا گیا کہ عیسیٰ روح اللہ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ان کی اللہ تعالیٰ نے اپنی کے روح سے مدد فرمائی''۔

(دقائق الاخبار للغزالی)

(۱۰۷)

سات بابرکت کلمات

حضرت سیدنا رجاء بن سفیان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''خلیفہ عبدالملک بن مروان نے ایک شخص کے بارے میں اعلان کروا رکھا تھا کہ کوئی بھی اسے پناہ نہ دے، سب اس سے دُور رہیں، سب لوگ اس سے دُور بھاگتے، وہ بے چارہ در بدر ٹھوکریں کھاتا پھرتا اور جنگل وصحرا میں رہ کر اپنا وقت پورا کرتا۔ ایک دن وہ جنگل میں گھوم رہا تھا کہ کچھ دُور ایک بزرگ چادر اوڑھے نماز پڑھتے دِکھائی دیئے، وہ قریب جا کر بیٹھ گیا۔ بزرگ نے نماز مکمل کرنے کے بعد پوچھا: ''تم کون ہو اور اتنے پریشان کیوں ہو؟''

اس نے کہا: ''میں دنیا کا دُھتکارا ہوا شخص ہوں۔ خلیفۂ وقت عبدالملک بن مروان نے میرے بارے میں لوگوں کو دھمکی دی ہوئی ہے کہ کوئی مجھے پناہ نہ دے۔ خلیفہ کو مجھ سے اتنی نفرت ہے کہ وہ میری شکل دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ لوگ بھی مجھے منہ نہیں لگاتے بس ایسے ہی ویرانوں میں مارا مارا پھرتا ہوں۔'' یہ سن کر بزرگ نے کہا: ''تم سات کلمات سے غافل کیوں ہو؟''

عرض کی: ''کون سے سات کلمات ہیں؟'' فرمایا: ''وہ سات کلمات یہ ہیں:

سُبْحَانَ الْوَاحِدِ الَّذِیْ لَیْسَ غَیْرُہٗ اِلٰہٌ ۔ سُبْحَانَ الدَّآئِمِ الَّذِیْ لَا نَفَادَ لَہٗ سُبْحَانَ الْقَدِیْمِ الَّذِیْ لَا نِدَّ لَہٗ ۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ ۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ ھُوَ کُلَّ یَوْمٍ فِیْ شَاْنٍ ۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ

خَلَقَ مَا يُرىٰ وَمَا لَا يُرىٰ ۔ سُبْحَانَ الَّذِىْ عَلَّمَ كُلَّ شَىْءٍ مِّنْ غَيْرِ تَعْلِيْمٍ ۔

''پاک ہے وہ اکیلا جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پاک ہے وہ ہمیشہ رہنے والا جسے کبھی فنا نہیں۔ پاک ہے وہ قدیم ذات جس کا کوئی ہمسر نہیں۔ پاک ہے وہ جو مارتا اور زندہ کرتا ہے۔ پاک ہے وہ جسے ہر دن ایک کام ہے۔ پاک ہے وہ جس نے نظر آنے والی اور نہ نظر آنے والی اشیاء کو پیدا فرمایا۔ پاک ہے وہ جس نے ہر شے کو بغیر تعلیم کے سکھایا۔''

پھر اس بزرگ نے فرمایا: ''ان کلمات کو پڑھ کر اس طرح دعا کر:

''اے میرے پاک پروردگار! میں تجھ سے ان کلمات کے وسیلے اور ان کی حرمت کے ساتھ سوال کرتا ہوں کہ میرا فلاں فلاں کام بنادے۔''

اس طرح تم جو بھی دعا مانگو گے' قبول ہو گی۔''

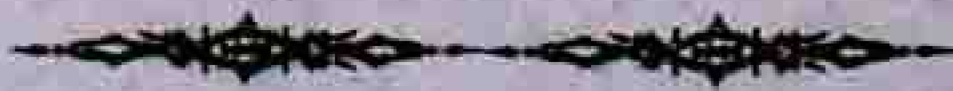
یہ کہہ کر بزرگ نے کئی مرتبہ یہ کلمات دہرائے یہاں تک کہ اس شخص کو یاد ہو گئے پھر اچانک وہ بزرگ غائب ہو گیا۔ یہ شخص ان کلمات کو سیکھ کر اپنے آپ کو پُر امن و پُر سکون محسوس کرتے ہوئے فوراً خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس پہنچا' کسی نے اس کو روکا اور نہ ہی خلیفہ کو اس پر غصہ آیا۔ خلیفہ نے جب اپنی یہ کیفیت دیکھی تو کہا:

''کیا تو نے مجھ پر جادو کروا دیا ہے؟''

اس نے کہا: ''نہیں عالی جاہ! میں نے کوئی جادو وغیرہ نہیں کروایا۔''

خلیفہ نے کہا: ''پھر کیا وجہ ہے کہ مجھے تجھ پر بالکل غصہ نہیں آ رہا؟''

اس نے بزرگ والی ساری بات بتائی اور وہ کلمات سنا دیئے۔ خلیفہ بڑا حیران ہوا اور اسے معاف کر کے اپنے خاص عہدے داروں میں شامل کر لیا۔ (عیون الحکایات)



(۱۰۸)

حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی استقامت

حضرت خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں لوہار تھا' میرا عاص پر کچھ قرضہ تھا' میں اس کے پاس گیا' قرضے کی واپسی کا تقاضہ کیا اس نے کہا: میں اس وقت تک قرضہ ادا نہیں کروں گا جب تک تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کرو گے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے کہا میں ان کا انکار ہرگز نہیں کروں گا چاہے تو مر جائے اور پھر زندہ کیا جائے۔'' (میں قیامت تک انکار نہیں کر سکتا) اس نے کہا: ''اچھا! تو کیا میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا؟ اگر یہ بات ہے تو پھر اس وقت میرے پاس مال بھی ہوگا' اولاد بھی ہوگی پھر میں تمہارا قرضہ ادا کر دوں گا۔'' اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیاتِ مبارکہ نازل فرمائیں:

اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ کَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ۝ اَطَّلَعَ الْغَیْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝ کَلَّا ؕ سَنَکْتُبُ مَا یَقُوْلُ وَ نَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۝ وَّ نَرِثُهٗ مَا یَقُوْلُ وَ یَاْتِیْنَا فَرْدًا ۝

''کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور یہ کہا: مجھے (دوسری زندگی میں) مال اور اولاد ملے گی' کیا اس نے غیب کی بات معلوم کر لی ہے یا رحمٰن سے کوئی عہد لے لیا ہے۔ ہرگز نہیں جو کچھ وہ کہہ رہا ہے ہم لکھ رہے ہیں اور اس کے لیے عذاب کو آہستہ آہستہ بڑھاتے چلے جائیں گے اور جو چیزیں یہ بتا رہا ہے اس کے وارث ہم ہوں گے اور یہ تو ہمارے سامنے اکیلا حاضر ہوگا۔''

(مریم:۱۹: ۷۷-۸۰' صحیح البخاری' حدیث:۲۰۹۱' وصحیح مسلم' حدیث:۲۷۹۵)

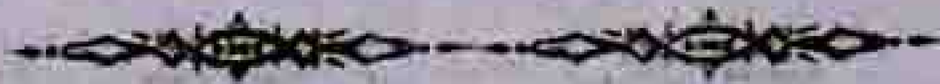
(۱۰۹)

اسمِ محمد ﷺ لکھنے سے عرش کو سکون آ گیا

اَوْحَی اللّٰہُ اِلٰی عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ، یَاعِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ آمِنْ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاْمُرْ مَنْ اَدْرَکَ مِنْ اُمَّتِکَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِہٖ فَلَوْلَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا خَلَقْتُ آدَمَ. وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّۃَ وَلَا النَّارَ. وَلَقَدْ خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَی الْمَآءِ فَاضْطَرَبَ فَکَتَبْتُ عَلَیْہِ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَسَکَنَ.

(المستدرک (حاکم) ج:۲، ص:۶۱۵، شرف المصطفیٰ، ج:۱، ص:۱۶۳، الخصائص الکبریٰ (سیوطی) ج:۱، ص:۱۴، الوفاء (ابن جوزی) ص:۲۷، شفاء السقام، ص:۳۵۹، تفسیر روح البیان (حقی) تحت سورۃ الفرقان، آیت نمبر:۱۰، السیرۃ النبویۃ (زینی دحلان) ج:۱، ص:۱۰، شواہد الحق (نبہانی) ص:۱۰۳، ص:۱۲۳، فتاویٰ رضویہ ج:۳۰، ص:۱۸۸، الآثار المرفوعۃ (لکھنوی) ج:۱، ص:۴۴)

''اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میرے محبوب پر ایمان لاؤ اور اپنی اُمت کو ایمان لانے کا حکم دو کیونکہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا نہ کرتا اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں جنت اور دوزخ کو نہ بناتا۔ میں نے پانی پر عرش بنایا تو وہ مضطرب ہو گیا پس اس پر لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا تو وہ پُرسکون ہو گیا۔''



(۱۱۰)

دو عظیم نبیوں کی شہادت

بنی اسرائیل کے لوگوں میں فساد اپنی انتہا کو پہنچا ہوا تھا لیکن ان کا بادشاہ اس سے غافل تھا' وہ اپنی بھابھی (یا اور کسی محرم عورت کے) عشق میں مبتلا ہو کر...... اس سے شادی کرنا چاہتا تھا جو کہ شریعتِ موسوی میں جائز نہیں تھا۔ بادشاہ نے حضرت یحیٰ علیہ السلام سے اس کے جواز کا فتویٰ لینا چاہا لیکن انہوں نے فرمایا: تیرے لیے ایسا کرنا قطعاً حلال نہیں ہے۔ بادشاہ کی محبوبہ نے جب یہ سنا تو وہ شدید برہم ہوئی اور اپنے دل میں حضرت یحیٰ علیہ السلام سے چھٹکارے کی ٹھان لی۔

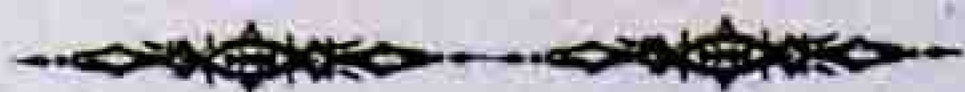
اس کا نام سالومی تھا' وہ بہت خوب صورت اور بڑی ماہر رقاصہ تھی اس کی ماں نے اسے یہ سازش سمجھائی کہ تو بادشاہ کے سامنے عریاں رقص پیش کر' اسے خوب شراب پلا اور جب وہ تجھ سے اپنی خواہش چاہے تو اس سے حضرت یحیٰ علیہ السلام کے سر کا مطالبہ کر دینا۔ سالومی نے اپنی ماں کے کہنے پر عمل کیا اور دورانِ رقص اپنا لباس بھی اُتار دیا اور بادشاہ کو شراب پلاتی رہی اور اپنی جانب خوب مائل کرتی رہی جب بادشاہ نے اس سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو اس نے اپنا مطالبہ اس کے سامنے پیش کر دیا۔ بادشاہ نے اس کی دل داری کے لیے حضرت یحیٰ علیہ السلام کے شہید کرنے کا حکم دے دیا اور جب اس ظالم بادشاہ کے کہنے پر حضرت یحیٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا اور ان کا سر سونے کے طشت میں رکھ کر بادشاہ کے سامنے لایا گیا تو معجزہ کے طور پر اس کٹے ہوئے سر سے بھی وہی ندا آئی: ''اے بادشاہ! تیرے لیے ایسا کرنا حلال نہیں ہے۔''

یہ دیکھ کر بادشاہ اور سب لوگ دہشت زدہ ہو گئے۔

ادھر حضرت زکریا علیہ السلام کو جب اپنے بیٹے کی شہادت کا علم ہوا تو انہوں نے قاتلوں کے لیے بددعا کی اور وہ ہلاک ہو گئے اس بات کا علم جب عام لوگوں کو ہوا تو انہوں نے حضرت زکریا علیہ السلام کو انتقام کی غرض سے مسجد کے محراب میں ہی شہید کر ڈالا اس واقعہ کا رونما ہونا تھا کہ بنی اسرائیل پر مصائب ٹوٹ پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک جابر بادشاہ بختِ نصر کو مسلط کر دیا جس نے انہیں تباہ و برباد کر کے شہر اور ہیکل کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور بہت سے لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ سچ ہے کہ ظلم کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا اور ظالم لوگوں کو وہ اسی طرح انجامِ بد کا شکار کر دیتا ہے۔

علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کا قصہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: ''آپ کی شہادت کے کئی اسباب تھے جن میں سے مشہور یہی واقعہ ہے۔''

(النساء المبشرات بالنار (عذابِ جہنم کی مستحق عورتیں)



(۱۱۱)

لینے کے دینے پڑ گئے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک دن قاضی ابن ابی لیلیٰ کی مجلس میں تشریف لے گئے تو قاضی صاحب نے فریقین کو بلوایا تاکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا فیصلہ کرنے کا ہنر دِکھائیں۔ دو شخص حاضر ہوئے ایک نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے زانیہ کا بیٹا کہا ہے۔ قاضی نے مدعا علیہ سے کہا: ''تیرے پاس اس کا جواب ہے؟''

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی صاحب سے کہا:

''آپ مدعی علیہ سے کیسے جواب طلب کرتے ہیں جب کہ وہ پہلا شخص مدعی نہیں ہے کیونکہ مدعی تو اس کی ماں ہے۔ کیا یہ اس کی طرف سے وکیل بن سکتا ہے؟''

قاضی نے کہا: ''نہیں!''

پھر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا:

''آپ اس سے پوچھیں کیا اس کی ماں زندہ ہے یا فوت ہوگئی؟''

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے یہی سوال کیا اس نے کہا:

''میری ماں فوت ہوگئی ہے۔''

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا:

''اس کو کہیں کہ گواہوں سے ثابت کرے کہ اس کی ماں فوت ہوگئی ہے۔''

قاضی نے اس سے کہا اس نے گواہ پیش کیے۔

پھر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی سے کہا:

''اس سے پوچھو کیا اس کی ماں کا کوئی اور وارث ہے یا نہیں؟''

قاضی صاحب نے پوچھا تو اس نے کہا: ''نہیں! میں اکیلا ہی وارث ہوں۔''

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: ''اس سے کہو گواہ لائے اس نے گواہ پیش کیے۔''

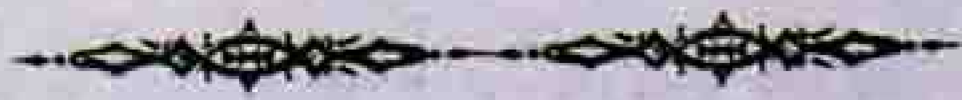
پھر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی صاحب سے کہا: ''اس سے پوچھو تیری ماں آزاد تھی یا باندی؟'' قاضی صاحب نے اس سے پوچھا' اس نے کہا: ''آزاد''

اس سے کہا گیا: ''گواہ لاؤ۔''

اس نے گواہ پیش کیے پھر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: ''اس سے پوچھو کہ اس کی ماں مسلمان تھی یا ذمیہ؟''

اس نے کہا: ''مسلمان'' اس سے کہا گیا: ''اس پر گواہ لاؤ۔''

اس نے گواہ پیش کیے۔ تب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی سے کہا اب مدعا علیہ سے اس کا جواب طلب کرو (یہ دیکھ کر قاضی صاحب حیران رہ گئے کہ لینے کے دینے پڑ گئے۔ (مناقب موفق)



(۱۱۲)

جوا اور اس کی نحوستیں

جوا کھیلنا اور جوئے کے ذریعے حاصل ہونے والی آمدنی حرام اور اس کا استعمال گناہِ کبیرہ اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ قرآن مجید کی سورۂ مائدہ میں اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ فرما کر اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کو حرام فرما دیا ہے اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوا کھیلنے کی حرمت اور ممانعت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ۱) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو نبرد (جوا کھیلنے کا آلہ) سے کھیلے اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کی۔'' (ابن ماجہ' ص: ۲۷۵)

۲) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے نردشیر (جوا کھیلنے کا سامان) سے جوا کھیلا تو گویا اس نے اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت اور خون میں ڈبو دیا۔'' (ابن ماجہ: ۲۵۸)

جوا کھیلنا حرام و گناہ ہے اور اس سے حاصل کی ہوئی کمائی بھی حرام و ناجائز ہے اور جوا کھیلنے کے تمام سامان و آلات کو خریدنا' بیچنا اور استعمال کرنا ناجائز و گناہ ہے بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ جوا کھیلنے کے آلات کو اگر کوئی توڑ پھوڑ ڈالے تو اس سے کوئی تاوان نہیں لیا جائے گا۔ اس زمانہ میں لاٹری کا بہت رواج ہے مگر خوب سمجھ لو کہ یہ بھی ایک قسم کا جوا ہی ہے اور اس کے ذریعے انعام کے نام سے جو رقم ملتی ہے وہ جوئے کے ذریعے کمائی ہے لہٰذا یہ بھی ناجائز ہی ہے ہر مسلمان کو اس سے بچنا شرعاً لازم و ضروری ہے۔ (جہنم کے خطرات)

(۱۱۴)

حکیم کا کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا

حضرت سیدنا عبدالصمد بن معقل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں:

''میں نے حضرت سیدنا وہب بن منبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو فرماتے سنا کہ بنی اسرائیل کا ایک راہب اپنے عبادت خانے میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتا تھا۔ عبادت خانے کے نیچے ایک نہر تھی جہاں ایک دھوبی کپڑے دھویا کرتا تھا۔ ایک دن ایک گھڑ سوار نے نہر کے قریب گھوڑا روکا' کپڑے اور رقم کی تھیلی ایک جانب رکھی اور غسل کرنے کے لیے نہر میں اُتر گیا۔ غسل کرنے کے بعد باہر آ کر کپڑے پہنے اور رقم کی تھیلی وہیں بھول کر آگے بڑھ گیا راہب سارا معاملہ دیکھ رہا تھا اتنے میں ایک شکاری ہاتھ میں جال لیے نہر کے قریب آیا اس نے رقم کی تھیلی دیکھی تو اُٹھا کر چلتا بنا کچھ دیر بعد گھڑ سوار واپس آیا اور تھیلی ڈھونڈنے لگا لیکن اسے تھیلی نہ ملی اس نے دھوبی سے کہا: ''میں یہاں اپنی رقم کی تھیلی بھول گیا تھا بتاؤ وہ کہاں گئی؟'' دھوبی نے کہا: ''مجھے نہیں معلوم میں نے کوئی تھیلی نہیں دیکھی۔''

یہ سن کر گھڑ سوار نے تلوار نکالی اور دھوبی کا سر قلم کر دیا۔ راہب سارا منظر دیکھ رہا تھا اسے وسوسے آنے لگے تو عرض گزار ہوا:

اے میرے پاک پروردگار! بڑا عجیب معاملہ ہے کہ تھیلی تو شکاری لے جائے اور دھوبی مارا جائے۔''

راہب کو اس طرح کے خیالات آتے رہے جب سویا تو خواب میں کہا گیا:

''اے نیک بندے! وسوسوں کا شکار ہو کر پریشان نہ ہو اور اپنے رب کے علم میں دخل اندازی مت کر۔ بے شک تیرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جیسے چاہتا ہے حکم فرماتا ہے۔ سن! اس گھڑسوار نے شکاری کے باپ کو قتل کر کے اس کا مال لے لیا تھا اور دھوبی کا نامۂ اعمال نیکیوں سے پُر تھا صرف اس کی ایک خطا تھی جب کہ اس گھڑسوار کے نامۂ اعمال میں ایک ہی نیکی تھی جب اس نے بے گناہ دھوبی کو قتل کیا تو اس کی وہ نیکی مٹادی گئی اور دھوبی کے نامۂ اعمال میں موجود خطا بھی مٹادی گئی۔ رہا مال تو وہ اسی کے پاس پہنچ گیا جسے میراث میں ملنا تھا۔''

سُبْحَانَ الَّذِیْ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ وَیَفْعَلُ مَا یَشَآءُ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ .

''وہ پاک ہے، جو چاہتا ہے، حکم فرماتا ہے اور جو چاہتا ہے، کرتا ہے اور نہ ہی اس کے جوڑ کا کوئی۔''

(عیون الحکایات)

(۱۱۴)

شیر نے گستاخِ رسول کو چیر پھاڑ دیا

ابولہب کے بیٹوں میں سے ایک کا نام عتیبہ تھا' یہ بد بخت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذاء رسانی میں سب سے آگے اور گستاخی رسالت میں بڑا بے باک تھا اس نے ایک دن یہ ناپاک جسارت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص مبارک کو پھاڑ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے زیبا پر تھوکنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا اس وحشیانہ گستاخی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف یہ دعا فرمائی: اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِّنْ كِلَابِكَ.

''اے میرے پروردگار! اس پر اپنے کتوں میں سے کوئی کتا مسلط کر دے۔''

مؤرخین لکھتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ شام گیا جب راستے میں ''الزرقاء'' نامی جگہ پر قافلے نے پڑاؤ ڈالا۔ عتیبہ کو جنگل کی اس دہشت ناک فضا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا یاد آئی۔ وہ خوف سے کانپنے لگا چنانچہ اسے اس بددعا کے خوف سے اونٹوں اور قافلہ والوں کے حصار میں بڑی حفاظت سے سُلایا گیا مگر اس تدبیر پر تقدیر غالب رہی۔ رات کو اس طرف ایک شیر آ نکلا۔ قافلے والوں نے اسے دیکھا تو وہ دہشت زدہ ہو گئے اور عتیبہ کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے وہ بدحواس ہو کر چیخنے لگا:

''واللہ! یہ شیر مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا کے نتیجے میں کھا جائے گا' ہر چند وہ مکہ میں ہیں اور میں یہاں شام میں ہوں مگر یہ شیر مجھے نہیں بخشے گا۔''

ایسا ہی ہوا وہ شیر سارے قافلے کو پھلانگتا ہوا سیدھا عتیبہ کی طرف جھپٹا اور دیکھتی آنکھوں اس نے عتیبہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی: ۳۳۹/۲)

(۱۱۵)

بود در انجیل شانِ مصطفیٰ

وَمِمَّا فَضَّلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِهٖ اَنَّهٗ اَوْحٰی فِی الْاِنْجِیْلِ اِلٰی عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ یَاابْنَ مَرْیَمَ الْبِکْرِ الْبَتُوْلِ: اِنِّیْ مُوْصِیْكَ بِسَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَحَبِیْبِیْ مِنْهُمْ اَحْمَدُ صَاحِبُ الْجَمَلِ الْاَحْمَرِ، وَالْوَجْهِ الْاَقْمَرِ، اَلْمُشْرِقُ الْاَنْوَرِ بِالنُّوْرِ الظَّاهِرِ، وَالْقَلْبِ الطَّاهِرِ، سَیِّدُ النَّاسِ، اَلْحَیُّ الْمُکَرَّمُ، فَاِنَّهٗ رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِیْنَ، سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ عِنْدِیْ، وَیَوْمَ یَلْقَانِیْ اَکْرَمُ النَّاسِ عَلَیَّ، وَاَقْرَبُ الْمُرْسَلِیْنَ، اَلنَّبِیُّ الْعَرَبِیُّ الْاُمِّیُّ، اَلدَّیَّانُ بِدِیْنِیْ وَالصَّابِرُ فِیْ ذَاتِیْ، اَلْمُجَاهِدُ لِلْمُشْرِکِیْنَ بِیَدِهٖ، آمُرُكَ اَنْ تُخْبِرَ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَنْ یُّصَدِّقُوْا بِهٖ وَیُؤْمِنُوْا بِهٖ یَتَّبِعُوْهُ وَیَنْصُرُوْهُ یَاعِیْسٰی اِرْضِهٖ فَاِنَّ لَكَ الرِّضَا ۔ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ رَضِیْتُ ۔

(شرف المصطفیٰ، ج:۱، ص:۱۷۳، دلائل النبوۃ (بیہقی) ج:۱، ص:۳۷۸ (تقارب مفہوم)، ابن عساکر، ج:۳، ص:۳۹۸)

''ان فضائل میں سے جو اللہ نے انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اُتارے ہیں ان میں سے یہ ہے کہ اے کنواری مریم بتول کے بیٹے میں تجھے رسولوں کے سردار اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بیان کرتا ہوں کہ حسین سراپا، چاند کا چہرہ، نورِ ظاہر کے ساتھ نورِ باطن چمکتا ہوا، پاکیزہ دل، لوگوں کے سردار، شرمیلے اور

مکرم جہانوں کے لیے رحمت' میرے نزدیک تمام بنی آدم کے سردار' جس دن لوگ مجھے ملیں گے اس دن بھی مجھ پر سب سے زیادہ معزز' رسولوں میں سب سے زیادہ قریب' نبی' عربی' اُمی' میرے دین کے حاکم' میری ذات (کے معاملہ میں لوگوں کی سختیوں) میں صبر کرنے والے اور مشرکوں سے اپنی تمام تر طاقت کے ساتھ جہاد کرنے والے ہیں۔ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ بنی اسرائیل کو بتا دیں کہ وہ ان کی تصدیق کریں اور ان پر ایمان لائیں' ان کی پیروی کریں اور ان کی مدد کریں۔ اے عیسیٰ علیہ السلام! اس بات پر راضی رہو پس آپ کے لیے بھی رضا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: میں ان سے راضی ہوں۔"



(۱۱۶)

حضور شافع یوم النشور اور ایک مزدور

ہمارے پیارے آقا، اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب، نبیوں کے امام، مدینہ کے تاجدار، سیدِ دو عالم، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ کی محنت سے رزقِ حلال کمانے والے کو بہت پسند فرماتے تھے اور ہر طرح سے ایسے لوگوں کی دل جوئی فرماتے اور بڑی چاہت سے انہیں دعائیں بھی عطا فرماتے۔

ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی آپ کے پاس آئے جن کا نام سعد بن معاذ تھا، وہ آپ سے بڑے ادب واحترام سے ملے اور سلام کرنے کے بعد مصافحہ کیا جب وہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کر رہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھوں میں سختی محسوس کی اور ان کے دونوں ہاتھ اپنے سامنے کھول کر پوچھا:

''تمہارے ہاتھ اس قدر سخت کیوں ہیں؟''

انہوں نے عرض کیا: ''حضور! میں اپنے اہل وعیال کا پیٹ پالنے کے لیے اپنے باغ میں محنت ومشقت کرتا ہوں، کدال اور کسی وغیرہ بھی چلاتا ہوں اس محنتِ شاقہ کے باعث میرے ہاتھ سخت ہو گئے ہیں۔'' فَقَبَّلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدَہٗ وَقَالَ کَفَّانِ یُحِبُّھُمَا اللّٰہُ تَعَالٰی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دونوں ہاتھ چوم لیے اور فرمایا:

''یہ ہتھیلیاں اللہ جل شانہ کو بہت پیاری ہیں۔''

یہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے بیٹے سعد نہیں بلکہ یہ ایک اور صحابی تھے ہاں

البتہ نام کی مشابہت ہے۔ (رواہ الطبرانی)

بابرکت پیشے

کوئی بھی جائز پیشہ اپنانا اسلام میں بُرا نہیں ہے جائز اور حلال رزق کے حصول کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام بھی مصروفِ عمل رہے۔ چند انبیاء کے ذریعۂ معاش کا تذکرہ سطورِ ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

حضرت آدم علیہ السلام کھیتی باڑی کیا کرتے تھے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کتابت اور درزی کا کام کیا کرتے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے لکڑی تراش کر کشتی بنائی جو کہ بڑھئی کا پیشہ ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام بھی تجارت کرتے تھے۔

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام (زنبیل) ڈولیا بناتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھیتی اور تعمیر کا کام کیا ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام تیر بناتے اور شکار کرتے تھے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام بکریاں چراتے تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے غلہ کی تجارت کی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کئی سال تک بکریاں چرائی ہیں۔

حضرت ہارون علیہ السلام بھی تجارت کرتے تھے۔

حضرت یسع علیہ السلام کھیتی باڑی کرتے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام زِرہ بناتے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام زنبیل بناتے تھے۔

حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے۔

اور خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں بھی چرائیں اور تجارت بھی فرمائی۔

(اسلام کا قانونِ تجارت قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں، ص ۳۸)

(۱۱۷)

اور مسئلہ حل ہو گیا

ایک شخص نے ایک عورت سے پوشیدہ نکاح کیا جب اس شخص نے بچہ جنا تو اس نے بچہ کا انکار کر دیا کہ میرا تو نکاح ہی نہیں ہوا اس عورت نے قاضی ابن ابی لیلیٰ کی عدالت میں مقدمہ درج کرا دیا۔ قاضی نے کہا گواہ لاؤ اس عورت نے کہا نکاح اس پر ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ ولی ہے اور دونوں فرشتے گواہ ہیں۔ قاضی صاحب نے مقدمہ خارج کر دیا۔ وہ عورت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئی اور قصہ سنایا امام صاحب نے کہا قاضی کے پاس جاؤ اس سے کہو کہ اس شخص کو حاضر کرے میں اس پر گواہ پیش کرتی ہوں۔ قاضی نے مدعا علیہ کو حاضر کیا تو اس عورت نے اس سے کہا: تو کہہ کہ میں ولی اور گواہوں کا انکار کرتا ہوں۔ وہ یہ بات نہ کہہ سکا (کیونکہ اس نے ولی اللہ تعالیٰ کو بنایا تھا) اور اس نے نکاح کا اقرار کیا جس سے مہر بھی لازم ہو گیا اور لڑکا بھی اس کے حوالہ کر دیا گیا۔

(الانتقاء)

یاد رہے:

اس سے یہ بات دل میں نہ آئے کہ یہ نکاح بغیر گواہوں اور ولی کے ہوا کیونکہ اس صورت میں تو نکاح باطل ہے بلکہ وہ نکاح دو مجہول گواہوں کی موجودگی میں پوشیدہ طور پر ہوا تھا جب عورت اس کے ثابت کرنے پر قادر نہ ہوئی تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تدبیر بتلائی تاکہ اگر عورت سچی ہو تو وہ اقرار کر لے اور یہ اس کو اللہ تعالیٰ سے ڈرانا تھا اور صحیح بات وہی تھی جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو الہام کی گئی۔

☆...... حضرت عطاء نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت (و آتیناہ اھلہ ومثلھم معھم) کا مطلب پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام پر ان کے اہل کو لوٹایا اور اس کے مثل اور اولاد بھی لوٹائی۔ عرض کیا' کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ایسی اولاد لوٹائی جو ان کے صلب سے نہیں تھی؟ (یہ تو عجیب بات ہے) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' آپ نے اس بارے میں کیا سنا ہے؟ عرض کیا اللہ تعالیٰ نے ان پر اولاد صلبی کو لوٹایا اور اس کے برابر اجر کو لوٹایا بس یہی بہتر ہے۔ (سیرۃ النعمان)

یاد رہے! ان دونوں باتوں میں کوئی چیز مانع نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اولاد دی ہو اور اس عدد کے بقدر اس بیوی سے بھی اولاد دی ہو جس کے بارے میں ارشاد ہے:

خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهٖ وَلَا تَحْنَثْ ۔

اور آیت سے یہی معنیٰ ظاہر اور واضح ہے۔

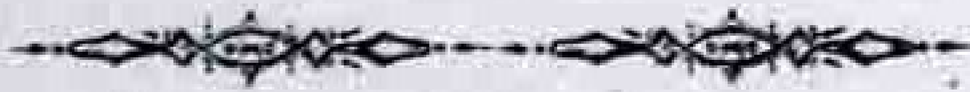
قابل رشک امام کے علم کی گہرائی

ایک شخص کی پاگل باندی نے اس سے کہا: ''اے زانی ماں باپ کے بیٹے!''

یہ بات جب قاضی ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچی تو انہوں نے باندی کو مسجد میں کھڑا کر کے دو حدیں لگوائیں (ایک اس کے باپ پر تہمت کی وجہ سے دوسری اس کی ماں پر تہمت کی وجہ سے) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''قاضی صاحب نے اس ایک فیصلہ میں چھ غلطیاں کی ہیں:

(۱) پاگل پر حد لگائی (۲) مسجد میں حد لگائی (جبکہ مسجد میں حد لگانا منع ہے) (۳) کھڑا کر کے حد لگائی جب کہ عورت کو بٹھا کر حد لگائی جاتی ہے۔ (۴) دو حدیں لگائیں حالانکہ اس نے ایک ہی کلمہ سے تہمت لگائی ہے کیونکہ اگر ایک کلمہ سے پوری قوم کو تہمت لگائی جائے تو بھی صرف ایک ہی حد لازم ہے دعویٰ کرنا اس کے ماں اور باپ کا حق تھا جب کہ وہ دونوں غائب ہیں۔ (۵) دوسری حد پہلی سے صحت یاب ہونے پر لگائی جاتی ہے لیکن انہوں نے اکٹھی ہی لگا دیں جب یہ خبر قاضی ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے

پاس پہنچی تو انہوں نے شکایت کی (کہ یہ شخص فتویٰ دے کر ہمیں لوگوں کی نظروں میں ذلیل کرتا ہے) اس پر امیر نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو فتویٰ دینے سے منع کر دیا پھر سائل عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس آئے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے بارے میں سوال ہوا' آپ نے ایسے عجیب جوابات دیئے کہ عیسیٰ بن موسیٰ نے ان کو پسند کیا پھر ان کو اجازت ملی پھر وہ اپنی مجلس میں بیٹھے۔'' (الانتقاص)



(۱۱۸)

سود کی حرمت ونحوست

اللہ تعالیٰ نے سود (بیاج) کو حرام فرمایا ہے اور یہ بہت ہی سخت گناہِ کبیرہ اور جہنم میں لے جانے والا عمل بد ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ط فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ط وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ط وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِى الصَّدَقٰتِ ط وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۝ (البقرہ:۳۸)

''اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود کو تو جسے اس کے رب کے پاس سے نصیحت آئی اور وہ باز رہا تو اسے حلال ہے جو پہلے لے چکا اور اس کا معاملہ خدا کے سپرد ہے اور جواب ایسی حرکت کرے گا تو وہ دوزخی ہے وہ اس میں مدتوں رہیں گے اللہ تباہ کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ کو پسند نہیں آتا کوئی ناشکرا بڑا گناہ گار۔'' اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ج

(البقرہ ع:۳۷)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود اگر تم

مسلمان ہو پھر اگر تم ایسا نہ کرو تو یقین کر لو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا۔"

اسی ایک دوسری آیت میں یہ بھی ارشاد فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِیْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ط (البقرۃ، ع: ۳۷)

"وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن ایسے ہی کھڑے ہوں گے جیسے وہ کھڑا ہوتا ہے جس کو شیطان نے چھو کر بدحواس بنا دیا ہو۔"

احادیث مبارکہ

اسی طرح حدیثوں میں سود کی حرمت اور ممانعت بکثرت بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ:

۱) حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہلک کبیرہ گناہوں کا بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: وَاَكْلُ الرِّبٰو.

"یعنی سود کھانا بھی گناہِ کبیرہ ہے۔ (مشکوٰۃ، ج: ا، ص: ۱۷، بحوالہ بخاری و مسلم)

۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے اور سود کھلانے والے اور سود لکھنے والے اور سود کے دونوں گواہوں پر لعنت فرمائی اور یہ فرمایا کہ یہ سب گناہ میں برابر ہیں۔ (مشکوٰۃ ص: ۲۴۴، بحوالہ مسلم)

۳) حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"سود کا ایک درہم جان بوجھ کر کھانا یہ چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے بھی زیادہ سخت اور بڑا گناہ ہے۔" (مشکوٰۃ، جلد اوّل، ص: ۲۴۶، بحوالہ دار قطنی وغیرہ)

۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"شب معراج میں مجھے ایک ایسی قوم کے پاس سیر کرائی گئی کہ ان کے پیٹ

کوٹھریوں کے مثل تھے جن میں سانپ بھرے تھے جو پیٹوں کے باہر سے نظر آ رہے تھے تو میں نے پوچھا کہ اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ سود کھانے والے ہیں۔"

(مشکوٰۃ' ج:۱' ص:۲۴۶ بحوالہ ابن ماجہ وغیرہ)

۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ضرور ضرور لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ کوئی ایسا باقی نہ رہے گا جو سود خوار نہ ہو اور اگر سود نہ کھائے گا تو سود کا دُھواں ہی اسے پہنچے گا۔"

(مشکوٰۃ' ج:۱' ص:۲۴۶ بحوالہ ابن ماجہ وغیرہ)

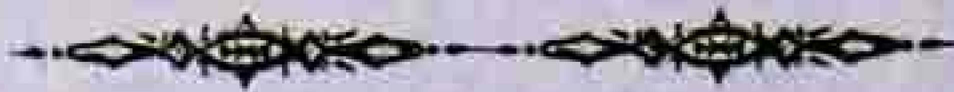
۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا:

"بے شک سود اگرچہ کتنا ہی زیادہ ہو مگر اس کا انجام مال کی کمی ہے۔"

(مشکوٰۃ' ج:۱' ص:۲۴۶ بحوالہ ابن ماجہ وغیرہ)

سود کی حرمت قطعی و یقینی ہے جو سود کو حلال بتائے یا حلال جانے وہ کافر ہے۔ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا کیونکہ ہر حرام قطعی کا حلال جاننے والا کافر ہے۔

(خزائن العرفان' ص:۶۹)



(۱۱۹)

مُردوں کو زندوں کے نیک اعمال کا فائدہ

حضرت سیدنا عثمان بن سودہ طفاوی علیہ الرحمہ کی والدۂ محترمہ بہت زیادہ عابدہ و زاہدہ تھیں' کثرتِ مجاہدات کی وجہ سے ''راہبہ'' مشہور تھیں جب موت کا وقت قریب آیا تو بارگاہِ خداوندی میں اس طرح عرض گزار ہوئیں:

''اے میرے اعمال کے مالک! اے میری امید گاہ! اے وہ ذات جس پر قبل از موت و بعد از موت میرا اعتماد و بھروسہ ہے! اے میرے خالق و مالک! موت کے وقت مجھے رُسوانہ کرنا' قبر میں مجھے بے یار و مددگار نہ چھوڑنا۔''

انہی الفاظ پر اس کا انتقال ہو گیا۔ ان کے بیٹے حضرت سیدنا عثمان بن سودہ طفاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''اپنی والدہ کے وصال کے بعد میں ہر جمعہ ان کی قبر پر جاتا' ان کے لیے اور تمام اہلِ قبور کے لیے دعائے مغفرت کرتا۔ ایک مرتبہ خواب میں والدہ کو دیکھا تو عرض کی:

''اے میری پیاری امی جان! آپ کا کیا حال ہے؟''

کہا: ''میرے بچے! بے شک موت بڑی دردناک ہے' اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرا انجام اچھا ہوا' میرے لیے خوشبوئیں' باغات اور بہترین نرم و ملائم بستر ہیں جن پر سندس اور استبرق کے تکیے ہیں' میں روزِ محشر تک انہی آرام دہ نعمتوں میں رہوں گی۔''

میں نے کہا: ''پیاری امی جان! کیا آپ کو کوئی حاجت ہے؟'' کہا: ''جی ہاں!''

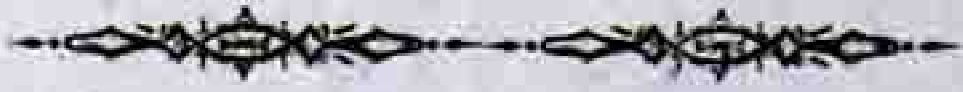
میں نے پوچھا: ''بتایئے کیا حاجت ہے؟''

کہا: ''میری قبر پر حاضری اور ہمارے لیے دعائے مغفرت کرنا ہرگز ترک نہ کرنا کیونکہ جب تو جمعہ کے دن میری قبر پر آتا ہے تو مجھے خوشی ہوتی ہے اور مجھ سے کہا جاتا ہے:

''اے راہبہ! دیکھ تیرا بیٹا تیری قبر پر آیا ہے۔''

یہ سن کر میں بھی خوش ہوتی ہوں اور میرے پڑوسی مُردے بھی خوش ہوتے ہیں لہٰذا میری قبر کی زیارت ہرگز ترک نہ کرنا۔''

(عیون الحکایات)



(۱۲۰)

ایک عجیب اور انوکھا مطالبہ

جناب ابو طالب کے گھر قریش کے بہت سے لوگ جمع تھے' ان میں ایک نہایت خوب صورت اور سجیلا نوجوان عمارہ بن ولید بھی تھا۔ یہ لوگ نہایت عجیب و غریب مطالبہ اور تاریخ کے عجیب ترین سودے کی پیش کش لے کر آئے تھے۔ ان لوگوں نے ابو طالب سے کہا:

''اس خوب صورت نوجوان کو اپنے بھتیجے کی جگہ رکھ لیجیے اور محمد کو ہمارے حوالے کر دیجیے تا کہ ہم اسے قتل کر دیں اس کے بدلے میں عمارہ آپ کو دے دیا جائے گا اس کی دیت اور نصرت کے آپ حق دار ہوں گے۔ آپ اسے اپنا بیٹا بنا لیں۔ آپ کے بھتیجے نے آپ کے آباء و اجداد کے دین کی مخالفت کی ہے' آپ کی قوم کا شیرازہ بکھیر دیا ہے' ان کی عقلوں کو حماقت سے دوچار بتلایا ہے اس کی سزا قتل ہے۔''

ابو طالب گہری سوچ میں غرق تھے' انہوں نے قریش کی ہرزہ سرائی سنی پھر سر اُٹھا کر ان کی طرف دیکھا۔ یہ عام لوگ نہیں تھے جوان کے پاس یہ شرارت بھرا احمقانہ مطالبہ لے کر آئے تھے' ان میں بڑے بڑے سردار اور مکہ کے دانش ور کہلانے والے لوگ موجود تھے۔ ابو طالب نے بلند آہنگی سے کہا:

''اللہ کی قسم! یہ سودا کتنا بُرا ہے جو تم لوگ مجھ سے کرنا چاہتے ہو! تم کیسے لوگ ہو؟ اپنا بیٹا میرے حوالے کرتے ہو تا کہ میں اسے کھلاؤں پلاؤں اور پال پوس کر اس کی خدمت کروں اور میرا بیٹا مجھ سے طلب کرتے ہو تا کہ تم اسے قتل کر دو۔ اللہ کی قسم! ایسا

ہرگز نہیں ہو سکتا۔''

عبد مناف کا پڑپوتا مطعم بن عدی بولا: ''ابو طالب! تمہاری قوم نے تم سے انصاف کی بات کہی ہے لیکن تم ان کی کوئی بات قبول کرنا نہیں چاہتے۔''

اس کے جواب میں ابو طالب نے کہا: ''واللہ! تم لوگوں نے مجھ سے انصاف کی بات نہیں کی۔ تم میرے مخالف لوگوں کی مدد پر تلے بیٹھے ہو۔ ٹھیک ہے جو چاہو کرو۔''

یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو طالب کو یہ لوگ آئے دن طرح طرح کی دھمکیاں دیتے رہتے تھے۔ قریش دعوتِ حق کو روکنے کے لیے ہر حربہ اختیار کر رہے تھے۔ قریش کے پاس دو ہی راستے تھے یا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو بزورِ طاقت روک دیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں۔ دوسری صورت آسان نہ تھی۔ ابو طالب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ تھے اور کفار کے عزائم کے آگے آہنی دیوار بن کر کھڑے ہوئے تھے۔

جناب ابو طالب کو کفار کی دھمکی

چند دن پہلے والی ملاقات میں بھی سردارانِ قریش نے ابو طالب کو کھلی دھمکی دی تھی اور کہا تھا کہ آپ کا مقام و مرتبہ ہمارے نزدیک بڑا اہم ہے۔ آپ ہمارے درمیان بڑے شرف والے ہیں' آپ کی عمر کا تقاضہ بھی ہے کہ آپ کا اکرام کیا جائے۔ آپ کو ہم نے کئی بار کہا ہے کہ اپنے بھتیجے کو روکیے لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا' ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے اب یہ معاملہ ہماری برداشت سے باہر ہے کہ ہمارے آباء و اجداد کو گالیاں دی جائیں' ہماری عقل اور فہم کو حماقت زدہ قرار دیا جائے۔ ہمارے خداؤں کی عیب چینی کی جائے۔ اپنے بھتیجے کو روکیے ورنہ ہم آپ سے اور ان سے مقابلہ کریں گے اور ایسی جنگ چھیڑ دیں گے کہ کسی ایک فریق کا صفایا ہو کر رہے گا۔

ابو طالب پر اس دھمکی کا بڑا اثر پڑا۔ انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بُلایا اور کہا: ''قریش کے لوگ میرے پاس آئے تھے اور یہ یہ باتیں کہہ گئے ہیں اب

میرے اوپر اور خود اپنے آپ پر رحم کرو اس معاملے میں مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جو میرے بس سے باہر ہو۔"

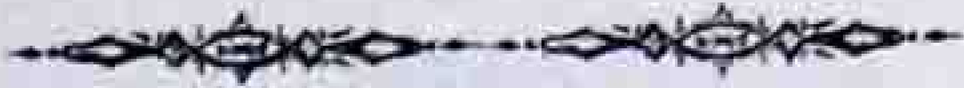
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: "اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں تب بھی میں اس کام کو پورا کیے بغیر نہیں چھوڑوں گا چاہے میں اس راہ میں فنا ہو جاؤں۔"

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور پھر اُٹھ گئے۔ واپس جانے لگے تو ابو طالب نے پکارا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو کہا:

"بھتیجے! جاؤ جو چاہو کہو اللہ کی قسم! میں تمہیں کبھی کسی وجہ سے ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔"

پھر انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت افزائی کے لیے اشعار کہے۔

(البدایة والنہایة: ۵۵/۳)



(١٢١)

تاج وعمامے والے رسول ﷺ

عَنْ مُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ قَالَ: اَوْحَى اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى اِلٰى عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ جِدَّ فِىْ اَمْرِىْ وَلَا تَهْزَلْ. وَاسْمَعْ وَاَطِعْ يَا ابْنَ الطَّاهِرَةِ الْبِكْرِ الْبَتُوْلِ. اِنِّىْ خَلَقْتُكَ مِنْ غَيْرِ فَحْلٍ فَجَعَلْتُكَ آيَةً لِّلْعَالَمِيْنَ فَاِيَّاىَ فَاعْبُدْ. وَعَلَىَّ فَتَوَكَّلْ فَسِّرْ لِاَهْلِ سُوْرَانِ بِالسُّرْيَانِيَّةِ بَلِّغْ مِنْ بَيْنِ يَدَيْكَ اَنِّىْ اَنَا اللّٰهُ الْحَىُّ الْقَيُّوْمُ الَّذِىْ لَا اَزُوْلُ. صَدِّقُوا النَّبِىَّ الْاُمِّىَّ الْعَرَبِىَّ صَاحِبَ الْجَمَلِ وَالْمِدْرَعَةِ وَالْعَمَامَةِ وَهِىَ التَّاجُ وَالنَّعْلَيْنِ وَالْهَرَاوَةُ وَهِىَ الْقَضِيْبُ الْجَعْدُ الرَّأْسُ، الصَّلْتُ الْجَبِيْنُ، اَلْمَقْرُوْنُ الْحَاجِبَيْنِ، الْاَنْجَلُ الْعَيْنَيْنِ، اَلْاَهْدَبُ الْاَشْفَارُ، اَلْاَدْعَجُ الْعَيْنَيْنِ، اَلْاَقْنَى الْاَنْفُ، اَلْوَاضِحُ الْخَدَّيْنِ، اَلْكَثُّ اللِّحْيَةُ، عِرْقُهٗ فِىْ وَجْهِهٖ كَاللُّؤْلُؤِ، وَرِيْحُ الْمِسْكِ يَنْفَحُ مِنْهُ، كَاَنَّ عُنُقَهٗ اِبْرِيْقُ فِضَّةٍ، وَكَاَنَّ الذَّهَبَ يَجْرِىْ فِىْ تَرَاقِيْهِ، لَهٗ شَعَرَاتٌ مِنْ لَبَّتِهٖ اِلٰى سُرَّتِهٖ تَجْرِىْ كَالْقَضِيْبِ لَيْسَ عَلٰى صَدْرِهٖ وَعَلٰى بَطْنِهٖ شَعْرٌ غَيْرُهٗ شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمِ، اِذَا جَامَعَ النَّاسَ غَمَرَهُمْ. وَاِذَا مَشٰى كَاَنَّمَا يَتَقَلَّعُ مِنْ صَخْرٍ وَيَتَحَدَّرُ فِىْ سَبَبٍ ذُو النَّسْلِ الْقَلِيْلِ.

(دلائل النبوۃ (بیہقی) ج:۱، ص:۳۷۸، ابن عساکر، ج:۳، ص:۳۹۷، مختصر ابن منظور، ج:۲، ص:۴۵، المواہب اللدنیہ (قسطلانی) ج:۲، ص:۱۶)

''مقاتل بن حیان روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میرے حکم کی تعمیل میں محنت کرو سستی نہ کرنا۔ اے طاہرہ بتول کے فرزند! توجہ سے سنو اور عمل کرو۔ بے شک میں نے آپ کو بغیر باپ کے پیدا کیا اور تمام جہانوں کے لیے آپ کو نشانی بنایا۔ پس تم میری ہی عبادت کرو، مجھ پر ہی بھروسہ رکھو اور اپنے سامنے موجود اہلِ سوران کو سریانی زبان میں یہ پیغام پہنچا دو کہ بے شک میں اللہ تعالیٰ ہوں زندہ کرنے والا اور قائم رکھنے والا ہوں اور کبھی بھی مجھے زوال نہیں ہے (ان سے کہو کہ تم) تصدیق کرتے رہو ایسے نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو کہ عمامہ والے ہیں اور وہ تاج ہے۔ نعلین وعصا والے، گھنگھریالے بالوں والے، چوڑی پیشانی اور ملے ہوئے ابرو والے، نورانی ہونٹوں اور پیاری آنکھوں والے، اونچی ناک اور روشن رخسار والے، گھنی داڑھی والے جن کے چہرے پر پسینہ موتیوں کی طرح اور اس کی خوشبو کستوری کی طرح، گردن ایسے جسے چاندی کا ٹکڑا گویا کہ حلق میں سونے کی نہر چل رہی ہو، سینہ پہ بالوں کی لکیر ناف تک پورے سینے اور پیٹ مبارک پہ بال نہ تھے بھری ہوئی ہتھیلیوں اور قدمین شریفین والے، لوگوں میں گھل مل جانے والے، چلتے ہوئے محسوس ہوتا کہ بلندی سے اُتر رہے ہیں یعنی پورے وقار وسکون سے چلنے والے۔''

(ترجمہ کا مفہوم وخلاصہ)

(۱۲۲)

رازِ قدرت

ایک انسان نے دوسرے انسان سے پوچھا کہ لکڑی تو اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے مگر کشتی وغیرہ اس نے خود کیوں نہیں بنائی۔ دوسرے نے کہا:
ہاں لکڑی تو اس نے پیدا کی مگر اس نے کشتی نہیں بنائی اس نے لوہا زمین میں رکھ دیا مگر اس نے لوہے کو مشین کی شکل میں نہیں ڈالا اس نے المونیم اور پلاسٹک پیدا کیا مگر ان کو جہاز کی صورت میں تشکیل دینے کا کام چھوڑ دیا۔ دراصل اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرا کام اللہ تعالیٰ انسان سے لینا چاہتا ہے۔ اللہ نے ایک طرف ہر قسم کے خام مواد پیدا کیے اور دوسری طرف انسان کو عقل عطا فرمائی اب اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہے کہ انسان زمین سے خام مواد لے کر اس کو مشین کی صورت دے اور وہ بغیر گھڑے ہوئے مادہ کو گھڑے ہوئے مادہ میں تبدیل کرے۔"

یہ فطرت کی قوتوں کو تمدن میں ڈھالنے کی مثال ہے۔ ٹھیک یہی معاملہ انسان سے بھی مطلوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک بہترین شخصیت عطا فرمائی' فطرت کی سطح پر اس کو اعلیٰ ترین وجود عطا فرمایا۔ تاہم یہ انسانی شخصیت اپنی ابتدائی صورت میں ایک قسم کا خام مواد ہے اب یہ کام خود انسان کو کرنا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اس ابتدائی وجود کی تشکیل نو کرے' وہ فطرت کے سادہ ورق پر اپنا کلام تحریر کرے۔ یہی انسان کا امتحان ہے اسی معاملہ میں کامیابی یا ناکامی پر اس کے مستقبل کا انحصار ہے۔ انسان سے یہ مطلوب ہے کہ وہ اپنے شعور کو معرفت میں ڈھالے' اپنے احساسات کو ذکرِ الٰہی میں

تبدیل کرے، وہ اپنے عمل کو ربانی کردار کی صورت میں ظاہر کرے، وہ اپنی شخصیت کو آخری حد تک خدا کا بندہ بنا دے۔

ایک انسان وہ ہے جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے۔ دوسرا انسان وہ ہے جس کو ہر شخص خود تعمیر کرتا ہے۔ آدمی اپنی ماں کے پیٹ سے گویائی لے کر پیدا ہوتا ہے اب کوئی انسان اپنی گویائی کو حق کے اعتراف کی طرف لے جاتا ہے اور کوئی حق کے انکار کی طرف۔ آدمی اپنی ماں کے پیٹ سے اپنی صلاحیت لے کر دنیا میں آتا ہے اب کوئی شخص اس صلاحیت کو فوری فائدے کے حصول میں لگاتا ہے اور کوئی اس کو اعلیٰ مقصد کے لیے وقف کر دیتا ہے۔ ہر آدمی فطرت کی ایک زمین ہے، کوئی اپنی زمین پر کانٹے اُگاتا ہے اور کوئی ہے جو اپنی زمین کو پھولوں کا باغ بنا دیتا ہے۔ کوئی اپنے آپ کو جنت کا باشندہ بناتا ہے اور کوئی جہنم کا باسی۔

(رازِ حیات از وحید الدین خان، ص: ۴۵، ہر واقعہ بے مثال، ص: ۱۵۰-۱۵۱)

(۱۲۳)

شک کی صورت میں طلاق کا حکم

ایک شخص کو شک ہوا کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے یا نہیں اس نے حضرت شریک سے مسئلہ پوچھا' انہوں نے فرمایا: ''طلاق دے کر پھر رجوع کرلے۔''

پھر اس شخص نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے فرمایا:

''تو اس طرح کہہ کہ اگر میں نے طلاق دی تھی تو میں رجوع کرتا ہوں۔''

پھر اس نے یہ مسئلہ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا:

''وہ تیری اس وقت تک بیوی ہے جب تک تجھے طلاق کا یقین نہ ہو جائے۔''

اس پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ تقویٰ کے مطابق تھا اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے خالص فقہ سے مسئلہ بتایا ہے (کیونکہ شک سے یقین زائل نہیں ہوتا) اور شریک کی مثال اس طرح ہے جیسے ایک آدمی کہے کہ مجھے اپنے کپڑے پر پیشاب لگنے کا شک ہے اس سے کہا جائے کہ تو اپنے کپڑے پر پیشاب کرلے پھر اسے دھولے۔'' (مناقب موفق)

یاد رہے! اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ آئمہ میں اختلاف تھا کیونکہ اس پر تو اجماع ہے کہ شک سے طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ اختلاف افضل و غیر افضل میں تھا۔ حضرت شریک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: طلاق دے کر رجوع کرے کیونکہ شک سے طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ شک سے رجعت لازم ہوتی ہے اور طلاق کی تعلیق میں اختلاف ہے اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تعلیق جائز ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ بتلایا کہ طلاق واقع ہی نہیں ہوئی۔

(۱۲۴)

جادو اور اس کا حکم

جادو کرنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے اور اگر جادو کے منتروں سے شریعت کی تکذیب یا توہین ہوتی ہو تو ایسا جادو کفر ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۔ (البقرہ، ع:۱۱)

''اور لیکن شیطانوں نے کفر کیا وہ لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں۔''

(۱) حدیث شریف میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیاتِ بینات اور کبیرہ گناہوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: وَلَا تَسْحَرُوْا ۔

''جادو نہ کرنا۔'' (مشکوٰۃ، جلد اوّل، ص: ۱۷، بحوالہ ترمذی وغیرہ)

۲) حضرت ابن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک جادوگر کو پکڑا اور اس کے سینہ کو کچل کر چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ (کنز العمال، ج:۲، ص:۲۲۶)

اگر جادو کفر کی حد کو پہنچا تو دنیا میں اس کی یہ سزا ہے کہ بادشاہِ اسلام اس کو قتل کرا دے گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے: حَد الساحر ضربة بالسيف ۔

''جادوگر کی سزا اس کو تلوار سے قتل کر دینا ہے۔'' (ترمذی، ج۱، ص: ۱۶۷)

اور آخر میں اس کی سزا جہنم کا عذابِ عظیم ہے جس کی ہولناکیوں اور خوفناکیوں کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنے حفظ و امان میں جہنم کے دردناک عذاب سے محفوظ رکھے۔ آمین!

(۱۲۵)

صور پھونکے جانے اور حشر ونشر کا بیان

ان اسرافیل صاحب القرن وخلق الله تعالیٰ اللوح المحفوظ من درة بیضآء طولها مابین السمآء والارض سبع مرات معلقة بالعرش ومکتوب فیها ما هو کآئن الیٰ یوم القیمة .... قال حذیفة یارسول الله کیف یکون الخلائق عند النفخ فی الصور قال یاحذیفة والذی نفسی بیده لینفخ فی الصور وتقوم الساعة والرجل قد رفع لقمة الی فمه ولایطعمها والثوب بین یدیه لیلبسه فلایلبسه وکوز المآء علی فمه لیشرب المآء ولایشرب منه .

”بے شک اسرافیل صاحبِ صور ہے اور اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ کو سفید موتی سے پیدا کیا اور اس کا طول آسمان و زمین کی سات مسافتوں کے برابر ہے اور وہ عرش کے ساتھ معلق ہے اور اس میں جو کچھ قیامت تک ہوتا ہے سب لکھا ہوا ہے اور اسرافیل کے لیے چار پر ہیں ایک مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک پر وہ قرار پکڑے ہوئے ہے اور ایک پر وہ اپنا سر اور چہرہ ڈھانپتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے حیا کرتے ہوئے سر جھکائے عرش کے نیچے عرش کے پائے اُٹھائے ہوئے اپنے کندھوں پر اور تحقیق وہ چھوٹا ہوتا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف سے مثل چڑیا کے تو جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا حکم کرتا ہے لوحِ محفوظ میں پس اسرافیل کے چہرہ سے پردہ اُٹھا دیتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم و امر کو

دیکھ لیتا ہے اور ملائکہ میں سے کوئی بھی اسرافیل سے بڑھ کر عرش سے قریب نہیں اس کے اور عرش کے درمیان ستر حجاب ہیں اور ایک حجاب سے دوسرے حجاب تک پانچ سو سال چلنے کی مسافت ہے اور صور دائیں ران پر رکھے کھڑا ہے اور صور کا سرا اس کے منہ پر ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا منتظر ہے کہ کب اسے پھونکنے کا حکم ہوتا ہے پس وہ اس میں پھونکے۔ تو جب دنیا کی مدت پوری ہو جائے گی تو صور اسرافیل کی پیشانی سے قریب ہو جائے گا۔ پس اسرافیل اس سے اپنے چاروں پر ملا دے گا اور صور میں پھونک دے گا اور ملک الموت اپنا ایک ہاتھ ساتویں زمین کے نیچے کر دے گا اور دوسرا ہاتھ ساتویں آسمان کے اوپر اور سب آسمانوں اور زمینوں والوں کی ارواح قبض کر لے گا اور سوائے ابلیس لعنتی کے زمین میں کوئی نہیں بچے گا اور سوائے جبریل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل علیہم السلام کے آسمان پر کوئی نہ رہے گا اور وہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس ارشاد سے مستثناء کیا اور صور میں پھونکا جائے گا پس مر جائیں گے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں مگر وہی جسے اللہ زندہ رکھنا چاہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صورِ اسرافیل کا طول و عرض

''اللہ تعالیٰ نے صور پیدا کیا اور اس کی چار شاخیں ہیں۔ ان میں سے ایک مشرق میں اور ایک مغرب میں اور ایک ساتویں زمین کے نیچے اور ایک ساتویں آسمان کے اوپر اور صور میں سوراخ ہیں ارواح کی اقسام کے برابر ان میں سے ایک سوراخ میں انبیاء علیہم السلام کی ارواح اور ایک میں جنوں کی روحیں اور ایک میں انسانوں کی روحیں اور ایک سوراخ میں شیاطین کی روحیں اور ایک میں چوپاؤں اور حشرات کی روحیں یہاں تک کہ چیونٹی اور مچھر کی اور صور عطا کیا اسرافیل کو اور وہ منہ پر رکھے منتظر ہے جب اسے حکم ہوگا تو اس میں تین بار پھونکے گا ایک پھونک خوف کا دوسرا مارنے کا تیسرا پھونک اُٹھانے کا۔'' حضرت حذیفہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! صور پھونکنے کے وقت مخلوق کی کیا کیفیت ہوگی؟''

فرمایا: ''اے حذیفہ! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! جب صور پھونکا جائے گا اور قیامت قائم ہوگی اور وہ شخص جس نے لقمہ اُٹھا کر منہ کی طرف کیا ہوگا وہ اس کو کھا نہ سکے گا اور وہ جو کپڑا لیے ہو کہ اسے پہنے تو پہننے کی فرصت نہ پائے گا اور وہ جو پانی کا پیالہ منہ پر لائے تا کہ اسے پئے مگر نہ پی سکے گا۔''

(دقائق الاخبار)



(۱۲۶)

انگوروں کا باغ اور جنت کی حوریں

عبدالرحمٰن بن یزید کا بیان ہے' ایک مرتبہ ہمارا قافلہ ''روم'' کی جانب جہاد کے لیے جارہا تھا' قافلے میں ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا۔ ہوا یوں کہ جب ہمارا گزر انگوروں کے ایک باغ کے قریب سے ہوا تو ہم نے ایک نوجوان کو ٹوکری دیتے ہوئے کہا: ''جاؤ! اس باغ سے ہمارے لیے انگور لے آؤ' ہم چلتے ہیں' تم انگور لے کر ہمارے ساتھ مل جانا۔''

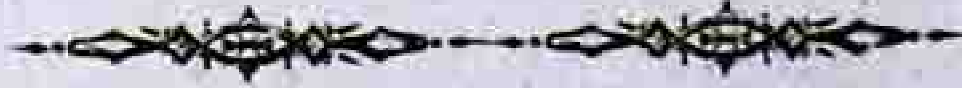
وہ نوجوان انگوروں کے باغ میں چلا گیا وہاں پہنچا تو انگور کی بیل کے نیچے سونے کے تخت پر ایک حسین وجمیل خوب صورت لڑکی بیٹھی ہوئی تھی' نوجوان نے فوراً نگاہیں جھکا لیں اور دوسری طرف چلا گیا وہاں بھی ویسی ہی خوب صورت دوشیزہ سونے کے تخت پر بیٹھی ہوئی پائی اس نے پھر نگاہیں جھکا لیں۔ یہ دیکھ کر وہ حسین وجمیل دوشیزہ مسکراتے ہوئے گویا ہوئی:

''ہماری طرف دیکھیے! آپ کو ہماری طرف دیکھنا جائز ہے کیونکہ ہم ''حورعین'' میں سے آپ کی جنتی بیویاں ہیں اور آج آپ ہمارے ہاں پہنچ جائیں گے۔''

اس کے بعد وہ انگور لیے بغیر اپنے رفقاء کی طرف واپس آ گیا۔ وہ خالی ہاتھ تھا اور اس کے چہرے سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں' ہم نے حیران ہو کر ماجرا دریافت کیا مگر اس نے ٹال مٹول سے کام لیا جب دوستوں نے بہت اصرار کیا تو اس نے سارا واقعہ

کہہ سنایا۔ سب لوگ اس واقعہ سے بہت حیران ہوئے پھر جیسے ہی ہمارا لشکر دشمن کے سامنے پہنچا وہ نوجوان بپھرے ہوئے شیر کی طرح دشمنوں پر ٹوٹ پڑا اور لڑتے لڑتے جامِ شہادت نوش کر گیا اس دن مسلمانوں کے لشکر میں سب سے پہلے شہید ہونے والا وہی نوجوان تھا۔

(عیون الحکایات)



(۱۲۷)

سارے گستاخ تڑپ تڑپ کر مر گئے

تفسیر و تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں درج ہے کہ مکہ مکرمہ میں چند شر پسند سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرتے اور مختلف قسم کی ایذاء رسانی کے ساتھ ساتھ برسرِ عام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق بھی اُڑاتے تھے۔ یہ کیفیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بڑی تکلیف دہ تھی اس کا اندازہ یوں لگایا جاسکتا ہے کہ خود باری تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۔

''ہمیں معلوم ہے کہ ان کی (تکلیف دہ) باتوں سے آپ کا سینہ تنگ پڑ رہا ہے۔''

نیز فرمایا: اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۔

''ان مذاق اُڑانے والوں کے لیے آپ کی خاطر ہم کافی ہیں۔'' (الحجر: ۱۵-۹۷)

اسود بن ابی زمعہ' اسود بن عبد یغوث' ولید بن مغیرہ' عاص بن وائل اور حارث بن قیس بن طلاطلہ' یہ پانچوں سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اُڑانے والوں میں پیش پیش تھے۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سرداروں کی شکایت کی پھر (راہ چلتے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو ولید بن مغیرہ دکھایا تو انہوں نے اس کے پاؤں کی طرف اشارہ کیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''جبریل! یہ کیا؟''

انہوں نے جواب دیا: ''اللہ کے حکم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے میں

اس کے لیے کافی ہو گیا ہوں۔"

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حارث دِکھایا تو جبریل علیہ السلام نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "تم نے یہ کیا کیا؟"

انہوں نے جواب دیا: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے میں اس کے لیے کافی ہوں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عاص بن وائل دِکھایا۔ انہوں نے اس کی ایڑی کی طرف اشارہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا: "اس کا کیا مطلب؟"

انہوں نے جواب دیا: "میں آپ کی طرف سے اس کے لیے کافی ہو گیا ہوں۔"

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسود بن ابی زمعہ دِکھایا۔ انہوں نے اس کی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "یہ کیا؟"

انہوں نے وہی جواب دیا کہ آپ کی طرف سے میں اس کے لیے کافی ہو گیا ہوں

پھر آپ نے انہیں اسود بن عبد یغوث دِکھایا تو انہوں نے اس کے سر کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: "میں اس کے لیے کافی ہو گیا ہوں۔"

گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عبرتناک انجام

اس کے بعد ان بدبختوں کا انجام کیا ہوا؟ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ یہ سب لوگ انہی اعضائے جسم کی خطرناک بیماریوں میں مبتلا ہو کر واصلِ جہنم ہوئے جن کی طرف جبریل امین نے اشارہ کیا تھا۔ ولید بن مغیرہ کے پاؤں میں بھالا لگا اس کی رَگ کٹ گئی وہ اس سے مر گیا۔ حارث کے پیٹ میں پانی بھر گیا حتیٰ کہ منہ سے گندگی نکلنے لگی، وہ اسی حالت میں مرا۔ عاص کے پاؤں میں کانٹا نما کوئی چیز چبھی، زخم پھیل گیا، وہ اسی سے مر گیا۔

اسود بن ابی زمعہ ایک درخت کے نیچے لیٹا ہوا تھا۔ اچانک چیخنے لگا:

"بیٹا! مجھے بچاؤ۔ میری آنکھ میں کانٹا چبھ گیا ہے۔ سخت تکلیف دے رہا ہے۔"

اس نے کہا: "ہمیں تو کچھ نظر نہیں آتا" وہ اسی تکلیف سے اندھا ہو گیا اسی طرح

اسود بن عبد یغوث کے سر میں پھوڑا نکلا اور وہ اسی زخم کی اذیت سے جہنم کی غذا بن گیا۔"

(دلائل النبوۃ للبیہقی: ۳۱۶/۲-۳۱۸)

یہ سب کے سب گستاخانِ نبوت قدرت کے انتقام کا نشانہ بنے۔ ہر چند کہ یہ کسی مسلمان کے ہاتھوں جہنم رسید نہیں ہوئے مگر خود اللہ تعالیٰ نے ان پر مختلف قسم کے عذاب مسلط کر دیئے اور انہیں رُسوائی کی موت مار دیا تاکہ وہ بعد میں آنے والے گستاخانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نشانِ عبرت بن جائیں اگر اس قسم کے گستاخ اور بے ادب لوگ کسی مسلمان کے جذبۂ ایمان کے جوش انتقام سے بچ بھی گئے تو اللہ تعالیٰ کی لاٹھی بے آواز ہے وہ اپنے لاتعداد لشکروں میں سے کسی بھی لشکر کو گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مسلط کر دیتا ہے۔



(۱۲۸)

مقبولیّت کی انتہا بوسیلۂ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

(عَبْدُ الْمُطَّلِبِ) وَهُوَ الَّذِیْ رَاٰی فِیْ مَنَامِهٖ فِی الْحِجْرِ كَاَنَّهٗ خَرَجَتْ مِنْ ظَهْرِهٖ شَجَرَةٌ خَضْرَآءُ حَتّٰی بَلَغَتْ اَعْنَانَ السَّمَآءِ وَاِذَا اَغْصَانُهَا نُوْرٌ فِیْ نُوْرٍ وَّاِذَا الْقَوْمُ بِیْضُ الْوُجُوْهِ وَاِذَا الْقَوْمُ مُتَعَلِّقُوْنَ بِهَا مِنْ لَّدُنْ ظَهْرِیْ اِلَی السَّمَآءِ فَلَمَّا انْتَبَهْتُ اَتَیْتُهٗ كَهَنَةَ قُرَیْشٍ فَاَخْبَرْتُهُمْ بِذٰلِكَ فَقَالُوْا: لَئِنْ صَدَقَتْ رُؤْیَاكَ فَقَدْ صَرَفَ اللّٰهُ اِلَیْكَ الْعِزَّ وَالْكَرَامَةَ وَقَدْ خُصِّصْتَ بِحَسَبٍ وَّسُؤْدُدٍ لَمْ یَخُصَّ بِهَا اَحَدٌ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ . فَاَعْطَاهُ اللّٰهُ ذٰلِكَ . وَذٰلِكَ حِیْنَ نَظَرَ اللّٰهُ اِلَی الْاَرْضِ . فَقَالَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ: اُنْظُرُوْا مَنْ اَكْرَمَ اَهْلَ الْاَرْضِ الْیَوْمَ عِنْدِیْ وَاَنَا اَعْلَمُ بِذٰلِكَ فَقَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ: یَا رَبَّنَا وَسَیِّدَنَا مَا نَرٰی فِی الْاَرْضِ اَحَدًا بِالْوَحْدَانِیَّةِ مُخْلِصًا اِلَّا نُوْرًا وَّاحِدًا فِیْ ظَهْرِ رَجُلٍ مِّنْ وُّلْدِ اِسْمَاعِیْلَ . قَالَ اللّٰهُ فَاشْهَدُوْا اَنِّیْ قَدْ اَكْرَمْتُهٗ لِنُطْفَةِ حَبِیْبِیْ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ .

(شرف المصطفیٰ، ج:۱،ص:۳۲۵)

''جناب حضرت سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے ''حجر'' کے مقام پر ایک خواب دیکھا گویا کہ ان کی پشت سے ایک سرسبز درخت بلند ہوا یہاں تک کہ آسمان کی بلندیوں

تک جا پہنچا اس کی شاخیں بہت ہی پُر نور تھیں اور ایک قوم روشن وسفید چہرے والی جو کہ پشت سے آسمانوں تک اس کے ساتھ پہنچی ہوئی تھی پس جب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بے دار ہوئے تو قریش کے کاہنوں کی ایک جماعت کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا: اگر آپ کا خواب سچا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو عزت وشرف عطا فرمائے گا اور آپ ایک ایسے شرف اور سرداری کے ساتھ خاص کر دیئے گئے ہیں جس کے لیے تمام جہانوں میں سے کوئی بھی مخصوص نہیں ہو سکا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ شرف عطا کر دیا اس وقت اللہ تعالیٰ نے زمین کی طرف نگاہِ کرم فرمائی اور فرشتوں سے ارشاد فرمایا: دیکھو آج کے دن زمین میں میرے ہاں معزز کون ہے؟ جب کہ میں خود یہ جانتا ہوں۔ پس فرشتوں نے عرض کیا: اے ہمارے پروردگار! اے ہمارے مالک! ہم توحید کے ساتھ پوری روئے زمین میں صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہی ایک فرد کی پشت میں ایک ہی نور دیکھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے فرشتو! گواہ ہو جاؤ میں نے اسے اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نطفہ مبارکہ کے لیے عزت عطا کر دی۔

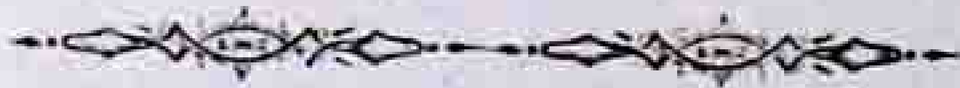
جنت مقام دوزخ حرام

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَبَطَ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَلَیَّ فَقَالَ: اِنَّ اللّٰہَ یُقْرِئُکَ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ: اِنِّیْ حَرَّمْتُ النَّارَ عَلٰی صُلْبٍ اَنْزَلَکَ وَبَطْنٍ حَمَلَکَ وَحِجْرٍ کَفَلَکَ۔ اَمَّا الصُّلْبُ فَعَبْدُاللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَاَمَّا الْبَطْنُ فَاٰمِنَۃُ بِنْتِ وَھْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا وَاَمَّا الْحِجْرُ فَعَبْدٌ یَعْنِیْ عَبْدَالْمُطَلِبِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَ فَاطِمَۃُ بِنْتِ اَسَدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا۔

(تنزیہ الشریعۃ ج:۱ص:۳۲۲' لسان المیزان (عسقلانی) ج:۶' ص:۲۴۷' الفوائد المجموعۃ (شوکانی) ۳۲۱)۔

''حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے۔ پس انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ بے شک جس صلب نے

آپ کو اُتارا' آپ جس بطن میں آئے اور جس گود میں کھیلے' ان سب پر میں نے جہنم کی آگ کو حرام کر دیا ہے۔ صلب سے مراد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں' بطن سے مراد حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا ہیں اور گود سے مراد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا ہیں۔"



(۱۲۹)

بعثت سے سات سو برس پہلے ایمان لانیوالا بادشاہ

آفتابِ رسالت طلوع ہونے سے سات سو برس پہلے کا ذکر ہے کہ شاہ تبع اسعد بن کرب مشرقی ممالک کو زیرنگیں کرنے کی غرض سے نکلا' اسی دوران اس کا گزر مدینہ منورہ سے بھی ہوا جہاں مقامِ سخ پر اس نے قیام کیا اس وقت اہالیانِ مدینہ کا رئیس عمرو بن طلحہ تھا' شاہِ تبع یہود کو قتل اور شہر کو برباد کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن اہلِ مدینہ نے جنگ پر صلح کو ترجیح دے کر قتل وغارت سے نجات حاصل کرلی۔

جب اہلِ مدینہ سے صلح کا معاہدہ طے پا گیا تو بادشاہ اپنے لڑکے کو وہیں حاکم مقرر کر کے مکہ معظمہ پر حملہ آور ہونے کی خاطر چل دیا اس کے جانے کے بعد اس کے شہزادے کو قتل کر دیا گیا جب یہ خبر بادشاہ تک پہنچی تو وہ سخت غضب ناک ہو کر لوٹا اور اہلِ مدینہ کے قتلِ عام کا فیصلہ کرلیا۔

بادشاہ کے اس انتہائی خطرناک ارادہ کا علم بنی قریظہ کے دو علماء کو ہوا تو انہوں نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ناصحانہ اور ہمدردانہ مشورہ دیا کہ وہ اہلِ مدینہ کی ہلاکت کا مذموم ارادہ ترک کر دے اور ان کی خیر خواہی کو قبول کر لے ورنہ اندیشہ ہے کہ کسی ناگہانی آفت کا شکار ہو جائے گا۔ شاہِ تبع نے دریافت کیا کہ اس کے عذاب میں مبتلا ہونے کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ ان علماء نے بتایا کہ آئندہ زمانہ میں ایک نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم آنے والے ہیں۔ یہ شہر مدینہ منورہ ان کا دارالہجرت اور دارالقرار ہوگا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔

بادشاہ نے اس مخلصانہ مشورہ کی قدر کرتے ہوئے اپنا ارادہ بدل دیا اور علماء کی علمیت اور فضیلت سے متاثر ہو کر ان کا دین بھی قبول کر لیا...... اور خاموشی کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہو گیا۔

اسی طرح کی ایک روایت میں ہے کہ جب تبع' شاہِ یمن مدینہ منورہ سے گزرا تو چار سو علماءِ تورات اس کے ہمراہ تھے' انہوں نے بادشاہ سے درخواست کی کہ انہیں اس سرزمین پاک میں رہ جانے کی اجازت دی جائے۔ بادشاہ نے ان سے اس کا سبب جاننا چاہا تو انہوں نے بتایا کہ ہم نے انبیاء کے صحیفوں میں پڑھا ہے کہ یہ شہر نبی آخرالزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دارالہجرت کہلائے گا۔

بادشاہ کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

بادشاہ نے نہ صرف انہیں وہاں قیام کی اجازت دے دی بلکہ ان سب کے لیے مکانات تعمیر کرائے' ان کے نکاح کرائے اور گزر اوقات کے لیے مال و دولت بھی عطا کیا اور فخرِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کے لیے بھی ایک عالی شان محل تعمیر کرایا اور مزے کی بات یہ ہے کہ آپ کے نام ایک خط بھی لکھا جس میں اپنے اسلام اور اشتیاقِ دیدار کا ان الفاظ میں اظہار کیا

شہدت علی احمد انہ " رسول من اللہ باری النسم

''میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسولِ برحق مبعوث ہوں گے۔''

فلو مد عمری الی عمرہ لکنت وزیرا لہ وابن سلم

''اگر عمر نے وفا کی اور ان کی آمد تک میں زندہ رہا تو میں ان کا ساتھی اور مددگار بنوں گا۔''

وجاھدت بالسیف اعداءہ وفرجت عن صدرہ کل غم

''اور ان کے دشمنوں سے جہاد کروں گا اور ان کے دل سے ہر غم کو دور کر دوں گا۔''

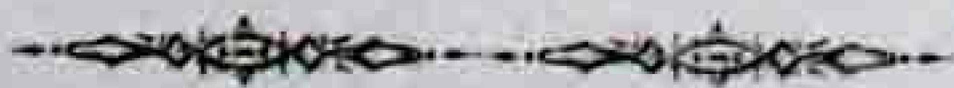
بادشاہ نے اس خط کو سر بمہر کر کے ایک عالم کے سپرد کیا اور وصیت کی کہ اگر تم نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو پاؤ تو میرا یہ عریضہ پیش کر دینا۔ بصورتِ دیگر یہ خط اپنی اولاد کے حوالے کر کے انہیں بھی یہی وصیت کر دینا۔

اللہ کی شان دیکھیے! وہ خط نسل در نسل چلتے چلتے سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تک پہنچ گیا اور شاہِ تبع کا تعمیر کردہ محل بھی زمانہ کے نشیب و فراز سے گزرتا ہوا اور تعمیر در تعمیر کے مراحل طے کرتا ہوا سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے زیرِ تصرف آ گیا۔ چنانچہ جب خیر الخلائق سید الاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو دونوں چیزیں آپ کی خدمتِ اقدس میں پیش کر دی گئیں۔

☆...... نیز اس واقعہ کو امام سہیلی المتوفی ۵۸۱ھ/۱۱۸۵ء اور صاحبِ تفسیرِ ابن کثیر، حافظ عماد الدین ابن کثیر نے بھی کچھ اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے اور شاہِ تبع کے ایمان و تصدیق پر مبنی مذکورہ بالا اشعار بھی نقل کیے ہیں۔

امام زین الدین المراغی المتوفی ۸۱۶ھ/۱۴۱۳ء نے بھی اس محل، خط اور اشعار اور اس ضمن میں سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا ہے۔ دیگر کئی مصنفین نے بھی اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ (الغرض یہ واقعہ مندرجہ ذیل کتب سے لیا گیا ہے)

(روض الانف، ج:۱، ص:۲۴ تا ۲۷، البدایہ والنہایہ، ج:۲، ص:۱۶۴، روض الانف، ج:۱، ص:۲۴، سیرت ابن ہشام، وفاء الوفاء، ج:۱، ص:۱۳۳، البدایہ والنہایہ، ج:۲، ص:۶۶، روض الانف، ج:۱، ص:۲۴، معالم دار الہجرۃ، ص:۳۹)



(۱۳۰)

بے مثال فقاہت

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مسئلہ پوچھا گیا:

"وہ شخص کیا کرے جس نے یہ قسم کھائی ہو کہ اگر میں آج کے دن غسلِ جنابت کروں تو میری بیوی کو طلاق پھر یہ قسم کھائی کہ اگر میری آج کوئی نماز قضا ہو جائے تب بھی تین طلاق اور اگر میں آج کے دن میں اپنی بیوی سے جماع نہ کروں تو بھی تین طلاق۔"

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"(یہ مسئلہ بہت آسان ہے) وہ شخص عصر کی نماز پڑھ کر صحبت کرے پھر غروب کے بعد غسل کرے پھر مغرب وعشا کی نماز پڑھے کیونکہ آج کے دن سے پانچ نمازیں مراد ہیں۔" لوگ حیران ہو گئے۔ (اخبار ابی حنیفہ)

☆...... ایک عورت نے دو جڑویں بچے جنے ان میں سے ایک فوت ہو گیا اور ایک زندہ رہا تو علماء کوفہ نے کہا: ان دونوں کو دفن کر دو لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"نہیں! مردہ کو دفن کر دو اور زندہ کو زمین سے باہر رکھو اس طرح زمین کی مٹی دونوں کو علیحدہ کر دے گی۔" تو لوگوں نے ایسا ہی کیا تو وہ جدا ہو گیا اور زندہ رہا اس کا نام امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا غلام پڑ گیا۔ (فقاہت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ)

☆...... ایک مسافر اجنبی شخص اپنی خوب صورت بیوی کے ساتھ کوفہ آیا' ایک کوفی اس کی بیوی پر فریفتہ ہو گیا اس نے دعویٰ کیا کہ یہ میری بیوی ہے اور عورت بھی اس کی

طرف مائل ہوگئی۔ (قاضی نے اجنبی سے نکاح کے گواہ طلب کیے) وہ اثباتِ نکاح سے عاجز آ گیا پھر یہ مسئلہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ اور وہ شخص اور چند عورتیں اس کے خیمہ کی طرف گئے وہاں پہنچ کر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مقامی عورتوں کو حکم دیا کہ اس کے خیمہ میں داخل ہو جاؤ جب وہ داخل ہونے لگیں تو (اس اجنبی کا) کتا ان کو بھونکنے لگا اور کاٹنے کے لیے بھاگا پھر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس اجنبی عورت کو خیمہ میں داخل ہونے کو کہا تو کتا اس کے اردگرد چکر لگانے اور دُم ہلانے لگا' اس پر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''کتا تو ابھی تک تجھے نہیں بھولا لیکن تو اپنے خاوند کو بھول گئی۔''

اس پر عورت نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''حق واضح ہو گیا۔'' (الخیرات)

لاجواب فراست

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا:

''ایک شخص نے قسم اُٹھائی ہے کہ وہ انڈا نہیں کھائے گا پھر اس نے قسم اُٹھائی کہ فلاں کی جیب میں جو چیز ہے اس کو ضرور کھائے گا جب اس شخص کی جیب دیکھی گئی تو انڈا نکلا اب کیا کرے؟'' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (میرے ماں باپ ان پر فدا ہوں) نے فرمایا:

''اس انڈا کو مرغی کے نیچے رکھ دو جب بچہ نکل آئے تو بھون کر کھالے یا اس کو شوربے میں پکائے اور شوربے سمیت کھا جائے۔''

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

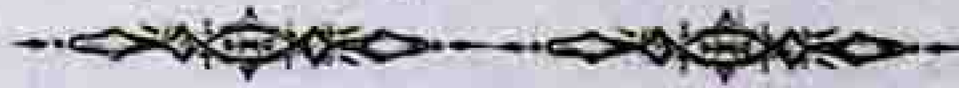
''ہمارے نزدیک اس کی تدبیر یہ ہے کہ اس کو حلوا میں پکائے اور پھر کھائے کیونکہ وہ انڈا اب انڈہ نہیں رہا اور کھایا بھی گیا۔'' (فقاہت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ)

☆......امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مسئلہ پوچھا گیا:

''ایک شخص کی بیوی سیڑھی پر تھی اس نے کہا اگر تو اوپر چڑھے تو طلاق اور اگر نیچے اُترے تو بھی طلاق اب کیا کرے؟'' امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''چند آدمی سیڑھی اُٹھا کر زمین پر رکھ دیں۔ (دوسری صورت) یا اس عورت کو چند عورتیں اس کے ارادہ کے بغیر زبردستی اُٹھا کر نیچے لے آئیں تو طلاق نہیں پڑے گی۔''

(مناقب کردری)



(۱۳۱)

یتیم کا مال کھانا

یتیم کا مال کھانا بہت سخت حرام، گناہِ کبیرہ اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔
قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کی قباحت کا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًاؕ وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا۝ (النساء:ع:۱)

''وہ لوگ جو یتیم کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ کھاتے ہیں اور وہ عنقریب دوزخ کی بھڑکتی آگ میں ڈالے جائیں گے۔''

اور دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

وَاٰتُوا الْیَتٰمٰۤی اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِیْرًا۝ (النساء:۱۴)

''اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور ستھرے کے بدلے گندہ نہ لو اور ان کے مالوں کو اپنے مالوں میں ملا کر نہ کھاؤ۔ بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔''

۱) حدیث شریف میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بڑے بڑے گناہوں کو جو مسلمان کو ہلاک کر ڈالنے والے ہیں، بیان کرتے ہیں یہ ارشاد فرمایا: واکل مال الیتیم۔

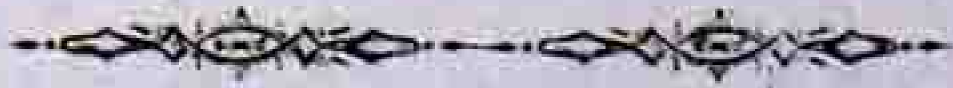
''یتیم کا مال کھا ڈالنا وہ گناہِ کبیرہ ہے جو مومن کو ہلاکت میں ڈال دینے والا ہے۔''

(مشکوٰۃ، ج:۱ص:۱۷ بحوالہ بخاری ومسلم)

۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بہترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم رہتا ہو اور اس کے ساتھ بہترین سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بدترین گھر وہ ہے کہ جس میں کوئی یتیم رہتا ہو اور اس کے ساتھ برا برتاؤ کیا جاتا ہو۔'' (مشکوٰۃ، ج: ۱ص: ۴۲۳ بحوالہ ابن ماجہ)

یتیم کے مال کو ناحق کھانا یا اس کے کسی مال یا سامان یا اس کی زمین و مکان کو ناحق طریقے سے لے لینا یا اس کو جھڑکنا یا کسی قسم کی ایذاء اور تکلیف دینا، یا بُرا سلوک کرنا یہ سب حرام اور گناہ کی باتیں ہیں جن کی سزا آخرت میں جہنم کا عذابِ عظیم ہے۔



(۱۳۲)

قیامت کی گھبراہٹ

ثم ینفخ نفخة الفزع فیبلغ فزعه اهل السماء واهل الارض الا ماشاء الله تعالیٰ .... وانتم جزء واحد من الف جزء۔

''پھر صور پھونکا جائے گا گھبراہٹ کا پھونکنا پس خوف اہلِ آسمان اور اہلِ زمین سب کو ہوگا مگر جسے اللہ بچانا چاہے پہاڑ چلیں گے چلنا اور آسمان گھومے گا گھومنا اور زمین لرز جائے گی پانی میں کشتی کی طرح اور حوامل کے حمل گر جائیں گے اور دودھ پلانے والی اپنا شیر خوار بچہ بھول جائے گی اور بچے خوف سے بوڑھے ہو جائیں گے اور شیاطین فرار ہو جائیں گے اور تحقیق ستارے ان پر ٹوٹیں گے اور آفتاب تاریک ہو جائے گا اور ماہتاب بے نور ہو جائے گا اور آسمان ان کے اوپر سے کھینچ لیا جائے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی چیز ہے'' پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ وہ کون سا دن ہے؟'' صحابہ علیہم الرضوان نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانیں۔ فرمایا یہ وہ دن ہے جس میں اللہ آدم علیہ السلام سے فرمائے گا اُٹھو اور اپنی اولاد کو اُٹھاؤ آگ کی طرف اُٹھانا پس وہ عرض کریں گے اے میرے پروردگار! ہزار میں سے کتنوں کو؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہزار میں سے نو سو ننانوے کو آگ کی طرف اور ایک کو جنت کی طرف۔ پس یہ لوگوں کو گراں گزرے گا اور ان پر آہ و بکا اور حزن طاری ہو جائے گا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میں امید رکھتا ہوں تم اہلِ جنت کا چوتھائی ہو گے پھر فرمایا

بے شک میں امید رکھتا ہوں کہ تم اہل جنت کا نصف ہو گے۔ پس صحابہ علیہم الرضوان خوش ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' خوش ہو جاؤ پس تمہاری مثال اُمتوں میں ایسی ہے جیسے بکری اونٹ کے پہلو میں اور تم ہزار حصوں میں سے ایک حصہ ہو۔''

(دقائق الاخبار)



(۱۳۱)

تین قبروں کا عجیب واقعہ

حضرت سیدنا عبیداللہ بن صدقہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں: ''ایک دفعہ میں انطابلس میں تھا وہاں میں نے تین قبریں دیکھیں جو کافی اونچی جگہ پر بنی ہوئی تھیں۔ قریب گیا تو ایک قبر پر یہ اشعار لکھے ہوئے تھے:

وَكَيْفَ يَلَذُّ الْعَيْشَ مَنْ هُوَ عَالِمٌ
بِاَنَّ اِلٰـهَ الْخَلْقِ لَابُدَّ سَائِلُهٗ
فَيَاْخُذُ مِنْـهُ ظُلْمَـهٗ وَيَجْزِيْـهِ
بِـالْخَيْـرِ الَّذِیْ هُوَ فَـاعِلُـهٗ

''وہ زندگی کا مزا کیسے پا سکتا ہے جو جانتا ہے کہ خالقِ کائنات اس سے پوچھ گچھ کرنے والا اور اس کے اچھے بُرے اعمال کا بدلہ دینے والا ہے۔''

دوسری قبر پر یہ اشعار درج تھے:

وَكَيْفَ يَلَذُّ الْعَيْشَ مَنْ كَانَ مُوْقِنًا
بِـاَنَّ الْمَنَـايَـا بَغْتَةً سَتُعَـاجِلُهٗ
فَتَسْلُبُـهٗ مُلْكًـا عَظِيْـمًـا وَنَخْوَةً
وَتُسْكِنُـهُ الْبَيْتَ الَّذِیْ هُوَ اَهْلُهٗ

''وہ شخص زندگی کا مزا کیسے پا سکتا ہے جسے پختہ یقین ہو کہ موت اس کو جلد ہی آدبوچے گی اس کی سلطنت و تکبر چھین لے گی اور اس کو اندھیری کوٹھڑی

میں ڈال دے گی۔‘‘

تیسری پر یہ اشعار درج تھے:

وَكَيْفَ يَلَذُّ الْعَيْشَ مَنْ كَانَ صَائِرًا
اِلٰى جَدَثٍ تُبْلِى الشَّبَابَ مَنَاهِلُهٗ
وَيَذْهَبُ رَسْمُ الْوَجْهِ مِنْ بَعْدِ صَوْتِهٖ
سَرِيْعًا وَّيُبْلِىْ جِسْمَهٗ وَمَفَاصِلَهٗ

’’وہ شخص زندگی کا مزا کیسے پاسکتا ہے جو ایسی قبر کا مکین بننے والا ہو جو اس کے حسن وشباب کو خاک میں ملادے گی اس کے چہرے کی چمک دَمک ختم کردے گی اور اس کا جوڑ جوڑ علیحدہ کردے گی۔‘‘

ضعیف العمر شخص سے ملاقات

یہ قبریں دیکھ کر میں بستی کی طرف آیا تو ایک ضعیف العمر شخص سے ملاقات ہوئی۔ میں نے اسے کہا: ’’میں نے تمہاری بستی میں ایک عجیب بات دیکھی ہے۔‘‘

اس نے پوچھا: ’’کون سی بات؟‘‘

میں نے اسے قبروں کا معاملہ بتایا تو اس نے کہا: ’’ان کا واقعہ انتہائی عجیب وغریب ہے۔‘‘ میں نے کہا: ’’اگر واقعی ایسی بات ہے تو مجھے بتاؤ کہ یہ تین قبریں کن کی ہیں اور ان پر یہ اشعار لکھنے کی کیا وجہ ہے؟‘‘

یہ سن کر بوڑھے نے کہا: ’’اس علاقے میں تین بھائی رہتے تھے ایک بھائی کو بادشاہ نے شہروں اور فوجی لشکروں پر امیر مقرر کر رکھا تھا اور وہ بڑا ظالم وسفاک تھا۔ دوسرا نیک دل تاجر تھا جب بھی کوئی پریشان حال غریب اس سے مدد طلب کرتا تو وہ اس کی مدد کرتا جب کہ تیسرا بھائی عابد وزاہد تھا اس نے دنیوی مشاغل چھوڑ کر عبادت وریاضت اختیار کر لی تھی۔‘‘

جب عابد کی وفات کا وقت قریب آیا تو دونوں بھائیوں نے کہا: ’’پیارے بھائی!

آپ ہمیں کوئی وصیت کیوں نہیں کرتے؟"

عابد نے کہا: "خدا کی قسم! میرے پاس نہ تو مال ہے، نہ ہی میرا کسی پر قرض ہے، نہ ہی کوئی دنیوی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں جس کے ضائع ہونے کا مجھے اندیشہ ہو اب تم ہی بتاؤ کہ میں کس چیز کی وصیت کروں؟"

یہ سن کر اس کے حاکم بھائی نے کہا: "اے میرے بھائی! میرا مال آپ کے سامنے موجود ہے، آپ جو بھی حکم فرمائیں گے میں اسے پورا کروں گا۔"

پھر اس کے تاجر بھائی نے کہا: "اے میرے بھائی! آپ میری تجارت اور مالِ تجارت سے خوب واقف ہیں، میرے پاس مال کی فراوانی ہے اگر کوئی ایسا عمل رہ گیا ہو جو صرف مال و دولت خرچ کر کے ہی پورا کیا جا سکتا ہے اور آپ وہ نیک عمل نہیں کر پائے تو میرا تمام مال آپ کی خدمت میں حاضر ہے، آپ جو حکم فرمائیں گے، میں پورا کروں گا۔"

عابد بھائی کی خواہش

عابد نے کہا: "اے میرے بھائیو! مجھے تمہارے مال کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہاں! میں تم سے ایک عہد لینا چاہتا ہوں اگر ہو سکے تو اسے پورا کر دینا اس میں کوتاہی نہ کرنا۔"

دونوں نے کہا: "آپ جو چاہیں عہد لیں، ہم آپ کی ہر خواہش پوری کریں گے۔"

عابد نے کہا: "جب میں مر جاؤں تو غسل و کفن کے بعد مجھے کسی اونچی جگہ دفنانا اور میری قبر پر یہ اشعار لکھ دینا

وَكَيْفَ يَلَذُّ الْعَيْشَ مَنْ هُوَ عَالِمٌ
بِاَنَّ اِلٰهَ الْخَلْقِ لَابُدَّ سَائِلُهٗ
فَيَاْخُذُ مِنْهُ ظُلْمَهٗ وَيَجْزِيْهِ
بِالْخَيْرِ الَّذِيْ هُوَ فَاعِلُهٗ

یہ اشعار لکھ کر تم دونوں میری قبر کی زیارت کے لیے روزانہ آتے رہنا شاید! تمہیں نصیحت حاصل ہو۔"

جب عابد کا انتقال ہو گیا تو حسبِ وصیت اس کی قبر پر مندرجہ بالا اشعار لکھ دیئے گئے اس کا حاکم بھائی اپنے لشکر کے ساتھ دو دن تک اس کی قبر پر آیا اور اشعار پڑھ کر روتا رہا۔ تیسرے دن بھی کافی دیر تک روتا رہا جب واپس جانے لگا تو اس نے قبر کے اندر سے ایک خوف ناک دھماکے کی آواز سنی، قریب تھا کہ اس کا دل پھٹ جاتا۔ خوف کے مارے وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا اور گھر پہنچ کر دَم لیا۔ وہ بہت زیادہ غم گین وخوف زدہ تھا۔ رات کو خواب میں اپنے بھائی کو دیکھ کر پوچھا:

''اے میرے بھائی! تمہاری قبر سے جو آواز میں نے سنی وہ کس چیز کی تھی؟''

کہا: ''یہ جہنمی ہتھوڑے کی آواز تھی جو میری قبر میں مارا گیا اور مجھ سے کہا گیا:

''تو نے ایک مظلوم کو دیکھا اور باوجودِ قدرت اس کی مدد نہ کی، یہ اس کی سزا ہے۔''

یہ خواب دیکھ کر اس نے وہ رات بڑی بے چینی میں گزاری۔ صبح اپنے تاجر بھائی اور دوسرے عزیزوں کو بُلا کر کہا: ''اے میرے بھائی! ہمارے عابد بھائی نے اپنی قبر پر عبرت آموز اشعار لکھوا کر ہمیں بہت اچھی نصیحت کی، میں تم سب کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ اب میں تمہارے درمیان نہیں رہوں گا۔''

حاکم بھائی کی داستان

پھر اس نے امارت وحکومت چھوڑی اور پہاڑوں اور جنگلوں میں جا کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گیا جب خلیفہ عبدالملک بن مروان کو اطلاع ملی تو اس نے کہا: ''اسے اس کی حالت پر چھوڑ دو۔''

جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو چند چرواہوں کے ذریعے اس نے اپنے تاجر بھائی کو بُلوا بھیجا اس نے آ کر کہا: ''اے میرے بھائی! آپ مجھے کوئی وصیت کیوں نہیں کرتے؟''

اس نے کہا: ''میرے پاس مال ودولت نہیں جس کی وصیت کروں۔ بس میں تو تم سے ایک عہد لینا چاہتا ہوں۔ سنو! جب میں مر جاؤں تو مجھے میرے عابد بھائی کے پہلو

میں دفنا کر میری قبر پر یہ اشعار لکھ دینا

وَكَيْفَ يَلَذُّ الْعَيْشَ مَنْ كَانَ مُوْقِنًا
بِاَنَّ الْمَنَايَا بَغْتَةً سَتُعَاجِلُهٗ
فَتَسْلُبُهٗ مُلْكًا عَظِيْمًا وَنَخْوَةً
وَتُسْكِنُهُ الْبَيْتَ الَّذِىْ هُوَ اٰهِلُهٗ

یہ اشعار لکھنے کے بعد مسلسل تین دن تک میری قبر پر آنا اور میرے لیے دعا کرنا شاید اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرمائے اور مجھے بخش دے۔''

یہ کہہ کر اس کا انتقال ہو گیا۔ تاجر حسبِ وصیت مسلسل دو دن تک آیا جب تیسرے دن آیا تو اس کی قبر کے پاس بیٹھ کر دعا کرتا رہا اور مسلسل روتا رہا جب واپس جانے کا ارادہ کیا تو اس نے قبر میں دیوار کے گرنے کی آواز سنی۔ آواز اتنی خطرناک تھی کہ عقل ضائع ہونے کا خطرہ تھا' وہ خوف زدہ اور غم گین ہو کر گھر آ گیا جب سویا تو خواب میں اپنے بھائی کو دیکھ کر پوچھا: ''اے میرے بھائی! آپ ہمارے گھر کیوں نہیں آتے؟''

اس نے کہا: ''ہم ایسے مقامات پر ہیں کہ کہیں جانے کو جی نہیں چاہتا۔''

تاجر نے کہا: ''بھائی آپ کا کیا حال ہے؟''

کہا: ''توبہ کی برکت سے خیر و بھلائی نصیب ہوئی ہے۔''

میں نے کہا: ''میرے عابد بھائی کا کیا حال ہے؟''

کہا: ''وہ ابراروں (نیک لوگوں) کے ساتھ ہے۔''

پوچھا: ''آپ کی طرف سے ہمیں کیا نصیحت و حکم ہے؟''

کہا: ''جو کوئی دنیا میں رہ کر آخرت کے لیے کچھ بھیجے گا اسے وہاں ضرور پائے گا۔ پس تو اپنے لیے آخرت کا ذخیرہ اکٹھا کر اور موت سے پہلے کچھ اعمالِ صالحہ جمع کر لے۔''

تاجر نے صبح ہوتے ہی دنیا کو خیر باد کہہ کر تمام مال تقسیم کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے کمر بستہ ہو گیا اس کا ایک بیٹا تھا جو انتہائی حسین و جمیل اور سمجھ دار تھا اب اس نے

تجارت شروع کر دی اور خوب مال دار ہو گیا جب اس کے باپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے باپ سے کہا: ''ابا جان! کیا وجہ ہے کہ آپ مجھے کوئی وصیت نہیں کر رہے؟''

تاجر بھائی کا حال

اس نے کہا: ''میرے بیٹے! خدا کی قسم! تیرے باپ کے پاس مال نہیں ہے جس کے متعلق تجھے وصیت کرے ہاں! میں تجھ سے ایک عہد لیتا ہوں کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے اپنے دونوں چچاؤں کے ساتھ دفنانا اور میری قبر پر یہ اشعار لکھ دینا

وَكَيْفَ يَلَذُّ الْعَيْشَ مَنْ كَانَ صَائِرًا
اِلٰى جَدَثٍ تُبْلِى الشَّبَابَ مَنَاهِلُهُ
وَيَذْهَبُ رَسْمُ الْوَجْهِ مِنْ بَعْدِ صَوْتِهِ
سَرِيْعًا وَّيُبْلِىْ جِسْمَهُ وَمَفَاصِلَهُ

اور جب تو تدفین سے فارغ ہو جائے تو کم از کم تین دن تک میری قبر پر آنا اور میرے لیے دعا کرنا۔'' بیٹے نے حسب وصیت باپ کو دونوں چچاؤں کے ساتھ دفن کیا اور روزانہ زیارت کے لیے آنے لگا۔ تیسرے دن قبر سے ایک خطرناک آواز سنی تو خوف زدہ و غم گین ہو کر گھر لوٹ آیا جب سویا تو خواب میں اس کا والد کہہ رہا تھا:

''اے میرے بیٹے! تم ہمارے پاس بہت کم وقت کے لیے آئے۔ سنو! موت بہت قریب ہے اور آخرت کا سفر بہت کٹھن ہے' جلدی سے سفرِ آخرت کی تیاری کر لو اور زادِ راہ تیار کر لو بس آخرت کی منزل کی طرف تمہارا کوچ ہونے والا ہے' جلد ہی تم اس فانی دنیا کو چھوڑنے والے ہو اس دھوکے باز دنیا سے اس طرح دھوکہ نہ کھانا جیسے تجھ سے پہلے لوگ بڑی بڑی امیدیں دل میں لیے یہاں سے چل بسے۔ انہوں نے حشر کے معاملے کو معمولی جانا تو موت کے وقت شدید نادم ہوئے اور گزری ہوئی زندگی پر انہیں بہت افسوس ہوا جب موت منہ کو آجائے تو اس وقت کی ندامت کوئی فائدہ نہیں دیتی اور اس

وقت کا افسوس قیامت کے نقصان سے ہرگز نہ بچائے گا۔ اے میرے بیٹے! جلدی کر' جلدی کر' جلدی کر! (موت کی تیاری کر لے)''

تاجر کے بیٹے کی کہانی

راوی کہتے ہیں: ''جو بوڑھا مجھے یہ واقعہ بیان کر رہا تھا اس نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا اس نوجوان نے ہمیں اپنا خواب سنایا اور کہا' معاملہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا میرے والد نے بیان کیا' میرا غالب گمان ہے کہ موت نے مجھ پر اپنے پر پھیلانا شروع کر دیئے ہیں۔''

پھر اس نے اپنا قرض ادا کیا' کاروباری شریکوں سے معاملہ صاف کیا' اپنے دوستوں اور اہلِ قرابت سے معافی مانگی' انہیں سلامتی کی دعا دی' ان سے اپنی سلامتی کی دعا کا وعدہ لیا پھر سب کو یوں ''الوداع'' کہنے لگا جیسے کسی بہت بڑے حادثے سے دوچار ہونے والا ہو۔ پھر کہا: ''میرے والد نے مجھ سے تین مرتبہ کہا تھا جلدی کر' جلدی کر' جلدی کر اگر اس سے مراد تین گھنٹے تھے تو وہ گزر گئے اگر تین دن مراد ہیں تو میں تین دن بعد ہرگز تمہارے پاس نہ رہ سکوں گا اگر تین مہینے مراد ہیں تو وہ بہت جلد گزر جائیں گے اگر تین سال مراد ہیں تو اگرچہ یہ ایک بڑی مدت لگتی ہے لیکن یہ بھی جلد گزر جائے گی خواہ مجھے پسند ہو یا نہ ہو موت بالآخر ضرور آ کر رہے گی۔''

وہ نوجوان یہ کہتا جاتا اور اپنا مال و دولت تقسیم کرتا جاتا جب تین دن مکمل ہوئے تو اس نے اپنے اہلِ خانہ کو اور انہوں نے اسے الوداع کہا پھر قبلہ رُخ لیٹ کر آنکھیں بند کیں' کلمۂ شہادت پڑھا اور اس کی روح دارِ فانی سے دارِ عقبیٰ کی طرف پرواز کر گئی اس کی موت کی خبر سن کر کچھ ہی دیر میں مختلف علاقوں سے لوگ جمع ہو گئے اور آج تک لوگوں کا یہ معمول ہے کہ وہ مختلف شہروں اور علاقوں سے آ آ کر اس کی قبر کی زیارت کرتے اور اسے سلام کرتے ہیں۔''

(عیون الحکایات)

(۱۳۴)

ایک پرستارِ حق کا اعزاز

ایک مرتبہ کافروں نے کہا:
"ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں تو ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا۔"
اللہ نے فرمایا: (اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!)

قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ كَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ ۝ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ۝

"ان سے کہہ دیجیے کہ میں تو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر قائم ہوں۔ تم نے اسے جھٹلایا ہے تو یہ میرے بس کی بات نہیں کہ تمہیں عذاب میں مبتلا کر دوں جس کی تم جلدی کر رہے ہو۔ حکم تو صرف اللہ ہی کا چلتا ہے۔ وہ سچی بات بیان کرتا ہے اور وہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے اگر میرے اختیار میں وہ عذاب ہوتا جس کی تم جلدی کر رہے ہو تو کبھی کا فیصلہ ہو گیا ہوتا (لیکن اللہ بہت حلیم اور عالی ظرف ہے کہ عذاب میں تاخیر کر رہا ہے) بہر حال اللہ ظالموں سے خوب واقف ہے (وہ انہیں وقتِ مقررہ پر سزا دے گا)"

(الانعام:۶/۵۷-۵۸)

غرض یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دی جا رہی تھیں، ان پر مصائب کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے، تبلیغِ دین کی راہ میں رکاوٹیں ڈالی جا رہی تھیں اسی اثناء میں عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔ چونکہ ان دنوں بتوں کی پوجا عام تھی اس لیے عمرو ایام جاہلیت ہی سے یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ سب لوگ گمراہی پر ہیں، صحیح راستے پر نہیں ہیں جب عمرو رضی اللہ عنہ نے سنا کہ مکہ میں ایک شخص (آسمانی) خبریں بیان کرتا ہے تو وہ اپنی سواری پر بیٹھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ ہو گئے۔

مردِ حق کا قبول اسلام

اس زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوشیدہ رہ کر رازداری کے ساتھ تبلیغِ دین کا کام کر رہے تھے اور کفارِ قریش کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کڑی نظر تھی۔ بہر حال (من جد وجد) یعنی جوئندہ پائندہ کہ جسے کسی کی تلاش و جستجو ہوتی ہے، وہ اسے بہر حال پا لیتا ہے۔ عمرو اپنی دُھن کے پکے تھے، وہ مکہ مکرمہ پہنچے اور کسی نہ کسی طریقے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری میں کامیاب ہوئے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ''آپ کون ہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نبی ہوں۔''

انہوں نے پوچھا: ''نبی کیا ہوتا ہے؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے اللہ نے (ہادی بنا کر بھیجا) ہے۔''

انہوں نے پوچھا: ''اللہ نے کیا چیز دے کر آپ کو بھیجا ہے؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے ان باتوں کی تعلیم دینے کے لیے بھیجا گیا ہے کہ صلہ رحمی کی جائے، بتوں کو توڑا جائے، اللہ کو ایک مانا جائے اور اس کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کیا جائے۔''

انہوں نے پوچھا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس دین پر کون کون لوگ

ہیں؟“

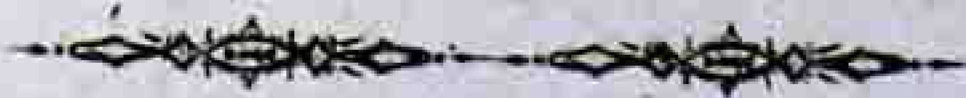
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آزاد بھی ہیں، غلام بھی ہیں۔“

یہ ارشادات سن کر عمرو بن عبسہ اسی دن مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ انہیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ اسلام لانے والوں میں چوتھی شخصیت ہیں۔ سیدنا ابوبکر اور بلال رضی اللہ عنہما ان سے قبل ایمان لا چکے تھے۔

عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: ”میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہوں۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آج کے حالات میں تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ میرا اور لوگوں کا کیا حال ہے؟ (یہ لوگ میرے مخالف ہیں اسی وجہ سے کہیں تم بھی مصائب میں مبتلا نہ ہو جاؤ) اس لیے اب تم اپنے گھر چلے جاؤ پھر جب تم سنو کہ میں غالب آ گیا ہوں تو پھر تم میرے پاس آ جانا۔“ غرض یہ کہ وہ اپنے گھر واپس چلے گئے۔

(مسلم شریف، حدیث: ۸۳۲)



(۱۳۵)

سیّد الملائکہ کو سیّد الانبیاء کی تلاش

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَقَالَ لِیْ یَا مُحَمَّدُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ بَعَثَنِیْ فَطِفْتُ شَرْقَ الْاَرْضِ وَغَرْبَھَا وَسَھْلَھَا وَجَبَلَھَا فَلَمْ اَجِدْ خَیْرًا مِّنَ الْعَرَبِ ثُمَّ اَمَرَنِیْ فَطِفْتُ فِی الْعَرَبِ فَلَمْ اَجِدْ حَیًّا خَیْرًا مِّنْ مُضَرَ ۔ ثُمَّ اَمَرَنِیْ فَطِفْتُ فِیْ مُضَرَ فَلَمْ اَجِدْ حَیًّا خَیْرًا مِّنْ کِنَانَۃَ ثُمَّ اَمَرَنِیْ فَطِفْتُ فِیْ کِنَانَۃَ فَلَمْ اَجِدْ حَیًّا خَیْرًا مِّنْ قُرَیْشٍ ۔ ثُمَّ اَمَرَنِیْ فَطِفْتُ فِیْ قُرَیْشٍ فَلَمْ اَجِدْ حَیًّا خَیْرًا مِّنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ ۔ ثُمَّ اَمَرَنِیْ اَنْ اَخْتَارَ فِیْ اَنْفُسِھِمْ فَلَمْ اَجِدْ نَفْسًا خَیْرًا مِّنْ نَّفْسِکَ ۔

(نوادر الاصول' ج:۱' ص:۲۱۵' شرف المصطفیٰ ' ج:۲' ص:۲۳' السیرۃ الحلبیۃ (نور الدین حلبی) ج:۱' ص:۴۱' کنز العمال (علی متقی) ج:۱۲' ص:۳۹)

''حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا چنانچہ میں نے زمین کا مشرق ومغرب اس کے میدان اور پہاڑ دیکھے لیکن میں نے عرب سے بہتر کوئی بھی نہیں پایا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا میں نے اہلِ عرب کو دیکھنا شروع کیا تو مضر سے بہتر کوئی بھی نہیں پایا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا میں نے مضر (قبیلہ) دیکھنا شروع کیا تو کنانہ سے بہتر کوئی بھی نہیں پایا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا میں نے کنانہ

(قبیلہ) دیکھنا شروع کیا تو قریش سے بہتر کوئی بھی نہیں پایا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا میں نے قریش (قبیلہ) دیکھنا شروع کیا تو بنی ہاشم سے بہتر کوئی بھی نہیں پایا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا میں ان میں سے کسی کو سب سے بہتر طور پر اختیار کروں تو یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے بہتر کسی کو نہیں پایا۔"

؎ تیری صورت سے نہیں ملتی کسی کی صورت
ہم جہاں میں تیری تصویر لیے پھرتے ہیں



(۱۳۶)

عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز

نبوت کے ماہتاب، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا کیا کہنا، اس محبت و عشق کا انداز بھی نرالا ہے اور اس کا مزہ بھی انوکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اسلام کی روح ہے اور ایمان کی جان۔ اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے جو نقوش صحابہ علیہم الرضوان نے چھوڑے ہیں انہی نقوشِ قدم پر اللہ کریم ہر ایمان والے کو چلنے کی توفیق بخشے۔

سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اس دو منزلہ مکان میں سکونت پذیر تھے، ہجرت کے بعد اپنی سکونت کے لیے جسے سید الکونین نے بذریعہ وحی چُن لیا اور اپنے انوارِ نبوت سے اسے ہمیشہ کے لیے روشن کر دیا۔ سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بالائی منزل پیش کرنا چاہی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زائرین کی سہولت اور راحت رسانی کی خاطر زیریں منزل پسند فرمائی۔

سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم نے تعمیلِ حکم کی خاطر اوپر رہنا تو گوارا کر لیا لیکن ہر وقت یہ فکر دامن گیر رہتی کہ رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نیچے رہائش پذیر ہیں کہیں کسی وجہ سے ان کے آرام میں خلل نہ آ جائے۔ ہر وقت یہی فکر تڑپائے رکھتی..... بنابریں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عاجزی وانکساری سے عرض کی کہ ہمارے ایمانی جذبات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب واحترام کا تقاضا ہے کہ آپ بالائی منزل میں اقامت گزیں ہو

جائیں تاکہ سوئے ادب کا احتمال نہ رہے۔“

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست کو شرفِ قبولیت سے نوازا اور بالائی منزل میں راحت گزیں ہو گئے۔ (کامل تاریخ مدینہ ص:۱۲۶)

سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ جب اوپر کے مکان میں رہائش پذیر تھے ان دنوں کا ایک ایمان افروز اور یادگار واقعہ ہے کہ بالائی منزل میں پانی کا ایک مٹکا ٹوٹ گیا۔ سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تڑپ کر رہ گئے کہ اوپر سے پانی نچلی منزل میں بہنے یا ٹپکنے لگا تو کونین کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل آ جائے گا' انتہائی بے ادبی ہو جائے گی۔ دونوں میاں بیوی کے پاس ایک ہی لحاف تھا انہوں نے وہ لحاف پانی کے اوپر رکھا اور سارا پانی اس میں جذب کر لیا۔ پانی تو جذب ہو گیا' حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام و راحت میں بھی خلل نہ آیا ہاں مگر اپنی رات بھر کی نیند' راحت و آرام اور سبھی کچھ کونین کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا۔ رات دونوں نے سردی میں ٹھٹھرتے ہوئے گزار دی مگر ایمان بچا لیا' ایمان پر آنچ نہ آنے دی اور عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک انوکھی مثال رقم کر ڈالی۔ (البدایہ والنہایہ ج:۳' ص:۲۰۱)



(۱۳۷)

امام جعفر صادق نے امامِ اعظم کو چوم لیا

ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ علیہم الرحمۃ جمع ہوئے (جن کو امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کہا جاتا ہے) تو حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''کیا آپ ہی ہیں جو اپنے قیاس کی بناء پر میرے جد امجد کی احادیث کی مخالفت کرتے ہیں؟'' امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا: ''تشریف رکھیں۔ آپ کے لیے عظمت اور بڑائی ہے جیسا کہ آپ کے نانا علیہ السلام کے لیے عظمت اور بڑائی تھی۔''

حضرت تشریف فرما ہوئے تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ گھٹنوں کے بل ان کے سامنے کھڑے ہوئے اور عرض کیا: ''حضرت مرد کمزور ہے یا عورت؟'' فرمایا: ''عورت''

عرض کیا: ''عورت کا کتنا حصہ ہے؟'' فرمایا: ''مرد سے نصف''

عرض کیا: ''اگر میں قیاس سے کہتا تو عورت کے لیے کامل اور مرد کے لیے نصف کا حکم کرتا لیکن ایسا نہیں۔''

پھر عرض کیا: ''نماز افضل ہے یا روزہ؟'' فرمایا: ''نماز''

عرض کیا: ''اگر میں قیاس سے فیصلہ کرتا تو حائضہ کو نماز کی قضا کا حکم دیتا نہ کہ روزہ کا''

پھر عرض کیا: ''پیشاب زیادہ نجس ہے یا منی؟''

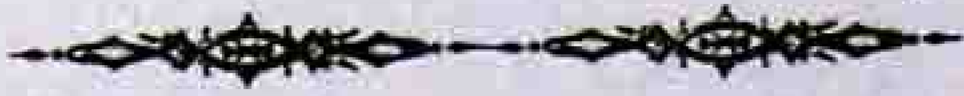
فرمایا: ''پیشاب''۔ عرض کیا: ''اگر میں قیاس سے حکم لگاتا تو پیشاب سے غسل کا حکم

دیتا نہ کہ منی سے۔"

پھر فرمایا: "معاذ اللہ! یہ کہ میں کوئی بات خلاف حدیث کہوں بلکہ میں تو حدیث کا خادم ہوں۔" یہ سن کر حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہوئے اور ان کا بوسہ لیا (یعنی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیشانی کو چوما) (مناقب موفق)

بعض کتب میں امام جعفر صادق کی بجائے امام باقر کا ذکر ہے۔

(نزہۃ القاری: ۱/۱۷۷، تبییض الصحیفہ للسیوطی ص ۱۱۷)



(۱۳۸)

جہاد سے بھاگنے کا گناہ

کفار سے جہاد کے وقت میدانِ جنگ سے بھاگ جانا بڑا ہی شدید حرام اور گناہِ کبیرہ ہے جس کی سزا جہنم کا عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝ وَمَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَىٕذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝ (الانفال، رکوع:۲)

''اے ایمان والو! جب کافروں کے لشکر سے تمہارا مقابلہ ہو تو انہیں پیٹھ نہ دو اور جہاد کے دن جو پیٹھ دے گا مگر لڑائی کا ہنر کرنے یا اپنی جماعت میں جا ملنے کو تو وہ اللہ کے غضب میں پلٹا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ کیا ہی بُری جگہ ہے پلٹنے کی۔''

اور حدیث شریف میں ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبیرہ گناہوں کی فہرست سناتے ہوئے ارشاد فرمایا: والتولی یوم الزحف۔ ''جہاد کے دن پیٹھ پھیر دینا یہ بھی گناہِ کبیرہ ہے۔'' اور دوسری جگہ یوں فرمایا: وتولوا الفرار یوم الزحف۔

''کفار سے جہاد کے دن بھاگنے کے لیے پیٹھ نہ پھیرو۔''

(مشکوٰۃ، ج ۱، ص: ۱۷، بحوالہ بخاری و مسلم)

اگر کفار تعداد میں مسلمانوں کے دُگنا ہوں جب بھی مسلمانوں کو بھاگنا جائز نہیں ہاں اگر کفار کی تعداد مسلمانوں کے دُگنا سے بھی زائد ہو تو اس وقت اگر مسلمان بھاگیں گے تو گناہ گار نہ ہوں گے۔

(۱۳۹)

رحمتِ خداوندی کی وسعت

قال ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان للہ تعالیٰ مائۃ رحمۃ انزل منھا رحمۃ بین الجن والبھآئم والانس والھوام بھا یتعاطفون وبھا یتراحمون وادخر تسعۃ وتسعین رحمۃ یرحم بھا عبادہ یوم القیمۃ ثم یامر اللہ تعالیٰ اسرافیل بنفخۃ الصعق ومات أھل السموت واھل الارضین الا ماشآء اللہ وھم الشھداء فانھم اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ کما قال اللہ تعالیٰ: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ کے لیے سو رحمتیں ہیں جن میں سے ایک رحمت اس نے دنیا میں اُتاری جو بانٹی جنوں اور چوپاؤں میں اور انسانوں اور حشرات میں جس کے سبب وہ آپس میں مہربانی اور رحم کرتے ہیں اور ننانوے اپنے پاس جمع کر رکھیں جس سے قیامت کو وہ اپنے بندوں پر رحم کرے گا پھر اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم دے گا پس وہ پھونکے گا تو کہے گا اے عاریتاً دی گئی روحو! اللہ کے حکم سے نکل جاؤ پس سب آسمانوں والے اور زمینوں والے بے ہوش ہو جائیں گے اور مر جائیں گے مگر جسے اللہ رکھنا چاہے اور وہ شہداء ہیں کہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں رزق پاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں مردہ گمان مت کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس سے رزق دیے جاتے ہیں۔" (دقائق الاخبار)

(۱۴۰)

حضرت نمیر علیہ الرحمۃ کی شہادت

حضرت سیدنا عباس بن محمد بن عبدالرحمٰن اشہلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''مجھے میرے والد نے حضرت ابن نمیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے بتایا کہ میرے بھانجے نمیر کا شمار کوفہ کے زاہدوں میں ہوتا تھا' وہ نماز وطہارت کا خوب خیال رکھنے والا' حسین وجمیل نوجوان تھا۔ کچھ عرصہ بعد کسی عارضہ کی وجہ سے اس کی عقل جاتی رہی اور حالت یہ ہوگئی کہ سخت گرمیوں میں زوال کے وقت بھی سائے میں نہ بیٹھتا بلکہ کھلے میدان اور صحرا میں سارا سارا دن گزار دیتا۔ سخت سردی ہو یا تیز وتند آندھی وہ ہر موسم میں رات اپنے مکان کی چھت پر کھڑے کھڑے گزارتا' روزانہ اس کا یہی معمول تھا۔ ایک دن صبح صبح چھت سے اُتر کر قبرستان کی طرف جانے لگا تو میں نے کہا: ''اے نمیر! کیا تم رات کو سوتے نہیں ہو؟''

کہا: ''جی ہاں!'' میں نے کہا: ''کس چیز نے تمہیں سونے سے منع کر رکھا ہے؟''

کہا: ''ایک بہت بڑی مصیبت نے میری نیند اُڑا رکھی ہے۔''

میں نے کہا: ''اے نمیر! کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟''

کہا: ''کیوں نہیں! میں اپنے خالق ومالک عزوجل سے ڈرتا ہوں اور مصیبتیں تو انسان پر آتی ہی ہیں۔ کیا حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد نہیں فرمایا: ''سب سے زیادہ آزمائشیں انبیاء کرام علیہم السلام پر آتی ہیں پھر ترتیب وار صاحب مرتبہ لوگوں پر آتی ہیں۔''

(السنن الکبریٰ للنسائی' کتاب الطب' ای الناس اشد بلاء' الحدیث: ۷۴۸۲' ج ۴' ص: ۳۵۲)

یہ سن کر میں نے کہا: ''کیا تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو؟''

اس نے نفی میں جواب دیا اور آگے بڑھ گیا پھر ایک سخت سرد رات جب میں چھت پر گیا تو دیکھا کہ نمیر وہاں کھڑا ہے اور میری بہن (یعنی اس کی ماں) اس کے پیچھے بیٹھی رو رہی ہے۔ میں نے پوچھا: ''اے نمیر! کیا اب بھی ایسی کوئی چیز باقی ہے جس کی تمہیں بہت زیادہ خواہش ہو اور تم اس میں کامل نہ ہوئے ہو؟''

کہا: ''جی ہاں! میں اللہ ورسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی کامل محبت کا بہت زیادہ طلب گار ہوں۔'' ایک مرتبہ رمضان المبارک کی سخت سرد رات میں چھت پر گیا تو نمیر سے کہا:

''اے نمیر! کیا تم کھانا نہیں کھاؤ گے؟'' کہا: ''کیوں؟''

میں نے کہا: ''مجھے پسند ہے کہ میری بہن تجھے میرے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے دیکھے۔'' کہا: ''اچھا! اگر یہی چاہتے ہیں تو کھانا لے آیئے۔''

میں نے کھانا منگوایا اور ایک ساتھ کھایا۔ فراغت کے بعد جب میں واپس آنے لگا تو یہ سوچ کر مجھے رونا آ گیا کہ میں تو جا رہا ہوں اور میرا بھانجا سردی اور اندھیرے میں ہے۔ مجھے روتا دیکھ کر اس نے کہا: ''اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے' کیوں رو رہے ہیں؟''

میں نے کہا: ''میں تو مکان کی چھت تلے روشنی میں جا رہا ہوں اور تم یہاں اندھیرے اور سردی میں ہو' مجھے تم پر بہت ترس آ رہا ہے۔''

نمیر کا نکاح حور عین سے کر دیا گیا

یہ سن کر وہ غضب ناک ہو کر کہنے لگا: ''میرا رب مجھ پر آپ سے کہیں زیادہ مہربان ہے' وہ خوب جانتا ہے کہ میرے لیے کون سی چیز فائدہ مند ہے۔ آپ مجھے اس کے ذمۂ کرم پر چھوڑ دیجیے' وہ جیسا چاہے میرے بارے میں فیصلہ فرمائے۔ مجھے اس کے فیصلے پر کوئی اعتراض نہیں۔''

میں نے اسے سمجھانے کے لیے کہا: ''تم قبر کے اندھیرے میں کیا کرو گے؟''

کہا: ''اللہ رب العزت نیک لوگوں کی روحوں کو بُرے لوگوں کی روحوں کے ساتھ نہ ملائے گا۔ میری بات سنو! آج رات میرے والد اور تمہارے والد عبداللہ بن نمیر میرے خواب میں آئے اور کہا: ''اے نمیر! جمعہ کے دن تم شہید ہوکر ہمارے پاس پہنچ جاؤ گے۔''

نمیر کی یہ بات میں نے اپنی بہن کو بتائی تو اس نے کہا:

''اللہ کی قسم! بارہا میرا تجربہ ہے کہ اس کی بات کبھی جھوٹی نہیں ہوئی' یہ جو بات کہتا ہے وہ ضرور ہوکر رہتی ہے۔''

یہ سن کر میں خاموش ہوگیا۔ وہ بدھ کا دن تھا اور ہم متعجب و حیران ہوکر کہہ رہے تھے کہ کل جمعرات ہے اور پرسوں جمعۃ المبارک ہے بالفرض یہ کل بیمار بھی ہوگیا اور پرسوں مرگیا تو شہید کیسے ہوگا؟ اسی شش و پنج (سوچ بچار) میں جمعہ کی رات آگئی۔ تقریباً آدھی رات کے وقت اچانک ہم نے ایک دھماکے کی آواز سنی' ہم دوڑ کر گئے تو دیکھا کہ نمیر فرش پر مردہ حالت میں پڑا ہوا ہے۔ ہوا یوں کہ جب وہ چھت پر جانے کے لیے سیڑھیاں چڑھنے لگا تو اس کا پاؤں پھسل گیا اور گردن ٹوٹ گئی (اور اس طرح اسے شہادت کی موت نصیب ہوگئی) میں اسے اپنے والد کے پہلو میں دفنا کر والد صاحب کی قبر کے پاس آیا اور کہا:

''ابا جان! نمیر آپ کے پاس آگیا ہے اور یہ آج سے آپ کا پڑوسی ہے۔''

یہ کہہ کر میں غم زدہ و افسردہ گھر آ گیا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ والدِ محترم گھر کے دروازے سے تشریف لائے اور فرمایا: ''اے میرے بیٹے! تم نے نمیر کے ذریعے مجھے انس فراہم کیا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی اچھی جزا عطا فرمائے۔ سنو! جب تم نمیر کو ہمارے پاس چھوڑ آئے تو اس کا نکاح ''حورِ عین'' سے کر دیا گیا۔'' (عیون الحکایات)

(۱۴۱)

تختِ سکندری پہ وہ تھوکتے نہیں ہیں

ایک دن قریش کے ایک بڑے سردار عتبہ بن ربیعہ نے قریش سے پوچھا:
"کیوں نہ میں محمد کے ساتھ گفتگو کروں اور انہیں کچھ لے دے کر اسلام کی دعوت دینے سے باز رکھنے کی کوشش کی جائے؟" قریش نے کہا: "ابوالولید! ضرور جایئے اور محمد سے بات کیجیے۔"

اس کے بعد عتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا:
"بھتیجے! تمہیں جو عزت وشرف اور مقام ومرتبہ اپنے خاندان میں حاصل ہے اس سے تم بخوبی واقف ہو۔ تمہارا نسب نامہ نہایت بلند پایہ ہے اب تم ایک ایسی بات کہہ رہے ہو جس کی وجہ سے قوم میں تفرقہ پیدا ہو گیا ہے' تم نے ان کے معبودوں کو جھٹلایا' اپنے آباء واجداد کو کافر قرار دیا۔ میں تمہارے سامنے کچھ چیزیں پیش کرتا ہوں' ان پر خوب غور کرو ہو سکتا ہے ان میں سے کوئی بات تمہیں پسند آ جائے۔" اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابوالولید تم کہو' میں سنوں گا۔"

عتبہ کہنے لگا: "جو دعوت تم لے کر آئے ہو اگر اس سے مال حاصل کرنا چاہتے ہو تو ہم اتنا مال جمع کر دیتے ہیں کہ تم سب سے زیادہ مال دار بن جاؤ گے اگر سرداری درکار ہے تو ہم متفقہ طور پر تمہیں اپنا سردار بنا لیتے ہیں۔ ہمارا ہر معاملہ تمہارے مشورے اور حکم سے طے پائے گا اگر تم کسی خوب صورت لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہو تو مکہ کی جس لڑکی کی طرف اشارہ کرو اس سے تمہیں بیاہ دیتے ہیں اور اگر تمہارے اوپر کسی جن بھوت کا

سایہ ہے تو ہم تمہارا علاج کرانے کے لیے بھی تیار ہیں تاکہ تم شفایاب ہو جاؤ۔‘‘

عتبہ اپنی باتیں کہتا رہا۔ اسے پورا یقین تھا کہ وہ اپنی لچھے دار باتوں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نہ کسی شرط پر راضی کر لے گا اس نے اپنی ہفوات ختم کیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا اور دریافت فرمایا: ’’ابوالولید! کیا تمہاری بات ختم ہو گئی؟‘‘

اس نے اثبات میں سر ہلا دیا اب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’کچھ میری باتیں بھی سنو گے؟‘‘ اس نے کہا: ’’ہاں! ہاں! کیوں نہیں۔‘‘

اب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شیر و شہد جیسی آواز میں سورۂ حم سجدہ کی آیات کی تلاوت شروع کی: ’’حم یہ رحمٰن اور رحیم کی طرف سے نازل کی ہوئی ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں کھول کھول کر بیان کر دی گئی ہیں۔ (یہ) عربی قرآن (ہے) ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہے لیکن اکثر لوگوں نے اعراض کیا اور وہ سنتے نہیں۔‘‘

قرآن کی تلاوت کا کافرپہ اثر

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے جا رہے تھے اور عتبہ مبہوت ہو کر سن رہا تھا جب سجدے کی آیت آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور فرمایا:

’’ابوالولید! تمہیں جو کچھ سننا تھا سن چکے اب تم جانو اور تمہارا کام۔‘‘

قریش عتبہ کے منتظر تھے جب اسے واپس آتے دیکھا تو اس کا ظاہری حال دیکھ کر کہنے لگے: ’’اللہ کی قسم! یہ شخص جو چہرہ لے کر گیا تھا اس اس کے ساتھ واپس نہیں آ رہا۔‘‘

جب عتبہ واپس پہنچ کر ان لوگوں میں بیٹھ گیا تو انہوں نے پوچھا:

’’ہاں ابوالولید! کیا خبر ہے؟ تمہاری پیش کش اور تمہاری تجاویز کا کیا بنا؟‘‘

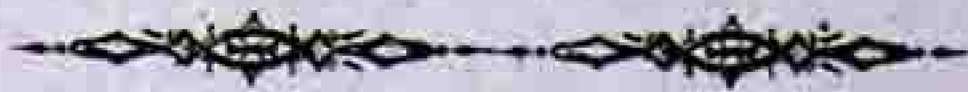
عتبہ نے بڑی سنجیدگی سے کہا: ’’میں نے ایک ایسا کلام سنا ہے کہ اس جیسا آج تک نہیں سنا۔ خدا کی قسم! نہ تو وہ شعر ہے، نہ جادو، نہ کہانت، اے قریش! میری بات مانو اس

شخص کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ جو گفتگو میں نے سنی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بڑا واقعہ رونما ہو کر رہے گا اگر اسے عربوں نے مار ڈالا تو تمہارا کام دوسروں کے ہاتھوں انجام پا جائے گا اور اگر یہ غالب آ گیا تو اس کی بادشاہت تمہاری اور اس کی عزت تمہاری ہی عزت کا باعث ہوگی۔'' قریش نے اس کی طرف طنزیہ نگاہوں سے دیکھا اور کہا:

''تم پر بھی اس کی زبان کا جادو چل گیا ہے۔''

عُتبہ بولا: ''اب جیسے تمہاری مرضی، میں نے بہرحال اس کے بارے میں اپنی رائے دے دی ہے۔''

(تفسیر القرطبی: ۲۹۶/۱۵، ومجمع الزوائد: ۲۰/۶)



(۱۴۲)

درود کی فضیلت' فرشتوں کی روایت

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ جِبْرِیْلَ عَنْ مِیْکَائِیْلَ عَنْ اِسْرَافِیْلَ عَنِ الرَّفِیْعِ عَنِ اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ عَنِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ اَنَّہٗ اَظْہَرَ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ اَنْ یُّخْبِرَ الرَّفِیْعَ وَاَنْ یُّخْبِرَ الرَّفِیْعُ اِسْرَافِیْلَ وِمِیْکَائِیْلَ وَاَنْ یُّخْبِرَ مِیْکَائِیْلُ جِبْرَائِیْلَ ۔ وَاَنْ یُّخْبِرُ جِبْرَائِیْلَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلَیْکَ فِی الْیَوْمِ وَاللَّیْلَۃِ مِائَۃَ مَرَّۃٍ صَلَّیْتُ عَلَیْہِ اَلْفَیْ صَلَاۃً وَّتُقْضٰی لَہٗ اَلْفُ حَاجَۃٍ اَیْسَرُھَا اَنْ یُّعْتَقَ مِنَ النَّارِ ۔

(تاریخ بغداد (خطیب بغدادی) ج:۲'ص:۲۴۷'القول البدیع (سخاوی) ص:۱۳۰)

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے جبریل علیہ السلام سے انہوں نے میکائیل علیہ السلام سے انہوں نے اسرافیل علیہ السلام سے انہوں نے مقامِ رفیع سے وہاں سے لوحِ محفوظ سے روایت ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ پر ظاہر فرمادیا وہاں سے مقامِ رفیع کو خبر ہوئی اس نے اسرافیل علیہ السلام کو اسرافیل علیہ السلام نے میکائیل علیہ السلام کو انہوں نے جبریل علیہ السلام کو انہوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ جس نے آپ پر ایک دن اور رات میں سو دفعہ درود پاک پڑھا میں اس پر دو ہزار مرتبہ رحمت بھیجوں گا اور اس کی ایک ہزار حاجتیں پوری کروں گا اور ان میں سے سب سے چھوٹی حاجت اس کو جہنم سے آزاد کرنا ہے۔"

(۱۴۳)

انتقامِ قدرت

حلب شہر (شام) کے چند لوگ مدینہ منورہ آئے اور اپنے ساتھ مدینہ منورہ کے گورنر کے لیے بیش بہا تحائف لائے۔ حقیقت میں وہ لوگ ایک ناپاک عزم اور ایک مکروہ سازش کے لیے یہاں آئے تھے...... وہ لوگ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک میں داخل ہو کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اجسام مبارک کو یہاں سے نکال دینا چاہتے تھے۔ گورنر کی مذہبی سوچ بھی ایسی ہی تھی یا بیش قیمت تحائف اس کی وجہ تھے کہ اس نے ان کو ایسا کرنے کی منظوری دے دی اور گورنر نے مسجد نبوی کے خادم سے کہا: اگر رات کو کچھ لوگ آئیں تو ان کے لیے مسجد کا دروازہ کھول دینا اور وہ جو کچھ کرنا چاہیں اس میں مداخلت یا مزاحمت نہ کرنا۔

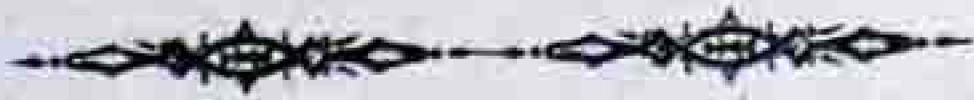
مسجد نبوی میں نمازِ عشا ادا کی جا چکی تھی' لوگ اپنے گھروں کو جا چکے تھے' رات کا کچھ حصہ بیت چکا تھا کہ باب السلام پر دستک ہوئی۔ خادم نے دروازہ کھولا' کچھ لوگ تھے انہوں نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو خادم نے مسجد کا دروازہ کھول دیا۔ وہ تقریباً چالیس آدمی تھے اور ان کے پاس توڑ پھوڑ اور کھدائی کے ہتھیار بھی تھے۔ خادم بے چارہ سہم گیا اور ایک کونے میں دبک کے بیٹھ گیا۔ یہ لوگ روضۂ اطہر کی طرف بڑھے ابھی منبر تک نہ پہنچے تھے کہ ان کے نیچے کی زمین پھٹ گئی اور یہ سب لوگ اپنے ہتھیاروں سمیت اسی جگہ زمین میں دھنس گئے۔

ادھر گورنر ان لوگوں کا بے تابی سے انتظار کرتا رہا بالآخر خادم کو بُلایا اور ان لوگوں

کے بارے میں دریافت کیا۔ خادم نے اسے سارا واقعہ سنایا۔ گورنر نے کہا:
''یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تم یقیناً پاگل ہو گئے ہو۔'' خادم نے کہا: ''آپ خود چل کر دیکھ لیجے''

یوں وہ گورنر اس خادم کے ساتھ مسجد نبوی شریف میں اس جگہ پر آیا اور بچشم خود دیکھا تو واقعی اس جگہ زمین کو دھنسا ہوا پایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان بدبختوں کے بُرے عزائم کے سبب انہیں ہمیشہ کے لیے مٹا دیا۔ گورنر بھی بہت خائف ہوا۔ نیز خادم کو یہ کہا: اس معاملہ میں کسی کے سامنے اپنی زبان نہ کھولے ورنہ اس کا سر اُڑا دیا جائے گا۔

(مدینہ منورہ کے تاریخی مقامات، ص: ۶۴، مرتب: امتیاز احمد، مطبوعہ مدینہ منورہ)



(۱۴۴)

تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بعض شاگردوں کے بارے میں ایک بات کہی تھی وہ ویسے ہی ہوئی۔ مثلاً امام زفر اور داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہما سے کہا تھا: ''تم عبادت کے لیے خلوت اختیار کرلو گے۔'' اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے کہا تھا: ''تم دنیا میں مشغول ہو جاؤ گے۔''

تو ایسا ہی ہوا (امام ابو یوسف قاضی بن گئے اگر چہ یہ بھی دین کا شعبہ ہے لیکن بظاہر دنیا ہی ہے)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''جب تم کسی لمبی داڑھی والے شخص کو دیکھو تو اس کو بے وقوف سمجھو۔''

یہ قاعدہ کلیہ نہیں اکثریہ ہے آج کل کے غیر مقلدین لمبی داڑھی والے ہیں اس لیے سب عقل سے کورے ہیں۔ نیز لمبی داڑھی سے مراد وہ ہے جو ایک قبضہ یعنی مٹھی سے زیادہ ہو کیونکہ ایک مٹھی داڑھی واجب یا سنت مؤکدہ قریب واجب ہے اس سے کم داڑھی رکھنے والے اس کے تارک ہیں۔

اور جب کسی طویل قد کو عقل مند پاؤ اس کو غنیمت جانو کیوں لمبے قد والے بہت ہی کم عقل مند ہوتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اسماعیل بن حماد فرماتے ہیں کہ ہمارے محلہ میں ایک چکی پیسنے والا رہتا تھا جو نہایت غالی قسم کا شیعہ تھا اس نے ایک مرتبہ یہ حرکت کی

کہ اپنے دو خچروں میں سے ایک کا نام (معاذ اللہ) ابوبکر رضی اللہ عنہ رکھا اور دوسرے کا نام عمر رضی اللہ عنہ۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ کچھ ہی عرصہ بعد ان ہی میں سے ایک نے اسے دولتیاں مار کر ہلاک کر دیا۔ میرے دادا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے حاضرینِ مجلس سے فرمایا:

''ذرا جا کر دیکھو جس خچر نے اسے قتل کیا ہے وہ وہ ہوگا جس کا نام اس نے عمر رضی اللہ عنہ رکھا تھا۔'' لوگوں نے جا کر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ واقعتاً وہی خچر تھا۔

(حیوۃ الحیوان)



(۱۴۵)

کسی بے گناہ پر زنا کی تہمت لگانا

کسی پاک دامن مرد یا عورت پر زنا کی تہمت لگانا بہت ہی سخت حرام اور شدید گناہِ کبیرہ ہے جس پر عذابِ جہنم کی وعید آئی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ۪ وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ (النور، ع: ۱)

''بے شک وہ لوگ جو تہمت لگاتے ہیں پارسا انجان ایمان والیوں پر ان پر لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور ان کے لیے بہت ہی بڑا عذاب ہے۔''

اور حدیث شریف میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبیرہ گناہوں کا بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: وَقَذْفُ الْمُحْصِنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ۔ ''پاک دامن انجان مسلمان عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا گناہِ کبیرہ یعنی بہت بڑا گناہ ہے۔'' اور دوسری حدیث میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا:

وَلَا تَقْذِفُوْا مُحْصَنَۃً۔ ''کسی پاک دامن مسلمان عورت کو زنا کی تہمت مت لگاؤ۔'' (مشکوٰۃ، ج: ۱، ص: ۱۷، بحوالہ بخاری و مسلم)

اگر کسی نے کسی مسلمان مرد یا عورت پر زنا کی تہمت لگائی اور وہ اس پر چار گواہ نہیں پیش کر سکتا تو اس کو اس تہمت لگانے کی سزا میں قاضی اسلام اسی دُرے لگوائے گا اور اس کو مردود شہادۃ قرار دے دے گا۔ یہ دنیاوی سزا ہے اور آخرت میں اس کو جہنم کے عذابِ عظیم کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۴۶)

شہداء پہ اللہ تعالیٰ کے پانچ انعامات

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم قال ان اللہ تعالیٰ اکرم الشھدآء بخمس کرامات لم یکن منھا احدا للانبیآء احدھا ان ارواح جمیع الانبیآء یقبضھاملک الموۃ وانا کذلک وارواح الشھدآء یقبضھا اللہ تعالیٰ وثانیھا ان جمیع الانبیآء یغسلون بعد موتھم وانا کذلک والشھدآء لایغسلون وثالثھم ان جمیع الانبیآء یکفنون واناکذلک والشھدآء لایکفنون ورابعھا یسمون الانبیآء الموتی وانا کذلک ویقال مات محمد والشھدء احیآء لایسمون الموتی وخامسھا ان الانبیاء یشفعون لامتھم خاصۃ وانا کذلک والشھدآ یشفعون یوم القمۃ لکل امۃ ویقال الا ماشآء اللہ تعالیٰ اثنا عشر نفرا وھم جبرآئیل ومیکآئیل واسرافیل و عزرآئیل وثمانیۃ من حملۃ العرش فیبقی الدنیا بلا انسان ولاجن ولاشیطان ولا وحش .

''حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' بے شک اللہ تعالیٰ نے شہداء کو پانچ عزتوں سے نوازا ہے جن میں سے (بظاہر) کوئی کسی نبی کو بھی نہیں ملی:

۱) سب نبیوں کی ارواح ملک الموت نے قبض کیں یہاں تک کہ میری بھی اور شہداء

کی ارواح کو اللہ تعالیٰ خود قبض کرتا ہے۔

۲) تمام انبیاء بعد از موت غسل دیئے جاتے ہیں اور میں بھی ایسے ہی اور شہید غسل نہیں دیئے جاتے۔

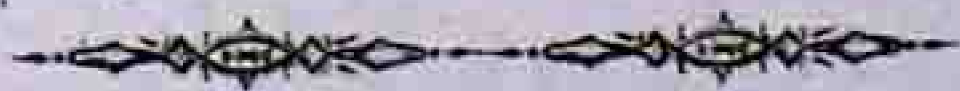
۳) انبیاء علیہم السلام نیا کفن دیئے جاتے ہیں اور میں بھی ایسے ہی اور شہید نیا کفن نہیں دیئے جاتے۔

۴) سب نبیوں کو فوت شدگان کہا جاتا ہے اور میں بھی ایسے ہی۔ کہا جاتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے اور شہداء زندہ ہیں انہیں اموات نہیں کہا جاتا ہے۔

۵) انبیاء علیہم السلام خاص اپنی اُمت کی شفاعت کریں گے اور ایسے ہی میں اور شہداء قیامت کو تمام اُمتوں کی شفاعت کریں گے۔

اور کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنہیں مستثنیٰ کیا ہے وہ بارہ افراد ہیں اور وہ جبریل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل اور آٹھ عرش اُٹھانے والے فرشتے ہیں۔ پس دنیا پر نہ کوئی انسان رہے گا اور نہ جن نہ شیطان اور نہ کوئی حیوان۔

(دقائق الاخبار)



(۱۴۷)

حضرت داؤد علیہ السلام اور فکرِ آخرت

حضرت سیدنا حسن بن عبداللہ قرشی علیہ الرحمہ ایک انصاری سے روایت کرتے ہیں:

''ایک مرتبہ حضرت سیدنا داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام عابدوں کی تلاش میں نکلے، پہاڑ کی چوٹی پر ایک راہب کے پاس پہنچ کر با آوازِ بلند اسے مخاطب کیا لیکن اس کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا جب کئی مرتبہ آپ علیہ السلام نے با آوازِ بلند پکارا تو آواز آئی:

''کون ہے جو مجھے پکار رہا ہے؟'' فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ کا نبی داؤد ہوں۔''

آواز آئی: ''اچھا آپ علیہ السلام ہی وہ ہیں جن کے بلند و بالا قلعے اور نشان زدہ گھوڑے ہیں۔'' آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''تم کون ہو؟''

کہا: ''میں دنیا کو ترک کرنے والا ہوں۔''

فرمایا: ''یہاں پر تمہارا انیس و رفیق کون ہے؟''

کہا: ''حضور! آپ علیہ السلام خود ملاحظہ فرمالیں۔''

آپ علیہ السلام اس کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ ایک کفن دیئے ہوئے مردے کے پاس موجود ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

''کیا یہ تمہارا مونس ہے؟''

کہا: ''ہاں! یہی میرا مونس و مددگار ہے۔''

فرمایا: ''یہ کون ہے؟''

کہا: ''اس کے سرہانے ایک تانبے کی تختی ہے جس پر اس کے بارے میں تفصیل لکھی ہوئی ہے۔'' آپ علیہ السلام نے تختی اُٹھا کر دیکھی تو اس پر یہ عبادت درج تھی:

''میں فلاں بن فلاں بادشاہ ہوں' میں نے ہزار سال عمر پائی' ہزار شہر آباد کیے' ایک ہزار لشکروں کو شکست دی' ہزار عورتوں سے شادی کی' میرے پاس ہزار کنواری لونڈیاں تھیں' میں اپنی سلطنت اور زندگی کی عیش و عشرت میں مشغول تھا کہ ملک الموت علیہ السلام تشریف لے آئے اور مجھے نعمتوں سے نکال کر یہاں پہنچا دیا گیا اب خاک میرا بستر اور کیڑے مکوڑے میرے پڑوسی ہیں۔''

یہ تختی پڑھ کر آپ علیہ السلام بے ہوش ہو کر زمین پر تشریف لے آئے۔

(عیون الحکایات)



(۱۴۸)

ایک سازشی کی اسلام کے خلاف سازشیں

نضر بن حارث کا واقعہ یہ ہے کہ اس نے ایک بار قریش سے کہا:

''قریش کے لوگو! خدا کی قسم! تم پر ایسی افتاد آن پڑی ہے کہ تم لوگ اب اس کا کوئی توڑ نہیں کر سکے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جوان تھے تو تمہارے سب سے زیادہ پسندیدہ آدمی تھے' سب سے زیادہ سچے اور سب سے بڑھ کر امانت دار تھے اب ان کی کنپٹیوں پر سفیدی چمکنے والی ہے اور وہ ادھیڑ عمر ہو چلے ہیں اور تمہارے پاس چند باتیں لے کر آئے ہیں تو تم کہتے ہو کہ وہ جادوگر ہیں۔ نہیں واللہ! وہ جادوگر نہیں۔ ہم نے جادوگر دیکھے ہیں' ان کی جھاڑ پھونک اور گرہ بندی بھی دیکھی ہے۔ تم لوگ کہتے ہو وہ کاہن ہیں۔ نہیں واللہ! وہ کاہن بھی نہیں' ہم نے کاہن بھی دیکھے ہیں' ان کی اُلٹی سیدھی حرکتیں بھی دیکھی ہیں اور ان کی فقرہ بندیاں بھی سنی ہیں۔ تم لوگ کہتے ہو وہ شاعر ہیں۔ نہیں واللہ! وہ شاعر بھی نہیں' ہم نے شعر بھی سنے ہیں اور اس کے سارے اصناف ہجز' رجز وغیرہ سے ہم خوب آگاہ ہیں۔ تم لوگ کہتے ہو وہ پاگل ہیں۔ نہیں واللہ! وہ پاگل بھی نہیں' ہم نے پاگل پن بھی دیکھا ہے یہاں نہ اس طرح کی گھٹن ہے نہ ویسی بہکی بہکی باتیں نہ ان جیسی فریب کارانہ گفتگو۔ قریش کے لوگو! سوچو اللہ کی قسم! تم پر زبردست افتاد آن پڑی ہے۔''

اس کے بعد نضر بن حارث حیرہ گیا' وہاں بادشاہوں کے واقعات اور رستم و اسفند یار کے قصے سنے اور سیکھے پھر واپس آیا اب اس کا معمول یہ ہو گیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی جگہ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی باتیں کرتے اور اس کی گرفت سے لوگوں کو ڈراتے

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے بعد یہ شخص وہاں پہنچ جاتا اور کہتا:

''واللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں مجھ سے بہتر نہیں۔''

اس کے بعد وہ فارس کے بادشاہوں اور رستم واسفندیار کے قصے کہانیاں سناتا پھر کہتا:

''آخر کس بناء پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مجھ سے بہتر ہے؟''

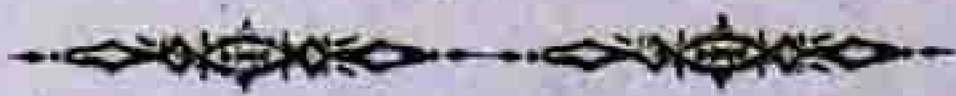
(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام: ۱: ۲۹۹، ۳۰۰ و ۳۵۸)

ابن عباس کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نضر نے چند لونڈیاں خرید رکھی تھی جونہی وہ کسی آدمی کے متعلق سنتا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مائل ہے تو اس پر ایک لونڈی مسلط کر دیتا جو اسے کھلاتی پلاتی، دل بہلاتی اور گانے سناتی یہاں تک کہ اسلام کی طرف اس کا جھکاؤ باقی نہ رہنے دیتی۔ قرآنِ کریم کا یہ ارشاد اسی سلسلے میں نازل ہوا:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ـ

(الدر المنثور: ۵/ ۳۰۷)

''کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو لغو کھیل تماشے کی بات خریدتے ہیں تا کہ اللہ کی راہ سے بھٹکائیں۔'' (سورۂ لقمان: ۶۳۱)



(۱۴۹)

جبریل کا آنا حضور ﷺ کی آمد پہ موقوف

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَوْحَی اللّٰہُ تَعَالٰی اِلٰی بَعْضِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ اِشْتَدَّ غَضَبِیْ عَلَیْکُمْ مِنْ اَجْلِ مَاضَیَّعْتُمْ مِنْ اَمْرِیْ . فَاِنِّیْ حَلَفْتُ لَا یَأْتِیْکُمْ رُوْحُ الْقُدُسِ حَتّٰی اَبْعَثَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ مِنْ اَرْضِ الْعَرَبِ الَّذِیْ یَأْتِیْہِ رُوْحُ الْقُدُسِ .

(طبقات ابن سعد ج:۱ ص:۱۳۲)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک نبی علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ آپ کی قوم پر میرے احکامات کی نافرمانیوں کی وجہ سے میرا غصہ بہت زیادہ ہو چکا ہے اور میں قسم اُٹھاتا ہوں کہ جبریل علیہ السلام تمہارے پاس نہیں آئیں گے یہاں تک کہ عرب کی سرزمین میں نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم بھیجوں گا ان کے پاس جبریل علیہ السلام آئیں گے۔''

تیرے بغیر ہو نہ سکی رونق چمن
پھولوں کو لاکھ بار سجایا بہار نے

(۱۵۰)

جنت کی ضمانت ماں کی خدمت

آقائے کون و مکاں سید دو عالم' رحمت للعالمین' خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سیدنا حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے' تمام غزوات خصوصاً غزوۂ بدر میں شرکت سے مشرف ہوئے۔ یہ دین کے پاس دار' دل کے فیاض اور سخی' نیز ان سب خوبیوں کے ساتھ اپنی ماں کے بہت فرماں بردار اور خدمت گار تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب جنت میں داخل ہوا تو میں نے تلاوت کی آواز سنی دریافت: کیا یہ کون ہیں؟''

جواب ملا: ''حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ہیں۔''

آپ نے فرمایا: ''ماں کی اطاعت کا ثمرہ ایسا ہی ہوتا ہے۔''

(واقعی حارثہ ماں کی اطاعت شعاری اور فرماں برداری میں معروف و ممتاز تھے)

(صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مکانات از: ڈاکٹر عبدالغنی فیصل' ص: ۶۳' مطبوعہ مدینہ شریف)

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبریل علیہ السلام حاضر تھے کہ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ سلام کرتے ہوئے پاس سے گزرے جب واپس لوٹے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان سے دریافت فرمایا:

''حارثہ! تم نے ان صاحب کو دیکھا تھا جو میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے؟''

حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''جی حضور!''

آپ نے فرمایا: ''وہ جبریل تھے جب تم نے سلام کیا تو انہوں نے تمہارے سلام کا جواب دیا۔'' (ایضاً)

احترامِ انسانی کا مرکز

آپ نے پڑھ لیا کہ ماں کی خدمت کی وجہ سے اتنا بڑا مقام عطا کر دیا جاتا ہے۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔، جنت ابدی خوشی اور دائمی کامرانی کی آخری منزل ہے لیکن یہ آخری منزل ماں کی دہلیز کا زینۂ اوّل ہے اس اونچی منزل کو پانے کے لیے سدرۃ المنتہیٰ پر جانے کی نہیں ماں کے قدموں میں بیٹھنے کی ضرورت ہے۔ ماں کی قدر و منزلت کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہے کہ کونین کے والی، سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے آنے پر سروقد کھڑے ہو جاتے تھے اور دنیا بھر سے نرالی اپنی کالی کملی زمین پر بچھا دیتے تھے۔ سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ کی حقیقی ماں نہیں بلکہ دودھ پلانے والی رضاعی ماں تھیں لیکن پھر بھی تکریم کا یہ انداز، سبحان اللہ کیا کہنا! آپ فرماتے ''اُمی اُمی'' آیئے! میری امی! میری امی جان!

ماں! واقعی قدرت کا ایک عطیہ ہوتی ہے، بہشت کا یہی تو تصور ہے کہ وہاں سب کچھ بن مانگے ملے گا اور من چاہی نعمت میسر ہوگی، ماں بھی تو اولاد کو بن مانگے دیتی ہے، منہ کا نوالہ تک دے دیتی ہے اور اولاد جو چاہے اسے مہیا کر دیتی ہے خواہ اسے کسی کے برتن کیوں نہ مانجھنے پڑیں۔ آج دنیا دولت کی تلاش میں ہے سب سے بڑی دولت تو ماں کا وجود ہے جسے ماں کا سایہ میسر ہے وہ سب سے بڑا تونگر ہے۔ ضروری نہیں کہ ماں کا تعلق بڑے خاندان سے ہو، وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو، جدید دنیا کے رجحانات سے آگاہ ہو، ماں شاہی خاندان سے تعلق رکھنے والی ہو یا معمولی محنت کش گھرانے سے، وہ ہر ایک کے لیے حتیٰ کہ ماں ہی وقت کے لیے بھی احترام کا مرکز ہوتی ہے۔

(قلم برداشتہ صاحبزادہ خورشید گیلانی)

(۱۵۱)

اہلِ علم اور اہلِ ایمان کی گواہی

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (امیر المومنین فی الحدیث) سے روایت ہے' فرماتے ہیں' میں نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا:

''میں نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ غیبت سے پرہیز کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ میں نے ان کو کبھی اپنے دشمن کے متعلق بھی غیبت کرتے نہیں سنا۔'' سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ زیادہ سمجھ دار ہیں اس بات سے کہ (وہ کسی کی غیبت کر کے) اپنے نیکیوں پر ایسے آدمی کو مسلط کریں جو ان کی نیکیاں لے اُڑے۔''

(مناقب الائمۃ الاربعہ)

بقول محدث معلوم ہوا کہ دنیا میں سب سے زیادہ بے وقوف قوم غیر مقلدین کی ہے جو سارا دن ائمہ کرام کی غیبت کر کے اپنی نیکیاں اوّلاً تو ہوں گی ہی نہیں اگر ہوں بھی تو ان سے تہی دست و تہی دامن ہو رہے ہیں۔

حضرت علی بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے' وہ فرماتے ہیں:

''اگر امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عقل کو روئے زمین پر بسنے والے آدھے لوگوں کی عقل کے ساتھ وزن کیا جائے تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عقل کا پلڑا بھاری ہو جائے۔

اور اگر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علم کو ان کے ہم زمانہ علماء کے علم سے وزن کیا

جائے تو اکیلے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علم کا پلڑا بھاری ہوگا۔"

(مناقب ابی حنیفہ ج:۱ص:۳۰۲ العبلاء ج:۶ ص:۴۰۳)

حاتم بن آدم نے فرمایا: "میں نے فضل بن موسیٰ السینانی سے کہا: ان لوگوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔"

حدیث کے امام فضل بن موسیٰ نے فرمایا: "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے علمی نکات اور فقہی مشکلات کا حل پیش کیا ہے کہ کچھ تو ان کی سمجھ میں آیا اور کچھ ان کی سمجھ سے بالاتر تھا تو یہ لوگ ان سے حسد کرنے لگے۔" (الانتقاء)

معلوم ہوا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حاسد ابتدا ہی سے پیدا ہو گئے تھے اور حسد کی بیماری کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ یہ لوگ کم عقل، کم فہم اور علم سے کورے تھے۔



(۱۵۲)

ماں باپ کی ایذاءرسانی

ماں باپ کی نافرمانی حرام' سخت حرام اور گناہ کبیرہ ہے بلکہ ہر ایک پر فرض ہے کہ اپنے ماں باپ کا فرماں بردار ہو کر ان کے ساتھ بہترین سلوک کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ط اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا○ (بنی اسرائیل ع:۳)

"اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ہوں نہ کہنا اور نہ انہیں جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا اور ان کے لیے عاجزی کا بازو نرم دلی کے ساتھ بچھانا اور یہ دعا کرنا کہ اے میرے رب! تو ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ ان دونوں نے بچپن میں مجھے پالا۔"

۱) اور حدیث شریف میں حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ کبیرہ کا بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: وعقوق الوالدین۔

"ماں باپ کی نافرمانی وایذاءرسانی بھی گناہِ کبیرہ ہے۔"

۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے دومرتبہ فرمایا:

''اس شخص کی ناک مٹی میں مل جائے اس شخص کی ناک مٹی میں مل جائے۔''

اس الفاظ کو سن کر کسی صحابی نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس کی ناک مٹی میں مل جائے؟''

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص کہ اس کے سامنے اس کے والدین کو یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے نے پا لیا پھر وہ ان کی خدمت کر کے جنت میں نہیں داخل ہوا تو اس کی ناک مٹی میں مل جائے (یعنی وہ ذلیل وخوار اور نامراد ہو جائے) (مشکوٰۃ' ج:۲' ص:۴۱۸' بحوالہ مسلم)

۳) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خدا کی رضا مندی باپ کی رضامندی میں ہے اور خدا کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔'' (مشکوٰۃ' ج:۲' ص:۴۱۹' بحوالہ ترمذی)

۴) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر گناہ کو اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے' بخش دیتا ہے مگر ماں باپ کی نافرمانی و ایذاء رسانی کو نہیں بخشتا بلکہ ایسا کرنے والے کو اس کے مرنے سے پہلے ہی دنیا کی زندگی ہی میں جلدی سے سزا دے دیتا ہے۔'' (مشکوٰۃ' ج:۲' ص:۴۲۱)

از مکافات عمل غافل مشو

۵) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اپنے ماں باپ کا فرماں بردار ہوتا ہے اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک ہی موجود ہو اور وہ ایک ہی کا فرماں بردار ہو تو اس کے لیے جنت کا ایک دروازہ کھل جاتا ہے اور جو شخص اپنے ماں باپ کا نافرمان ہوتا ہے اس کے لیے جہنم کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر ماں باپ میں سے ایک ہی موجود ہو اور وہ ایک ہی کا نافرمان ہو تو جہنم کا ایک ہی دروازہ اس کے

لیے کھلتا ہے۔'' یہ سن کر ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''اگر چہ اس کے ماں باپ نے اس پر ظلم ہی کیا ہو؟''

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اگر چہ اس کے ماں باپ نے اس پر ظلم کیا ہو' اگر چہ اس کے ماں باپ نے اس پر ظلم کیا ہو' اگر چہ اس کے ماں باپ نے اس پر ظلم کیا ہو۔'' (اس جملہ کو تین مرتبہ ارشاد فرمایا) (مشکوۃ' ج:۲' ص:۴۲۱)

والدین کی نافرمانی و ایذاء رسانی کی سزا دنیا و آخرت دونوں جگہ ملتی ہے بارہا کا تجربہ ہے کہ والدین کو ستانے والے خود اپنے ہی بیٹوں سے بڑی بڑی ایذائیں پاتے ہیں اور طرح طرح کی بلاؤں میں زندگی بھر گرفتار رہتے ہیں اور آخرت میں تو عذابِ جہنم کی سزا ان بدنصیبوں کے لیے مقرر ہے ہی۔

از مکافات عمل غافل مشو

گندم از گندم بروید جَو زِ جَو

(اقبال)



(۱۵۳)

شیطان کی موت

ثم یقول اللہ تعالیٰ یاملك الموۃ انی خلقت لك بعدد الاولین والاخرین اعوانا وجعلت لك قوۃ اھل السموت واھل الارضین .... ما شآء اللہ.

''پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ملک الموت! میں نے تیرے لیے اوّلین وآخرین کی تعداد کے برابر مددگار پیدا کیے اور سب آسمان اور زمینوں والوں کے برابر تجھے قوت دی اور تحقیق آج میں تجھے غضب کا لباس پہناتا ہوں تو میرے غضب اور سختی کے ساتھ ابلیس کی طرف جا اور اسے موت کی سختی چکھا اور اس پر سب مخلوق اوّلین وآخرین جن وانس کی موت کی سختیوں سے دُگنی دُگنی سختی ڈال اور چاہیے کہ تیرے ساتھ ستر ہزار عذاب کے فرشتے ہوں اور ہر ایک عذاب کے فرشتے کے پاس آگ کی زنجیریں ہوں پس ملک الموت ندا کرے گا تو دوزخ کے دروازے کھولے جائیں گے اور وہ عذاب کے فرشتے مع زنجیریں نکال لے گا تو ملک الموت ایسی شکل سے نازل ہوگا کہ اگر اس شکل سے متشکل ہوکر ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کی مخلوق پر نازل ہو اور وہ اس صورت میں دیکھ لیں تو سب کے سب مر جائیں۔ پس وہ ابلیس کے پاس آئے گا اور اسے ایسی جھڑک جھڑکے گا کہ اسی وقت وہ بے ہوش ہو جائے گا اور ملک الموت کی جھڑک میں ایسی گرج ہوگی کہ اگر آسمانوں اور زمینوں والے سن لیں تو سب اس گرج سے بے ہوش ہو جائیں اور ملک الموت **شیطان سے کہے گا ٹھہر اے خبیث! اب ضرور تجھے موت کی**

سختی چکھاؤں گا کتنی تو نے عمر پائی اور کتنوں کو تو نے گمراہ کیا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر وہ مشرق کو بھاگے گا تو ملک الموت کو وہاں اپنے سامنے پائے گا اور مغرب کو بھاگے گا تو ملک الموت کو وہاں بھی سامنے پائے گا شیطان جہاں بھی بھاگ کر جائے گا ملک الموت اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گا پھر ابلیس وسط زمین میں آدم اس پر اللہ کے درود ہوں کی قبر مبارکہ کے پاس کھڑا ہو جائے گا اور کہے گا اے آدم! میں تیری وجہ سے مردود اور ملعون ہوا پھر شیطان کہے گا اے ملک الموت تو کون سے کاسہ سے مجھے پلائے گا اور کس عذاب سے میری روح نکالے گا پس وہ کہے گا آگ کے کاسہ سے پلاؤں گا جہنم کا عذاب دوں گا یہ سن کر ابلیس سر میں خاک ڈالے گا اور مٹی میں لوٹے گا اتنی بار کہ وہ وہاں پہنچ جائے گا جہاں اسے زمین پر گرایا گیا اور اس پر لعنت کی گئی اور تحقیق ٹوٹ پڑیں گے اس پر عذاب کے فرشتے زنبوروں کے ساتھ اس کی کھال نوچ نوچ کر اُتار دیں گے اور وہ نزع اور سخت تکلیف اور موت کی کش مکش میں مبتلا ہو جائے گا جس قدر اللہ تعالیٰ چاہے گا۔"

(دقائق الاخبار)

(۱۵۴)

حضرت حاتم اصم علیہ الرحمہ کی نماز

حضرت سیدنا ازہر بن عبداللہ بلخی علیہ الرحمہ سے منقول ہے:

''ایک مرتبہ جب حضرت سیدنا حاتم اصم علیہ الرحمہ حضرت سیدنا عصام بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے پوچھا:

''اے حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ! کیا آپ اچھی طرح نماز پڑھتے ہیں؟''

فرمایا: ''جی ہاں!''

پوچھا: ''آپ نے یوں نماز پڑھنا کس سے سیکھا؟''

فرمایا: ''حضرت سیدنا شقیق بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے۔''

انہوں نے عرض کی: ''اپنی نماز کا انداز تو بتا دیجیے۔''

فرمایا: ''جب نماز کا وقت قریب آتا ہے تو نہایت عمدگی سے وضو کرتا ہوں پھر نماز پڑھنے کی جگہ پر پہنچ جاتا ہوں اور میرے جسم کا ہر عضو نماز کے لیے تیار ہو جاتا ہے پھر میں خیال کرتا ہوں کہ کعبۃ اللہ شریف میرے بالکل سامنے ہے، میں میدانِ محشر میں خالق کائنات کی بارگاہ میں حاضر ہونے والا ہوں۔ میرے قدم پل صراط پر ہیں، جنت میری دائیں طرف اور دوزخ بائیں جانب ہے۔ ملک الموت علیہ السلام میرے پیچھے ہیں اور میں گمان کرتا ہوں کہ بس یہ میری زندگی کی آخری نماز ہے پھر تکبیر کہہ کر بڑے غور و فکر کے ساتھ قرأت کرتا ہوں۔ نہایت تواضع سے رکوع کرتا اور بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ گڑگڑاتے ہوئے سجدہ ریز ہوتا ہوں، بڑی امید کے ساتھ تشہد پڑھتا ہوا اخلاص کے

ساتھ سنت کے مطابق سلام پھیر دیتا ہوں اور میں یہ نماز اس حالت میں ادا کرتا ہوں کہ میرا کھانا اور لباس بالکل حلال مال سے ہوتا ہے۔ میں خوف و امید کے درمیان ہوتا ہوں' میں نہیں جانتا کہ میری یہ نماز قبول کر لی جائے گی یا رد کر دی جائے گی۔''

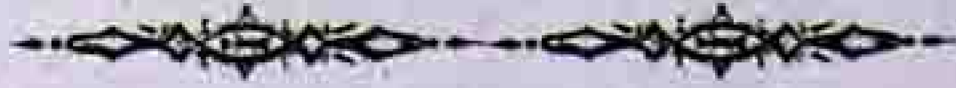
یہ سن کر حضرت سیدنا عصام بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

''اے حاتم اصم! آپ کب سے اس طرح نماز پڑھ رہے ہیں؟''

فرمایا: ''تقریباً تیس سال سے ایسی ہی نماز پڑھ رہا ہوں۔''

یہ سن کر حضرت سیدنا عصام بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گلے لگا لیا اور اتنا روئے کہ چادر مبارک آنسوؤں سے بھیگ گئی۔''

(عیون الحکایات)



(۱۵۴)

ستم گر اپنے انجام کو پہنچ گئے

عقبہ بن ابی معیط اپنی بدبختی اور خباثت میں حد سے بڑھا ہوا تھا۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل اور اس کے کچھ رُفقاء بھی وہیں بیٹھے ہوئے تھے کہ بعض نے بعض سے کہا: ''کون ہے جو بنو فلاں کے اونٹ کی اوجھڑی لائے اور جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کریں تو ان کی پیٹھ پر ڈال دے؟''

اس پر بدبخت ترین شخص عقبہ بن ابی معیط اُٹھا' اوجھ اُٹھا لایا اور انتظار کرنے لگا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے تو اس نے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پر دونوں کندھوں کے درمیان ڈال دیا۔ میں یہ سارا ماجرا دیکھ رہا تھا مگر کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ کاش مجھ میں رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کی طاقت ہوتی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد وہ ہنسی کے مارے ایک دوسرے پر گرنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے ہی میں پڑے رہے سر نہ اُٹھایا یہاں تک کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ سے اوجھ ہٹا کر پھینکی تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اُٹھایا پھر تین بار فرمایا: اللھم علیک بقریش:

''اے اللہ! قریش کو پکڑ لے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف دعا کی تو ان پر بہت گراں گزری کیونکہ

ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ کے اس گھر میں دعائیں قبول ہو جاتی ہیں اس کے بعد آپ نے نام لے لے کر دعا کی۔

''اے اللہ! ابو جہل کو پکڑ لے' عتبہ بن ربیعہ' شیبہ بن ربیعہ' ولید بن عتبہ' اُمیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط کو پکڑ لے۔'' ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں نے دیکھا کہ جن لوگوں کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گن گن کر لیے تھے' وہ سب کے سب مقتول ہو کر بدر کے گندے کنویں میں پڑے تھے۔ ان بدبختوں میں عقبہ بن ابی معیط بھی شامل تھا۔''

(صحیح البخاری' حدیث: ۲۴۰' ۳۱۸۵)



(۱۵۵)

عظمتِ مصطفیٰ پر گواہی

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنَمٍ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَنَا نَاسٌ مِّنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَهُمْ اَهْلُ النِّفَاقِ فَاِذَا سَحَابَةٌ . فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلَّمَ عَلَيَّ مَلَكٌ ثُمَّ قَالَ لِيْ لَمْ اَزَلْ اَسْتَأْذِنُ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ فِيْ لِقَآئِكَ حَتّٰى كَانَ هٰذَا اَوَانُ اُذِنَ لِيْ . وَاِنِّيْ اُبَشِّرُكَ اِنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ اَكْرَمَ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْكَ .

(معرفۃ الصحابہ (ابونعیم) جز:۱۳، ص:۲۴۶، مختصر ابن عساکر ج:۱ (ترجمہ عبدالرحمن بن غنم)، ابن عساکر ج:۳۵، ص:۳۱۲، الاصابہ فی تمییز الصحابہ (عسقلانی) ج:۴، ص:۲۹۴، جامع الاحادیث (سیوطی) ج:۱۳، ص:۲۸۴، جمع الجوامع (سیوطی) ج:۲، ص:۱۷۹، الخصائص الکبریٰ (سیوطی) ج:۲، ص:۳۴۰، کنز العمال (علی متقی) ج:۱۱، حدیث:۳۱۹۰۸، ۳۲۱۲۳، ۳۵۴۹۹، فیض القدیر (مناوی) ج:۴، ص:۱۰۷، حدیث:۶۹۸۴، سبل الھدیٰ والرشاد (محمد بن یوسف صالحی) ج:۱۰، ص:۳۲۲)

''حضرت عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم مسجد میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ہمارے پاس کچھ منافقین بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ پس بادل کا ایک ٹکڑا آیا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک فرشتے نے مجھے سلام کیا پھر عرض کیا: میں اللہ تعالیٰ سے آپ کی زیارت کے لیے اجازت مانگتا رہا یہاں تک کہ مجھے اجازت مل گئی۔ پس میں آپ کو خوش خبری دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ سے بڑھ کر کوئی عزت والا نہیں ہے۔

(۱۵۶)

یہ ہے اصل عظمت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ علیہم الرضوان کی ایک جماعت سفر میں تھی' اثنائے سفر آپ نے ایک منزل پر قیام فرمایا۔ کھانے پکانے کا انتظام ہونے لگا۔ بکری کے ذبح کرنے کی تیاری ہوئی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے ہر شخص نے ایک ایک کام اپنے اپنے ذمہ لیا۔ ایک نے بکری ذبح کی' دوسرے نے اس کے بنانے اور صاف کرنے کی خواہش کی' تیسرے نے آمادگی ظاہر کی کہ میں اس کو پکالوں گا۔ چوتھے صحابی رضی اللہ عنہ بولنے ہی لگے تھے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں ایندھن کے لیے جنگل سے لکڑیاں اکٹھی کرلاؤں گا۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہایت ادب سے عرض کیا: ''اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ساری جانیں آپ پر قربان! ہمارے ہوتے ہوئے حضور کو کسی کام کے کرنے کی حاجت نہیں۔''

فرمایا: ''میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم لوگ کس قدر میری تکریم کرتے ہو اور میری خدمت میں کسر نہیں چھوڑتے ہو لیکن اس کے باوجود مجھے یہ گوارا نہیں کہ میں تم میں تقدس مآب بن کر بیٹھ جاؤں۔ رفیق وہ ہے جو رفیقوں کا شریک کار ہو' یہ نہیں ہوسکتا کہ تم کام کرو اور میں یونہی بیٹھا رہوں' مجھے حق رفاقت ادا کرنے دو۔''

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگل سے لکڑیاں جمع کر کے لائے اور ہمیشہ ایسا ہی ہوتا کہ تمام مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفقاء کے ساتھ برابر کے شریک کار رہتے۔

(فضائل و خصائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم' مطبوعہ دینی کتب خانہ جوہر آباد)

(۱۵۷)

اور قاضی صاحب لاجواب ہو گئے

علی بن محمد نے بیان کیا کہ ہمیں ابو مطیع نے خبر دی کہ ایک آدمی نے وفات پائی اور اس نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے (مال میں سے) وصیت کی اور امام صاحب وہاں موجود نہ تھے جب امام صاحب واپس آئے تو انہوں نے (قاضی وقت) ابن شبرمہ کی طرف رجوع کیا اور اس وصیت کا ذکر کیا اور اپنے دعوے پر گواہ قائم کر دیے۔ ابن شبرمہ نے کہا: ''اے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ! تو اس بات پر قسم اُٹھاتا ہے کہ تیرے گواہوں نے سچی گواہی دی ہے؟'' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''مجھ پر تو قسم آتی ہی نہیں اس لیے کہ میں تو غائب تھا۔'' انہوں نے کہا: ''آپ کے قیاسات سب غلط ہو گئے۔''

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''آپ اس نابینے کے حق میں کیا فیصلہ دیتے ہیں جس کا سر زخمی کر دیا گیا ہو اس کے لیے دو گواہ گواہی دیں فلاں نے اس کا سر زخمی کیا ہے۔ کیا اس پر قسم آتی ہے کہ اس کے گواہوں نے حق گواہی دی ہے؟''

(قاضی ابن شبرمہ لاجواب ہو گئے) اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں وصیت کو نافذ قرار دیا۔ (الانتقاء)

انشراح صدر کیسے نصیب ہوتا ہے

ابو جعفر البلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو کسی مسئلے میں مشکل پیش آتی تو قرآن و سنت سے اس مسئلے کا حل مشکل ہو

جاتا تو اپنے شاگردوں سے فرماتے یہ میرے کسی گناہ کا نتیجہ ہے جو مجھ سے سرزد ہو گیا اور پھر استغفار کرتے اور کھڑے ہوتے اور وضو کر کے دو رکعت (صلوٰۃ التوبہ) پڑھتے اور استغفار کرتے پھر آپ کو اس مسئلے میں انشراح صدر حاصل ہو جاتا تو فرماتے کہ مجھے خوش خبری ملی ہے کہ جو میں نے امید کی تھی اللہ نے میری توبہ قبول فرمالی ہے یہاں تک کہ میں نے مسئلے کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں پالیا ہے۔"

راوی کہتے ہیں کہ جب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت محدث فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ کو پہنچی تو وہ بہت زیادہ روئے پھر فرمایا:

"واللہ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے گناہوں کے کم ہونے کا نتیجہ ہے ورنہ ان کے علاوہ تو کسی کو اس پر تنبیہ بھی نہیں ہوتی۔" (ایضاً)



(۱۵۸)

جھوٹی گواہی کا وبال

جھوٹی گواہی بھی حرام و گناہِ کبیرہ اور جہنم میں لے جانے والا عمل بد ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کی فہرست بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝

(فرقان، رکوع:۶)

''اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب بے ہودہ پر گزرتے ہیں اپنی عزت سنبھالے گزر جاتے ہیں۔''

۱) حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے بڑے گناہوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: وشهادة الذور ۔

''جھوٹی گواہی بھی گناہِ کبیرہ اور جہنم میں لے جانے والا جرم ہے۔''

۲) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیا میں تمہیں گناہِ کبیرہ میں سے زیادہ بڑے بڑے گناہوں کی خبر نہ دے دوں؟''

لوگوں نے عرض کیا: ''کیوں نہیں! ہم لوگوں کو ضرور بتا دیجیے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بڑے بڑے گناہوں میں سے زیادہ بڑے بڑے گناہ یہ ہیں:

(۱) خدا کے ساتھ شرک کرنا (۲) ماں باپ کی نافرمانی اور ایذاءرسانی کرنا۔"
یہ فرماتے وقت حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم مسند لگا کر لیٹے ہوئے تھے تو ایک دم بیٹھ گئے اور فرمایا: **الا وقول الزور .**
"خبردار! اور جھوٹی بات۔"
پھر اسی لفظ کو اتنی دیر تک بار بار دہراتے رہے کہ ہم لوگوں نے اپنے دل میں کہا: "کاش! حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کے فرمانے سے خاموش ہو جاتے اور اس سے آگے کوئی دوسری بات فرماتے۔" (بخاری، ج:۱، ص:۳۶۲)

مومن جھوٹا نہیں ہوسکتا

۳) حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے کہا: "کیا مومن بزدل ہوتا ہے؟"
تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں!"
پھر کسی نے عرض کیا: "کیا مومن بخیل ہوتا ہے؟"
تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں!"
پھر کسی نے کہا: "کیا مومن جھوٹا ہوتا ہے؟"
تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں!"

(مشکوٰۃ، ج:۲، ص:۴۱۴، بحوالہ بیہقی)

۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم لوگ سچ بولنے کو لازم پکڑلو کیونکہ سچ نیکوکاری کی طرف اور نیکوکاری جنت کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور آدمی ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک "صدیق" لکھ دیا جاتا ہے اور تم لوگ جھوٹ بولنے سے بچتے رہو کیونکہ جھوٹ بدکاری کا راستہ بتاتا ہے اور بدکاری جہنم

کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور آدمی ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ''کذاب'' لکھ دیا جاتا ہے۔''

(مشکوٰۃ' ج:۲' ص:۴۱۲ بحوالہ بخاری ومسلم)

۵) حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس شخص کے لیے خرابی ہے جو بات کرتے ہوئے لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے اس کے لیے خرابی ہے اس کے لیے خرابی ہے۔''

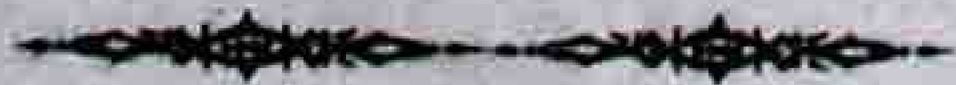
(مشکوٰۃ' ج:۲' ص:۴۱۳ بحوالہ ترمذی وغیرہ)

جھوٹ نحوست ہے

۶) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اس سے ایک میل دُور چلا جاتا ہے اس کے جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے۔'' (مشکوٰۃ' ج:۲' ص:۴۱۳ بحوالہ ترمذی)

یوں تو ہر جھوٹی بات حرام و گناہ ہے مگر جھوٹی گواہی خاص طور سے بہت ہی سخت گناہِ کبیرہ اور جہنم میں گرا دینے والا جرمِ عظیم ہے کیونکہ قرآن و حدیث میں خصوصیت کے ساتھ جھوٹی گواہی پر بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرے قسموں کے جھوٹ سے تو صرف جھوٹ بولنے والے ہی کی دنیا و آخرت خراب ہوتی ہے مگر جھوٹی گواہی سے تو گواہی دینے والے کی دنیا و آخرت خراب ہونے کے علاوہ کسی دوسرے مسلمان کا حق مارا جاتا ہے یا بلاقصور کوئی مسلمان سزا پاجاتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں شرعاً کتنے بڑے بڑے گناہ کے کام ہیں لہٰذا بہت ہی ضروری ہے کہ مسلمان جھوٹی گواہی کو جہنم کی آگ سمجھ کر ہمیشہ اس سے دُور بھاگیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!



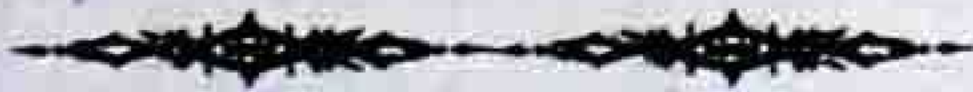
(۱۵۹)

جب کائنات فنا ہو جائے گی

ثم یامر الله تعالٰی ملك الموة ان یفنی البحار کما قال الله تعالٰی: کل شیء ھالك الا وجھه .... ولایبقی شیء غیر الله تعالیٰ فیبقی الدنیا خرابا ماشآء الله تعالیٰ .

''پھر اللہ تعالیٰ ملک الموت کو حکم دے گا کہ وہ دریاؤں کو خشک کر دے گا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔ پس موت کا فرشتہ دریاؤں کے پاس آئے گا تو کہے گا تمہاری مدت پوری ہو چکی دریا کہیں گے ہمیں اجازت دے تا کہ ہم اپنے پر رولیں پھر وہ گریہ وزاری کرتے کہیں گے کہاں گئیں ہماری موجیں اور کہاں ہیں ہمارے عجائب اور اب اللہ کا امر آ گیا پھر موت کا فرشتہ ایک آواز دے گا سخت آواز دینا تو دریا ہو جائیں گے جیسے کبھی ان میں پانی تھا ہی نہیں پھر وہ پہاڑوں کے پاس آئے گا اور کہے گا تمہاری مدت پوری ہو چکی ہے پس وہ کہیں گے ہمیں ڈھیل دو تا کہ ہم اپنے پر رولیں پھر وہ گریہ کرتے ہوئے کہیں گے ہماری بلندی وقوت کہاں ہے اور اب اللہ کا امر آ چکا پھر ملک الموت ان پر آواز دے گا سخت آواز وہ اس سے پگھل جائیں گے جیسے قلعی پگھلتی ہے پھر وہ زمین کے پاس آئے گا اور اسے کہے گا تیری مدت پوری ہو چکی زمین کہے گی مجھے اذن دے تا کہ میں اپنے پر رولوں پس وہ نوحہ کرتی ہوئی کہے گی میرے خزانے کہاں گئے اور میری ہوا اور شجرات ونہریں اور انواع واقسام کی نباتات پھر ملک الموت اس پر آواز دے گا سخت آواز تو اس کی عمارتیں گر جائیں گی اور پانی نیچے دھنس جائے گا پھر ملک الموت آسمان پر جائے گا اور اس پر زوردار آواز دے

گا پس آفتاب تاریک ہو جائے اور مہتاب بے نور ہو جائے گا اور ستارے جھڑ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے موت کے فرشتے اب میری مخلوق سے کون باقی رہا تو وہ عرض کرے گا الٰہی تو زندہ ہے جسے موت نہیں اور اب جبریل و میکائیل و اسرافیل و حاملینِ عرش زندہ ہیں اور میں عاجز بندہ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ملک الموت تو نے میرا ارشاد سنا کہ ہر نفس نے موت کا مزہ چکھنا ہے اور تو میری مخلوق میں سے ہے کہ میں نے تجھے پیدا کیا پس اب تو بھی تو وہ مر جائے گا اور دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ اسے فرمائے گا جا اور جنت و دوزخ کے درمیان مر جا اور پھر اللہ کے سوا کوئی چیز باقی نہ رہے گی اور دنیا تباہ ہو جائے گی جس قدر اللہ تعالیٰ چاہے۔" (دقائق الاخبار)



(۱۶۰)

خلیفۂ وقت کی درد بھری حقیقت

احمد بن صباح طبری کا بیان ہے کہ مجھے میرے والد نے بتایا:

''خلیفہ ہارون الرشید جب خراسان کی طرف جانے لگے تو میں انہیں الوداع کہنے گیا۔ خلیفہ نے مجھ سے کہا: ''اے صباح! میرا گمان ہے کہ اس کے بعد تم مجھے کبھی نہ دیکھ سکو گے۔'' میں نے کہا: ''اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی پناہ میں رکھے! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ بخدا! مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اُمتِ محمدیہ علی صاحبہما الصلوٰۃ والسلام کی خیر خواہی کے لیے لمبی عمر عطا فرمائے گا۔'' خلیفہ نے مسکراتے ہوئے کہا: ''اے صباح! بخدا! میں مرنے کے بہت قریب ہوں۔''

میں نے کہا: ''اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کر دے ابھی تو آپ کا جسم طاقت ور و مضبوط اور چہرہ صحیح و سالم ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ان بادشاہوں سے بھی لمبی عمر عطا فرمائے جو زمانہ دراز تک دنیا پر حکومت کر گئے اور آپ کو ایسی کامیابی و کامرانی عطا فرمائے جیسی حضرت سیدنا ذوالقرنین کو عطا فرمائی تھی۔ اللہ کرے آپ کبھی اپنی رعایا میں کوئی بہت بڑی خرابی نہ دیکھیں۔''

یہ سن کر خلیفہ نے اپنے پیچھے آنے والے امراء و وزراء کو ایک طرف جانے کا حکم دیا پھر راستے سے ہٹ کر ایک درخت کے پاس آئے اور فرمایا: ''آج میں ایک راز تجھ پر ظاہر کرنا چاہتا ہوں، یہ راز تمہارے پاس امانت ہے اُسے چھپائے رکھنا۔''

میں نے کہا: ''اے میرے سردار! آپ اپنے بھائی سے مخاطب ہیں جو چاہیں

ارشاد فرمائیں۔'' خلیفہ نے اپنے شکم (پیٹ) سے کپڑا اٹھایا تو اس پر زخموں کے نشانات تھے جن پر پٹی بندھی ہوئی تھی پھر مجھے کہا: ''کیا تم جانتے ہو کہ مجھے یہ مرض کب سے ہے؟'' میں نے کہا: ''نہیں!''

دل کی بات

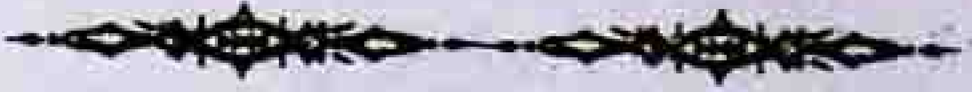
کہا: ''مجھے یہ بیماری کافی عرصہ سے ہے جسے میں نے تمام لوگوں سے چھپائے رکھا سوائے بختیشوع مسرور اور رجاء کے۔ بہر حال بختیشوع میرے بیٹے مامون کا مخبر ہے اس سے راز کا چھپنا ممکن نہیں اسی طرح مسرور نے میری بیماری کی خبر میرے بیٹے امین کو دے دی ہے اور ان میں سے کوئی ایسا نہیں جس کا مخبر و جاسوس مجھ پر متعین نہ ہو۔ میرے عزیز بیٹوں کی یہ حالت ہے کہ وہ میرے سانسوں کو شمار کر رہے ہیں کہ دیکھو یہ کب انتقال کرتا ہے۔ ان لوگوں کی خواہش ہے کہ میری بیماری میں اضافہ ہو' مجھے اس بات کا اندازہ اس طرح ہوا ہے کہ جب بھی میں نے ان سے توانا وقوی ہیکل اور مضبوط عجمی گھوڑا طلب کیا تو انہوں نے مجھے ضعیف و ناتواں گھوڑا دیا تا کہ بیماری مزید بڑھے۔ مجھے سب کچھ معلوم ہے لیکن میں اپنا راز ان کے سامنے ظاہر نہیں کرنا چاہتا کیونکہ اس طرح وہ مجھ سے وحشت محسوس کرنے لگیں گے اور جب وحشت ہو گی تو ان کے سینوں میں چھپی عداوت ظاہر ہو جائے گی۔ خاص لوگ ان کی طرف مائل ہو جائیں گے اور عام لوگ ان سے امید لگا لیں گے اور میں ان کے درمیان ایسا ہی ہوں گا جیسے کوئی شخص دشمنوں کے درمیان خوف زدہ ہوتا ہے۔ میری صبح اس حال میں ہوتی ہے کہ مجھے شام تک زندہ رہنے کی امید نہیں رہتی اور شام کو صبح کی امید نہیں ہوتی۔'' خلیفہ کی حسرت بھری پُر درد کیفیت و حقیقت جان کر میں نے کہا:

''حضور! ان کی اس حرکت کا بہترین جواب دیا جا سکتا ہے لیکن میں تو یہی کہتا ہوں کہ جو شخص آپ کے ساتھ مکر و فریب کرے گا اللہ تعالیٰ اسے اسی کے مکر و فریب میں پھنسا

دے گا۔"

خلیفہ نے کہا: "تیری یہ پکار اللہ تعالیٰ سن رہا ہے اب تو واپس پلٹ جا' تیرے ذمہ بغداد میں اور بھی بہت سے کام ہیں۔" پس میں نے خلیفہ کو الوداع کہا اور واپس لوٹ آیا۔ یہ واقعہ ان کی وفات کے قریب کا ہے۔"

(عیون الحکایات)



(۱۶۱)

ابوجہل کے کرتوت

ابوجہل کبھی کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا تھا اور قرآن سنتا تھا۔ بس سنتا ہی تھا' آگے نہیں بڑھتا تھا' ایمان واطاعت اور ادب وخشیت اختیار کرنا تو اس کی قسمت میں ہی نہ تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی باتوں سے اذیت پہنچاتا اور اللہ کی راہ سے روکتا تھا پھر اپنی اس گھٹیا حرکت پر فخر بھی کرتا تھا۔ قرآن مجید کی یہ آیات اسی شخص کے بارے میں نازل ہوئیں:

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی ○ وَلٰـكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی ○ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰی ○ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ○ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ○

''نہ اس نے سچ مانا' نہ نماز پڑھی بلکہ جھٹلایا اور پیٹھ پھیری پھر وہ اکڑتا ہوا اپنے گھر والوں کی طرف چل دیا' تیرے لیے ہلاکت در ہلاکت ہے پھر تیرے لیے ہلاکت در ہلاکت ہے۔'' (القیامۃ: ۷۵/۳۱-۳۵)

اس شخص نے پہلے دن جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو اسی دن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے روکنے لگا۔ ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ ابراہیم کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اس کا گزر ہوا۔ دیکھتے ہی بولا:

''محمد! کیا میں نے تجھے اس سے منع نہیں کیا تھا؟''

ساتھ ہی دھمکی بھی دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ڈانٹ کر سختی سے جواب دیا اس پر وہ کہنے لگا: ''اے محمد! کاہے کی دھمکی دے رہے ہو' دیکھو اللہ کی قسم! اس

وادی (مکہ) میں میرا جتھا سب سے بڑا ہے۔"

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗO سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ .

"اچھا! تو بلا لے اپنی ٹولی کو ہم بھی عنقریب سزا کے فرشتوں کو بلالیں گے۔"

(ترمذی، حدیث: ۳۳۴۹)

ایک روایت میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا گریبان پکڑ لیا اور اسے جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا: اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰىO ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰىO

"تیرے لیے بہت ہی موزوں ہے، تیرے لیے بہت ہی موزوں ہے۔"

اس پر اللہ کا دشمن کہنے لگا:

"اے محمد! مجھے دھمکی دے رہے ہو؟ اللہ کی قسم! تم اور تمہارا پروردگار میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ میں مکے کی دونوں پہاڑیوں کے مابین چلنے پھرنے والوں میں سب سے زیادہ معزز ہوں۔" (تفسیر ابن کثیر: ۴/۶۷۷، والدر المنثور: ۶/۴۷۸)

بہر حال اس ڈانٹ ڈپٹ اور تنبیہ کے باوجود ابوجہل اپنی حماقت سے باز نہیں آیا بلکہ اس کی بدبختی میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔

ابوجہل کی رعونت خاک میں مل گئی

صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بار ابوجہل نے سردارانِ قریش سے کہا:

"محمد آپ لوگوں کے روبرو اپنا چہرہ خاک آلود کرتا ہے؟" جواب دیا گیا: "ہاں!"

اس نے کہا: "لات وعزیٰ کی قسم! اگر میں نے (اس حالت میں) اسے دیکھ لیا تو اس کی گردن روند ڈالوں گا اور اس کا چہرہ مٹی پر رگڑ دوں گا۔"

اس کے بعد اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا اور اس زعم میں چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن روند دے گا لیکن لوگوں نے اچانک کیا دیکھا کہ وہ ایڑھیوں کے بل پلٹ رہا ہے اور دونوں ہاتھوں سے اپنا بچاؤ کر رہا ہے۔ لوگوں

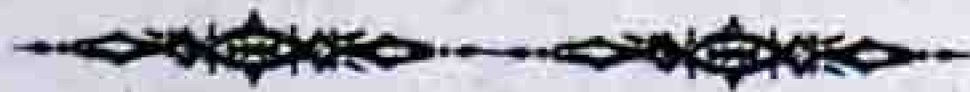
نے کہا: ''ابوالحکم! تمہیں کیا ہوا؟''

اس نے کہا: ''میرے اور اس کے درمیان آگ کی ایک خندق ہے' ہولناکیاں ہیں اور پَر ہیں۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر وہ میرے قریب آجاتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضو نوچ لیتے۔''

(صحیح مسلم' حدیث: ۲۷۹۷)

ابوجہل جب کسی معزز اور طاقت ور آدمی کے مسلمان ہونے کی خبر سنتا تو اسے بُرا بھلا کہتا' ذلیل و رسوا کرتا اور مال و جان کو سخت خسارے سے دوچار کرنے کی دھمکیاں دیتا اور اگر کوئی کمزور آدمی مسلمان ہوتا تو اسے مارتا' پیٹتا اور دوسروں کو بھی بدسلوکی پر اُکساتا تھا۔



(۱۶۲)

جب فرشتے نے احترامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں سستی کی

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی فَضَّلَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَی الْمُقَرَّبِیْنَ. فَلَمَّا بَلَغْتُ السَّمَآءَ السَّابِعَةَ لَقِیَنِیْ مَلَكٌ مِّنْ نُّوْرٍ عَلٰی سَرِیْرٍ مِّنْ نُّوْرٍ فَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ. فَرَدَّ عَلَیَّ السَّلَامُ فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلَیْہِ یُسَلِّمُ عَلَیْكَ صَفِیِّیْ وَنَبِیِّیْ فَلَمْ تَقُمْ اِلَیْہِ. وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَتَقُوْمَنَّ فَلَا تَقْعُدَنَّ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ.

(تاریخ بغداد (خطیب بغدادی) ج:۳، ص:۷۶، تنزیہہ الشریعۃ ص:۳۲۵، کنز العمال (علی متقی) ج:۱۲، ص:۱۸۷، مسند الفردوس (دیلمی) کمارواہ علی المتقی)

”بے شک اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو مقربین (فرشتوں) پر فضیلت بخشی ہے جب میں ساتویں آسمان پر پہنچا تو مجھے ایک نورانی فرشتہ ملا جو کہ نور کی مسند پر بیٹھا تھا، میں نے اس کو سلام بُلایا تو اس نے مجھے سلام کا جواب دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی کی کہ میرے صفی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے سلام بُلایا پس تو ان کی تعظیم کو نہ اُٹھا، مجھے میری عزت اور جلال کی قسم! اب تو ضرور (بطورِ سزا) کھڑا رہے گا اور قیامت تک نہ بیٹھ سکے گا۔

یہ عبادت رات دن کی مجھ کو نامنظور ہے
دور ہے جو میرے احمد سے وہ مجھ سے دور ہے



(۱۶۳)

عفو ودرگزر کا ایک یادگار واقعہ

وحشی جس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا' انتقام کے ڈر سے شہر بہ شہر مارا مارا پھرتا تھا۔ اہلِ طائف نے جو وفد مدینہ منورہ کے لیے ترتیب دیا اس میں وحشی کا نام بھی تھا۔ وہ دوڑتا تھا کہ کہیں مجھ سے انتقام نہ لیا جائے لیکن دشمنوں نے اس کو یقین دلایا کہ تم بے خوف وخطر جاؤ۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سفیروں کو قتل نہیں کیا کرتے۔

چنانچہ وہ اس اعتماد پر دربارِ نبوت میں حاضر ہوا اور قبولِ اسلام کا ارادہ ظاہر کر کے امید جواب میں خاموش کھڑا رہا' چچا کا قاتل اور چچا بھی وہ جن کے ساتھ بچپن میں ایک ہی دایہ کا دودھ پیا' ایک ہی ساتھ رہے اور محبت کے ساتھ زندگی بسر کی' آپ نے دعویٰ نبوت کیا تو آپ کے حامی وناصر رہے اور قبولِ اسلام کے بعد اعلاءِ کلمۃ اللہ میں پیش پیش رہے ایسے پیارے چچا کو نہ صرف شہید کیا بلکہ عضو عضو جدا جدا کر کے' نعش کی بے حد توہین بھی کی۔ وحشی آج اس گناہِ عظیم پر نادم وشرم سار آغوشِ اسلام کا طلب گار بن کر کھڑا تھا۔

تقاضائے بشریت کب اجازت دیتا تھا کہ اس پر رحم کیا جائے' رحم کرنا تو کجا' سامنے آنے کی بھی اجازت دی جاتی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتِ رحمۃ للعالمین سامنے آئی اور خلقِ عظیم سے اس کی تمام خطا کاریاں معاف ہوئیں۔ کیا دنیا ایسے عفو ودرگزر کی کوئی مثال پیش کر سکتی ہے؟

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ' ص: ۴۴)

(۱۶۴)

لاینحل مسائل کا حل

بشر بن الولید نے خبر دی کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''ایک آدمی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: میں نے ایک چیز کہیں دفن کی ہے اب معلوم نہیں گھر میں کہاں دفن کی ہے۔''

انہوں نے فرمایا: ''اگر میں سوچ و بچار کروں تو بھی نہیں معلوم کر سکتا۔''

راوی کہتا ہے کہ وہ آدمی رو پڑا۔ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''مجھے اپنے گھر میں لے چلو۔'' وہ کھڑے ہوئے اور ان کے ساتھ ان کے شاگردوں کی ایک جماعت بھی کھڑی ہوئی اس آدمی کے گھر پہنچے وہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے گھر کے اندر لے گیا تو انہوں نے اپنے شاگردوں سے فرمایا: ''اگر یہ تمہارا گھر ہو اور تمہارے پاس کوئی ایسی چیز ہو جسے تم دفن کرنا چاہو تو کہاں دفن کرو گے؟'' ان میں سے ایک نے کہا: ''میں یہاں دفن کروں گا۔'' دوسرے نے کہا: ''میں یہاں دفن کروں گا۔'' تیسرے نے تیسری جگہ بتائی اسی طرح پانچ مختلف جگہیں سامنے آئیں۔ راوی کہتا ہے کہ تیسری جگہ کھودی گئی تو دفینہ نکل آیا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اس ذات کا شکر ادا کر جس نے تجھے مال واپس لوٹا دیا۔'' (مناقب ابی حنیفہ)

اور چھٹکارا ہو گیا

حکایت بیان کی گئی ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک دن امیر کوفہ ابن ہبیرہ کے

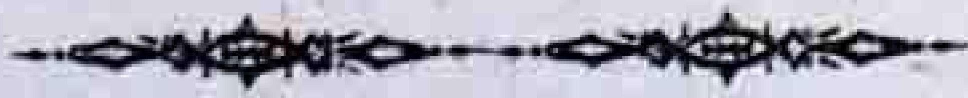
پاس تشریف لے گئے ان کے پاس ایک آدمی کو دیکھا کہ جو ایک بڑی بات کے ساتھ متہم تھا۔ ابن ہبیرہ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا تھا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو جب اس آدمی نے دیکھا کہ ابن ہبیرہ نے ان کا بہت زیادہ اکرام کیا ہے اس نے کہا: یہ شیخ مجھے جانتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''کیا تو وہ نہیں ہے جس نے اذان دی تھی اور آخر میں لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ پر آواز کو لمبا کیا تھا؟'' اس نے کہا: ''ہاں! میں وہی ہوں۔''

آپ نے فرمایا: ''اذان دے تاکہ میں تیری آواز کو سنوں۔''

اس نے جلدی جلدی اذان دی۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابن ہبیرہ سے فرمایا:

''یہ اچھا آدمی ہے۔'' ابنِ ہبیرہ نے اس کو چھوڑ دیا۔ (فقاہت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ)

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اذان دِلوانے سے شہادتوں کا اقرار کرنا تھا (غالباً وہ آدمی کفر کے ساتھ متہم تھا) تاکہ اس کی خلاصی کا وسیلہ بنا سکیں اسی لیے اذان کا حکم دیا۔



(۱۶۵)

غیبت و چغل خوری

غیبت اپنے اثرات ونتائج کے اعتبار سے گناہِ کبیرہ وسخت حرام ہے اور یہ دوزخ میں لے جانے والی بدترین خصلت ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس بُری عادت کی ممانعت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝

(الحجرات رکوع:۲)

''اور ایک دوسرے کی غیبت مت کرو کیا تم میں سے کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ پس یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔''

اسی طرح حدیثوں میں بھی بکثرت اس کی مذمت اور ممانعت آئی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

۱) حضرت ابوسعید و جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''غیبت زنا سے سخت گناہ ہے۔''

لوگوں نے کہا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! غیبت زنا سے زیادہ سخت گناہ کیونکر اور کیسے ہے؟''

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی زنا کرتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے تو اللہ

تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے اور غیبت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک نہیں بخشے گا جب تک کہ وہ معاف نہ کردے جس کی غیبت کی ہے۔" (مشکوٰۃ ج:۲ ص:۴۱۵ بحوالہ بیہقی)

۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دو آدمیوں نے ظہر و عصر کی نماز پڑھی اور یہ دونوں روزہ دار تھے پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز پوری فرما چکے تو ان دونوں سے فرمایا: "تم دونوں پھر سے وضو کر کے اپنی نمازوں کو لوٹاؤ اور روزہ پورا کرو لیکن کسی دوسرے دن اس کی قضا کرلو۔" ان دونوں آدمیوں نے پوچھا: "کیوں ہم نمازوں کو لوٹائیں؟ اور روزہ قضا کریں؟"

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس لیے کہ تم دونوں نے فلاں آدمی کی غیبت کی ہے۔" (مشکوٰۃ ج:۲ ص:۴۱۵)

غیبت کی تعریف اور فوائد و مسائل

کسی کا کوئی غائبانہ عیب بیان کرنا یا پیٹھ پیچھے اس کو برا کہنا یہی غیبت ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث ہے کہ خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے فرمایا: "کیا تم لوگ جانتے ہو کہ غیبت کیا چیز ہے؟"

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: "اللہ اور اس کے رسول عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جاننے والے ہیں۔" حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارا اپنے (دینی) بھائی کی ان باتوں کو بیان کرنا جن کو وہ ناپسند سمجھتا ہے۔ (یہی غیبت ہے)"

صحابہ علیہم الرضوان نے عرض کیا: "یہ بتایئے اگر میرے (دینی) بھائی میں واقعی وہ باتیں موجود ہوں (تو کیا ان باتوں کا کہنا بھی غیبت ہوگی)"

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر اس کے اندر وہ باتیں ہوں گی جبھی تو تم اس کی غیبت کرنے والے کہلاؤ گے اور اگر اس میں وہ باتیں نہ ہوں جب تو تم اس پہ بہتان لگانے والے کہلاؤ گے۔ (جو ایک دوسرا گناہ کبیرہ ہے)"

(مشکوٰۃ باب حفظ اللسان ج:۲ ص:۴۱۲)

☆......غیبت ان گناہوں میں سے ہے جو سب سے زیادہ کثیر الوقوع ہیں اور باوجودیکہ انتہائی سخت گناہِ کبیرہ ہے یہاں تک کہ زنا سے بھی بدتر گناہ ہے مگر اس زمانے میں بہت کم لوگ ہیں جو اس گناہ سے محفوظ ہیں۔ عوام تو عوام بڑے بڑے علماء کرام اور مقدس پیروں کا دامن بھی اس گناہ کی نحوست سے آلودہ نظر آتا ہے۔ علماء و مشائخ کی شاید ہی کوئی ایسی مجلس ہوگی جو اس گناہ کی ظلمت سے خالی ہو۔ پھر غضب یہ ہے کہ لوگ اس طرح غیبت کے عادی بن چکے ہیں اور یہ بلا اس قدر عام ہو چکی ہے کہ گویا غیبت لوگوں کے نزدیک کوئی گناہ کی بات ہی نہیں مگر خوب سمجھ لو کہ غیبت خواہ علماء کی مجلس ہو یا عوام کا مجمع ہر جگہ اور ہر حال میں حرام و گناہ ہے اور گناہ بھی کبیرہ یعنی بڑا گناہ ہے لہٰذا جب کبھی بھی غفلت میں کوئی غیبت زبان سے نکل جائے تو فوراً توبہ کر لینا چاہیے اور جس کی غیبت کی ہے جب بھی اس سے ملاقات ہو تو معاف کرا لینا چاہیے اور قرآن و حدیث کی مقدس تعلیمات پر عمل کرنا چاہیے کہ اس میں مومن کی دینی و دنیاوی فلاح ہے اور یہی نجات کا راستہ ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

چغل خور جنت میں داخل نہیں ہو سکتا

چغلی سخت حرام اور گناہِ کبیرہ ہے جس کی سزا آخرت میں عذابِ جہنم ہے کیونکہ یہ مسلمانوں میں خلاف و شقاق اور جنگ و جدال کا بہت بڑا سبب اور ذریعہ ہے چغل خور کے بارے میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: **لایدخل الجنة قتات** ۔

''چغل خور جنت میں نہیں داخل ہوگا۔'' (مشکوۃ ج:۲ ص:۴۱۱ بحوالہ بخاری و مسلم)

۲) حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا:

''یہ دونوں قبر والے یقیناً عذاب میں مبتلا ہیں اور کسی ایسے گناہ میں ان دونوں کو

عذاب نہیں دیا جا رہا ہے جس سے بچنا بہت زیادہ دشوار رہا ہو۔ ان میں سے ایک کو تو اس لیے عذاب دیا جا رہا ہے کہ وہ چھپ کر پیشاب نہیں کرتا تھا (پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا) اور دوسرا چغلی کھاتا تھا۔"

پھر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ایک ہری شاخ لی اور اس کو چیر کر دو ٹکڑے کیے پھر دونوں قبروں میں ایک ایک ٹکڑا گاڑھ دیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے ایسا کیوں کیا؟"

تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس لیے کہ جب تک یہ دونوں ٹہنیاں خشک نہ ہوں گی' ان دونوں کے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی۔" (بخاری' ج:۱' ص:۲۱۴)

☆...... حدیث میں لفظ "نمیمہ" آیا ہے جس کا ترجمہ اردو میں "چغلی" ہے۔ حضرت علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمہ نے بخاری شریف کی شرح میں فرمایا:

"کسی کی بات کو دوسرے آدمی تک پہنچانے اور فساد پھیلانے کے لیے لے جانا "یہی" چغلی ہے۔" چغلی کھانا بدترین اور بہت ذلیل عادت ہے اور یہ گناہِ کبیرہ ہے۔ چغلی کھانے والے کو اس کی قبر میں بھی عذاب ہوگا اور آخرت میں تو اس کو جہنم کا عذاب بھی بھگتنا پڑے گا اس بُری اور گناہ کی عادت سے مسلمانوں میں بڑے بڑے جھگڑے پیدا ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ قتل و خون ریزی کی نوبت آجاتی ہے اس لیے اس گناہ سے بچتے رہنا لازم اور بہت ضروری ہے۔ خداوندِ کریم ہر مسلمان کو اس بلا سے محفوظ رکھے۔ آمین

(۱٦٦)

اُخری زندگی

فی الخبر اذا اراد اللہ تعالٰی ان یحشر الخلائق یحی اللہ جبرآئیل ومیکآئیل واسرافیل و عزرآئیل علیھم السلام اولھم اسرافیل فیاخذ الصور من العرش ....
فیقول لست اسالك عن ھذا ولکن اسالك عن امتی المذنبین لعلك ترکتھم وعلی الصراط فیقول اسرافیل وعزۃ ربی یامحمد مانفخت الصور بعد فیقول الآن طابت نفسی و قرت عینی فیاخذ التاج والحلۃ ویلبسھما ویرکب البراق .

’’حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو زندہ کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو پہلے جبریل اور میکائیل اور اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام کو زندہ فرمائے گا اور پہلا دن ان میں اسرافیل ہوگا پس وہ عرش سے صور پکڑے گا۔ رضوان جنت کو حکم ہوگا کہ اے رضوان جنت کو سجادو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کے لیے پھر وہ براق اور لوء حمد اور جنتی لباس لائیں گے پس یاقوت سے مرصع زین پہنائیں گے لگام براق کو سبز زبرجد کی ہوگی اور اسے دو خلعتیں پہنائیں گے ایک سبز اور دوسری زرد رنگ کی پھر اللہ تعالیٰ ملائکہ سے فرمائے گا کہ اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر لے جاؤ۔ پس وہ جائیں گے اور زمین صاف ہموار ہو چکی ہوگی تو وہ قبر منور کو جان لیں گے تو اس وقت ستون کی مانند قبر شریف کی جگہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ظاہر ہوگا جو آسمان کے

کنارے تک بلند ہوگا۔ پس جبریل علیہ السلام فرمائیں گے: اے اسرافیل! آواز دے کیونکہ تو وہ ہے کہ تیرے ہاتھ سے اللہ خلق کو جمع کرے گا تو وہ کہے گا: اے جبریل آپ آواز دیں کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں دوست تھے۔ جبریل کہیں گے: میں تو ان سے حیا کرتا ہوں پھر اسرافیل کہے گا اے میکائیل! تم آواز دو پس میکائیل عرض کرے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر سلام ہو پس اسے کوئی جواب نہیں ملے گا سب فرشتے ملک الموت سے کہیں گے کہ تم آواز دو تو وہ آواز دے گا اے پاک روح! پاک بدن کی طرف آ تو اسے بھی کچھ جواب نہیں ملے گا پھر اسرافیل عرض کرے گا اے پاک روح اُٹھو اپنے رب کا حکم پورا کرنے کو اور اپنی اُمت کے حساب اور رحمٰن کی بارگاہ میں پیشی کے لیے پس قبر مبارک کھل جائے گی۔

جس کو امت کا غم ہی ستاتا رہا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر منور میں بیٹھے ہوئے ہوں گے اور اپنے سر اور داڑھی مبارک سے مٹی جھاڑتے ہوں گے پس جبریل امین آپ کو دو خلعتیں اور براق پیش کرے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جبریل سے پوچھیں گے کہ یہ کون سا دن ہے؟ وہ عرض کریں گے یہ ندامت وحسرت اور ملامت کا دن ہے۔ یہ دن اللہ کے پاس جانے کا ہے اور براق حاضر ہے اور یہ دن کافروں کے فراق کا ہے اور یہ دن مومنوں کے لیے ملاقات کا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے مجھے کوئی خوش خبری دیجیے جبریل عرض کریں گے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس براق اور لوائے حمد اور تاج ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے میں یہ نہیں پوچھتا پس جبریل عرض کریں گے جنت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھول دی گئی ہے اور منتظر اور تیار ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے لیے آراستہ کی گئی ہے اور جہنم بند کر دی گئی ہے تو آپ فرمائیں گے میں اس کا بھی نہیں پوچھتا لیکن میں تو اپنی گناہ گار اُمت کا پوچھتا ہوں شاید تم انہیں پل صراط پر چھوڑ آئے ہو تو اسرافیل عرض کریں گے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اپنے رب کی قسم! میں نے ابھی اُٹھنے

کا صور نہیں پھونکا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے اب میرا دل خوش ہوا اور آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں پھر آپ تاج وخلعت لے کر زیب تن کریں گے اور براق پر سوار ہوں گے۔" (دقائق الاخبار)

ہم آپ کو راضی کریں گے!

اللہ کے پیارے حبیب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کے بارے میں بہت شفیق اور رحیم تھے' رات کے سجدوں میں اپنی اُمت کے حق میں ہمیشہ دعا گو رہتے' عرفات کے میدان میں انتہائی غم گساری کے عالم میں اپنی اُمت کے لیے مسلسل کئی گھنٹے دعا فرمائی۔ ہر لحہ' ہر پل آپ اُمت کے لیے دعائیں فرماتے رہتے' اتنے شفیق تھے کہ کبھی اپنی دعاؤں میں اُمت کو فراموش نہیں کیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات نمازِ تہجد میں تلاوت فرما رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے: اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۔ (سورۂ مائدہ)

تو اسے رات بھر پڑھتے رہے اور روتے رہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ آیت پڑھ کر آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے اور کہا: اَللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ اے میرے پروردگار! میری اُمت کی طرف نظرِ رحمت فرما اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے اس پر اللہ تعالیٰ نے بذریعہ جبریل امین رونے کی وجہ دریافت فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے بارے میں فکرمندی کا اظہار فرمایا۔ جبریل امین اللہ رب العزت کے پاس گئے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بتایا کہ وہ اُمت کے بارے میں پریشان ہیں اور دعائیں مانگ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے جبریل امین سے فرمایا جاؤ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دو کہ ہم آپ کی اُمت کے بارے میں آپ کو راضی کریں گے۔

(تفسیر ابن کثیر' سورۂ المائدہ)

(۱۶۷)

بابرکت غلام

حضرت سیدنا ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے' حضرت سیدنا لقمان حکیم علیہ الرحمہ ایک شخص کے غلام تھے' وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بیچنے کے لیے بازار لایا جب بھی کوئی شخص آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خریدنے کے لیے آتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اس سے پوچھتے: ''تم مجھے کس کام کے لیے خریدنا چاہتے ہو؟'' ہر کوئی اپنا مقصد بیان کرتا' آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر ایک سے کہتے: ''تم مجھے نہ خریدو تو بہتر ہے۔'' یہ سن کر لوگ واپس چلے جاتے اسی طرح ایک شخص آپ کو خریدنے کے لیے آیا تو آپ نے پوچھا: ''مجھ سے کیا کام لو گے؟'' اس نے کہا: ''میں تمہیں اپنے گھر کا چوکیدار بناؤں گا۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''ٹھیک ہے' مجھے خریدلو۔''

چنانچہ وہ آپ کو خرید کر گھر لے گیا۔ بستی سے کچھ دُور جب وہ اپنی زرعی زمین کی طرف جاتا تو اس کی جوان بیٹیاں حرام کاری کے لیے چلی جاتیں۔ ان کی نگہبانی کے لیے ہی حضرت لقمان حکیم علیہ الرحمہ کو خریدا گیا تھا۔ آج جاتے وقت اس نے دروازہ بند کیا' آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو باہر بٹھایا اور کہا: ''گھر میں میری بیٹیاں موجود ہیں' میں نے ضرورت کی اشیاء انہیں مہیا کر دی ہیں اگر وہ دروازہ کھولنے کو کہیں تو ہرگز نہ کھولنا۔''

یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نگہبانی کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد لڑکیوں نے دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے کہا: ''جلدی سے دروازہ کھولو۔''

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انکار کر دیا۔ انہوں نے بہت اصرار کیا لیکن آپ رحمۃ

اللہ علیہ نے دروازہ نہ کھولا بالآخر لڑکیوں نے پتھر مار کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو زخمی کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سر سے خون بہنے لگا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جسم اور فرش سے خون دھو کر صاف کر دیا اور شام تک دروازے پر بیٹھے رہے جب مالک آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے کچھ نہ بتایا۔ دوسرے دن لڑکیوں نے پھر دروازہ کھلوانا چاہا لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کر دیا۔ انہوں نے دوبارہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو زخمی کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جسم اور فرش سے خون دھوڈالا اور شام تک دروازے پر بیٹھے رہے جب مالک آیا تو اسے کوئی بات نہ بتائی۔

حرام کاری سے توبہ نصیب ہوگئی

تیسرے دن سب سے بڑی لڑکی نے کہا: ”خدا کی قسم! اس حبشی غلام کی کیا شان ہے کہ یہ مجھ سے بہت زیادہ اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اب میں ضرور توبہ کروں گی۔“

یہ کہہ کر اس نے اپنے تمام گناہوں سے توبہ کر لی پھر سب سے چھوٹی نے کہا: ”میری بہن اور اس حبشی غلام کی کیا شان ہے کہ یہ دونوں مجھ سے بہت زیادہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے ہیں پھر میں توبہ کیوں نہ کروں؟“

یہ کہہ کر اس نے بھی اپنے تمام گناہوں سے توبہ کر لی۔ یہ دیکھ کر تیسری نے کہا: ”میری دونوں بہنوں اور اس حبشی غلام کی کیا شان ہے کہ وہ مجھ سے بہت زیادہ اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار ہیں۔ بس آج سے میں اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرتی ہوں۔“

یہ کہہ کر وہ بھی تمام گناہوں سے تائب ہوگئی جب یہ خبر بستی کی دوسری فاحشہ عورتوں تک پہنچی تو انہوں نے کہا: ”فلاں بن فلاں کی تینوں بیٹیوں اور ان کے حبشی غلام کی کیا شان ہے کہ وہ ہماری نسبت اللہ تعالیٰ کے زیادہ اطاعت گزار ہیں پھر ہم بھی توبہ کیوں نہ کریں؟“

یہ کہہ کر ان سب نے بھی اپنے سابقہ تمام گناہوں سے توبہ کر لی اور عبادت و ریاضت میں اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ (عیون الحکایات)

(۱۶۸)

بد بخت اُم جمیل اور ابولہب کی ہلاکت

ابولہب کی بیوی اُم جمیل کا نام اروی تھا' وہ حرب بن اُمیہ کی بیٹی اور ابوسفیان کی بہن تھی' وہ بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں اپنے شوہر سے پیچھے نہ تھی' وہ بدبخت رات کے وقت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے اور دروازے پر کانٹے ڈال دیا کرتی تھی۔ بدزبان اور جھگڑالو تو تھی ہی چنانچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بدزبانی کرنا' لمبی چوڑی دسیسہ کاری وافتراء پردازی سے کام لینا' فتنے کی آگ بھڑکانا اور خوف ناک جنگ بپا رکھنا اس کا شیوہ تھا اسی لیے قرآن نے اس کا ذکر ''حمالۃ الحطب'' ''لکڑی ڈھونے والی'' (چغل خور) کے لقب سے کیا ہے۔

جب اسے معلوم ہوا کہ اس کی اور اس کے شوہر کی مذمت میں قرآن نازل ہوا ہے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتی ہوئی آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں خانہ کعبہ کے پاس تشریف فرما تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ساتھ بیٹھے تھے۔ یہ مٹھی میں پتھر لیے ہوئے تھی' سامنے کھڑی ہوئی تو اللہ نے اس کی نگاہ پر پردہ ڈال دیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکی۔ صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کو دیکھتی رہی اس نے سامنے پہنچتے ہی سوال کیا:

''ابوبکر! تمہارا ساتھی کہاں ہے؟ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ میری ہجو کرتا ہے۔ واللہ! اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو اس کے منہ پر یہ پتھر دے ماروں گی۔ دیکھو! اللہ کی قسم! میں بھی شاعرہ ہوں۔'' پھر اس نے یہ شعر سنایا

مُذَمَّمًا عَصَیْنَا ۔ وَأَمْرَهٗ أَبَیْنَا ۔ وَدِیْنَهٗ قَلَیْنَا

''ہم نے مذمم کی نافرمانی کی اس کے حکم کو تسلیم نہ کیا اور اس کے دین کو نفرت وحقارت سے چھوڑ دیا۔''

اس کے بعد یہ بدفطرت عورت واپس چلی گئی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں! اس نے مجھے نہیں دیکھا۔ اللہ نے اس کی نگاہ معطل کر دی تھی۔'' (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام: ۳۵۶/۱)

اُمّ جمیل کی بکواس کا جواب

امام ابوبکر بزار نے بھی یہ واقعہ روایت کیا ہے اور اس میں اتنا اضافہ کیا ہے کہ جب وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑی ہوئی تھی تو اس نے یہ بھی کہا: ''ابوبکر! تمہارے ساتھی نے ہماری ہجو کی ہے۔''

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''نہیں! اس عمارت کے رب کی قسم! نہ وہ شعر کہتے ہیں نہ اسے زبان پر لاتے ہیں۔''

(مطلب یہ تھا کہ تمہارے بارے میں جو کہا اللہ تعالیٰ نے کہا' محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے تو کچھ بھی نہیں کہا)

(المستدرک للحاکم: ۳۶۱/۲' ابن ابی شیبۃ: ۴۹۸/۱۱' حدیث: ۱۱۸۱۷' وفی السیاق اختلاف یسیر)

کسی شاعر نے اُمّ جمیل کے اس ہذیان کا جواب یوں دیا ہے:

مُحَمَّدًا أَطَعْنَا ۔ وَأَمْرَهٗ قَبِلْنَا ۔ وَدِیْنَهٗ رَضِیْنَا ۔ وَنَفْسَهٗ فَدَیْنَا

''ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اطاعت کی' انہی کے حکم کو قبول کیا' ان کے دین پر ہم راضی ہوئے' ان پر ہماری جانیں قربان ہوں۔''

☆...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت پر آپ کی مخالفت کرنے والا

سب سے پہلا شخص آپ کا حقیقی چچا ابولہب تھا اس شخص نے ایک طرف تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں اپنی لونڈی آزاد کی مگر دوسری طرف اعلانِ نبوت پر پہلی ہی دعوتی مجلس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا ارتکاب بھی کیا اور پھر اس کا سارا گھرانہ ہی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخیوں پر اُتر آیا جب آیت کریمہ:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۔ نازل ہوئی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہِ صفا پر چڑھ کر خاندانِ قریش کو آواز دینا شروع کی: ''اے بنی فہر! اے بنی عدی!''

سورۂ لہب کا پس منظر

یہاں تک کہ سب کے سب اکٹھے ہو گئے حتیٰ کہ اگر کوئی آدمی خود نہیں جا سکتا تھا تو اس نے اپنا قاصد بھیج دیا کہ دیکھیے معاملہ کیا ہے؟ غرض سارے قریش آ گئے۔ ابولہب بھی آ گیا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم لوگ یہ بتاؤ اگر میں یہ خبر دوں کہ ادھر وادی میں شہسواروں کی ایک جماعت ہے جو تم پر حملہ آور ہونا چاہتی ہے تو کیا تم مجھے سچا مانو گے؟''

لوگوں نے کہا: ''بے شک ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ سچا ہی پایا ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اچھا تو میں تمہیں ایک سخت عذاب سے آگاہ کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں (جو دشمن کے حملے سے کہیں زیادہ خطرناک ہے)''

اس پر ابولہب نے کہا: ''تو غارت ہو۔ کیا تو نے ہمیں اسی لیے جمع کیا تھا؟''

اس پر سورہ تبت یدآ ابی لھب وتب نازل ہوئی کہ ابولہب کے دونوں ہاتھ غارت ہوں اور وہ خود بھی غارت ہو۔ (صحیح البخاری حدیث: ۴۷۷۰، صحیح مسلم حدیث: ۲۰۸)

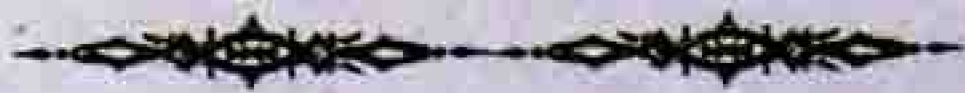
درحقیقت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ابولہب کا موقف روزِ اوّل ہی سے جب کہ ابھی قریش نے اس طرح کی کوئی مخالفانہ بات سوچی بھی نہ تھی، یہی رہا۔ بعض روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس نے کوہِ صفا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مارنے کے لیے

ایک پتھر بھی اُٹھا لیا تھا اسی طرح جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے صاحب زادے عبداللہ کا انتقال ہوا تو ابولہب اس قدر خوش ہوا کہ وہ دوڑتا ہوا اپنے رفقاء کے پاس پہنچا اور انہیں یہ خبر سنائی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابتر (نسل بریدہ) ہو گئے۔

(تفسیر ابن کثیر، سورۃ الکوثر: ۵۹۵/۴)

ایامِ حج میں بھی ابولہب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگا رہتا تھا۔ ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بدبخت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہی پر بس نہیں کرتا تھا بلکہ پتھر بھی مارتا تھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ایڑھیاں خون سے رنگین ہو جاتی تھیں۔ (کنز العمال: ۴۴۹/۱۲)

قرآن مجید میں اس نانہجار کے حالتِ کفر پہ مرنے کی پیشین گوئی کی گئی جو حرف بہ حرف پوری ہوئی اور وہ انتہائی ذلت کی موت مرا اس کا اس طرح کے انجام سے دوچار ہونا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت کی واضح دلیل ہے۔



(۱۶۹)

وہ جس کو خدا نے بڑھایا ہے کوئی اور گھٹانا کیا جانے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَانِی اللَّیْلَةَ رَبِّیْ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ فَقَالَ: یَامُحَمَّدُ ۔ قُلْتُ لَبَّیْکَ رَبِّ وَسَعْدَیْکَ ۔ قَالَ هَلْ تَدْرِیْ فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰی؟ قَالَ قُلْتُ رَبِّیْ لَا اَدْرِیْ ۔ فَوَضَعَ یَدَہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَھَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۔ قَالَ یَا مُحَمَّدُ هَلْ تَدْرِیْ فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰی؟ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ فِی الْکَفَّارَاتِ ۔ وَالْکَفَّارَاتِ الْمَکْثُ فِی الْمَسَاجِدِ بَعْدَ الصَّلٰوتِ وَالْمَشْیُ الْاَقْدَامِ اِلَی الْجَمَاعَاتِ الخ ۔

(جامع ترمذی، تفسیر القرآن باب سورۃ ص، مسند احمد، ج:۱، ص:۳۶۸، نوادر الاصول (حکیم ترمذی) ج:۲، ص:۳۰۲، مشکوٰۃ شریف، ص:۶۹، الترغیب والترہیب (منذری) ج:۱، ص:۹۳، تفسیر در منثور (سیوطی) ج:۷، ص:۵۶۹، تفسیر روح البیان (حقی) پارہ:۱۲، ص:۳۶۵)

”حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا گزشتہ رات میرا رب (اپنی شان کے مطابق) میرے پاس حسین صورت میں تشریف لایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ جانتے ہیں کہ عرش کے فرشتے کس بات میں جھگڑا کر رہے ہیں؟ تو میں نے عرض کیا نہیں! پس اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی تو پس

میں جان گیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ جانتے ہیں کہ عرش کے فرشتے کس چیز میں جھگڑا کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! یہ کفارات کے بارے میں جھگڑا کر رہے ہیں اور کفارات نمازوں کے بعد مسجدوں میں ٹھہرنا ہے اور جماعت کی ادائیگی کے لیے اُٹھنے والے قدموں کے بارے میں جھگڑا کر رہے ہیں۔ الخ''



(۱۷۰)

زمانۂ جاہلیت اور صنفِ نازک

مسند دارمی حدیث پاک کی ایک کتاب ہے اس کے آغاز ہی میں ایک شخص کا واقعہ ہے جو اس نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں سنایا اس کی زبانی سنیے:

''ایامِ جاہلیت میں ایک لمبے سفر کے بعد جب میں واپس گھر لوٹا تو گھر میں ایک پانچ چھ سال کی بیٹی موجود تھی۔ میں نے بیوی سے پوچھا یہ کون ہے تو اس نے بتایا کہ یہ فلاں کی لڑکی ہے بعد میں جب میں اس سے خوب شفقت ومحبت کرنے لگا تو ایک روز اس نے مجھے سچ سچ بتا دیا کہ یہ کسی اور کی نہیں بلکہ تمہاری اپنی ہی بیٹی ہے جو تمہارے جانے کے بعد پیدا ہوئی تھی۔ پہلے میں نے اس اندیشے سے نہیں بتایا تھا کہ تم اسے کہیں قتل نہ کر ڈالو۔

جونہی مجھے پتہ چلا میری آنکھوں میں خون اُتر آیا اور میں کدال اور بیلچہ وغیرہ لے کر نکلا اور بچی کو اپنے ہمراہ لیا باہر جا کر ایک گڑھا کھودنا شروع کیا جب مجھ پر کوئی مٹی وغیرہ اُڑ کر آتی تو وہ جھاڑ دیتی اور دھوپ میں مجھ پر سایہ کرتی یہاں تک کہ میں نے اس کے قد کے برابر گڑھا کھود لیا اور پھر اسے اُٹھا کر اس میں کھڑا کر دیا اور اس کے اردگرد مٹی ڈال کر اسے گڑھے میں دبانے لگا' وہ روتی چلاتی رہی لیکن میں نے اس پر کچھ ترس نہ کھایا' مٹی ڈالتا رہا یہاں تک کہ میں نے اسے پورا زمین میں دبا دیا۔'' (ایک حدیث میں کنویں میں دھکا دینے کا تذکرہ بھی ہے)

جب وہ شخص اپنا قصہ سنا چکا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو

بہہ رہے تھے اور غم کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک داڑھی آنسوؤں سے تر ہو چکی تھی۔

کہاں وہ قعرِ مزلت اور کہاں یہ ہمدوشی ثریا

میرے آقا علیہ السلام نے عورت کی عزت و عظمت کو چار چاند لگا کر اس کو قعرِ مذلت سے نکالا اور ہمدوش ثریا کر دیا اور پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کو قبر میں اُتارا جانے لگا تو محبوبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم خود آپ کی قبر میں اُترے لحد میں لیٹ کر چچی جان کی قبر کو متبرک و منور کر دیا۔ یہ خوش بختی کی معراج نہیں تو کیا ہے؟ فخرِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کے طفیل قبر کی ساری مٹی بلاشبہ عنبر بن گئی ہوگی۔ میت اُتارنے سے پہلے ہی جنت الفردوس کے دریچے گویا کھل گئے ہوں گے، آفتاب و مہتاب نے مٹی کے ذرّوں کی عظمت پہ رشک کیا ہوگا اور وہ قبر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمتوں کا خزینہ اور برکتوں کا دفینہ بن گئی۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ہادی برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس توقیر و اکرام کی وجہ پوچھی تو آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ خاتون میری حقیقی ماں تو نہیں لیکن ان کی شفقتوں نے مجھے ماں کی کمی کا احساس نہیں ہونے دیا۔''

شفیع المذنبین رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان کی قبر میں اس لیے لیٹا ہوں تاکہ میری چچی کا جسم عذابِ قبر سے محفوظ رہے اور ان کی قبر بہشت کا باغ بن جائے اور کفن کے ساتھ اپنا پیراہن اس لیے شامل کر دیا ہے تاکہ میری چچی جب جنت میں داخل ہو تو اہلِ جنت کو پتہ چل جائے کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی اور آپ کی محسنہ آرہی ہیں۔ رضی اللہ عنہا''

(نامور خطباء کے خطیبانہ شہ پارے)

(۱۷۱)

حق دار کو حق مل گیا

ابوبدر سے روایت ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ کوفہ میں ایک بخیل آدمی تھا اس نے ہزار درہم جمع کیے اور ایک تھیلی میں بند کر کے کوفہ کے ایک صحرا میں دفن کر دیا (بعد ایام کے) جب تلاش کیا وہاں نہ پایا تو (فرطِ غم میں) چند دن اس پر اس طرح گزر گئے کہ اس نے نہ کچھ کھایا نہ پیا اس سے اس کے ایک پڑوسی نے کہا:

''کیا تو پسند کرے گا کہ میں تجھے اس تھیلی کا پتہ بتاؤں؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاوہ اپنی فراست سے تجھے اس کا حل بتائیں گے۔''

وہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا:

''میں اللہ سے مدد کا سوال کرتا ہوں پھر تجھ سے میری مدد کر۔''

اور مکمل قصہ بیان کیا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کے ساتھ کھڑے ہوئے اور اس صحرا میں پہنچے' دیکھا کہ ایک قوم کوئلہ نکالنے میں مصروف ہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا: ''کیا تم اس آدمی کو پہچانتے ہو جو تمہارے ساتھ کوئلہ نکالا کرتا تھا پھر چھوڑ گیا؟'' انہوں نے ایک گھڑی غور وفکر کیا پھر کہا: ''ہاں! فلاں شخص ہے جسے زرزر کہا جاتا ہے۔'' فرمایا: ''اس کی رہائش کہاں ہے؟''

انہوں نے کہا: ''فلاں حمام کے پاس۔''

امام صاحب وہاں تشریف لے گئے اس آدمی کو ساتھ لے کر صاحبِ حمام سے کہا:

''یہاں ایک آدمی ہے جس کا لقب زرزر ہے کیا تو اس کو پہچانتا ہے؟''

اس نے کہا: ''وہ اس مکان میں ہے۔''

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے پاس آئے۔ امام صاحب نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اس کو خلوت میں لے گئے اور اس سے فرمایا: ''وہ جو دفینہ فلاں جگہ میں تھا اور تجھے ملا وہ واپس کر دے۔ یہ آدمی اس کا مالک ہے اور تجھے دیکھنے والی وہ ذات ہے جس نے اس کو دینے پر گواہی دی ہے یعنی رب العالمین۔''

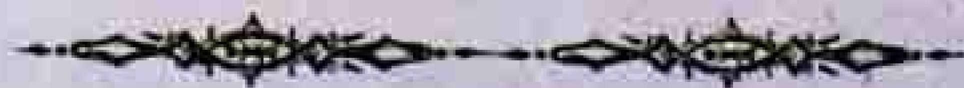
تو اس کا رنگ متغیر ہو گیا اور بات کرنے میں لڑکھڑانے لگا اس نے کہا:

''اے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ! میں نے تو اس میں سے پچاس ساٹھ درہم خرچ کر ڈالے ہیں۔''

امام صاحب نے فرمایا: ''میں اس سے اتنے کے مطالبے کے بارے میں بات کرتا ہوں تو باقی لوٹا دے''۔

وہ تنور جیسے گڑھے میں داخل ہوا اور ریت میں چھپی ہوئی درہموں کی تھیلی نکال لایا اس طرح امام صاحب کی فراست سے مستحق کو حق مل گیا۔

(مناقب ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ)



(۱۷۲)

امانت میں خیانت

امانت میں خیانت یہ بہت بڑا گناہ ہے اور چوری کی طرح یہ بھی جہنم میں لے جانے والا حرام کام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ (الانفال' رکوع:۳)

''اے ایمان والو! اللہ اور رسول کے ساتھ خیانت مت کرو اور اپنی امانتوں میں بھی جان بوجھ کر خیانت مت کرو۔''

دوسری آیت میں ارشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ۔ (النساء' رکوع:۸)

''بے شک اللہ تم لوگوں کو حکم فرماتا ہے کہ امانتوں کو ان کے اہل کی طرف ادا کردو۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں فرمایا:

۱) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''چار باتیں جس شخص میں پائی جائیں گی وہ خالص منافق ہوگا اور ان میں سے اگر ایک بات پائی گئی تو اس شخص میں نفاق کی ایک بات پائی گئی یہاں تک کہ اس سے توبہ کر لے:

۱) جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔

۲) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔

۳) جب کوئی معاہدہ کرے تو عہد شکنی کرے۔

۴) جب جھگڑا کرے تو گالی بکے۔

(مشکوۃ' ج:۱'ص:۱۷' بحوالہ بخاری ومسلم)

کون کون سے کام خیانت کے زمرے میں آتے ہیں؟

واضح رہے کہ جس طرح روپوں' پیسوں اور مال وسامان کی امانتوں میں خیانت حرام ہے اسی طرح باتوں' کاموں اور عہدوں کی امانتوں میں بھی خیانت حرام ہے۔ مثلاً کسی نے آپ سے اپنے راز کی بات کہہ دی اور آپ سے یہ کہہ دیا کہ یہ بات امانت ہے کسی سے مت کہیے گا اور وہ بات آپ نے کسی سے کہہ دی تو یہ امانت میں خیانت ہوگئی۔ اسی طرح کسی نے آپ کو مزدور رکھ کر کوئی کام سپرد کر دیا مگر آپ نے قصداً اس کام کو بگاڑ دیا یا کم کیا تو آپ نے امانت میں خیانت کی اسی طرح ایک حاکم کے عہدہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے رعایا کی نگرانی رکھے اور ان کی خبر گیری کرتا رہے اور عدل وانصاف قائم رکھے اگر اس نے اپنے عہدہ کی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کیا تو یہ امانت میں خیانت ہوگی اسی طرح رات میں میاں بیوی جو کچھ کہتے یا کرتے ہیں اس میں میاں بیوی ایک دوسرے کے امین ہیں اگر ان دونوں میں سے کسی نے ان باتوں کو دوسرے لوگوں سے کہہ دیا تو یہ بھی امانت میں خیانت ہوگی۔ غرض مزدور' کاری گر ملازم وغیرہ جو کام ان لوگوں کو سونپا گیا ہے' وہ ان کاموں کے امین ہیں اگر یہ لوگ اپنے کام اور ڈیوٹی کے پورا کرنے میں کمی یا کوتاہی کریں گے تو وہ امانت میں خیانت کے مرتکب ہوں گے۔ یاد رکھو ہر قسم کی امانتوں میں خیانت حرام ہے اور ہر خیانت جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ ہر مسلمان کو ہر قسم کی خیانتوں سے بچنا ایمان کی سلامتی اور جہنم سے نجات پانے کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

(جہنم کے خطرات)

(۱۷۳)

سوارِ جہانگیر یکراں براق

وردفی الخبر ان للبراق جنا حین یطیر بھما مابین السمآء والارض ووجھہ کوجہ الانسان ولسانہ کلسان العرب واضح الجبین ضخم القرنین رقیق الاذنین وھما من زبرجد اخضر اسود العینین .... وتوتی الارض من من فضۃ بیضآء فینصب اللہ الجنۃ علیھا.

''حدیث میں وارد ہوا ہے کہ براق کے دو پر ہیں جن سے وہ آسمان وزمین کے درمیان اُڑتا ہے اور چہرہ انسان جیسا اور زبان فصیح عربی ہے اور کشادہ پیشانی اور دو سینگ دو باریک کان سبز زبرجد کے اور کالی آنکھیں اور کہا جاتا ہے کہ درخشندہ ستارے کی مانند اور پیشانی سرخ یاقوت سے اور دُم اس کی گائے کی طرح سرخ سونا سے ملمع اور جسم اس کا گائے کی طرح اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مور کی طرح ہے گدھے سے اونچا اور خچر سے پست براق اس کو اس لیے کہا جاتا ہے کہ برق کی مانند تیز ہے۔ پس جب میدان محشر میں حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قریب آئیں گے تا کہ براق پر سوار ہوں تو وہ بدکنے لگے گا اور کہے گا مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم! مجھ پر نبی ہاشمی بطحی قریشی محمد بن عبداللہ صاحبِ قرآن کے سوا اور کوئی سوار نہیں ہوگا تو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے میں ہی محمد قریشی ہاشمی ہوں تو براق ٹھہر جائے گا۔

تو قیامت کا نقشہ بدل جائے گا

پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سواری فرمائیں گے اس کے بعد عرش کی طرف روانہ ہوں گے تو وہاں سجدہ میں سر مبارک رکھ دیں گے۔ پس آواز آئے گی کہ اپنا سر اُٹھائیں یہ دن رکوع وسجود کا نہیں یہ دن تو لوگوں کے حساب و مجرموں کے عذاب کا ہے۔ سر اُٹھاؤ اور اپنی اُمت کی شفاعت کرو اور جو مانگو آپ کو عطا کیا جائے گا جو آپ چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی بناء پر وہ عنقریب تیرا رب تجھے اتنا عطا کرے گا کہ آپ راضی ہو جاؤ گے پھر اللہ تعالیٰ آسمان کو حکم دے گا کہ وہ برسے' خوب برسنا تو آسمان چالیس دن تک مردوں کی منی کی مانند پانی کی بارش برسائے گا اور پانی ہر چیز سے بارہ گز اونچا ہو جائے گا تو مخلوق اس پانی سے سبزہ کی طرح اُگے گی یہاں تک کہ ان کے اجسام پورے ہو جائیں گے جیسے کہ پہلے تھے پھر اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کو لپیٹ دے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج کس کا ملک ہے تو اسے کوئی جواب نہ دے گا یوں ہی دوسری اور تیسری بار فرمائے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج ایک اللہ قہار کا ملک ہے پھر فرمائے گا کہاں ہیں ظلم و جبر کرنے والے اور کہاں ہیں جبر والوں کی اولاد اور کہاں گئے بادشاہ زادے اور کہاں ہیں جو میرا رزق کھا کر میرے غیر کی عبادت کرتے تھے پھر پہاڑ دُھنکی اون کی طرح ہو جائیں گے پھر زمین بدل دی جائے گی جس پر برے عمل ہوتے رہے اس جگہ جہنم برپا کی جائے گی اور دوسری زمین سفید چاندی کی لائی جائے گی اور اس پر جنت نصب کی جائے گی۔"

(دقائق الاخبار)

ہر نظر کانپ اُٹھے گی محشر کے دن خوف سے ہر کلیجہ دھل جائے گا
اوڑھ کر کالا کمبل وہ آ جائیں گے تو قیامت کا نقشہ بدل جائے گا



(۱۷۴)

حضرت فاروقِ اعظم کا تقویٰ

حضرت سیدنا جُمیع بن عمیر تیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ارشاد فرماتے سنا:

''ایک مرتبہ مالِ غنیمت سے چالیس ہزار درہم میرے حصے میں آئے' میں نے سامان خریدا اور مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً میں اپنے والدِ محترم' خلیفہ ثانی' امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سامان دیکھ کر پوچھا: ''یہ کیا ہے؟''

میں نے عرض کی: ''مجھے مالِ غنیمت سے چالیس ہزار درہم ملے یہ سامان اسی رقم سے خریدا ہے۔''

فرمایا: ''اے میرے بیٹے! اگر مجھے آگ کی طرف لے جایا جائے تو کیا تم یہ سامان فدیہ میں دے کر مجھے بچا لو گے؟''

میں نے کہا: ''کیوں نہیں! بلکہ میں اپنا سب کچھ آپ رضی اللہ عنہ پر قربان کر دوں گا۔''

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میرے بیٹے! بے شک میں جھگڑے میں پھنسا ہوا ہوں' لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی اور امیر المومنین کے لاڈلے بیٹے ہیں' تمہیں سستے داموں سامان بیچ دیا ہو اور ہو سکتا ہے ایک درہم نفع لینا بھی پسند نہ کیا ہو۔ میرے بیٹے سنو! عنقریب میں تمہیں ایسا نفع دوں گا کہ کسی قریشی مرد سے ایسا نفع نہ ملا ہو گا۔''

یہ کہہ کر آپ رضی اللہ عنہ حضرت سیدہ صفیہ بنت عبید رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور کہا: ''اے عبید کی بیٹی! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تم اپنے گھر سے کوئی چیز نہ نکالوگی۔''

انہوں نے عرض کی: ''اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! آپ رضی اللہ عنہ بالکل بے فکر رہیں، میں وہی کروں گی جو آپ رضی اللہ عنہ فرمائیں گے۔''

عہدے اور منصب کا فائدہ اُٹھانا

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''چند دن آپ رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ کو چھوڑے رکھا پھر تاجروں کو بلایا تو انہوں نے چار لاکھ درہم میں وہ سامان خرید لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسی ہزار درہم مجھے دیئے اور بقیہ تین لاکھ بیس ہزار درہم حضرت سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی طرف بھجوائے اور پیغام دیا کہ یہ مال ان لوگوں میں تقسیم کر دیا جائے جو جہاد میں شریک ہوئے اگر ان میں سے کوئی فوت ہو گیا ہو تو اس کے ورثاء میں تقسیم کر دیا جائے۔'' (عیون الحکایات)

☆......حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے میرے کندھے پکڑ کر ارشاد فرمایا: ''دنیا میں ایک اجنبی اور مسافر بن کر رہو۔''

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''جب تو شام کرے تو آنے والی صبح کا انتظار مت کر اور جب صبح کرے تو شام کا منتظر نہ رہ اور حالتِ صحت میں بیماری کے لیے اور زندگی میں موت کے لیے تیاری کر لے۔'' (صحیح البخاری الحدیث: ۶۴۱۶، ص: ۵۳۹)

☆......حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کا عذر قبول نہیں فرمائے گا جس کی موت کو مؤخر کر دیا حتیٰ کہ اسے ساٹھ سال تک پہنچا دیا۔'' (مطلب یہ کہ وہ اس عمر میں بھی گناہوں سے باز نہ آیا)

(صحیح البخاری الحدیث: ۶۴۱۹، ص: ۵۳۹)

(۱۷۵)

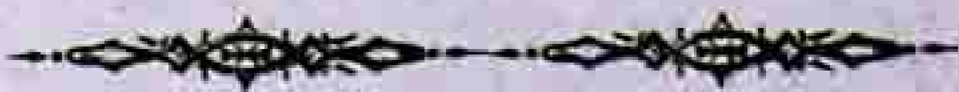
اپنے بھائی کو سنبھالو

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اِبْتَعَثَ نَبِيَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ لِاَدْخَالِ رَجُلٍ اِلَی الْجَنَّةِ ۔ فَدَخَلَ الْكَنِیْسَةَ فَاِذَا هُوَ بِیَهُوْدٍ فِیْهَا وَاِذَا هُوَ یَهُوْدِیٌّ یَقْرَأُ عَلَیْهِمُ التَّوْرَاةَ ۔ فَلَمَّا اَتَوْا عَلٰی صِفَةِ النَّبِیِّ اَمْسَكُوْا ۔ وَفِیْ جَانِبِهَا رَجُلٌ مَرِیْضٌ ۔ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَالَكُمْ اَمْسَكْتُمْ؟ قَالَ الْمَرِیْضُ اِنَّهُمْ عَلٰی اَتَوْا عَلٰی صِفَةِ نَبِیٍّ وَاَمْسَكُوْا ۔ ثُمَّ جَاءَ الْمَرِیْضُ یَحْبُوْا حَتّٰی اَخَذَا ۔ التَّوْرَاةَ فَقَرَأَ حَتّٰی اَتٰی عَلٰی صِفَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَاُمَّتِهٖ فَقَالَ: هٰذِهٖ صِفَتُكَ وَصِفَةُ اُمَّتِكَ ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْكَ وَسَلَّمَ ۔ فَقَالَ النَّبِیُّ لِاَصْحَابِهٖ: لُوْاَخَاكُمْ ۔

(مسند احمد' ج:۱' ص:۴۱۶' ابن عساکر' ج:۳' ص:۳۸۹' مجمع الزوائد (ہیثمی) ج:۸' ص:۲۳۱' مدارج النبوۃ (شیخ محقق) ج:۱' ص:۱۰۶ (فارسی))

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تاکہ وہ ایک آدمی کو جنت میں داخل کر دیں۔ پس آپ ان کے عبادت خانہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ یہودی لوگ بیٹھے ہوئے ہیں

اوران میں ایک یہودی تورات پڑھ رہا ہے۔ پس جب وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت پر پہنچا تو وہ سب خاموش ہو گئے۔ ان کی ایک طرف ایک مریض آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ بتاؤ خاموش کیوں ہو گئے ہو؟ مریض نے کہا: ایک نبی کی صفت تک پہنچے ہیں تو خاموش ہو گئے ہیں پھر وہ مریض آہستہ آہستہ قریب ہوا تو اس نے تورات پڑھنا شروع کی یہاں تک کہ وہ نبی اوران کی اُمت کی صفات پر پہنچا تو کہنے لگا کہ یہ آپ کی صفت ہے اور یہ آپ کی اُمت کی صفت ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ پس حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ علیہم الرضوان سے فرمایا کہ اپنے بھائی کو سنبھالو۔“



(۱۷۶)

بے مثال سواری اور لاجواب سوار

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نور العین اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دل کا چین تھے۔ دوشِ رسالت کے شاہسوار تھے۔ ان کی تربیت کے تین بڑے مکتب تھے پہلا مکتب آغوشِ فاطمہ رضی اللہ عنہا' دوسرا مکتب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شفقت بھری تربیت اور تیسرا مکتب آپ کے نانا جان سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک گود تھی جب ماں صاحب لولاک کی بیٹی ہو تو بیٹا کتنا عظیم ہوگا۔ کتنا بہادر اور جری ہوگا کتنے صبر واستقلال والا ہوگا۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں نماز ادا کر رہے تھے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کھیلتے ہوئے مسجد میں آگئے اور آپ کی پشت پر بیٹھ گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز کا سجدہ لمبا کر دیا تاکہ آپ کے اُٹھنے سے وہ گر نہ پڑیں اور وہ دیر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک پیٹھ پر بیٹھ کر کھیلتے رہے۔ ایک مرتبہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر سوار تھے کہ سامنے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگئے۔ آپ نے دیکھتے ہی کہا نعم المرکب کتنی اچھی سواری ہے؟ اس پر سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نعم الراکب اے عمر رضی اللہ عنہ! یہ بھی تو دیکھو سوار کتنا اچھا ہے سواری بھی بے مثال تھی سوار بھی لاجواب۔

(ماخوذ از شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ ادارہ تالیفات اشرفیہ)



(۱۷۷)

جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون؟

شیخ عبدالرحمٰن صفوری شافعی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ ایک بار امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حاسدوں نے چاہا کہ ان کی بات کو بٹہ اور شہرت کو دھبہ لگائیں اس ارادہ سے ایک عورت کو کچھ دے دِلا کر اس امر پر آمادہ کیا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو رات کے وقت اپنے گھر بلائے اور لوگوں پر ظاہر کرے کہ انہوں نے میری آبروریزی کا ارادہ کیا تھا۔ چنانچہ پچھلی رات کو وہ نماز صبح کے ارادہ سے جامع مسجد میں جا رہے تھے کہ وہ ان کے سامنے آکھڑی ہوئی اور کہنے لگی:

"میرا خاوند بیمار پڑا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ کچھ وصیت کر لے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں وصیت سے پہلے اس کا انتقال نہ ہو جائے ذرا آپ میرے ساتھ چلے چلیے۔"

چنانچہ وہ اس کے ہمراہ اس کے گھر میں داخل ہوئے اس نے کواڑ بند کر لیے اور چلانے لگی۔ حاسدین جو تاک میں تھے، آپہنچے اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اور اس عورت کو گرفتار کر کے خلیفہ کے پاس لے گئے۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ طلوعِ آفتاب تک ان دونوں کو قید خانے میں رکھو۔ امام صاحب قید خانے میں نماز پڑھنے لگے وہ عورت نادم ہوئی اور لوگوں نے جو اسے سکھایا پڑھایا تھا ان سے بیان کر دیا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا: داروغہ جیل سے کہہ کہ مجھے ایک ضرورت درپیش ہے، میں جاتی ہوں اور ابھی لوٹ آؤں گی۔ یہ کہہ کر اُم حماد یعنی میری بیوی کے پاس جا اور سارا ماجرا بیان کر کے کہہ دے وہ میرے پاس اس وقت چلی آئے اور تو اپنا راستہ لے اس عورت نے ایسا

ہی کیا اور امام صاحب کی بیوی آ گئیں جب آفتاب نکلا تو خلیفہ نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور عورت کو طلب کیا اور امام صاحب سے کہا: ''تمہیں اجنبیہ کے ساتھ خلوت میں رہنا کس طرح جائز تھا؟''

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: ''فلاں شخص کو میرے پاس بلوا دیجیے۔''

یعنی اپنے سسر کو بلوایا جب وہ آئے تو آپ نے اپنی بیوی کا منہ کھول کر انہیں دِکھلا دیا اور پوچھا: ''یہ کون ہے؟'' انہوں نے اپنی بیٹی کو دیکھ کر پہچان لیا اور کہنے لگا: ''یہ میری بیٹی ہے۔ میں نے امام صاحب کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا تھا۔''

پس اس طرح خدا نے ان کو اونچا کیا اور ان کی آبرو محفوظ رہی۔

اماموں کا امام

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو کبھی کسی دشمن کی بُرائی کرتے نہیں سنا۔

علی ابن ابی عاصم کہتے ہیں: ''اگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عقل کا آدھی روئے زمین کے لوگوں کی عقل سے موازنہ کیا جائے تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کی عقل غالب رہے گی۔'' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار سے یہ شعر ہیں

اِنْ یَّحْسُدُوْنِیْ فَاِنِّیْ غَیْرُ لَائِمِھِمْ
قَبْلِیْ مِنَ النَّاسِ اَھْلُ الْفَضْلِ قَدْ حُسِدُوْا
فَدَامَ لِیْ وَلَھُمْ مَابِیْ وَمَابِھِمْ
وَمَاتَ اَکْثَرُنَا غَیْظًا بِمَا یَجِدُ

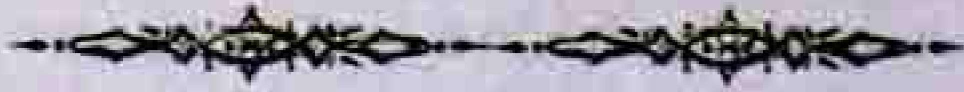
''اگر لوگ مجھ سے حسد کریں تو میں ان کو کبھی بُرا بھلا نہ کہوں گا میرے سوا اور اہلِ فضل پر بھی (لوگوں کو) حسد ہوتا رہا ہے لیکن جو مجھ میں اور ان میں (فضل و کمال) ہے وہ ویسا ہی رہا اور ہمارے بہت سے (حاسد) حسد کے مارے مر کھپ گئے۔''

جعفر بن ربیع کہتے ہیں:

''میں پانچ برس تک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہا' ان سے زیادہ دیر تک خاموش رہنے والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا لیکن جب کبھی کوئی فقہ کی بات ان سے پوچھی گئی تو اس وقت کھل کر وادی کی طرح بہہ نکلے یعنی خوب وضاحت کی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ لوگ فقہ میں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عیال ہیں۔

(خیر المجالس)



(۱۷۸)

ناپ تول میں کمی کرنے کا گناہ

سامان اور سودا لیتے دیتے وقت ناپ تول میں کمی کرنا ایک قسم کی چوری اور خیانت ہے جو حرام اور سخت گناہ ہے جس کی سزا جہنم کا عذاب ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ط ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ○ (بنی اسرائیل رکوع ۴)

''اور ناپو تو پورا ناپو اور برابر ترازو سے تولو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا ہے۔''

ایک دوسری آیت میں فرمایا:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ○ اَلَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ○ وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ○ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ○ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ○ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

(المطففین)

''کم تولنے والوں کے لیے خرابی ہے وہ کہ جب اوروں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں اور جب انہیں ناپ تول کر دیں تو کم کریں۔ کیا ان لوگوں کو خیال نہیں کہ انہیں اُٹھنا ہے ایک عظمت والے دن کے لیے جس دن سب لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔''

ایک اور آیت میں یوں ارشاد فرمایا:

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ○ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ

الْمُسْتَقِيمِ ○ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَ هُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ○ (الشعراء، رکوع:۱۰)

''اور ناپ کو پورا کرو اور گھٹانے والوں میں سے مت ہو جاؤ اور درست ترازو سے تولو اور لوگوں کو چیزیں کم کر کے نہ دو اور زمین میں فساد پھیلاتے ہوئے نہ پھرو۔''

احادیث مبارکہ

اسی طرح حدیثوں میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کم ناپ تول کی ممانعت و مذمت بار بار فرمائی ہے اور ناپ تول پورا پورا دینے کی تاکید فرمائی ہے۔

۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپ تول کرنے والوں سے فرمایا:

''بے شک تم لوگ ایسے کام پر لگائے گئے ہو کہ اس کام میں تم سے پہلے کچھ اُمتیں ہلاک ہوگئیں۔'' (ترمذی، جلد اول، ص:۱۴۶)

مطلب یہ ہے کہ ناپ تول میں کمی نہ کرو کیونکہ تم سے پہلے کچھ اُمتوں نے ناپ تول میں کمی کی تھی تو ان پر خدا کا عذاب آ گیا اور ان کو عذابِ الٰہی نے ہلاک کر ڈالا لہٰذا تم لوگ ناپ تول کرنے میں ہرگز ہرگز کبھی کمی نہ کرنا ورنہ تمہارے لیے بھی عذابِ الٰہی سے ہلاکت کا خطرہ ہے۔

۲) حضرت سوید بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے جو مزدوری لے کر تولتا تھا فرمایا: زن وارجح۔

''وزن کرو اور کچھ بڑھا کر تولو، کم نہ تولو۔'' (مشکوٰۃ، ج:۱، ص:۳۵۳، بحوالہ ابوداؤد)

خلاصہ یہ ہے کہ ناپ تول میں ہرگز ہرگز کمی نہیں ہونی چاہیے کہ یہ چوری اور بدترین خیانت اور دھوکہ بازی ہے جو حرام و گناہ ہے اور تجارت کی برکت کو برباد کرنے والا کام ہے لہٰذا ہر مسلمان کو اس سے بچنا ضروری ہے تاکہ وہ جہنم کے خطرات سے محفوظ رہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۷۹)

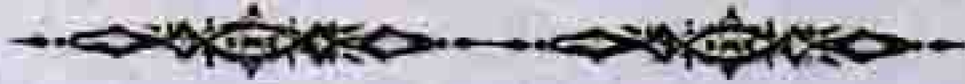
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مدبرانہ سوال

وروی عن عآئشة انها قالت قلت یارسول اللہ یوم تبدل الارض غیر الارض این الناس یومئذ قال سالتنی عن شیء عظیم ما سالنی عنہ غیرك الناس یومئذ علی الصراط فیخرجون من القبور حافیا وعریانا ۔ ....

''اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے عرض کی' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب زمین کو غیر زمین سے بدلا جائے گا تو لوگ کہاں ہوں گے؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اے عائشہ! تو نے مجھ سے آج بڑی چیز پوچھی جسے تیرے سوا لوگوں میں سے کسی نے اب تک نہ پوچھا۔ لوگ اس وقت پل صراط پر گزرتے ہوں گے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے اسرافیل اُٹھو اور اُٹھانے کا صور پھونکو پس وہ صور پھونکے گا اور آواز دے گا کہ اے بدنوں سے نکلنے والی روحو اور بوسیدہ ہڈیو اور اے بکھرنے والے جسموں اور منقطع رگو اور جدا ہونے والی کھالو گرے ہوئے بالو اللہ کے حکم اور قضاء سے کھڑے ہو جاؤ تو وہ اللہ تعالیٰ کے امر سے کھڑے ہو جائیں گے جب کھڑے ہوں گے تو آسمان کی طرف دیکھیں گے تحقیق وہ فنا ہو چکا ہوگا اور زمین کی جانب دیکھیں گے تحقیق وہ بدل چکی ہوگی اور پہاڑوں کی طرف دیکھیں گے وہ چل چکے ہوں گے اور اونٹنیوں کو دیکھیں گے وہ آزاد پھرتی ہوں گی اور حیوانات جمع ہو چکے ہوں گے اور دریا خشک ہو چکے ہوں گے اور جانوں کے جوڑے بن چکے ہوں گے اور عذاب

کے فرشتے حاضر ہوں گے۔

اور سورج لپیٹ دیا گیا ہوگا اور میزان قائم ہو چکا ہوگا اور جنت نزدیک کر دی گئی ہو گی پھر ہر جان جانے گی جو حاضر لائی اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کافر کہیں گے ''خرابی ہماری ہمیں کس نے ہماری قبروں سے اُٹھا دیا''۔ پس انہیں مومنین جواب دیں گے کہ ''یہ وہی دن ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا اور پیغمبروں نے سچ کہا''۔ تو وہ قبروں سے ننگے پاؤں برہنہ اُٹھائے جائیں گے۔'' (دقائق الاخبار)



(۱۸۰)

جانثار و وفادار کتا

حضرت سیدنا ابو عبیدہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے:

''بصرہ کا ایک شخص اپنے گہرے دوست اور سگے بھائی کے ساتھ کہیں سفر پر جانے لگا تو اس کا پالتو کتا بھی پیچھے پیچھے چل پڑا اس نے کتے کو بھگایا لیکن وہ ساتھ ساتھ چلتا رہا اس نے غصے میں آ کر پتھر مارا' کتا زخمی ہو گیا مگر ساتھ نہ چھوڑا پھر جب وہ شخص ایک بستی کے قریب سے گزرا تو دشمنوں نے اسے پکڑ لیا۔ یہ دیکھ کر اس کا دوست اور بھائی اسے دشمنوں کے پاس ہی چھوڑ کر بھاگ گئے۔ انہوں نے اسے خوب مارا اور زخمی کر کے ایک کنویں میں ڈال کر اوپر سے مٹی برابر کر دی۔ کتا ان پر مسلسل بھونکتا رہا' انہوں نے کتے کو بھی زخمی کیا اور واپس چلے گئے۔ کتے نے کنویں کے پاس آ کر اپنے پنجوں سے مٹی ہٹانا شروع کر دی۔ بالآخر مسلسل جدوجہد کے بعد اس شخص کا سر ظاہر ہوا اس میں ابھی زندگی کے آثار باقی تھے۔ کتا اس کے منہ تک مٹی صاف کر چکا تھا اتنے میں وہاں سے ایک قافلہ گزرا جب انہوں نے کتے کو دیکھا تو سمجھے کہ شاید یہ قبر کھود رہا ہے مگر جب قریب آئے تو حقیقت حال جان کر بہت حیران ہوئے اس شخص کو دیکھا تو زندگی کے آثار باقی تھے۔ انہوں نے اسے فوراً نکال کر اس کے گھر پہنچا دیا جس کنویں میں اسے ڈالا گیا تھا اب وہ کنواں ''بئر الکلب'' کے نام سے مشہور ہے۔ کسی شاعر نے اس واقعہ کو اپنے شعر میں اس طرح بیان کیا:

یعرج عنہ جارہ وشقیقہ

وینبش عنہ کلبہ وھو ضاربہ

''اس کا سگا بھائی اور پڑوسی اسے چھوڑ جاتے ہیں جب کہ اس کا کتا اسے زمین کھود کر نکالتا ہے حالانکہ وہ (کتے کو) مارنے والا ہے۔'' (عیون الحکایات)

ایک کتے نے اپنی جان دے کر اپنے مالک کو بچالیا

حضرت سیدنا محمد بن خلاد علیہ الرحمہ سے منقول ہے:

''ایک شخص کسی بادشاہ سے ملنے جا رہا تھا کہ راستے میں اسے ایک قبر نظر آئی جس پر قبہ بنا ہوا تھا، وہ قریب گیا تو ایک تختی پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی:

''یہ ایک کتے کی قبر ہے جسے یہ پسند ہو کہ اس قبر کے متعلق جانے تو اسے چاہیے کہ فلاں بستی میں چلا جائے وہاں اسے خبر دینے والا کوئی نہ کوئی مل جائے گا۔''

یہ تحریر پڑھ کر وہ مطلوبہ بستی میں گیا تو لوگوں نے اسے ایک گھر کا پتہ بتایا جب وہ بتائے ہوئے مکان پر پہنچا تو وہاں سو سال سے بھی زائد عمر کا ایک بوڑھا ملا۔ آنے کا مقصد بتایا تو بوڑھے نے کہا:

''ہاں! میں تجھے اس قبر کے متعلق بتاتا ہوں غور سے سن! ہمارے اس علاقے میں ایک عظیم الشان بادشاہ حکومت کرتا تھا اسے سیر و سیاحت اور شکار کا بہت شوق تھا اس کا پالتو کتا ہر وقت اس کے ساتھ رہتا۔ بادشاہ صبح و شام اپنے کھانے میں سے اسے کھانا کھلاتا۔ ایک مرتبہ بادشاہ نے اپنے غلام سے کہا:

''باورچی سے کہو کہ ہم شکار کے لیے جا رہے ہیں، ہمارے لیے دودھ میں روٹیاں ڈال کر بہترین ثرید تیار کر رکھے، ہم واپسی پر وہی ثرید کھائیں گے۔''

یہ کہہ کر وہ شکار کے لیے چلا گیا۔ باورچی نے ثرید تیار کیا اور اس کو کسی چیز سے ڈھانپے بغیر دوسرے کاموں میں مصروف ہو گیا اچانک کہیں سے ایک خطرناک اژدھا آیا اس نے برتن میں منہ ڈال کر دودھ پیا اور اپنے منہ کا زہر اس میں اُگل دیا۔ کتے اور گونگی کنیز نے یہ منظر دیکھ لیا اور باقی کسی کو اس واقعہ کا علم نہ ہوا۔ بادشاہ نے واپسی پر کھانا طلب کیا تو باورچی نے وہی زہر ملا ثرید سامنے رکھ دیا۔ گونگی کنیز نے اشاروں سے

سمجھانے کی کوشش کی کہ اس کھانے میں خطرناک اژدہے کا زہر شامل ہے لیکن کوئی بھی اس کی بات نہ سمجھ سکا۔ کتا بھونک بھونک کر سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن کوئی نہ سمجھا۔ بادشاہ نے کتے کے سامنے روٹی ڈالی لیکن اس نے روٹی کو منہ تک نہ لگایا بلکہ مسلسل بھونکتا رہا۔ یہ دیکھ کر بادشاہ نے کہا:

''نہ جانے اسے کیا مسئلہ ہے' اسے اپنے حال پر چھوڑ دو۔''

پھر جیسے ہی بادشاہ نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا' کتے نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور وہی زہر ملا کھانا کھانے لگا' کچھ ہی دیر میں اس نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی اب گونگی کنیز نے اشاروں سے بتایا تو سب لوگ سمجھ گئے کہ اس دودھ میں اژدہے کا زہر شامل ہو گیا تھا اگر بادشاہ اسے کھا لیتا تو فوراً مر جاتا۔ کتے نے اپنے مالک کو بچانے کے لیے اپنی جان دے دی تھی۔ بادشاہ اور وہاں پر موجود تمام لوگ کتے کی وفاداری پر بہت حیران ہوئے۔ بادشاہ نے اپنے وزیروں مشیروں کو مخاطب کر کے کہا:

''دیکھو! اس بے زبان جانور نے مجھ پر اپنی جان قربان کر دی اب یہ ہماری طرف سے اچھی جزاء کا مستحق ہے' اسے کوئی بھی ہاتھ نہ لگائے' میں خود اسے اُٹھاؤں گا اور اپنے ہاتھوں سے دفن کروں گا۔''

چنانچہ بادشاہ نے اس وفادار کتے کے لیے ایک قبر کھدوائی اور اپنے ہاتھوں سے دفن کر کے اس کی قبر پر قبہ بنا دیا جسے تم دیکھ کر آ رہے ہو۔ بوڑھے کی زبانی وفادار کتے کی کہانی سن کر وہ شخص بہت حیران ہوا۔'' (ایضاً)

(۱۸۱)

ذکر رو کے فضل کا ٹے نقص کا جویاں رہے

عَنْ سَهْلٍ مَوْلٰی غَيْثَمَةَ اَنَّهٗ كَانَ نَصْرَانِيًّا مِّنْ اَهْلِ مُرِيْسٍ وَّاَنَّهٗ يَتِيْمًا فِیْ حِجْرِ اُمِّهٖ وَعَمِّهٖ .... فَقُلْتُ فِيْهَا نَعْتُ النَّبِیِّ اَحْمَدَ فَقَالَ فَقَالَ: اِنَّهٗ لَمْ يَاْتِ بَعْدُ ۔

(طبقات ابن سعد ج:ا ص:۳۶۳ ابن عساکر ج:۳ ص:۳۸۹ مختصر ابن منظور ج:۲ ص:۴۱ الوفاء (ابن جوزی) ص:۵۴ حجۃ اللہ علی العالمین (نبہانی) ج:ا ص:۲۰۰)

''غنیمہ کے غلام سہل سے روایت ہے کہ وہ اہلِ مریس میں سے ایک عیسائی تھے جو کہ یتیم تھے اپنی ماں اور اپنے چچا کے زیرِ کفالت تھے۔ ان کا چچا تورات اور انجیل کا قاری تھا' وہ انجیل پڑھتا رہتا تھا یہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اپنے چچا کا مصحف (انجیل) پکڑ کر پڑھنے لگا یہاں تک کہ ایک صفحہ تک پہنچا جس صفحہ کی کتابت خراب تھی' میں نے جب ہاتھ سے اسے چھوا تو میں نے اسے دیکھا کہ وہ کاغذ گوند سے مکمل طور پر چپکا ہوا تھا۔ چنانچہ جب میں نے اسے کھولا تو اس میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف لکھی ہوئی پائی کہ بے شک وہ نہ پستہ قد ہوں گے اور نہ ہی دراز قد' ان کی رنگت سفید ہوگی' دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت ہوگی' کپڑا کثرت سے لپیٹنے والے ہوں گے' صدقہ قبول نہیں کریں گے' گدھے اور اونٹ پر سواری کریں گے' بکری کا دودھ دوہیں گے' پیوند لگی قمیص پہنیں گے اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ شرک سے آزاد ہوگا اور وہ ایسا ہی کریں گے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہوں گے' ان کا نام مبارک احمد ہوگا۔ حضرت

سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ذکر تک پہنچا تو میرا چچا آ گیا اس نے وہ کاغذ دیکھا تو مجھے مارا اور کہا: تجھے کیا ہوا تو نے یہ کاغذ کیوں کھول کر پڑھا؟ میں نے کہا: اس میں اس نبی کی تعریف ہے جو کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کہنے لگا کہ جس نبی کی یہ تعریف ہے وہ ابھی نہیں آئے۔'' استغفر اللہ



(۱۸۲)

اُم المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی برکت

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ اور ایمان والوں کی ماں ہیں۔ یہ ایک غزوہ میں قید ہو کر آئیں' قیدیوں کی تقسیم میں یہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ (بقولِ بعض اپنے چچازاد) کے حصہ میں آئیں لیکن انہوں نے اپنے مالک سے اس طرح طے کر لیا کہ اتنا مال مجھ سے لے لو اور مجھے آزاد کر دو۔ یہ معاملہ کر کے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ سے مالی امداد چاہی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تمہیں اس سے بہتر بات نہ بتادوں؟ وہ یہ کہ میں تمہاری طرف سے مال ادا کر دوں اور تم سے نکاح کر لوں۔''

انہوں نے بخوشی اس بات کو منظور کر لیا تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف سے مال ادا کر کے نکاح فرمالیا' ان کی قوم کے سینکڑوں افراد' حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ملکیت میں آچکے تھے کیونکہ وہ سب لوگ قیدی ہو کر آئے تھے۔ جب صحابہ کرام علیہم الرضوان کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آگئی ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کے پیشِ نظر سب نے اپنے اپنے غلام اور باندیوں کو آزاد کر دیا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی محبت کا کیا کہنا اس جذبے کے تحت کہ اب یہ لوگ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال والے ہو گئے ہیں' ان کو غلام بنا کر

کیونکر رکھیں، سبھی کو آزاد کر دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدہ جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کر لینے سے بنوالمصطلق کے سو گھرانے آزاد ہوئے، میں نے کوئی عورت ایسی نہیں دیکھی جو سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر اپنی قوم کے لیے باعثِ برکت ثابت ہوئی ہو۔'' (ماخوذ از قصص معارف القرآن)

(۱۸۳)

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ مشکل میں

عبید بن اسحٰق نے روایت بیان کی ہے کہ امام ابو یوسف اور ان کی بیوی کے مابین ایک رات جھگڑا ہو گیا جس کے نتیجے میں ان کی بیوی ناراض ہو گئی اور ان سے بات کرنا چھوڑ دیا۔ امام ابو یوسف بھی غصے ہوئے اور قسم اُٹھالی کہ اگر اس نے میرے ساتھ بات نہ کی تو اسے تین طلاقیں اب امام ابو یوسف کوشش کرنے لگے کہ آج رات وہ ان کے ساتھ بات کرے لیکن وہ بالکل خاموش تھی، چنانچہ امام ابو یوسف مغموم ہوئے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے کی طرف روانہ ہوئے، دروازہ کھٹکھٹایا امام صاحب نے فرمایا رات کے ایسے وقت میں کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا، ابو یوسف۔ فرمایا کوئی حرج نہیں اللہ میری اور تمہاری مغفرت کرے، دروازہ کھولا، وہ اندر داخل ہوئے اور اپنا قصہ بیان کیا۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کا حل آسان ہے، چراغ لائے اور ساتھ ہی خوب صورت لباس لائے اور خوشبو لائے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو لباس پہنایا اور خوشبو لگوائی اور فرمایا کہ اب گھر جاؤ اور اپنی بیوی سے کہو کہ اگر تو مجھ سے بات نہیں کرتی تو تیرا کیا گمان ہے کہ تیرے علاوہ مجھے اور کوئی بیوی نہیں ملے گی؟

جب امام ابو یوسف گھر میں داخل ہوئے اور ان کی بیوی نے جب انہیں دیکھا کہ زرق برق لباس زیب تن ہے اور خوشبوئیں مہک رہی ہیں اور جب انہوں نے اپنی بات دہرائی تو وہ سمجھی کہ شاید دوسرے نکاح کی تیاری کر کے آئے ہیں تو اب وہ فوراً اُٹھی اور کہا: اے سرتاج! فلاں بات اس طرح ہے (یعنی بول پڑیں) اس طرح امام ابو یوسف اپنی قسم سے بری ہو گئے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فراست کی برکت سے۔ (مناقب ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ)

(۱۸۴)

جو ہو ذوقِ یقین کامل......

ایک بار قبیلہ اشعر کے لوگ کچھ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے جو کچھ توشہ اور کھانا وغیرہ ان کے پاس تھا' وہ ختم ہو گیا۔ انہوں نے سوچا کیا کیا جائے؟ چنانچہ انہوں نے اپنے ایک آدمی کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس غرض سے بھیجا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے کھانے وغیرہ کا کچھ انتظام فرما دیں۔ یہ آدمی جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پہنچا تو گھر سے قرآنِ کریم کی تلاوت کی آواز آئی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا.

یہ سن کر اس آدمی نے یہ سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے تو سب جان داروں کا رزق اپنے ذمہ لے لیا ہے تو پھر ہم اشعری لوگ اللہ کے نزدیک دوسرے جانوروں سے بھی گئے گزرے تو نہیں...... وہ ضرور ہمیں بھی اپنے خزانے سے رزق دے گا' یہ خیال کر کے وہیں سے وہ شخص واپس آ گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حال نہ سنایا۔

واپس جا کر اپنے ساتھیوں سے کہا: خوش ہو جاؤ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد آ رہی ہے اس کے اشعری ساتھی اس کا مطلب یہ سمجھے کہ ان کے قاصد نے حسبِ قرار داد رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی حاجت کا ذکر کیا ہے اور آپ نے انتظام کرنے کا وعدہ فرما لیا ہے وہ یہ سمجھ کر مطمئن بیٹھ گئے وہ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ دیکھا کہ دو آدمی ایک بڑا سا برتن گوشت اور روٹیوں سے بھرا ہوا لے آئے اور ان کو دے دیا۔ انہوں نے یہ لذیذ کھانا

خوب سیر ہو کر کھایا پھر بھی بچ رہا تو ان لوگوں نے یہ مناسب سمجھا کہ باقی کھانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیں تاکہ اس کو آپ اپنی دیگر ضروریات میں صرف فرما لیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

اس کے بعد یہ سب لوگ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا بھیجا ہوا کھانا بہت زیادہ اور بہت خوش ذائقہ ولذیذ تھا۔ آپ نے فرمایا: میں نے تو کوئی کھانا نہیں بھیجا تب انہوں نے پورا واقعہ عرض کر دیا کہ ہم نے اپنے فلاں آدمی کو آپ کے پاس بھیجا تھا اس نے ہمیں یہ یہ جواب دیا جس سے ہم نے یہ سمجھا کہ آپ نے کھانا بھیجا ہے۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میں نے نہیں بلکہ اس ذاتِ قدوس (اللہ تعالیٰ جل شانہ) نے بھیجا تھا بلاشبہ جس نے ہر جان دار کا رزق اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔

(تفسیر قرطبی)



(۱۸۵)

رشوت و مالِ حرام

رشوت لینا دینا اور دونوں کے درمیان دلالی کرنا حرام و گناہ ہے۔ قرآن میں رشوت کو "سحت" یعنی مالِ حرام کہا گیا ہے اور حدیثوں میں اس کی شدید ممانعت آئی ہے۔

۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے اور ان دونوں کے درمیان دلالی کرنے والے پر لعنت فرمائی۔ (کنز العمال، ج: ۵، ص: ۴۹۲)

۲) امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دو دروازے ایسے ہیں کہ لوگ ان دونوں دروازوں سے کھاتے ہیں ایک رشوت، دوسرے زانیہ کی کمائی۔

(کنز العمال، ج ۵، ص: ۴۹۲)

الحاصل رشوت کا مال حرام ہے اور رشوت لینا دینا حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے ہاں البتہ اگر کسی مسلمان کا کوئی حق مارا جاتا ہو اور رشوت دینے سے وہ حق مل جاتا ہو اور رشوت دینے کے بغیر وہ حق نہ مل سکتا ہو تو ایسی صورت میں رشوت دینا جائز ہے مگر لینا کسی حالت میں بھی جائز نہیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

☆...... حدیث شریف میں ہے کہ مسلمان کے لیے فرائضِ خداوندی یعنی نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ کے بعد رزقِ حلال طلب کرنا فرض ہے اور مومن کے لیے ضروری ہے کہ ہمیشہ مال حلال ہی استعمال کرے اور مال حرام سے بچتا رہے۔ چنانچہ خداوندِ کریم

نے قرآن مجید میں فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۔ (البقرہ:ع:۲۱)

"اے ایمان والو! ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہلال کو کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔"

احادیث مبارکہ

اس بارے میں مندرجہ ذیل چند حدیثیں بھی پڑھ لیجیے اور اس کی اہمیت کو سمجھیے۔

۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی یہ پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے جو مال حاصل کیا ہے وہ حرام ہے یا حلال۔ (بخاری ج:۱ ص:۲۷۶)

۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بندہ جو حرام مال کمائے گا اگر اس کو صدقہ کرے گا تو وہ مقبول نہیں ہوگا اور اگر خرچ کرے گا تو اس میں برکت نہ ہوگی اور اگر اس کو اپنی پیٹھ کے پیچھے چھوڑ کر مرجائے گا تو وہ اس کے لیے جہنم کا توشہ بنے گا۔

(مشکوٰۃ ج:۱ ص:۲۴۲ بحوالہ امام احمد)

۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ گوشت جنت میں نہیں داخل ہوگا جو حرام غذا سے بنا ہوگا اور ہر وہ گوشت جو حرام سے بنا ہو جہنم اس کا زیادہ حق دار ہے۔ (مشکوٰۃ ج:۱ ص:۲۴۲ بحوالہ احمد وغیرہ)

۴) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میرے باپ (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) کا ایک غلام تھا وہ اپنی کمائی لا کر میرے باپ کو دیتا تھا اور آپ اس کی کمائی کھاتے تھے۔ ایک دن وہ غلام کوئی چیز لایا اور میرے والد نے اس کو کھالیا پھر اس غلام نے خود ہی پوچھا کہ آپ جانتے ہیں یہ کیا چیز تھی؟ جو آپ نے کھالی ہے تو حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غلام سے دریافت کیا کہ تم ہی بتاؤ وہ کیا چیز تھی؟ غلام نے کہا: میں نے زمانہ جاہلیت میں کاہن بن کر ایک شخص کو غیب کی خبر بتائی تھی حالانکہ میں کہانت کے فن کو نہیں جانتا تھا۔ میں نے اس کو دھوکہ دے دیا تھا اب اس نے مجھ سے ملاقات کی اور اسی کہانت کے معاوضہ میں اس نے مجھے وہ چیز دی تھی جو آپ نے کھالی ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حلق میں انگلی ڈال کر جو کچھ کھایا تھا' سب قے کر دیا۔

(مشکوٰۃ' ج:۱'ص:۲۴۳ بحوالہ بخاری)

۵) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بدن جنت میں نہیں داخل ہوگا جس کو حرام سے غذا دی گئی ہو۔

(مشکوٰۃ' ج:۱'ص:۲۴۳ بحوالہ بیہقی)

۶) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انہوں نے فرمایا: جو کسی کپڑے کو دس درہم میں خریدے اور اس میں ایک درہم بھی حرام کا ہو تو جب تک وہ کپڑا اس آدمی کے بدن پر رہے گا اللہ تعالیٰ اس کی کسی نماز کو قبول نہیں فرمائے گا یہ کہہ کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی دونوں انگلیوں کو دونوں کانوں میں ڈال کر یہ فرمایا کہ اگر میں نے اس حدیث کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہو تو میرے یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں۔

(مشکوٰۃ' ج ا'ص:۲۴۳ بحوالہ احمد وغیرہ)

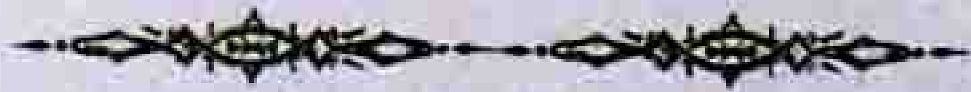
۷) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ سودا بیچنے میں بکثرت قسم کھانے سے بچتے رہو کیونکہ قسم کھانے سے سودا تو بک جاتا ہے لیکن اس کی برکت برباد ہو جاتی ہے۔

(مشکوٰۃ' ج:۱'ص:۲۴۳ بحوالہ مسلم)

۸) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: (شدتِ غضب سے) اللہ تعالیٰ تین بندوں سے نہ کلام فرمائے گا نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا۔ نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کو بہت ہی سخت اور دردناک عذاب دے گا۔ (۱) ٹخنوں سے نیچے تہبند یا پاجامہ لٹکانے والا (۲) احسان جتانے والا (۳) جھوٹی قسم کھا کر سودا بیچنے والا۔ (مشکوٰۃ، ج:۱،ص:۲۴۳ بحوالہ مسلم)

یاد رکھو! حرام ذریعوں سے کمائے ہوئے مالوں کو کھانا، پینا پہننا یا کسی اور کام میں استعمال کرنا حرام وگناہ ہے اور اس کی سزا دنیا میں مال کی قلت وذلت اور بے برکتی ہے اور آخرت میں اس کی سزا جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ کا عذابِ عظیم ہے۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ)



(۱۸۶)

اور لوہا موم ہو گیا

حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کے ساتھ ساتھ شاہی بھی عطا فرمائی تھی۔ آپ رات کے وقت گلی، کوچے، شہروں اور بازاروں میں جاتے اور مختلف اطراف سے آنے والے لوگوں سے پوچھا کرتے کہ داؤد کیسا آدمی ہے؟ چونکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سلطنت میں عدل و انصاف عام تھا اور سب انسان راحت و آرام کے ساتھ زندگی بسر کر رہے تھے اور کسی کو حکومت سے کوئی شکایت نہ تھی اس لیے جس سے آپ سوال کرتے وہ آپ کو یہی بتاتا کہ حضرت داؤد علیہ السلام بہت اچھے ہیں اور ہم ان کے عدل وانصاف پر راضی وخوش ہیں۔

حق تعالیٰ نے ان کی تعلیم کے لیے اپنے ایک فرشتے کو انسانی شکل میں بھیج دیا، رات کو جب آپ اس غرض سے نکلے تو یہ فرشتہ ان سے ملا حسبِ عادت آپ نے اس سے بھی یہی پوچھا تو فرشتے نے جواب میں کہا ہمارے بادشاہ حضرت داؤد علیہ السلام کا کیا پوچھنا؟ وہ بڑے عادل ہیں، اپنی اُمت ورعیت کے حق میں بڑے اچھے ہیں مگر کیا خوب کہ ان میں ایک بات نہ ہوتی پوچھا وہ کیا بات ہے؟ فرشتے نے جواب دیا وہ اپنا کھانا پینا اور اپنے اہل وعیال کا گزارہ مسلمانوں کے بیت المال سے چلاتے ہیں۔

یہ بات سن کر سیدنا داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف الحاح وزاری کے ساتھ دعا کی اے میرے کریم اللہ! مجھے کوئی ایسا کام سکھا دے جو میں اپنے ہاتھ کی مزدوری سے کیا کروں اور اس کی اُجرت سے اپنا اور اپنے اہل وعیال کا پیٹ پال سکوں

اور مسلمانوں کی خدمت اور سلطنت کے تمام کام بلا معاوضہ کر سکوں۔ آپ کی دعا کو حق تعالیٰ نے شرفِ قبولیت عطا فرمایا ور آپ کو زِرہ بنانے کا ہنر ودیعت فرما دیا۔ ساتھ ہی یہ پیغمبرانہ اعزاز بھی عطا فرمایا کہ

آپ جس لوہے سے زرہیں بناتے وہ آپ کے لیے موم کی طرح نرم کر دیا جاتا تا کہ آپ بآسانی اپنا یہ کام کر سکیں یوں سیدنا داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے زِرہیں بنانے لگے اور وہ مناسب داموں فروخت کر کے اپنے گھر کی گزر اوقات کا بندوبست فرما لیتے اور باقی سب وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت اور امورِ سلطنت چلانے میں گزارتے۔ بیت المال سے لینا اگرچہ آپ کے لیے درست تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوب سے خوب تر پر لگا دیا۔ یہ اللہ کی شانِ کریمی کا ہی کرشمہ تھا۔

(رواہ ابن عساکر وابن کثیر فی تفسیرہ)



(۱۸۷)

آیت کا مطلب پوچھنے پر حضور علیہ السلام رو دیئے

وسئل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن معنی قولہ تعالیٰ یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا فبکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی بل الثیاب عن دموع عینیہ ثم قال .... کقولہ تعالیٰ: اَنْ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ وَ کقولہٖ تعالیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ۔

''اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا کا کیا معنی ہے تو آپ رو دیئے حتیٰ کہ آنسوؤں سے کپڑے گیلے ہو گئے پھر فرمایا: اے سائل تو نے مجھ سے امرِ عظیم پوچھا بے شک روزِ قیامت میری اُمت سے بارہ قسم کے گروہ جمع کیے جائیں گے ایک وہ جن کی شکل بندروں جیسی ہوگی اور وہ لوگوں میں بہت فتنہ گر ہوں گے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''فتنہ قتل سے بھی بڑھ کر سخت ہے'' اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فتنہ زنا سے بھی بڑا جرم ہے'' اور دوسرے روز قیامت خنزیر کی صورت پر ہوں گے اور وہ سود خور ہوں گے تیسرے اندھے اُٹھائے جائیں گے جو گرتے ہوں گے عدم بینائی کے سبب لوگوں کو کلائیاں ڈالیں گے اور وہ حکم سے تجاوز کرنے والے ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو سود خور تھے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سود نہ کھاؤ دُگنا دُگنا۔

امت محمدیہ کے بارہ گروہ

اور حدیث شریف میں ہے جسے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا: جب روزِ قیامت جو حسرت اور ندامت کا ہوگا اللہ تعالیٰ میری اُمت سے لوگوں کو قبروں سے بارہ گروہوں پر اُٹھائے گا ایک ان میں سے وہ گروہ ہوگا جنہیں ان کی قبروں سے اس حال پر اُٹھایا جائے گا کہ بلا ہاتھ پاؤں ہوں گے پھر اللہ کی طرف سے ندا دینے والا ندا دے گا کہ یہ وہ ہیں جو ہمسایوں کو ایذاء دیتے تھے پھر یہ اس حال پر مرے کہ توبہ نہ کی پس یہ ان کا بدلہ ہے اور ٹھکانہ ان کا آگ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''احسان کرو قریبی کے ساتھ اور کروٹ کے ہمسایہ کے ساتھ'' اور دوسرا گروہ وہ ہوگا جو اپنی قبروں سے چوپاؤں کی صورت پر اُٹھائے جائیں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خنزیروں کی صورت پر اُٹھائے جائیں گے اور اللہ کی طرف سے منادی ندا دے گا کہ یہ وہ ہیں جو نماز پر سستی کرتے تھے پھر یہ بلا توبہ مرے پس یہ ان کا بدلہ ہے اور ٹھکانہ ان کا جہنم ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''پس بربادی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز میں سستی کرتے ہیں''۔

اور تیسرا گروہ اپنی قبور سے اسی طرح اُٹھایا جائے گا کہ ان کے پیٹ پہاڑوں کی مانند ہوں گے' سانپوں اور بچھوؤں سے بھرے شکل ان کی خچروں کی طرح ہوگی پس اللہ تعالیٰ کی جانب سے آواز دینے والا آواز دے گا کہ یہ وہ ہیں جو زکوٰۃ نہ دیتے تھے پھر بغیر توبہ مرے اب یہ ان کا بدلہ ہے اور ٹھکانہ ان کا دوزخ ہے اللہ کے اس ارشاد کی بناء پر'' اور وہ جو سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ کا حق ادا کرنے میں خرچ نہیں کرتے پس انہیں دردناک عذاب کی بشارت دو'' تو اللہ ان نے ہر دانق (درہم کے چھٹے حصہ کی مقدار) کو ان کے لیے آگ کا تختہ کرے گا پس اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی کہا جائے گا) ''یہ وہ ہے جو تم اپنے نفسوں کے لیے جمع کرتے تھے پس اب جمع کرنے کا عذاب چکھو'' اور بہر حال چوتھے وہ ہوں گے جو اپنی قبروں سے

نکالے جائیں گے کہ ان کے مونہوں سے خون بہتا ہوگا اور ان کی آنتریاں گل کر گر چکی ہوں گی اور ان کے مونہوں سے آگ کے شعلے نکلتے ہوں گے پس اللہ کی طرف سے آواز دینے والا آواز دے گا کہ یہ وہ ہیں جو خرید وفروخت میں دروغ گوئی کرتے تھے پھر اس حال پر مرے کہ توبہ نہ کی اب یہ ان کا بدلہ ہے اور ٹھکانہ ان کا آگ ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

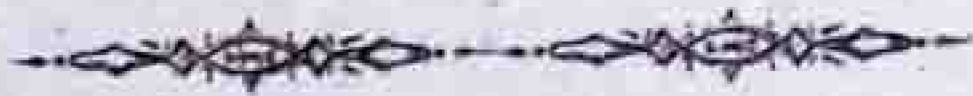
''بے شک وہ جنہوں نے اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے حقیر دام لیے'' اور پانچویں ایسا گروہ اپنی قبروں سے اُٹھایا جائے گا جن سے مردار سے بھی بدتر بو آتی ہو گی تو ندا کرنے والا اللہ کی طرف سے ندا دے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے لوگوں سے اپنے گناہوں پر پردہ ڈالا اور اللہ سے نہ ڈرے پھر بلا توبہ کیے مرے اب یہ ان کا بدلہ ہے اور ٹھکانہ ان کا آگ ہے اللہ کے اس ارشاد کی رو سے کہ فرمایا: ''لوگوں سے گناہ چھپ کر کرتے ہیں اور وہ اللہ سے نہیں چھپتے اور وہ ان کے ساتھ یعنی ان کو دیکھتا ہے'' اور چھٹے اس حال پر قبروں سے اُٹھائے جائیں گے کہ ان کے حلق کٹے ہوئے ہوں گے' گردنوں سے' اللہ کی طرف سے ندا کرنے والا ندا کرے گا کہ یہ وہ ہیں جو جھوٹی گواہی دیتے تھے اور اس حال پر مرے کہ توبہ نہ کی اب یہ ان کا بدلہ ہے اور ٹھکانہ ان کا آگ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''جھوٹ سے بچو خالص اس کے رہو اس کے ساتھ شرک کرنے والے نہ ہو جاؤ''۔ دوسرے مقام پر فرمایا: ''اور وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب بے ہودہ پر گزرتے ہیں اپنی عزت سنبھالے گزر جاتے ہیں''۔ اور ساتواں گروہ وہ جو اپنی قبروں سے اس طرح نکالے جائیں گے کہ زبانیں ان کے منہ میں نہ ہوں گی اور ان کے مونہوں سے خون و پیپ نکلتے ہوں گے پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز دینے والا آواز دے گا۔

یہ وہ لوگ ہیں جو گواہی چھپاتے تھے پھر بغیر توبہ کیے مرے پس یہ ان کی سزا ہے اور ٹھکانہ ان کا آگ ہے' اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی بناء پر کہ ''اور گواہی نہ چھپاؤ اور جس نے اسے چھپایا وہ دل کا گناہ گار ہے اور اللہ اسے جانتا ہے جو تم کرتے ہو'' اور آٹھواں وہ

جو اپنی قبروں سے اُٹھائے جائیں گے کہ وہ سر نیچے کیے ہوئے ہوں گے اور ان کے پاؤں ان کے سروں سے اوپر ہوں گے اور ان کی شرم گاہوں سے پیپ اور زرد پانی کی نہریں چلتی ہوں گی تو اللہ کی طرف سے آواز دینے والا آواز دے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو زنا کے مرتکب تھے پھر بلا توبہ مرے اب یہ ان کی سزا ہے اور ٹھکانہ ان کا جہنم ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور زنا کے قریب نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی اور برا راستہ ہے'' اور بہر حال نواں گروہ وہ ہوگا جو اپنی قبروں سے اس طرح اُٹھائے جائیں گے کہ چہرے ان کے سیاہ اور آنکھیں نیلی اور پیٹ ان کے آگ سے بھرے ہوں گے تو اللہ کی طرف سے ندا دینے والا ندا دے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے تھے پھر یہ بغیر توبہ مرے اب یہ ان کا بدلہ ہے اور ٹھکانہ ان کا دوزخ ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی رو سے کہ ''بے شک وہ جو یتیموں کے مال ظلماً کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھرتے ہیں اور عنقریب آگ کو پہنچیں گے''۔

اور دسواں گروہ جو اپنی قبروں سے اُٹھے گا وہ برص و جذام کے مرض میں مبتلا ہوں گے تو اللہ کی جانب سے ندا کرنے والا ندا کرے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے ماں باپ کے نافرمان تھے پھر یہ بلا توبہ مرے اب یہ ان کی سزا ہے اور ٹھکانہ ان کا آگ ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو''۔ اور گیارہواں گروہ اس طرح اپنی قبروں سے اُٹھایا جائے گا کہ دِلوں اور آنکھوں کے اندھے اور دانت ان کے بیلوں کی مانند اور ہونٹ ان کے سینوں پر لٹکتے ہوں گے تو اللہ کی طرف سے آواز دینے والا آواز دے گا کہ یہ وہ ہیں جو شراب نوشی کرتے رہے پھر بلا توبہ مرے اب یہ ان کی سزا ہے اور ٹھکانہ ان کا آگ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی بناء پر کہ ''اے ایمان والو! سوا اس کے نہیں کہ شراب اور جوا اور بت اور پانسے نجس ہیں شیطانی کاموں سے ہیں پس اس سے بچو تا کہ تم فلاں پاؤ'' اور بارہواں گروہ جو اپنی قبروں سے اس طرح اُٹھائے جائیں گے کہ ان کے چہرے

چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے تو پل صراط سے یوں گزر جائیں گے جیسا چندھیا دینے والی بجلی پھر اللہ تعالیٰ کا منادی ندا کرے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نیک عمل کرتے اور پانچ نمازوں کی پابندی اوّل وقت میں باجماعت کرتے اور بُرائی سے منع کرتے تھے پھر یہ توبہ کرتے مرے اب یہ ان کو جزا ہے اور گھر ان کا جنت ہے اللہ کی بخشش و رحمت و رضا کے ساتھ۔ پس اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''تم خوف نہ کرو اور نہ غم کھاؤ اور تم کو جنت کی بشارت جس کا وعدہ دیئے گئے'' اور اللہ تعالیٰ کا دوسری جگہ ارشاد ہے کہ ''اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے یہ جزا اس کے لیے جو اپنے رب سے ڈرے۔''



(۱۸۸)

ظلم وستم کی دستاویز کیڑوں کی غذا بن گئی

جب قریش کی ریشہ دوانیاں بہت بڑھ گئیں اور ان کا رویہ نہایت جارحانہ ہو گیا تو ان سنگین حالات میں جناب ابوطالب نے ایک دانش مندانہ فیصلہ کیا۔ انہوں نے اپنے جدامجد عبد مناف کے دو صاحب زادوں ہاشم اور مطلب کے ذریعے وجود میں آنے والے دونوں خاندانوں کو جمع کیا اور کہا میں آج تک اکیلا اپنے بھتیجے کی حفاظت اور دفاع کرتا رہا اب تم سب مل کر یہ فریضہ انجام دو۔ عربی حمیت اور غیرت کا تقاضہ یہی تھا ان دونوں خاندانوں کے سبھی کافر اور مسلمان افراد نے جناب ابوطالب کی تجویز قبول کر لی صرف بدبخت ابولہب ہی ایسا شخص تھا جو سارے خاندان سے الگ ہو کر مشرکین سے جا ملا اور ان کا ساتھ دیا۔

ادھر قریش بھی غافل نہ تھے انہیں جناب ابوطالب کی تدابیر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے اکٹھے ہونے کی متواتر اطلاعات مل رہی تھیں اب ان کے لیے قتل کے منصوبہ پر عمل کرنا آسان نہ تھا۔ انہوں نے ایک اور تدبیر سوچی۔ یہ ظلم وستم کی ایک ایسی تجویز تھی جو اب تک کی تمام کارروائیوں سے زیادہ سنگین تھی۔ مشرکین وادی محصب میں جمع ہوئے اور طے کیا کہ ہم بنو ہاشم اور بنو مطلب کا سوشل بائیکاٹ کریں گے۔ ہم ان سے شادی بیاہ کریں گے نہ لین دین کریں گے، خرید وفروخت کریں گے نہ ان کے گھروں میں جائیں گے اور نہ ہی بات چیت کریں گے۔ ان سے ہمارا یہ بائیکاٹ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک وہ اللہ کے رسول

صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے ہمارے حوالے نہ کر دیں۔ یہ ظالمانہ فیصلہ باقاعدہ دستاویز کی شکل میں لکھا گیا جس میں مندرجہ بالا تمام عہد و پیمان شامل تھے۔ صلح کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے اور عہد کر لیا گیا کہ وہ بنو ہاشم کی طرف سے صلح کی کسی بھی پیش کش کو قبول نہیں کریں گے۔ یہ دستاویز ایک شخص بغیض بن عامر بن ہاشم نے قلم بند کی تھی اس بدبخت کا ہاتھ شل ہو گیا اس عہد و پیمان کے بعد اس دستاویز کو کعبہ کے اندر لٹکا دیا گیا اور ابولہب کے سوا بنو ہاشم اور بنو مطلب کے تمام لوگ شعب ابی طالب میں محبوس ہو گئے۔ شعب ابی طالب شہر سے ہٹ کر مکہ کے مشرق میں جبلِ حراء کے قریب ایک گھاٹی ہے۔

حالات نہایت سنگین ہو گئے

یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتویں سال محرم کی چاند رات کا واقعہ ہے اس کا بائیکاٹ کے نتیجے میں حالات نہایت سنگین ہو گئے۔ غلے اور سامان خورد و نوش کی آمد بند ہو گئی کیونکہ مکے میں جو غلہ یا فروخت کا سامان آتا تھا اسے مشرکین پہلے ہی سے لپک کر خرید لیتے تھے اس لیے محصورین کی حالت نہایت پتلی ہو گئی۔ انہیں پتے اور چمڑے کھانے پڑے۔ فاقہ کشی کا حال یہ تھا کہ بھوک سے بلکتے ہوئے بچوں اور عورتوں کی آوازیں گھاٹی کے باہر تک سنائی دیتی تھیں۔ ان کے پاس بمشکل ہی کوئی چیز پہنچ جاتی تھی، وہ بھی خفیہ طور پر پس پردہ۔ وہ لوگ حرمت والے مہینوں کے علاوہ باقی ایام میں اشیائے ضرورت کی خرید کے لیے گھاٹی سے باہر نکلتے بھی نہ تھے اور انہی قافلوں کا سامان خرید سکتے تھے جو باہر سے مکے آتے تھے لیکن ان کے سامان کے دام بھی مکے والے اس قدر بڑھا چڑھا کر خریدنے کے لیے تیار ہو جاتے تھے کہ غریب محصورین کے لیے کچھ خریدنا محال ہو جاتا تھا۔

حکیم بن حزام جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بھتیجا تھا، کبھی کبھی اپنی پھوپھی کے لیے گیہوں بھجوا دیتا تھا۔ ایک بار ابوجہل سے سابقہ پڑ گیا۔ وہ غلہ روکنے پر اڑ گیا لیکن

ابوالبختری نے مداخلت کی اور حکیم کو اس کی پھوپھی کے پاس بھجوادیا تا کہ وہ گیہوں اسے دے آئے۔

ادھر جناب ابوطالب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں برابر خطرہ لگا رہتا تھا اس لیے جب لوگ اپنے اپنے بستروں پر جاتے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تم اپنے بستر پر سو جاؤ ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ اگر کوئی ظالم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی نیت رکھتا ہو تو دیکھ لے کہ آپ کہاں سو رہے ہیں پھر جب سب لوگ سو جاتے تو ابوطالب اُٹھتے اور آپ کی جگہ بدل دیتے تھے یعنی اپنے بیٹوں' بھائیوں یا بھتیجوں میں سے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر سُلا دیتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ اب تم اس کے بستر پر چلے جاؤ۔

ان حالات پر پورے تین سال بیت گئے اس کے بعد محرم ۱۰ نبوی میں صحیفہ چاک کیے جانے اور اس ظالمانہ عہد و پیمان کے خاتمے کا واقعہ پیش آیا اس کی وجہ یہ تھی کہ شروع ہی سے قریش کے کچھ لوگ اس عہد و پیمان سے راضی تھے تو کچھ ناراض بھی تھے اور انہی ناراض لوگوں نے اس صحیفے کو چاک کرنے کی تگ و دو کی۔

اس واقعہ کا اصل محرک

اس کے خاتمہ کا اصل محرک قبیلہ بنو عامر بن لوی کا ہشام بن عمرو نامی ایک شخص تھا۔ یہ رات کی تاریکی میں چپکے چپکے شعب ابی طالب کے اندر غلہ بھیج کر بنو ہاشم کی مدد بھی کرتا تھا۔ یہ زہیر بن ابی اُمیہ مخزومی کے پاس پہنچا۔ زہیر کی ماں عاتکہ' عبدالمطلب کی صاحب زادی یعنی ابوطالب کی بہن تھیں اس نے زہیر سے کہا کیا تمہیں یہ گوارا ہے کہ تم تو مزے سے کھاؤ پیو اور تمہارے ماموں کا وہ قابلِ رحم حال ہے جسے تم خوب جانتے ہو؟ زہیر نے کہا افسوس! میں تن تنہا کیا کر سکتا ہوں؟ ہاں! اگر میرے ساتھ کوئی اور آدمی ہوتا تو میں اس صحیفے کو پھاڑنے کے لیے یقیناً چل پڑتا۔ اس نے کہا اچھا تو ایک آدمی اور موجود ہے۔ پوچھا کون ہے؟ کہا میں ہوں۔ زہیر نے کہا اچھا تو اب تیسرا آدمی تلاش کرو۔

اس پر ہشام، مطعم بن عدی کے پاس گیا اور بنو ہاشم اور بنو مطلب سے جو عبد مناف کی اولاد تھے، مطعم کے قریبی نسبی تعلق کا ذکر کر کے اسے ملامت کی اور کہا: تم نے اس ظلم پر قریش کی ہمنوائی کیوں کی؟ یاد رہے کہ مطعم بھی عبد مناف ہی کی نسل سے تھا۔ مطعم نے کہا افسوس! میں تن تنہا کیا کر سکتا ہوں؟ ہشام نے کہا ایک آدمی اور موجود ہے۔ مطعم نے پوچھا کون ہے؟ ہشام نے کہا میں مطعم نے کہا: اچھا اب تیسرا آدمی تلاش کرو۔ ہشام نے کہا تلاش کر چکا ہوں۔ پوچھا وہ کون ہے؟ کہا زہیر بن ابی اُمیہ۔ مطعم نے کہا اچھا تو اب چوتھا آدمی تلاش کرو۔ یہ سن کر ہشام بن عمرو ابوالبختر ی بن ہشام کے پاس گیا اس سے بھی اسی طرح کی گفتگو کی جیسی مطعم سے کی تھی۔ اس نے کہا بھلا کوئی اس کی تائید بھی کرنے والا ہے؟ ہشام نے کہا ہاں۔ پوچھا کون؟ کہا زہیر بن ابی امیہ مطعم بن عدی اور میں۔ اس نے کہا اچھا تو اب پانچواں آدمی ڈھونڈو اس کے لیے ہشام زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد کے پاس گیا اور اس سے گفتگو کرتے ہوئے بنو ہاشم کی قرابت اور ان کے حقوق یاد دلائے اس نے پوچھا تم جس کام کے لیے مجھے بلا رہے ہو اس سے کوئی اور بھی متفق ہے؟ ہشام نے اثبات میں جواب دیا اور سب کے نام بتلائے اس کے بعد ان لوگوں نے حجون کے پاس جمع ہو کر آپس میں یہ عہد و پیمان کیا کہ ہم صحیفہ چاک کر دیں گے۔ زہیر نے کہا میں ابتدا کروں گا یعنی سب سے پہلے میں ہی زبان کھولوں گا۔

اس وقت ابو جہل مسجد حرام کے ایک گوشے میں بیٹھا ہوا تھا وہ بولا تم غلط کہتے ہو۔ اللہ کی قسم! اسے پھاڑا نہیں جا سکتا۔

اس پر زمعہ بن اسود نے ابو جہل سے کہا واللہ! تم بالکل غلط کہتے ہو جب یہ صیفہ لکھا گیا تھا تب بھی ہم اس پر راضی نہ تھے۔

اس پر ابوالبختر ی نے گرہ لگائی۔ زمعہ ٹھیک کہہ رہا ہے اس میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے نہ ہم راضی ہیں نہ اسے ماننے کو تیار ہیں اس کے بعد مطعم بن عدی نے کہا تم دونوں ٹھیک کہتے ہو اور جو اس کے خلاف کہتا ہے غلط کہتا ہے۔ ہم اس صحیفے اور اس میں جو

کچھ لکھا ہوا ہے اس سے اللہ کے حضور برأت کا اظہار کرتے ہیں۔ پھر ہشام بن عمرو نے بھی اسی طرح کی بات کہی۔

یہ ماجرا دیکھ کر ابو جہل نے کہا ہونہہ! یہ بات رات ہی کو طے کی گئی ہے اور اس کا مشورہ یہاں کی بجائے کہیں اور کیا گیا ہے۔

ایک غیبی خبر

اس دوران ابو طالب بھی حرم پاک کے ایک گوشے میں موجود تھے۔ ان کے آنے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صحیفے کے بارے میں یہ خبر دی تھی کہ اس پر اللہ تعالیٰ نے کیڑے لگا دیئے ہیں جو ظلم وستم اور قرابت شکنی کی ساری باتیں چٹ کر گئے ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر باقی چھوڑا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کو یہ بات بتائی تو وہ قریش سے یہ کہنے آئے تھے کہ ان کے بھتیجے نے انہیں اس صحیفے کے عہد و پیمان چٹ ہو جانے کی خبر دی ہے اگر وہ جھوٹا ثابت ہوا تو ہم تمہارے اور اس کے درمیان سے ہٹ جائیں گے پھر تمہارا جو جی چاہے کرنا لیکن اگر وہ سچا ثابت ہوا تو تمہیں ہمارے بائیکاٹ اور ظلم سے باز آنا ہوگا اس پر قریش نے کہا آپ انصاف کی بات کہہ رہے ہیں۔

ادھر ابو جہل اور باقی لوگوں کی نوک جھونک ختم ہوئی تو مطعم بن عدی صحیفہ چاک کرنے کے لیے اُٹھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ واقعی کیڑوں نے اس کا صفایا کر دیا ہے صرف باسمک اللھم باقی رہ گیا ہے اور جہاں جہاں اللہ کا نام درج تھا صرف وہی جگہ محفوظ ہے۔ کیڑوں نے اسے نہیں کھایا تھا باقی سارا صحیفہ کیڑے ہڑپ کر گئے ہیں۔

اس کے بعد صحیفہ چاک کر دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بقیہ تمام حضرات شعب ابی طالب سے نکل آئے۔ یوں مشرکین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ایک عظیم الشان نشانی دیکھ لی اور یہ ظالمانہ اور سنگ دلانہ سوشل بائیکاٹ اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

(زاد المعاد: ۲/۴۶ و سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاسوۃ الحسنہ: ۱/۱۹۲ و الرحیق المختوم: ۱۵۷-۱۶۱)

(۱۸۹)

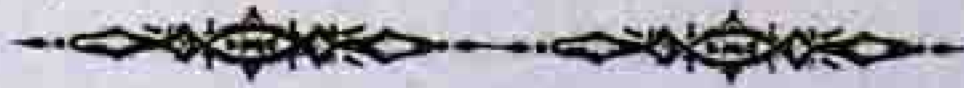
وہ شخص اہلِ جنت میں سے ہے

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے ارشاد فرمایا ابھی تمہارے سامنے ایک شخص آنے والا ہے جو اہلِ جنت میں سے ہے۔ چنانچہ ایک انصاری صحابی آئے جن کی داڑھی سے وضو کی وجہ سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور بائیں ہاتھ میں وہ اپنے نعلین پکڑے ہوئے تھے۔ دوسرے اور تیسرے دن بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا اور وہی شخص آئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر اپنے گھر میں چلے گئے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اُٹھ کر اس شخص کے پیچھے گئے تاکہ اس کے اہلِ جنت میں سے ہونے کا راز معلوم کرسکیں اور اس سے کہا: میں تین دن تک آپ کے ہاں مہمان رہوں گا اگر مناسب سمجھیں تو اجازت دے دیں۔ انہوں نے اس بات کو منظور کرلیا۔

چنانچہ یہ صحابی تین روز تک ان کے مہمان رہ کر ان کے اعمال کا بغور مشاہدہ کرتے رہے۔ رات کو سونے کے لیے جب وہ بستر پر جاتے تو کچھ اللہ کا ذکر کرتے تھے پھر صبح نماز کے لیے اُٹھ جاتے البتہ اس پورے عرصہ میں میں نے ان کی زبان سے بجز کلمہ خیر کے کوئی بات نہیں سنی جب تین راتیں گزر گئیں تو میں نے ان پر اپنا راز کھول دیا کہ میں نے تین روز تک حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے آپ کے لیے جنت کی خوش خبری سنی تو میں نے چاہا کہ آپ کے ساتھ رہ کر دیکھوں کہ آپ کا وہ کیا عمل ہے جس کے سبب یہ فضیلت آپ کو حاصل ہوئی۔

مگر عجیب بات ہے کہ میں نے آپ کو کوئی بڑا عمل کرتے نہیں دیکھا۔ آخر وہ کیا چیز ہے جس نے آپ کو اس درجہ پر پہنچایا؟ انہوں نے کہا میرے پاس تو بجز اس کے کوئی عمل نہیں جو آپ نے دیکھا ہے۔ میں یہ سن کر واپس آنے لگا تو مجھے بُلا کر کہا: ہاں ایک بات ہے کہ میں اپنے دل میں کسی مسلمان کے لیے کینہ اور کوئی بُری سوچ نہیں رکھتا اور نہ کسی سے حسد کرتا ہوں اس چیز پر کہ جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمائی ہو۔ عبداللہ بن عمرو نے کہا: بس پھر یہی وہ صفت ہے جس کے سبب آپ کو یہ بلند مقام عطا ہوا۔

(عمل الیوم واللیلۃ للنسائی)



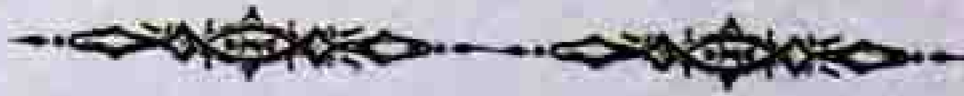
(۱۹۰)

اللہ تعالیٰ ہر جگہ رزق دیتا ہے

حضرت سیدنا محمد بن حسین بن راشد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے ایک شخص اپنے کتے کی بہت زیادہ دیکھ بھال کیا کرتا' سردیوں میں اسے عمدہ چادر میں چھپاتا اور بہترین اشیاء کھلاتا۔ میں نے اس سے پوچھا تم اس کتے کی اتنی دیکھ بھال کیوں کرتے ہو؟ کہا میرے اس کتے نے مجھے بہت بڑی مصیبت سے نجات دِلوائی ہے۔ سنو! میرا ایک انتہائی گہرا دوست تھا' ہم نے کافی عرصہ تک ایک ساتھ تجارت کی۔ ایک مرتبہ جہاد سے واپسی پر میرے پاس بہت زیادہ مالِ غنیمت اور بہت ہی قیمتی سامان تھا۔ راستے میں اس بے وفا دوست نے مجھے رسیوں سے باندھ کر ایک وادی میں پھینک دیا اور میرا سارا مال لے کر فرار ہو گیا۔ میرا یہ کتا بھی میرے ساتھ تھا یہ اس وادی میں میرے ساتھ ہی بیٹھا رہا پھر کہیں چلا گیا جب واپس آیا تو اس کے پاس ایک روٹی تھی اس نے وہ روٹی میرے سامنے رکھ دی۔ میں روٹی کھا کر اور گڑھے سے پانی پی کر وہیں پڑا رہا۔ کتا بھی ساری رات میرے قریب ہی بیٹھا رہا۔ صبح بے دار ہوا تو کتا نظر نہ آیا ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ وہ میرے لیے روٹی لے آیا۔ تیسرے دن بھی وہ اسی طرح روٹی لایا اور میری طرف پھینک دی جیسے ہی میں نے روٹی کھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو میرے پیچھے میرا بیٹا موجود تھا۔ وہ مجھے اس حالت میں دیکھ کر رو رہا تھا اس نے روتے ہوئے میری رسیاں کھولیں اور حقیقتِ حال دریافت کی۔ میں نے سارا واقعہ بتایا اور پوچھا تجھے کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں؟ میرے بیٹے نے کہا یہ کتا ہمارے پاس آتا تو ہم حسبِ عادت

اسے روٹی ڈال دیتے اب کی بار جب یہ ہمارے پاس آیا تو آپ اس کے ساتھ نہ تھے
ہمیں بڑی تشویش ہوئی جب ہم نے اسے روٹی ڈالی تو اس نے اسے کھایا نہیں بلکہ اُٹھا کر
ایک طرف چل دیا دوسرے دن بھی اسی طرح ہوا ہم بہت حیران ہوئے آج جب یہ روٹی
لے کر آنے لگا تو میں اس کے پیچھے پیچھے چلا آیا اور اس طرح مجھے آپ تک پہنچنے کی راہ ملی
پھر ہم سب اپنے گھر آ گئے اب مجھے یہ کتا عزیزوں اور دوستوں سے بھی زیادہ پیارا ہے
کیونکہ اس کی وجہ سے میں موت کے منہ سے نکل آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے
اسے اپنے بندوں کی حفاظت فرماتا ہے' وہ حکیم و مہربان ہے۔

(عیون الحکایات)



(۱۹۱)

وہ زمانہ اب گزر گیا

میں رات کے وقت ایک ریگستان کا سفر کر رہا تھا اچانک تھکان اور نیند کا مجھ پر غلبہ ہوا' میں اپنی اونٹنی سے اُترا اور سو گیا۔ سونے سے پہلے میں نے اپنی قوم کی عادت کے مطابق یہ الفاظ کہہ لیے اعوذ بعظیم هذا الوادی من الجن یعنی میں پناہ لیتا ہوں اس جنگل کے جنات کے سردار کی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کے ہاتھ میں ایک ہتھیار ہے اس کو وہ میری ناقہ کے سینہ پر رکھ کر ہلاک کرنا چاہتا ہے' میں گھبرا کر اُٹھا اور دائیں بائیں دیکھا کچھ نہ پایا تو میں نے دل میں کہا: یہ شیطانی خیال ہے پھر میں نے اپنے ذہن سے اس کو جھٹک دیا اور سو گیا۔

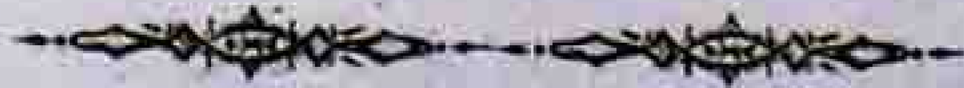
لیکن پھر میں نے وہی خواب دیکھا تو میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اپنی ناقہ کے چاروں طرف پھر کر دیکھا مجھے کچھ نظر نہ آیا مگر ناقہ کو دیکھا تو وہ کانپ رہی تھی۔ میں پھر جا کر سو گیا تو وہی خواب دیکھا لیکن اب جو میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نوجوان نیزہ لے کر ناقہ پر حملہ کر رہا ہے اور میری ناقہ تڑپ رہی ہے اور یہ وہی نوجوان تھا جسے میں نے خواب میں دیکھا تھا اس کے پاس ایک بوڑھا شخص کھڑا ہے جو نوجوان کا ہاتھ پکڑ کر اسے ایسا کرنے سے منع کر رہا ہے اسی اثنا میں تین خرگوش سامنے آئے تو بوڑھے نے اس نوجوان سے کہا ان تینوں میں سے ایک پسند کر لے اور اس ناقہ کو چھوڑ دو تو وہ اس پر راضی ہو گیا اور ایک خرگوش لے کر چلا گیا۔

پھر اس بوڑھے نے میری طرف دیکھ کر کہا: اے بے وقوف! جب تو کسی جنگل میں

ٹھہرے اور وہاں کے جنات وشیاطین سے خطرہ ہو تو یہ کہا کر اعوذ باللہ رب محمد من ھذا الوادی میں پناہ میں آتا ہوں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی اس جنگل کے جنات وغیرہ کے شر سے۔ کیونکہ اب وہ زمانہ چلا گیا جب انسان جنوں کی پناہ لیتے تھے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ اس نے کہا یہ نبی عربی ہیں۔ نہ شرقی نہ غربی۔ پیر کے روز مبعوث ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کہاں رہتے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ وہ یثرب (مدینہ منورہ) میں رہتے ہیں جو کھجوروں کی بستی ہے۔

میں نے صبح ہوتے ہی مدینہ طیبہ کا راستہ لیا اور سواری کو تیز چلایا یہاں تک کہ مدینہ طیبہ پہنچ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو میرا سارا واقعہ مجھے سنا دیا اس سے پہلے کہ میں آپ سے کچھ ذکر کروں' یہ وحی کی ترجمانی سے بتایا اس بوڑھے جن کے خبر دینے کے سبب پھر آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی اور میں اسی وقت ہی مسلمان ہو گیا۔ یہ حضرت رافع بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کی سرگزشت تھی کہ جنات کو اللہ تعالیٰ نے ان کے مشرف بہ ایمان ہونے کا سبب بنا دیا۔

(ہواتف الجن' بسند جید۔ تفسیر مظہری)



(۱۹۲)

امام اعظم کی فراست

عبید بن اسحاق حکایت بیان کرتے ہیں کہ امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک آدمی جو مرنے کے قریب تھا اس نے وصیت کرنا چاہی ایک آدمی کو بلا بھیجا اور ایک تھیلی ہزار دینار کی اس کو دی اور کہا: اس کو محفوظ کرنا اور جب یہ میرا بچہ جوان ہو جائے تو جو تو پسند کرے اس کو اس تھیلی سے دے دینا جب بچہ جوان ہوا تو وصی نے اس کو خالی تھیلی دے دی اور دینار خود لے لیے اور کہا: تیرے والد نے ایسے ہی وصیت کی تھی کہ جب میرے بچے پر جوانی کی ترنگ آئے تو جو تجھے اس تھیلی سے پسند آئے اس کو دے دینا لہٰذا تیرے لیے یہ تھیلی پسند کرتا ہوں اب وہ بچہ حیران پریشان علماء کے گرد اس مسئلہ کے متعلق چکر لگانے لگا مگر کوئی اس کا حل تلاش نہ کر سکا تب وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا قصہ بیان کیا تو امام صاحب نے فرمایا: تیرے باپ نے ایک لطیف طریقہ پر وصیت کی ہے اور تیرا باپ حکیم تھا پھر انہوں نے اس وصی کو بلوایا اور فرمایا مرنے والے نے یوں کہا تھا کہ جو تجھے اس میں سے پسند ہو میرے بیٹے کو دے دینا؟ اس نے کہا ہاں اسی طرح مجھے اس نے حکم دیا تھا۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اب تو دینار پسند کرتا ہے خالی تھیلی پسند نہیں کرتا؟ لہٰذا جو چیز تجھے پسند ہے بامر وصیت تجھے اس کو دینے ہوں گے اس لیے کہ تو تھیلی کو پسند نہیں کرتا دیناروں کو پسند کرتا ہے اور وصیت پسندیدہ چیز کے لیے ہے پھر امام صاحب نے وہ دینار اس سے لے کر میت کے بیٹے کو دے دیئے اس طرح امام صاحب کی فراست سے حق حق دار کو مل گیا۔ (مناقب ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ)

ایک محدث اور امام اعظم

امام وکیع بن جراح حکایت بیان فرماتے ہیں کہ ہمارا ایک پڑوسی تھا اور بہت بہتر پڑوسی تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ کا حافظ تھا۔ ایک دن اس کی بیوی جو اسے انتہائی محبوب تھی اور اس کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو گیا اس حافظ الحدیث نے بیوی سے کہا: اگر تو نے مجھ سے طلاق مانگی اور میں نے تجھے طلاق نہ دی تو تجھے تین طلاقیں ہوں۔ اس کی بیوی نے کہا: اگر آج کی رات میں نے تجھ سے طلاق طلب نہ کی تو میرے سارے غلام آزاد ہوں اور سارا مال صدقہ ہے۔ (یہ کہنے کے بعد) دونوں پشیمان ہوئے اور (وکیع بن الجراح فرماتے ہیں کہ) دونوں میرے پاس آئے اور کہا: ہم ایسے ایسے مبتلا ہو گئے ہیں اس سے نکلنے کا کوئی راستہ بتائیں۔ میں نے کہا: میرے پاس تو اس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں لیکن تم شیخ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو لازم پکڑو۔ وہ تمہاری اس مشکل کا حل بتائے گا اور حال یہ تھا کہ یہ سائل مبتلی امام صاحب کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتا تھا۔ کہنے لگا مجھے ان کے پاس جانے سے حیا آتی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں پھر میں انہیں قاضی ابن ابی لیلیٰ کے پاس پھر سفیان ثوری کے پاس (جو اپنے وقت کے ائمہ فقہاء اور ائمہ محدثین میں شمار ہوتے ہیں) کے پاس لے گیا مگر انہوں نے فرمایا ہمارے پاس اس کا کوئی جواب نہیں پھر اس کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے گیا' ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے سائل سے پوچھا تو نے کیسے قسم اُٹھائی تھی؟ اسی طرح عورت سے بھی سوال کیا پھر فرمایا اب تم دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی قسموں سے بَری ہونا چاہتے ہو اور اپنے درمیان جدائی بھی پسند نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا ہاں!

تب امام صاحب نے فرمایا عورت سے کہ تو اپنے خاوند سے طلاق کا سوال کر تو اس نے خاوند سے کہا مجھے طلاق دے دو اور امام صاحب نے خاوند سے کہا تو کہہ انت طالق ان شئت تجھے طلاق ہے اگر تو چاہے جب اس نے کہا تو پھر عورت سے فرمایا تو کہہ میں

اب طلاق نہیں چاہتی پھر فرمایا تم اپنی قسموں سے بَری ہو گئے تب امام صاحب سائل محدث سے مخاطب ہوئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو اس آدمی پر طعن و تشنیع کرنے سے جس سے تم نے علم حاصل کیا ہو۔ وکیع فرماتے ہیں کہ اس کے بعد وہ دونوں میاں بیوی ہر نماز کے آخر میں امام صاحب کے لیے دعا کیا کرتے تھے۔ (امام وکیع مصر القدیمہ کے شارع امام شافعی پر امام شافعی کے مزار سے ایک سو گز پہلے مدفون ہے۔ امام وکیع کی قبر مبارک کے عقب میں شارع اللیثی پر امام طحاوی مدفون ہیں اسی شارع پر فقیہ لیث بن سعد مدفون ہیں اسی سے دو سو گز کے فاصلہ پر علامہ ابن حجر مدفون ہیں اس سے کچھ آگے ذوالنون مصری مدفون ہیں کچھ فاصلے پر حضرت عقبہ بن عامر مدفون ہیں)۔

(مناقب ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ)

بغیر فقاہت کے حدیث بیان کرنا

ابراہیم بن ادھم فرماتے ہیں کہ امام اعمش (اور محمد بن زیاد اور امام ابوحنیفہ علیہم الرحمۃ اور ان کے ہم مثل علماء) کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس آدمی کی مثال جو حدیث تو حاصل کرتا ہے مگر فقہ حاصل نہیں کرتا اس آدمی کی طرح ہے جو دوائیاں تو جمع کر لیتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ کونسی دوا کس مرض کے لیے ہے یہاں تک کہ طبیب کے پاس آ کر معلوم کر لے اسی طرح محدث جب تک فقیہ کے پاس نہ آئے حدیث پر عمل کرنا نہیں جانتا۔

(مناقب ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ)

اس لیے کہ محدثین قول شناس رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور فقہاء مزاج شناس رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اگر محدث ایک حدیث سن کر اس پر عمل شروع کر دے تو اس کا عمل کرنا اس طبیب کی طرح ہوگا جو دواؤں کی افادیت جاننے کے بغیر دوائی دے رہا ہو اس لیے کہ وہ یہ نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا اس فرمان سے کیا تھا اور فقیہ طبیب کی طرح ہر حدیث کی علت موقع محل ناسخ منسوخ وغیرہ کل امور کا جاننے والا ہوتا ہے۔ (مؤلف)

(۱۹۳)

مبارک ہو! خوش خبری سنو!

ابوادریس خولانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں دمشق کی جامع مسجد میں داخل ہوا تو کیا دیکھا کہ موتیوں جیسے چمک دار دانتوں والے ایک نوجوان بیٹھے ہیں۔ بیس تیس صحابی ان کے پاس بیٹھے ہوئے علمی مذاکرہ کر رہے ہیں اور جب کسی بات میں اختلاف ہو جائے تو وہ لوگ ان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان کی بات پر عمل کرتے ہیں۔ میں نے ان کے بارے میں دریافت کیا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔

دوسرے دن میں علی الصبح وہاں جا پہنچا...... کیا دیکھتا ہوں کہ وہ مجھ سے پہلے وہاں موجود ہیں میں نے دیکھا وہ نماز پڑھ رہے ہیں...... میں نے ان کا انتظار کیا یہاں تک کہ جب وہ نماز پڑھ چکے تو میں ان کے پاس آ گیا انہیں سلام کیا اور عرض کیا بخدا میں آپ سے اللہ جل شانہ کی خاطر محبت کرتا ہوں انہوں نے کہ بخدا یہی بات ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں ایسی ہی بات ہے...... انہوں نے تین بار اس بات کو دہرایا اور میں نے بھی تین بار یہی جواب دیا۔ چنانچہ اس کے بعد انہوں نے میری چادر کا کنارہ پکڑ کر مجھے متوجہ کر کے فرمایا مبارک ہو! خوش خبری سن لو! اس لیے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میری محبت ان لوگوں کے لیے واجب ہو گئی جو میری خاطر ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں اور میری خاطر ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے ہیں اور میری خاطر ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور میری خاطر ایک دوسرے پر مال خرچ کرتے ہیں اور جانیں قربان کرتے ہیں۔ طبرانی شریف میں یہ الفاظ بھی ہیں اور وہ جو میری خاطر ایک دوسرے سے دوستی کرتے ہیں۔ (مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ)

(۱۹۴)

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ سے رازدارانہ گفتگو

فَكَلَّمَهُ رَبُّهُ عِندَ ذٰلِكَ قَالَ لَهُ: سَلْ قَالَ: اِنَّكَ اتَّخَذْتَ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا وَّاَعْطَيْتَهُ مُلْكًا عَظِيْمًا . وَكَلَّمْتَ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا . وَاَعْطَيْتَ دَاوٗدَ مُلْكًا عَظِيْمًا وَاَلَنْتَ لَهُ الْحَدِيْدَ وَسَخَّرْتَ لَهُ الْجِبَالَ وَاَعْطَيْتَ سُلَيْمَانَ مُلْكًا عَظِيْمًا وَّسَخَّرْتَ لَهُ الْجِبَالَ وَالْجِنَّ وَالْاِنْسَ وَسَخَّرْتَ لَهُ الشَّيَاطِيْنَ وَالرِّيَاحَ وَاَعْطَيْتَهُ مُلْكًا عَظِيْمًا لَايَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ وَعَلَّمْتَ عِيْسَى التَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَيُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَيُحْيِي الْمَوْتٰى بِاِذْنِ ذٰلِكَ وَاَعَذْتَهٗ وَاُمَّهٗ مِنَ الشَّيَاطِيْنِ فَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ عَلَيْهِمَا سَبِيْلٌ . فَقَالَ لَهٗ رَبُّهٗ قَدِ اتَّخَذْتُكَ خَلِيْلًا . قَالَ وَهُوَ مَكْتُوْبٌ فِي التَّوْرَاةِ وَاَرْسَلْتُكَ اِلَى النَّاسِ كَآفَّةً بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَشَرَحْتُ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْتُ عَنْكَ وِزْرَكَ . وَرَفَعْتُ لَكَ ذِكْرَكَ فَلَا اُذْكَرُ اِلَّا ذُكِرْتَ مَعِيْ يَعْنِيْ بِذٰلِكَ الْاَذَانَ وَجَعَلْتُ اُمَّتَكَ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ . وَجَعَلْتُ مِنْ اُمَّتِكَ اُمَّةً وَّسَطًا وَّجَعَلْتُ اُمَّتَكَ هُمُ الْاَوَّلُوْنَ وَهُمُ الْاٰخِرُوْنَ . وَجَعَلْتُ مِنْ اُمَّتِكَ اَقْوَامًا قُلُوْبُهُمْ اَنَاجِيْلُهُمْ وَجَعَلْتُ اُمَّتَكَ لَا تَجُوْزُ عَلَيْهِمْ خُطْبَةٌ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اِنَّكَ عَبْدِيْ وَرَسُوْلِيْ وَجَعَلْتُكَ اَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ خَلْقًا وَّاٰخِرَهُمْ مَبْعَثًا

وَاٰتَيْتُكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِى لَمْ اُعْطِهَا نَبِيًّا قَبْلَكَ ۔ وَاَعْطَيْتُكَ خَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مِنْ كَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ لَمْ اُعْطِهَا نَبِيًّا قَبْلَكَ وَجَعَلْتُكَ فَاتِحًا وَّخَاتِمًا ۔

(دلائل النبوۃ (بیہقی) ج:۲، ص:۶۳، المستدرک، ج:۲، ص:۵۲۶، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج:۱، ص:۶۷، کتاب الشفاء (قاضی عیاض) ج:۱، ص:۱۰۱، کشف الستار ج:۱، ص:۳۸، الخصائص الکبریٰ (سیوطی) ج:۱، ص:۲۸۸، المواہب للدنیہ (قسطلانی) ج:۲، ص:۳۸۷، ص:۵۰۲، کنز العمال (علی متقی) ج:۱۱، ص:۲۰۶، تفسیر ابن ابی حاتم تحت ورفعنا لک ذکرک، تفسیر در منثور (سیوطی) ج:۶، ص:۳۶۳، فتاویٰ رضویہ ج:۳۰، ص:۱۸۸)

سب سے اولیٰ واعلیٰ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

''حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کچھ پوچھیے ۔ آپ نے عرض کیا: یا اللہ! بے شک تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور ان کو بہت بڑا ملک عطا کیا۔ تو نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور تو نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بہت بڑا ملک دیا۔ ان کے لیے تو نے لوہا نرم کیا۔ ان کے لیے پہاڑ مسخر کر دیئے۔ تو نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بہت عظیم ملک دیا ان کے لیے پہاڑ انسان اور جن فرماں بردار کیے۔ شیاطین اور ہوائیں ان کے تابع کر دیں اور بہت بڑی حکومت عطا کی ایسی حکومت کہ ان کے بعد کسی کو بھی ویسی حکومت عطا نہیں کی۔ تو نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تورات اور انجیل سکھا دی ان کو نابیناؤں اور کوڑھوں کو شفایاب کرنے والا اور مردوں کو اپنے حکم سے زندہ کرنے والا بنا دیا۔ ان کو اور ان کی ماں کو شیطانوں سے پناہ دی اور شیطان کو ان پر کوئی راستہ نہیں دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ارشاد فرمایا: میں نے آپ کو خلیل بنایا اور یہ تورات میں خلیل الرحمٰن لکھا ہے۔ آپ کو تمام لوگوں کی طرف خوش خبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔ آپ کا سینہ کھول دیا۔ آپ سے بوجھ ہٹا دیا۔ آپ کا ذکر آپ کے لیے بلند کر دیا۔ پس میں ذکر نہ کیا جاؤں گا مگر آپ بھی میرے ساتھ ذکر کیے جائیں گے جس طرح کہ اذان میں بھی ہے۔ میں

نے آپ کی اُمت کو بہترین اُمت بنادیا جو لوگوں کو گمراہی سے نکالتی ہے۔ میں نے آپ کی اُمت کو درمیانی اُمت بنایا اور آپ کی اُمت کو سب اُمتوں سے اوّل و آخر بنایا۔ آپ کی اُمت کے بعض لوگوں کے دِلوں کو اناجیل (حافظ قرآن) بنایا اور آپ کی اُمت پر آپ کے متعلق میرے بندے اور میرے رسول کی گواہی دیئے بغیر خطبہ ناجائز قرار دیا اور آپ کو تخلیق کے اعتبار سے سب انبیاء سے اوّل اور بعثت کے اعتبار سے سب سے آخر بنایا آپ کو سورۂ فاتحہ عطا کی جو کہ اس سے پہلے کسی نبی کو بھی عطا نہیں کی اور آپ کو سورۂ بقرہ کی آخری آیات ایسی عطا کی ہیں جو کہ عرش کے نیچے خزانہ سے ہیں اور آپ سے پہلے کسی بھی نبی کو عطا نہیں کیں اور آپ کو نبوت کا دروازہ کھولنے اور بند کرنے والا بنادیا۔

(۱۹۵)

جو لوگ رب کی مانتے ہیں

اوناسس ایک یونانی تاجر تھا' دنیا کی سب سے بڑی جہاز رانی کشتی کمپنی کا مالک تھا' زیتون کا کاروبار کرتا تھا اسے دنیا کے امیر ترین شخص ہونے کا اعزاز بھی حاصل تھا۔ امریکہ کی خاتونِ اوّل جیکولین کینیڈی سے اس نے شادی کی۔ کاروبار زوال کا شکار ہوا اور مر گیا۔

اس کے پپوٹوں کے اعصاب جواب دے گئے تھے وہ اپنی پلکیں نہیں اُٹھا سکتا تھا۔ ڈاکٹروں نے اس کے پپوٹوں پر سلوشن ٹیپ لگا دی تھی جس کے باعث دن بھر اس کی آنکھیں کھلی رہتی تھیں اور رات سونے کے وقت وہ سلوشن ٹیپ اُتار دیتا اس کے پپوٹے اس کی پلکیں آنکھوں پر گر جاتیں' اندھیرا ہو جاتا اور وہ سو جاتا۔ صبح اُٹھ کر وہ دوبارہ ٹیپ لگوالیتا۔ جب اس سے زندگی کی سب سے بڑی خواہش پوچھی گئی تو کچھ دیر سوچتا رہا اور پھر دُکھی لہجے میں بولا کاش میں ایک بار صرف ایک بار اپنی پلکیں خود اُٹھا سکوں۔ پوچھنے والا پوچھتا ہے اس خواہش کے عوض تم کیا دے سکتے ہو؟ اوناسس فوراً جواب دیتا ہے اپنی ساری دولت اپنا سب کچھ۔

ہمارے رب کا کرم دیکھیے' ہم اپنی پلکیں خود اُٹھا سکتے ہیں۔ ہماری پلکوں کی یہ حرکت اوناسس کی پوری دولت سے قیمتی ہے۔ پلکیں ہی کیا' ہمارے رب نے ہمارے جسم کو ایسی ایسی نعمتیں بخشی ہیں جن کا دنیا میں کوئی بدل نہیں۔ ان نعمتوں میں سے کوئی ایک کم ہو جائے تو ہم دنیا بھر کے خزانے لٹا کر وہ نعمت دوبارہ حاصل نہیں کر سکتے۔

اور جو لوگ ربّ کو مانتے ہیں

دل ایک خود کار مشین کی طرح ہے جو کہ دن میں ایک لاکھ تین ہزار چھ سو اسی مرتبہ دھڑکتا ہے۔ یہ دھڑکنیں کم یا زیادہ ہو جائیں تو ہماری زندگی کا سارا ربط ٹوٹ جائے۔ یہ درست ہے کہ اب ہم مصنوعی دل لگوا سکتے ہیں لیکن اس دل کے بعد زندگی کس قدر خوف ناک ہو جاتی ہے ہم اس کا تصور نہیں کر سکتے۔

☆...... ہماری آنکھیں ایک کروڑ دس لاکھ رنگ دیکھ سکتی ہیں' آنکھیں رنگوں کی شناخت کی یہ صلاحیت کھو دیں تو دنیا کا سارا سونا انسان کو اس کے رنگ نہیں لوٹا سکتا۔

☆...... ہمارے زبان جیسی کوئی مشین ایجاد نہیں ہوئی جو ذائقہ بتا سکے جو لیموں کی ترشی اور سیب کی مٹھاس میں فرق کر سکے۔

☆...... قوتِ گویائی ہے کہ سائنس نے ابھی تک ایسا آلہ نہیں بنایا جو گونگے کے منہ سے لفظ نکال سکے۔

☆...... ہونٹ نہ ہوں تو ہم نہ کھا سکتے ہیں' نہ پی سکتے اور نہ ہی پوری طرح بول سکتے ہیں 35 فیصد لفظ ادائیگی کے لیے ہمارے ہونٹوں کے محتاج ہیں۔

☆...... لعابِ دہن ہے کہ دنیا میں ابھی تک کوئی ایسا کیمیکل ایجاد نہیں ہوا جو منہ میں لعاب پیدا کر سکے جن کا لعابِ دہن ختم ہو جاتا ہے وہ ہاتھ میں ہر وقت پانی کی بوتل رکھتے ہیں' انہیں ہر دو منٹ بعد اپنی زبان گیلی کرنا پڑتی ہے۔

☆...... انسانی ناک تین ہزار خوشبوئیں سونگھنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ خوشبو کی یہ حس کھو جائے تو دوبارہ نہیں ملتی۔

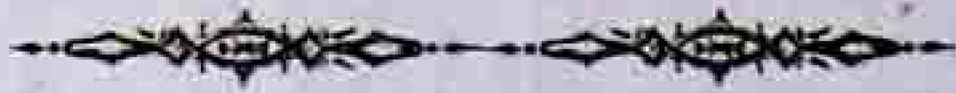
☆...... پھیپھڑے دن میں پندرہ ہزار بار سانس لیتے ہیں سانسوں کی یہ تعداد کم یا زیادہ ہو جائے تو انسان ادھ موا ہو جاتا ہے۔

یقین کرو یا نہ کرو

یقین کیجیے ہمارے ایک ایک سانس' ہمارے بدن کا ایک ایک لمحہ اس کے کرم اس

کے رحم اور اس کی عنایتوں کا اعلان ہے. جس پر اس کی عنایت اور رحم و کرم کے سلسلے بند ہو جاتے ہیں وہ شاہ ہو یا گدا اس کی زندگی اجیرن بن جاتی ہے' دُکھوں سے بھر جاتی ہے۔ انسان گڑگڑا کر موت طلب کرتا ہے لیکن موت تو اپنے وقت سے پہلے نہیں آسکتی اور بس انسان دُکھوں کی بے رحم وادی میں جلتا مرتا' کُڑھتا' کراہتا ہی رہتا ہے اور دنیا اس کے لیے عذاب گاہ بن جاتی ہے۔

ایسی مصیبتوں کے وقت کون کسی کی سنے؟ کس کو پکارا جائے؟ کون بندوں کے دُکھ دُور کرے؟ دن رات رب تعالیٰ کی نافرمانیاں کرنے والے کی کب سنی جائے گی؟ ہاں! اس کریم کا کرم ہے وہ جس پر کرنا چاہے تو کوئی اسے روک بھی نہیں سکتا ورنہ تو میرا رب انہی کی مانتا ہے جو میرے رب کی مانتے ہیں۔ (زیرو پوائنٹ' ص: ۳۱۵' مختصراً)



(۱۹۶)

آلِ سراجِ اُمتانِ مصطفیٰ ﷺ

یوسف بن خالد السمتی بیان فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بصرہ تشریف لائے۔ فرماتے ہیں کہ ہم امام صاحب کے ساتھ شہر کی ایک جانب چلے کوفہ کی سمت' جب شام ہوگئی تو ہم واپس لوٹے اس دوران میں قاضی ابن ابی لیلیٰ خچر پر سوار تشریف لائے ہمیں سلام کیا اس کے بعد ہم ایک باغ میں سے گزرے۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ بھی ہمارے ساتھ تھے اس باغ میں ایک قوم کو دیکھا کہ وہ خوشی منا رہے ہیں اور ان میں لہو ولعب کے آلات بھی ہیں اور گانے والیاں بھی ہیں جو گا رہی ہیں جب ہم ان کے قریب ہوئے تو وہ خاموش ہوگئیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم نے اچھا کیا جب ہم باغ سے نکل کر راستے سے الگ ہوگئے قاضی ابن ابی لیلیٰ نے دل میں یہ بات پوشیدہ رکھی کہ امام صاحب کو گواہی سے نااہل قرار دینے کا اچھا موقع ہے کہ انہوں نے گانے والیوں سے کہا: تم نے اچھا کیا کیونکہ ابن ابی لیلیٰ ایک فقیہ تھے اور تینتیس برس کی عمر میں کوفہ کے منصب قضاء پر مامور ہوگئے تھے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان میں کسی قدر شکر رنجی رہتی تھی جس کی وجہ یہ تھی کہ فیصلوں میں وہ غلطی کرتے تھے تو امام صاحب ان کی اصلاح فرماتے تھے۔ یہ ان کو ناگوار معلوم ہوتا تھا لیکن امام صاحب اظہارِ حق پر مجبور تھے۔ قاضی صاحب نے موقع کو غنیمت سمجھا' بدلہ لینے کے لیے تو انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بلا بھیجا ایک گواہی کے سلسلے میں امام صاحب تشریف لائے تو قاضی صاحب نے ایک واقعہ کے متعلق گواہی طلب کی امام صاحب نے گواہی دی تو فوراً قاضی صاحب نے فرمایا

آپ ساقط الشہادت ہیں اہل شہادت میں سے نہیں امام صاحب نے فرمایا کیوں؟

تم نے اچھا کیا

فرمایا آپ کے اس قول کی وجہ سے کہ آپ نے گانے والیوں سے کہا تھا احسنتن تم نے اچھا کام کیا یعنی تم نے بُرے فعل کو اچھا کہا تو تمہاری عدالت ساقط ہوگئی اور جس کی عدالت مجروح ہو وہ نا قابلِ شہادت ہوتا لہٰذا آج کے بعد تمہارا نام اہلِ شہادت کی فہرست سے خارج ہو کر نا اہلوں کی فہرست میں چلا گیا۔

امام صاحب نے فرمایا میں نے ان کی تحسین کس وقت کی تھی جس وقت وہ گا رہی تھیں یا جس وقت وہ خاموش ہوگئی تھی؟ انہوں نے کہا جب وہ خاموش ہوگئی تھیں۔ فرمایا اللہ اکبر! میرا کہنا کہ تم نے اچھا کیا خاموش ہونے کے لیے تھا نہ کہ گانے کے فعل کی تحسین تھی۔ قاضی صاحب خاموش ہو گئے اور انہیں اہلِ شہادت میں باقی رکھا تب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے آیت تلاوت فرمائی: وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهٖ اور برائی کا داؤ الٹے گا انہیں داؤ والوں پر اس واقعہ کے بعد قاضی ابن ابی لیلیٰ امام صاحب سے بہت ڈرنے لگے اور جب قضا کے مسائل میں مشکل پیش آتی تو امام صاحب سے حل کراتے امام صاحب ان کا جواب ارشاد فرماتے اور یہ شعر پڑھتے تھے

اذا تکون عظیمة ادعی لها

واذا یحاس الحیس یدعی جندب

"جب بڑی مصیبت پیش آتی ہے تو اس کے لیے میں بُلایا جاتا ہوں اور حلوا تیار کیا جاتا ہے تو پھر جندب کو بُلایا جاتا ہے۔" (مناقب کردری)

حدیث تفسیر اور فقہ کا امام

حضرت قتادہ بصری جو مشہور فقیہ اور محدث ہیں' کوفہ میں آئے اور اشتہار دے دیا مسائل فقہ میں جس کو جو پوچھنا ہو پوچھے میں ہر مسئلے کا جواب دوں گا چونکہ مشہور محدث

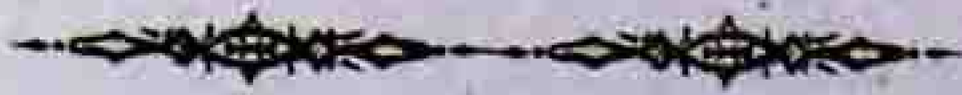
اور امام تھے بڑا مجمع جمع ہوا۔ جوق در جوق لوگ آتے تھے اور مسئلے دریافت کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے کھڑے ہو کر پوچھا کہ ایک شخص سفر میں گیا برس دو برس کے بعد اس کے مرنے کی خبر آئی اس کی بیوی نے دوسرا نکاح کرلیا اور اس سے اولاد ہوئی چند روز کے بعد وہ شخص واپس آیا اولاد کے نسب سے انکار کر دیا کہ میری صلب سے نہیں ہے زوج ثانی دعویٰ کرتا ہے کہ اولاد میری ہے تو آیا دونوں شخص اس عورت پر زنا کا الزام لگاتے ہیں یا صرف وہ شخص جو ولدیت سے انکار کرتا ہے۔ قتادہ نے کہا یہ صورت پیش آئی ہے امام صاحب نے کہا نہیں لیکن علماء کو پہلے سے تیار رہنا چاہیے کہ وقت پر تردد نہ ہو۔ قتادہ کو فقہ سے زیادہ تفسیر میں دعویٰ تھا بولے کہ ان مسائل کو رہنے دو تفسیر کے متعلق جو پوچھنا ہے پوچھو۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس آیت کے کیا معنی ہیں: قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ یہ وہ قصہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے درباریوں سے بلقیس کا تخت لانے کی فرمائش کی اور ایک شخص نے جو غالباً آصف بن برخیا حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر تھے' دعویٰ کیا کہ میں چشم زدن میں لا دوں گا۔ اہلِ کتاب کی روایت ہے کہ آصف بن برخیا اسمِ اعظم جانتے تھے جس کی تاثیر سے ایک دم میں شام سے یمن پہنچ کر تخت اُٹھا لائے۔ روایت عام مسلمانوں میں پھیل گئی تھی اور اس کے مطابق اس آیت کا مطلب لیا جاتا تھا۔ قتادہ نے بھی یہی معنی بیان کیے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حضرت سلیمان علیہ السلام خود بھی اسمِ اعظم جانتے تھے یا نہیں؟

قتادہ نے کہا نہیں امام صاحب نے کہا کیا آپ اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ نبی کے زمانہ میں ایسا شخص موجود ہو جو خود نبی نہ ہو اور نبی سے زیادہ علم رکھتا ہو؟ قتادہ کچھ جواب نہ دے سکے اور کہا: عقائد کے متعلق پوچھو۔ امام صاحب نے کہا: آپ مومن ہیں؟ اکثر محدثین اپنے آپ کو مومن کہتے ہوئے ڈرتے تھے اس کو احتیاط میں داخل سمجھتے تھے۔ حسن بصری سے ایک شخص نے یہی سوال کیا جس کے جواب میں انہوں نے کہا ان شاء

اللہ پوچھنے والے نے کہا ان شاء اللہ کا کیا محل ہے: فرمایا میں اپنے آپ کو مومن تو کہہ دوں مگر ڈرتا ہوں کہ خدا یہ نہ کہہ دے کہ تو جھوٹ کہتا ہے۔ قتادہ نے بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سوال کا یہی جواب دیا لیکن حقیقت میں یہ ایک قسم کی وہم پرستی ہے۔

ایمان اعتقاد کا نام ہے

ایمان اعتقاد کا نام ہے جو شخص خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتقاد رکھتا ہے وہ یقیناً مومن ہے اور اس کو سمجھنا چاہیے کہ میں مومن ہوں البتہ اگر اس میں شک ہے تو قطعی کافر ہے اور پھر ان شاء اللہ کہنا بھی بے کار ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس عام غلطی کو مٹانا چاہا۔ قتادہ سے پوچھا کہ آپ نے یہ قید کیوں لگائی؟ انہوں نے کہا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ مجھ کو امید ہے کہ خدا قیامت کے دن میرے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا خدا نے جب ابراہیم علیہ السلام سے یہ سوال کیا کہ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ تو انہوں نے جواب میں بَلٰی کہا تھا یعنی ہاں میں مومن ہوں۔ آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کی تقلید کیوں نہ کی قتادہ لاجواب ہو کر اُٹھے اور دوبارہ کوفہ واپس نہ آئے۔ (سیرۃ النعمان)



(۱۹۷)

بے وفا دنیا پہ مت کر اعتبار

حضرت سیدنا ابو بکر ھذلی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے ایک مرتبہ ہم حضرت سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر تھے اتنے میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا اے ابوسعید علیہ الرحمہ! ابھی کچھ دیر قبل ہم عبداللہ بن اھتم کے پاس گئے اس کا آخری وقت تھا۔ ہم نے پوچھا اے ابو معمر! اپنے آپ کو کیسا محسوس کر رہے ہو؟ کہا بخدا میں اپنے آپ کو بہت مصیبت زدہ محسوس کر رہا ہوں اور میرا گمان ہے کہ شاید اب زندہ نہ بچ سکوں۔ اچھا! یہ بتاؤ کہ ان ایک لاکھ دراہم کے بارے میں تم کیا کہتے ہو جو میں نے جمع کر رکھے ہیں؟ نہ تو ان کی زکوٰۃ ادا کی گئی اور نہ ہی کسی قریبی رشتہ دار پر خرچ کیے گئے۔ ہم نے کہا: اے ابو معمر! تم نے یہ درہم کیوں جمع کیے تھے؟ کہا گردشِ ایام اہل وعیال کی کثرت اور بادشاہ کی طرف سے جفاکشی کے خوف سے جمع کر رکھے تھے اس شخص کی یہ بات سن کر حضرت سیدنا حسن بصری علیہ الرحمہ نے فرمایا اس غم زدہ پریشان شخص کو دیکھو جس کے پاس سے یہ آرہا ہے۔ دراصل اس مرنے والے کے پاس شیطان آیا اور اسے بادشاہ کی طرف سے جفاکشی، اہل وعیال کی کثرت اور گردشِ ایام کا خوف دلایا اور خوف بھی اس چیز کے بارے میں کہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے لیے مقرر فرمادی ہے اور اس دنیا میں اس کی مدتِ حیات بھی مقرر فرمادی ہے۔ بخدا! وہ شخص اس دنیا سے اس حال میں جائے گا کہ غمگین، مصیبت زدہ، ملامت کیا ہوا اور پریشان حال ہوگا۔

توجہ سے سن! تو اس دنیا سے ہرگز دھوکہ نہ کھانا جس طرح کہ تیرا مرنے والا

دوست دھوکہ کھا چکا۔ تیرے پاس حلال مال پہنچا ہے' مال کے فتنے سے بچتے رہنا ایسا نہ ہو کہ یہ تیرے لیے وبال جان بن جائے۔ یاد رکھ! جو شخص مال جمع کرنے میں لگا رہے اور کنجوسی سے کام لے' دن رات مال جمع کرنے کی تدبیر میں مصیبت بھرے سفر اور ہر طرح کا دُکھ برداشت کرے پھر مال کو سنبھال کر گن گن کر رکھے نہ اس کی زکوٰۃ ادا کرے نہ کسی رشتہ دار پر خرچ کرے تو وہ شخص حسرت زدوں میں ہوگا اور سب سے بڑی حسرت یہ ہے کہ کل بروزِ قیامت جب اعمال کا وزن کیا جا رہا ہو تو وہ اپنے مال کو دوسرے کے ترازو میں دیکھے۔ کیا تم جانتے ہو کہ ایسا معاملہ کب ہوتا ہے؟ سنو! یہ سب وبال اس طرح ہوتا ہے کہ انسان کو اللہ رب العزت اپنے خزانوں میں سے مال دیتا او، اپنی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے لیکن انسان کنجوسی و بخل سے کام لیتا اور مال جمع کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے موت اُچک لیتی ہے اور اس کا سارا مال وارث لے جاتے ہیں اس طرح وہ اپنے مال کو غیر کے ترازو میں دیکھتا ہے یا اسے ایسی ٹھوکر لگتی ہے کہ سنبھلنا بہت مشکل ہو جاتا ہے اور توبہ کی دولت بھی اس کے ہاتھ سے جاتی رہتی ہے اور وہ حسرت زدہ توبہ جیسی دولت سے بھی محروم رہتا ہے۔

(عیون الحکایات)



(۱۹۸)

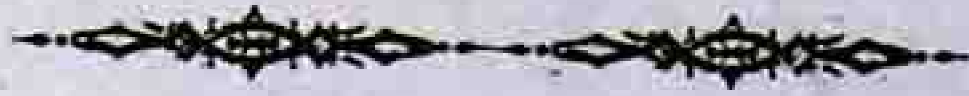
سردار کے ہاتھوں سردار کی آزادی

ابی بن خلف کا بھائی اُمیہ بن خلف حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا آقا تھا۔ وہ اسلام لانے کی پاداش میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر انتہائی بہیمانہ مظالم ڈھایا کرتا تھا۔ گرم ریت پر لٹا کران کے سینے پر بھاری پتھر رکھ دیتا مگر وہ اس کی بات ماننے کی بجائے ''احد احد'' پکارتے رہتے۔ ایک مرتبہ ورقہ بن نوفل وہاں سے گزرے۔ بلال پر ہونے والا ظلم دیکھ کر کہنے لگے میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو میں انتہائی دردناک آواز سے اس کے مظلومانہ قتل کا چرچا کروں گا۔ حضرت بلال کو کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا جاتا تو فرماتے کہ میری زبان پر کفر کے الفاظ کبھی نہیں آسکتے جب ظلم کی انتہا ہو گئی تو اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے بندے پر رحم آگیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر ظلم کا صدمہ برداشت نہ کر سکے۔ امیہ سے کہا: اس مسکین کے بارے میں اپنے رب سے ڈرو اس پر کیوں اتنا ظلم کرتے ہو؟ آخر کب تک یہ مشق ستم جاری رکھو گے؟ اس کے منہ سے نکل گیا اگر اس سے اتنی ہی محبت ہے تو اسے بچالو جیسے ہی امیہ نے اشارہ دیا حضرت ابوبکر صدیق حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو خریدنے کے لیے فوراً تیار ہو گئے۔ پانچ اوقیہ سونے کے عوض سودا کر لیا۔ امیہ کہنے لگا تم نے تو بڑی قیمت لگا دی میں تو اسے ایک اوقیہ میں بھی بیچنے پر تیار تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! اگر تم بلال رضی اللہ عنہ

کی دس اوقیہ بھی قیمت لگاتے تو میں انہیں خرید کر آزاد کر دیتا۔ (یاد رہے کہ اوقیہ کا وزن آج کے اعشاری نظام میں ۳۱ گرام کے برابر ہوتا ہے) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے (ابوبکر سیدنا واعتق سیدنا) ہمارے سردار ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہمارے سردار بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کرایا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ۲۳۲/۳-۲۳۳ والکامل فی التاریخ: ۵۸۹/۱)



(۱۹۹)

یہ مسائل امام ابوحنیفہ ہی حل کر سکتے ہیں

ایک دن حسنِ اتفاق سے امام سفیان ثوری قاضی ابن ابی لیلیٰ شریک، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک مجلس میں جمع تھے۔ شائقینِ علم کو اس سے اچھا کیا موقع مل سکتا تھا ایک شخص نے آ کر مسئلہ پوچھا کہ چند آدمی ایک جگہ مجتمع تھے دفعتاً ایک سانپ نکلا اور ایک شخص کے بدن پر چڑھنے لگا اس نے گھبرا کر پھینک دیا۔ دوسرے شخص پر جا گرا اس نے بھی اضطراب میں ایسا ہی کیا۔ یوں ہی ایک دوسرے پر پھینکتے رہے یہاں تک کہ اخیر شخص کو اس نے کاٹا اور وہ مر گیا۔ دیت کس پر لازم آئے گی؟ یہ فقہ کا ایک دقیق مسئلہ تھا سب کو تامل ہوا کسی نے کہا سب کو دیت دینی ہوگی۔ بعض لوگوں نے کہا صرف پہلا شخص ذمہ دار ہوگا سب کے سب مختلف الرائے تھے آخر سب ان کی طرف متوجہ ہوئے کہ آپ بھی تو اپنا خیال ظاہر کیجیے۔ امام صاحب نے فرمایا جب پہلے شخص نے دوسرے پر پھینکا اور وہ محفوظ رہا تو پہلا شخص بَری الذمہ ہو چکا تھا اسی طرح دوسرا اور تیسرا بھی، بحث اگر ہے تو صرف اخیر شخص کی نسبت ہے اس کی دو حالتیں ہیں اگر اس کے پھینکنے کے ساتھ ہی سانپ نے کاٹا تو پھر پھینکنے والا دیت ادا کرے گا کیونکہ اسی کے پھینکنے کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوئی اور اگر فوراً سانپ نے نہیں کاٹا بلکہ کچھ دیر کے بعد کاٹا تو خود اس کی غفلت ہے کہ اس نے اپنی حفاظت میں جلدی اور تیز دستی کیوں نہ کی۔ پھینکنے والا بَری الذمہ ہوگا کیونکہ اب اس کے مرنے کا سبب پھینکنے والا نہیں بلکہ خود اس کی غفلت کے سبب ہے اسی رائے سے سب نے اتفاق کیا اور امام

صاحب کی فقاہت وفراست کی تحسین کی۔

اب غیر مقلدین سے گزارش ہے کہ ٹھنڈے دل سے تعصب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے غور کریں کہ اس مسئلہ اور اس جیسے ہزاروں مسائل جن میں نصوص شرعیہ وارد نہیں ہوتیں' کیا کریں گے۔ ظاہر ہے اپنے مولوی پر اعتماد کر کے اس کی تقلید کریں گے جب کہ ان کے علماء خیر القرون کے علماء کے مقابلے میں ہزارواں حصہ بھی علم نہیں رکھتے للٰہیت خلوص عدالت ثقاہت نیک نیتی دُور کی بات ہے۔ ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ جب مسائل میں نصوص شرعیہ صحیحہ صریحہ غیر معارضہ غیر منسوخہ وارد نہیں ہوتیں ان میں کسی امام کی تحقیق پر اعتماد کر کے ان کی تقلید کریں نہ یہ کہ جن مسائل میں قرآن وحدیث کی نصوص صحیحہ صریحہ غیر متعارضہ وارد ہوں' ان کے مقابلے میں کسی فقیہ کی تقلید کرنا ہے۔

خارجی مبہوت ہو گئے

ایک دن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ شاگردوں کا مجمع تھا دفعتاً خارجیوں کا ایک گروہ مسجد میں گھس آیا۔ لوگ بھاگ چلے امام صاحب نے روکا اور تسلی دی کہ ڈرو نہیں اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔ ایک خارجی جو سب کا سردار تھا امام صاحب کے پاس آیا اور کہا: تم لوگ کون ہو؟ امام صاحب نے فرمایا مستجیر ہیں اور خدا نے فرمایا ہے کہ

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ.

یعنی مشرکین میں سے کوئی شخص اگر پناہ مانگے تو اسے پناہ دو تا کہ وہ خدا کا کلام سنے پھر اس کے امن کی جگہ تک پہنچا دو۔

خارجی اپنے سوا مسلمانوں کے تمام فرقوں کو مشرک اور کافر سمجھتے ہیں اور واجب القتل جانتے ہیں اس موقع پر وہ اس نیت سے آئے تھے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنا

عقیدہ بیان کریں تو کفر کا الزام لگا کر ان کو قتل کر دیں لیکن امام صاحب کے الزامی جواب نے ان کو بالکل مبہوت کر دیا۔

چنانچہ ان کے سردار نے ساتھیوں سے کہا: ان کو قرآن پاک پڑھ کر سناؤ اور ان کو ان کے گھر پہنچا آؤ۔ (مناقب مؤفق)

☆......ایک دفعہ ضحاک خارجی جو خارجیوں کا مشہور سردار تھا اور بنو اسیر کے زمانہ میں کوفہ پر قابض ہو گیا تھا۔

امام صاحب کے پاس آیا اور تلوار دِکھا کر کہا: توبہ کرو انہوں نے پوچھا کہ کس بات سے؟

ضحاک نے کہا: تمہارا عقیدہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے جھگڑے میں ثالث کو تسلیم کر لیا تھا حالانکہ جب وہ حق پر تھے تو ثالث تسلیم کرنے کے کیا معنی؟

امام صاحب نے فرمایا: اگر میرا قتل مقصود ہے تو اور بات ہے ورنہ اگر تحقیق حق مقصود ہے تو مجھ کو تقریر کی اجازت دو۔

ضحاک نے کہا میں بھی مناظرہ ہی چاہتا ہوں۔ امام صاحب نے فرمایا اگر بحث آپس میں طے نہ ہو تو کیا علاج ہے؟

ضحاک نے کہا ہم دونوں ایک شخص کو منصف قرار دیں چنانچہ ضحاک ہی کے ساتھیوں میں سے ایک شخص انتخاب کیا گیا کہ دونوں فریق کی صحت و غلطی کا تصفیہ کرے۔

امام صاحب نے فرمایا یہی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی کیا تھا پھر ان پر کیا الزام ہے۔ ضحاک دَم بخود ہو گیا اور چپکے سے اُٹھ کر چلا گیا۔ (مناقب کردری)

امام صاحب علیہ الرحمہ کی خصوصیات میں سے ہے کہ وہ مشکل سے مشکل مسئلہ کو اپنے عام فہم طریقہ سے سمجھا دیتے تھے کہ مخاطب کے ذہن نشین ہو جاتا تھا اور بحث

نہایت جلد اور آسانی سے ختم ہو جاتی۔

ہم نے اس مجموعہ میں امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے تدبیر عقل وفراست کے چند واقعات نمونے کے طور پر پیش کیے گئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ امام صاحب کی زندگی کا ہر لمحہ عقل وفراست کی کامل تصویر تھا۔ محمد انصاری کہا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ایک حرکت یہاں تک کہ بات چیت اُٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے میں دانش مندی کا اثر پایا جاتا ہے۔



(۲۰۰)

دُعائے انس و دعائے ابو درداء رضی اللہ عنہما

ایک دن حجاج بن یوسف نے حکم دیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو انواع و اقسام کے چار سو گھوڑوں کا معائنہ کرایا جائے۔ حکم کی تعمیل کی گئی۔ حجاج نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا فرمایئے! اپنے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی اس قسم کے گھوڑے اور ناز و نعم کا سامان کبھی آپ نے دیکھا؟ فرمایا بخدا میں نے آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس سے بدر جہا بہتر چیزیں دیکھی ہیں۔

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ پالتو گھوڑوں کی تین قسمیں ہیں۔ ایک شخص گھوڑا اس نیت سے پالتا ہے کہ حق تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرے گا اس گھوڑے کا پیشاب، لید، گوشت پوست اور خون قیامت کے دن تمام اس کے ترازوئے عمل میں ہوگا اور دوسرا وہ شخص جو گھوڑا اس نیت سے پالتا ہے کہ ضرورت کے وقت سواری کیا کرے اور پیدل چلنے کی زحمت سے بچے (یہ نہ ثواب کا مستحق ہے نہ عذاب کا) اور تیسرا وہ شخص ہے جو گھوڑے کی پرورش نمود و شہرت کے لیے کرتا ہے تا کہ لوگ دیکھیں کہ فلاں شخص کے پاس اتنے اور ایسے عمدہ عمدہ گھوڑے ہیں اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اے حجاج! تیرے گھوڑے تیسری قسم کے ہیں۔

حجاج یہ بات سن کر بھڑک اُٹھا اس کے غصے کی بھٹی تیز ہوگئی اور کہنے لگا اے انس! آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو خدمت کی ہے اس کا لحاظ نہ ہوتا۔ نیز امیر المومنین عبدالملک بن مروان نے آپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا خط مجھے نہ لکھا

ہوتا تو نہ معلوم آج میں آپ کے ساتھ کیا کر گزرتا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم! تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور نہ تجھ میں اتنی ہمت ہے کہ تو میلی نظر سے مجھے دیکھ سکے۔ میں نے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے چند کلمات سن رکھے ہیں۔ میں ہمیشہ ان کی برکت سے اللہ جل جلالہ کی پناہ میں رہتا ہوں۔ مجھے نہ کسی سلطان کی سطوت سے خوف ہے نہ کسی شیطان کے شر کا اندیشہ۔

حجاج مبہوت ہو گیا

حجاج اس کلام کی ہیبت سے بے خود اور مبہوت ہو کر رہ گیا تھوڑی دیر بعد سر اُٹھایا اور (نہایت لجاجت سے) کہا: اے ابوحمزہ! وہ کلمات مجھے سکھا دیجیے فرمایا تجھے ہرگز نہ سکھاؤں گا بخدا تو اس کا اہل نہیں پھر جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت آیا تو حضرت ابان رحمۃ اللہ علیہ جو آپ کے خادم تھے' حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا' کیسے آنا ہوا؟ عرض کی وہی کلمات سیکھنا چاہتا ہوں جو حجاج نے آپ سے سیکھنا چاہے تھے مگر آپ نے اسے نہیں سکھائے تھے۔ فرمایا ہاں تجھے سکھاتا ہوں تو ان کا اہل ہے۔ میں نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی اور آپ وصال کے وقت مجھ سے راضی تھے اسی طرح تو نے میری خدمت دس سال تک کی اور میں دنیا سے اس حال میں جا رہا ہوں کہ تجھ سے راضی ہوں صبح و شام یہ کلمات پڑھا کر حق تعالیٰ تمہیں تمام آفات و شرور سے محفوظ رکھے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى نَفْسِىْ وَ دِيْنِىْ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى اَهْلِىْ وَمَالِىْ وَوَلَدِىْ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى مَا اَعْطَانِىْ اللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّىْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، وَاَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَعْظَمُ مِمَّا اَخَافُ وَاَحْذَرُ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَائُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِىْ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّرِيْدٍ وَّمِنْ شَرِّ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِىَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ

الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اِنَّ وَلِيَّ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ ۔

''میں پناہ لیتا ہوں نام خدا کی اپنے نفس پر اور اپنے دین پر' پناہ لیتا ہوں نام خدا کی اپنے اہل و عیال اور مال و اولاد پر' حفاظت چاہتا ہوں نام خدا کے ساتھ ہر نعمت پر جو اللہ نے مجھے عطا فرمائی۔ اللہ میرا پروردگار ہے میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے وہ بہت زیادہ عزت و جلال والا ہے اللہ ہر اس چیز سے عظیم تر ہے جس سے میں ڈرتا ہوں اور اندیشہ رکھتا ہوں۔ غالب ہے تیرا ہمسایہ اور تیری پناہ لینے والا' بلند تر ہے تیری تعریف' تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے اللہ جل جلالہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اپنے نفس کے شر سے نیز ہر شیطان مردود اور سرکش و متکبر کے شر سے پس اگر یہ لوگ (حق قبول کرنے سے) پہلوتہی کریں تو آپ فرما دیجیے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔ بے شک میرے تمام امور کا والی اور کارساز اللہ ہے جس نے کتابِ مقدس (قرآن مجید) نازل فرمائی اور وہ نیک و صالح لوگوں کا دوست ہے۔

(المستطرف ج: ۲/۲۵۴' جمع الجوامع از علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

دعائے ابودرداء اور اس کی فضیلت

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو کسی نے آ کر خبر دی کہ آپ کا مکان جل گیا ہے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے بڑی بے فکری سے فرمایا کہ ہرگز نہیں جلا۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہرگز ایسا نہیں کرے گا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص یہ کلمات شروع دن میں پڑھ لے تو شام تک اس کو کوئی مصیبت نہ آئے گی اور جو شخص شام کو پڑھ لے تو صبح تک اس پر کوئی مصیبت نہ آئے گی۔ (بعض روایات میں ہے کہ اس کے نفس میں' اہل و عیال اور مال میں کوئی آفت نہیں آئے گی) اور میں یہ کلمات

صبح پڑھ چکا ہوں تو پھر میرا گھر کیسے جل سکتا ہے پھر لوگوں سے کہا آؤ چل کر دیکھو سب کے ساتھ چل کر مکان پر پہنچے تو دیکھتے ہیں کہ محلے میں آگ لگی اور آپ کے مکان کے چاروں طرف کے مکانات جل گئے لیکن آپ کا مکان باوجود اس کے کہ درمیان میں تھا' محفوظ رہا۔ دعائیہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ، مَا شَآءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ، اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَآبَّةٍ اَنْتَ آخِذٌ بِنَا صِيَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ.

"اے اللہ جل جلالہ! تو ہی میرا رب ہے تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں تجھی پر میں کامل بھروسہ کرتا ہوں اور تو ہی عرشِ کریم کا رب ہے جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جس کام کو وہ نہ چاہے وہ کام ہرگز نہیں ہوتا۔ بُرائی سے بچنے کی طاقت و ہمت اور نیکی کرنے کی قوت و توفیق صرف اللہ کی جانب سے ہوتی ہے جو بلند و برتر اور باعظمت ذات ہے۔ میں اس پر یقین رکھتا ہوں کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور بے شک اس نے کائنات کی ہر ایک چیز کو اپنے علم کے احاطہ میں لیا ہوا ہے۔ اے اللہ جل جلالہ! میں اپنے نفس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور ہر ذی روح کے شر سے بھی جس کو تو نے اس کے پیشانی کے بالوں سے مضبوط گرفت میں لیا ہوا ہے بے شک میرے رب کی راہ ہی صراطِ مستقیم ہے۔

(ماخوذ از نیکیوں کے پہاڑ مکتبہ حمادیہ کراچی)

الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری کی واقعات پر دیگر تصانیف







ناشر
اکبر بک سیلرز